

U7684

جمرا مشہور عالم بریاضی و طبیعی جوہر کو شائع ہوتا ہے جلد ۱

میں سے مالانہ مع حصول عشر
 امر اور دوسرے
 ۵۱ محرم ۱۳۲۳ھ
 ڈیڑھ علی صدر
 دفتر اصلاح کچھوہ تعلقہ ساکن

اعراض و مقاصد

۱) یہ رسالہ بعض سے شائع کیا جا چکا ہے کہ کتاب علم غلام
 شریف میر جو جی سے ہو رہا ہے یا اس کے معقول اب
 اور علماء کرام کے حالات بطور تشریح سبیل کے ہیں
 ۲) جب اخبار دنیا جی جہاں تک فرانت ہو تو ان میں
 رسائل پر جو کچھ ہو گیا ہے ان میں سے بعض تشریح
 شیعوں کے عقائد میں شائع ہوئے۔

۳) ان کے یہ سبیل سے کتابت جینات ہدایات الرشید
 شہزادہ ابن تیمیہ کے روئے ان کے ان میں بھی خاص طور پر
 دم ہم جس رسالہ کا ہے اسے تو دیکھا جا چکا ہے مگر قلم کی
 نوجو سے غائب ہو گیا ہے اور اس کا پتہ معلوم نہیں کیا جا سکا۔

۴) اس کتاب کا نام ہے نہایت علمائے عربین میں جو خاص طور پر
 غلام میں جو کچھ یا علی عقیدت میں کی سو وہ علم ان
 مفصل و مختصر جزو زبان میں مکتوب پورن کر رہی
 نہ ان کی شائع ہوئی ہے نہ ان کے نسخے ان کا یہ یا ناصر
 (۵) جو اب طلبہ کے نسخے ان کا یہ یا ناصر
 (۶) جو اب طلبہ کے نسخے ان کا یہ یا ناصر
 خریداری سے فراوان اخذ ہو گیا ہے اور اس کا
 نہایت صورت ہو رہی ہے اور اس کا یہ یا ناصر
 یہ کتاب کا نام بھی ہے مگر اس کا نسخہ موجود نہیں
 (۷) جو اب طلبہ کے نسخے ان کا یہ یا ناصر
 (۸) جو اب طلبہ کے نسخے ان کا یہ یا ناصر
 (۹) جو اب طلبہ کے نسخے ان کا یہ یا ناصر
 (۱۰) جو اب طلبہ کے نسخے ان کا یہ یا ناصر

وجہ تسمیہ

۱) اس رسالہ کا نام الشمس ہے جو سے اختیار کیا گیا
 وجود نماز شمس کی بدولت جو شب بدلی ہو ہے
 ۲) اس رسالہ کا نام الشمس ہے جو سے اختیار کیا گیا
 کا نجوم انہما کیا گیا اور وہ شمس کی حدت صحیح و
 مشہور ہو کر خرابی اور افسوس کیلئے وہ مرتبہ آفتاب کا
 رحمت ہو گیا۔

۳) اس رسالہ کا نام الشمس ہے جو سے اختیار کیا گیا
 یہ رسالہ انہما کیا گیا اور وہ شمس کی حدت صحیح و
 والی رات کے حکمت و غائب ہو جائیگا اور نہ ہوگا
 رحمت ہو گیا۔

۴) اس رسالہ کا نام الشمس ہے جو سے اختیار کیا گیا
 قوت پیدا ہوتی ہے اور رات کا وقت حدت
 آرام کے واسطے بنا ہوا ہے۔ عمر کا بڑا حصہ خواب
 غفلت میں بسر ہو جاتا ہے یہ ساری کا وقت جو
 (۵) آفتاب کا مغرب سے نکلنا اس کی دلیل ہے کہ
 دنیا کے کچھ بے تاب و اب فرود قیامت کی صحیح
 تامل ہوگی شمس کا یہ حصہ جو کہ ان کو
 کو رات اور نوبت دکھائی اور قیامت کے دن اس روز
 حقیق ہو جائیگا برآے کا ملک کو میں نہاوند
 ملی ہو اس کے کہ ان کو ان کے سایہ میں اور حامل آگہ
 اور ساقی کو تر علی ابی اہل اللہ علیہ السلام میں

ہذا رسالہ کا نام الشمس ہے جو سے اختیار کیا گیا

لندن میں محرم طبع ٹرانسنگ مورخہ ۱۹۱۳ء میں اس مجلس کی کارروائی اس طرح
 ہوئی۔ ایک بالائے زمین کی تاریخ قریب ۲۰ سالہ نوکلے سالانہ رسم اور شہادت کے واقعات سننے کیلئے جمع ہوئے
 یہ واقعات ایک صاحبت جو اولاد رسول میں تھی جہاں نام مرزا محمد جواد بی بیان کو۔ ایرانی لوگ اور ایک شاہزادہ
 ولایت اور باقی ہندوستانی وہاں جمع تھے۔ ہر ایک شخص جو کچھ میں داخل ہوتا تھا اپنے جوتے اتار کر اپنے جوتوں
 کے رسوم کے مطابق میز قالیں کے گرد فرش پر بیٹھتے تھے۔ ڈاکٹر ایرانی نیشن کی ٹوپی پہنے ہوئے تھی اور
 ایک کرسی پر بیٹھے تھے جس پر سیاہ کپڑا بڑا ہوا تھا اون کے برابر ایک منبر پر ایک بار سفید پتھر لٹکا ہوا اور خوبوار
 مصالح آتشہ نوین سلگ رہا تھا جس سے خوشگوار و مطبوخہ خوبو پھیل رہی تھی۔ واقعات فارسی عربی
 میں پڑھے گئے یا عربی امیر فارسی میں کہی جی ہی آہستہ آہستہ اور کبھی زیادہ آواز سے پڑھ کر انہی ہی ہون
 فقہت کو سمجھ سکتا تھا کہ جو دو دو امیر اور جوش دلدادے اور موثر تھے بعض مسلمانوں کو تابات ضبط باقی نہ رہی
 اور باواز بلنڈ رنگے اور تھوڑے کچھ اور مضمنا میں کو سنتے رہے آخر کار مجلس ختم ہو گئی۔ آہستہ سے فرار محمد جواد
 ڈاکر نے اپنی کتاب بنا کی اور تھوڑی دیر خاموشی سے دعا مانگا تو کوئی چاروں طرف تفسیر کیا گیا تاکہ وہ لوگ
 جھکوڑت آئی تھی اپنے آئینہ سے چہرہ کو دیکھ لیں یا اپنے ہاتھ دیکھ لیں یہ رسم ڈاکر نے اول ادائیگی اسکے
 بعد ہر ایک شخص کو پلاؤ اور شہرت تفسیر کیا گیا جس میں بعض نے نوسن کیا اور بعض نے لیلیا اور مسلمان رخصت
 ہوئے اور مجلس رخصت ہوئی۔ (سرمد روزگار آٹھ)

حادثہ غلط یہی ہماری مدوہ قوم کی بدبختی ہے کہ علماء و اہل علم ایہ ہم اللہ و بقا ہم کی افراد فرید روز بروز
 کم ہوتی جاتی ہے ابھی علامہ سمرستانی نے ان کے ماتم کا السنوہ سو لہا تاکہ ۱۹۱۸ء کو جمعہ الاسلام شیخ العلماء اجا
 شیخ محمد حسن علی اعلیٰ مقدمہ نے انتقال کیا۔ آپ کا وجود و وجودی خوشنماں زمانہ سے تھا اس وقت کے سعایہ بن تھی قیام
 ناخف اشرف میں تھا مگر ۱۳۲۲ھ میں جب میں شرف زیارت ہوا تو معلوم ہوا کہ آپ بوجہ ساری مریض کے ملک
 دن تشریف لیگے ہیں مگر دن بھی آرام نہ آجف اشرف تشریف لات اور ہرگز عالم قدس سے کچھ جہادہ کیا
 بحال غفلت و جلالت ہو تھا گیا تاحی علماء و طلبہ شریک تھے جنہا شیخ العلماء امام شیخ محمد دہر ت بکارت نے نماز
 جنازہ طبعی جو اہل علماء و نجف اشرف سے ہیں اور یا میں میں اقدس خاص حجرو میں مدفون ہے انا اللہ وانا الیہ راجعون
 تو میں کو مناسب ہے کہ ہر کچھ مجالس اقام کر کے فاتحہ خوانی بجالاتے ہیں کہ اب ایسے مقدمہ وجود نہ نکالنا دینا میں
 نامکمل ہے۔ جناب محرم کے دو فرزند ازبندہ تھا شیخ ابوالقاسم اور شیخ عبدالہدی حد رشہ و کمال
 پرفاخر ہیں سلمہ اللہ و ابقا ہم۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

احمد مدد رتب الغلمین والصلوة والسلام عن سیدنا موسیٰ بن محمد

والہ الطاهرین

لکھنؤ سے ایک کتاب پرچہ نکالنا شروع ہوا ہے جو اس غرض سے کہ اسکی اشاعت بخوبی ہو اور مال وافر
 ہائے ائے۔ اپنا یہ مقصد قرار دیتا ہے کہ شیعوں کے کتب کلامیہ کا رد کرے اور زہد اہل سنتہ کے جلو
 کو باقی رکھے۔

جبکہ اس اخبار سے ضرور مسرت ہوئی کیونکہ اس ذریعہ سے اتفاق حق جلد ہو جائیگا۔ فریقین کو ایسا ہا
 کتاب لکھنے کی نوبت نہ آئیگی جس میں ناحق قوم کے مال کا خون ہو گا اور مضعفین کی عزیز عمر من تلف ہونگی
 یہ ذریعہ اصلے بھی عمدہ ہے کہ ہمارے ایک مسلمان بہائی کو سخت کر کے روٹا لیا جائی عادت پڑے گی کیونکہ
 پیری میری کے سلسلہ نے بالکل نکال کر دیا ہے۔ وخطا و نماز عید کے پیسہ ان سے بالکل سیکار کر دیا ہے
 مولود خوانی اور وظائف نے جو امیرون کے یہاں ہوتے ہیں۔ نہ صرف مغرور و متکبر بنا دیا ہے بلکہ صوفی
 سے بالکل بے بہرہ کر دیا ہے نہ کتاب دیکھنا ہے نہ محنت کرنا نہ تگھ گتھ گھوم کر یا تھ پیر جو پونا اور فتوہ پیر
 مہر یا دستخط کر دینا کام رہ گیا ہے۔

جب وہ اس وادی پر چار میں قدم رکھنے کے مطالبہ کتاب کیلئے دو چار گھنٹے کو گھونٹا پڑے گا۔ وہ چار
 مولویوں کے آگے سر جھکا نا۔ کتاب دیکھنا۔ مطالب کا اتنی بکرنا اور سوال سے مطابق جواب چھٹنا
 پڑے گا۔ پھر سو وہ طیار کرنا پڑیگا۔ کاتب و صحیح ملازم رکھینگے۔ غرض محنت و مشقت سے دور یہ کما شیئے
 اور خرچ کریگی۔ دھواہی خدائی اور ضبط انا و لا غیر فی دماغ سے نکل جائیگا اور آدمی ہنسیکے۔

ان وجہوں سے تو مجھ کو مسرت ہوتی ہے۔ مگر افسوس اسکا ہونا ہے کہ ناحق مسلمانوں کا مانا شیر باہر نکلا
 کیونکہ اوٹیر صاحب اس اخبار کا چندہ سے بے لنگے اور خاطر خواہ لینے جس سے انکا پیٹ بھگیا اور فوج کا
 خون سوک گیا۔ اور کوی کام نہ چھلیگا بلکہ ہر جگہ وہ پڑ جائیں ان کے ہتھے چڑھ کر اور بھی گروہ
 عزیزین بہت جلد الشمس کی عالتاب روشنی خود نکل آئے گا اور بھولے بھٹکوان کو راہل جائیگی
 عظمت شب کا اثر کا فوج ہو جائیگا اور نور شمس ایک عالم کو منور کر دے گا۔

اب ہم اس تمہید کو کہیں تمام کر کے اصل مطلب پر متوجہ ہوتے ہیں کیونکہ تو اب فو ذہب یا ستارہ و بار

جو عام طور سے محوس سمجھا جاتا ہے مگر زمان المبارک سے نکل رہا ہے اور ہر کو امر کی شنبہ جو شبہات مشہور ہو ملا۔ پھر اس پانچ مہینہ میں اوستے کتنی منزلین ظلمت کی کاٹی ہوئی لہذا جہان تک جلد سے شمس کے ضواء نور فشان سے اس اندھیر کو مٹانا چاہئے کیونکہ انبیا کی سرعت رفتار مسلم ہے جو قر کے ایک ماہ راہ کو ایک روز میں طے کرتا ہے۔

پچھلے خیبر میں وہ دنیا کے دو فریق باندہ بہب اور لاندہ بہب کو چار پانچ سطرون میں بتا کر اسلام کے مذہب پر آئے کہ ہیں اور وہ میں دو ایک مذہب مناظرہ کا سلسلہ جاری کرنا چاہتے ہیں، مگر افسوس کہ شمس کی روشنی میں یہ اندھیری ٹھہر نہیں سکتی۔ مناظرہ کی یہ شان بتاؤ میں کہ انبیا کے فریض میں ایک ایسے طریقہ قرار دیا گیا تھا، ”یا اب وہی مناظرہ ہو کہ انسانی عادات میں ایک بدترین عادت اور ایک ناقابل معافی جرم قرار دیا جاتا ہے، مگر صرف فرقہ اہل سنت کی حالت پر غور فرمائیے۔“ مسلمانوں میں اور خاصاً اہل سنت و اجماعہ کی گروہ میں مناظرہ اور اظہار حق کا طریقہ حسی زیادہ جدید سمجھا جاتا ہے نہ عوام کو اس سے پتہ چلے گا کہ اس طریقہ کی ایسی

توجیہ

اہل سنت کا کہنا مناظرہ کی طرح جدید نہیں ہے بلکہ تاریخ ہی یہی رفتار پر چنانچہ خود لکھتے ہیں ”بزرگان سنی سے اسکی مخالفت منقول ہے امام شافعی سے اسکی مخالفت منقول ہے کہ منقولہ فقد تزندق یعنی چشمہ علم کلام امتیاز کیا وہ میدان ہو گیا۔ امام ابو حنیفہ سے بھی کچھ ایسا ہی منقول ہے۔ یہ بھی امام ابو حنیفہ کی ربانی بیان کیا جاتا ہے کہ جب علم کلام میں عجب ملکہ تھا ایک زمانہ دراز تک میرا یہی مشغلہ تھا معتز انویاج وغیرہ کل فرقوں سے میرے ساتھ رہے اور اچھے کہ میں نے سب کو مغلوب کیا۔ کوفہ میں بعض خاص فرقوں کا مجمع تھا ان سے میں بحث کرتا اور غالب آتا مگر جب میں سن رسیدہ ہوا تو میں نے خیال کیا کہ یہ طریقہ تو سلف صالح کا نہ تھا۔ صحابہ و تابعین کی یہ روش نہ تھی انھوں نے کبھی اس امور میں غور و خوض نہیں کیا بلکہ خود ان امور سے بات نہ ہو اور دوسرے لوگوں سے منع کیا پس یہ خیال کر کے میں نے علم کلام سے منہ پھیر لیا اور اپنی اس قدر کہ روش کو موقوف ترک کر دیا۔“

پھر یہ معلوم کیوں انہوں نے اپنے دونوں امام کی مخالفت کو جائز رکھا اور اس علم کلام میں قدم ڈالا جس سے منقولہ فقد تزندق کے مصداق بن گئے۔

جس مناظرہ نہ کرنے پر اڈیٹر صاحب اپنی طرف سے براہِ حق اعتراض کرتے ہیں۔ اوسیکو مولوی خلیل احمد صاحب اپنے ہدایات الرشیدیہ میں عام طور پر اہل سنت کا اصول بہ قرار دیتے ہیں نہ پانچ لکھتے ہیں کیونکہ اول عموماً اہل سنت کو مناظرہ کی طرف توجہ نہیں ہوتی، صفحہ ۱۲۔ پھر کون اڈیٹر صاحب نے اسے سمجھ کر مخالفت کیا مگر ان اسکی وجہ بھی خود اڈیٹر صاحب نے لکھتے ہیں "ایک مرتبہ اسی قسم کا جواب مذکورہ ایک شیعہ دوست سے ہوا تو وہ انہوں نے نہایت بے تکلفی سے مجھے یہ جواب دیا کہ جسکو قدر ملتا ہے وہ اسی قدر کہتا ہے یعنی شیعہ کو اہل سنت کی رد کا سامان بہت ملتا ہے اسلئے وہ کہتے ہیں سینہ کو سامان ہی نہیں ملتا لہذا وہ مجبور ہیں۔"

جس سے بخوبی معلوم ہوا کہ یہ کام مولوی صاحب نے صرف کہانیکے لئے کیا ہے۔ اگر فی الواقع بھی یہ تو اڈیٹر صاحب کو مناسب ہے اپنے اوس شیعہ دوست کے شکرا گزار ہوں جس نے کہا ہے کہ انکی انکاوارا تبتائی ورنہ لکھنویسے شہر میں انکو کون پوچھتا۔

افسوس کہ آئے اسنے غیر خواہ دوست کو مباحثہ بدنام کیا جسنے یا احسان کیا تھا۔ کیونکہ یہ خیال تو ختم آگے امام اعظم ابو حنیفہ کو فی کو ہوا تھا جب انہوں نے اپنا اتالی پیٹھ خربانی جو پڑ کر علوم کی طرف متوجہ نہ ہونا چاہا تو سوچا کہ کونسا علم حاصل کریں چنانچہ علامہ خطیب بغداد اپنی تاریخ میں خود آگے امام ابو حنیفہ سے پسند منقول نقل میں لکھا کہ ابو حنیفہ نے جب مجھے شوق تحصیل علم ہوا تو میرے علم کے فوائد و منافع کو دریافت کرنا شروع کیا کیسینے کہا علم قرآن سیکھو جو ہم نے نام نہ پوچھا۔ تو لوگوں نے کہا کہ جب قرآن سیکھ لو گے تو مسیروں میں بیٹھ کر لوگوں کی تھیک لڑ کے کچھ دنوں بعد کوئی لڑکا تم سے زیادہ یا تمہارے برابر حافظ ہو گا ساری ریتا تمہاری جاتی رہے گی۔ تب ہم نے کہا کہ علم حدیث سیکھیں اور ویسے حافظ حدیث نہیں کہ دنیا میں ہمارا برابر کوئی حافظ نہ ہو۔ لوگوں نے کہا نتیجہ یہ ہو گا کہ تمہارے منبتلے اغلاء ہوں گے۔ آخر تم کو لوگ کا ذب کہہ کر بد کر نیگے۔ تو ہم نے (ابو حنیفہ) کہا سیکھو ویسے علم کی حاجت نہیں ہے چہا علم نحو سیکھیں لوگوں نے کہا تب معلم بنو گے تمہارے آمدنی تمہاری دو دیناریا تین دینار ہوگی۔ تب کہا کہ فن شعر میں جہارت پیدا کریں۔ لوگوں نے کہا نتیجہ یہ ہو گا کہ اگر کسی تم نے صحیح کی اور اوستے کو یہ دیا تو خیر ورنہ تم ہو جو کہو گے اور پارا سحور توں پر تہمت لگا دے گے

تب ہم نے کہا کہ علم کا نام میں کوشش کریں لوگوں نے کہا آخر نتیجہ یہ ہو گا کہ کفر و زندقہ کا تہمیران امام لکھنا ہیجا
 آخر قتل ہو گے۔ اور اگرچہ گئے تو ہمیشہ مذہب و علوم رہو گے۔ تب ہم نے کہا عارفہ حاصل کریں۔ لوگوں نے
 کہا تب تمام پوچھے جانے لگے۔ لوگ تم سے فتویٰ لین گے۔ قاضی بنائیں گے۔ تو خیر (ابو حنیفہ) کہا کل علوم میں
 علم عارفہ سے زیادہ نفع کا وہی علم نہیں پس مجھے علم عارفہ سیکھنا شروع کیا یہاں تک کہ سیکھنا تمام ہو اگلا امام ابو
 حنیفہ تھا مختصر تاریخ بغداد سے۔

مولوی شبلی نعمانی نے بھی اپنی سیرۃ اشخان صفحہ ۳۰ میں اس روایت کو کتب بیوت کر کے بطور اقتضا لکھا ہے
 مگر اسکے غلط ہونے کا بھی دعوے کرتے ہیں کہتے ہیں کہ جو بیمار کا امام صاحب کی طرف منسوب کیو جاوے ہر
 ایسے جہاں بیمار کا کہیں کہ ایک مولیٰ آدمی کی طرف بھی نسبت نہیں کی جاسکتی اس روایت سے صحیح نہیں
 تو ماننا پڑے گا کہ حدیث و کلام کی طرف امام ابو حنیفہ نے توجیہ ہی نہیں کی حالانکہ ان فتون میں امام ابو حنیفہ
 کا جو پایہ ہے اس میں کون انکار کرے کہ ہر جگہ نہایت افسوس ہے کہ اس معترض نے مطلقاً اسکا خیال
 نہیں کیا کہ یہ اعتراض اس روایت پر کس اصول کے مطابق ہو کیونکہ روایت کی غلطی یا زراہ سلسلہ
 کی جاتی ہے یا زراہ روایت سلسلہ میں تو کوئی عذر ہی نہیں کیونکہ علامہ غنیب بعد ازاں اپنی تاریخ میں
 مسلسل بتدیہ روایت لکھتے ہیں اور اس تاریخ کا یہ مرتبہ جو کہ جناب رسالت مآب اسکی مسامت کو تشریح
 لاتے تھے کہ ما فیہ بیان الحدیثین لاشاہ عبدالعزیز باقی رہا دوسرا اصول یعنی
 درایت کی راہ سے پس عیب خود اسکو بڑے قدر سے بیان کرتے ہیں کہ ابو حنیفہ نے مرتب کیا اسطقت
 و تمدن مسایل کو سہل کیا اور سلطنت کے ایک رکن قرار پائے اور پیشہ تجارت کے بعد
 تحصیل علم کی طرف متوجہ ہوئے تو کس عاقل کو تا مل ہو سکتا ہے کہ ایسا آدمی ضرور اعلیٰ درجے کے
 پرفع علم کی طرف متوجہ ہو گا جسکے منافع بہ نسبت تجارت کے زیادہ ہوں کہ نہ وہ علم فقہ ہے
 جسکی بدولت کیا کچھ نفع نہ ملا اور فائز بگرام ہوئے۔ سوائے اسکے جس دنیاوی خیال سے
 امام ابو حنیفہ نے ان علوم کی طرف نفع و ضرر کو بیان کئے ہیں ایسے بدیہی ہیں کہ کسی کو اس میں
 تا مل نہیں ہو سکتا پس ایسے بدیہی نفع و نقصان کہہنا نوالے کو جاہل کہنا سراسر حیرت خیز ہے
 باقی رہا ابو حنیفہ کا بے بہرہ ہونا علم کلام و علم حدیث سے ایسا مسلم ہے کہ کسی کو عذر ہی نہیں کیونکہ
 اہل سنت کے یہاں اصلی اوستاد علم کلام کے معترف ہیں مگر جیسے اشاعرہ کا مذہب قائم ہوا تو اب

تین اوستاد مانے جاتے ہیں ابو الحسن اشعری - منصور ماترمدی - خبابہ - ابو حنیفہ کو کہتے ہیں اس
 قرن کا اوستاد نہیں جانا ہر جیسا کہ آئندہ مذکور ہوگا باقی رہا علم حدیث پس حقیقت یہ ہے کہ ابو حنیفہ
 کو نسبت کل علوم کے زیادہ تر نسبت اسی علم سے تھی۔ بقول صاحب تذکرۃ الملوہات و تہذیب
 الاسما و چراغی جناب رسالتا ب ص ۷۷ کے ان کے زمانہ میں موجود تھے مگر کسی سے کوئی حدیث
 کی روایت نہیں کی جیسا مولوی شبلی صاحب نے بھی قرار کیا ہے پس اس سے بڑھ کر ان کے کہنا کہ شی
 کی دلیل علم حدیث سے کیا ہو سکتی ہے اور لسان المیزان میں امام احمد سے منقول ہے کہ محمد بن از
 اور او سکا اوستاد ابو حنیفہ مخالفین حدیث کے اور امام شافعی سے سبکی نے بیانات کی ہیں
 میں نقل کیا ہے کہ حنیفہ کی کتاب میں مثل فروغ کے مشک کے ہیں کہ ظاہر میں تو نام کتاب ایدہ سنت
 رسول اللہ کا لیتے ہیں مگر اصل سب مسائل ان کے خلاف ہیں۔ انہی جملہ کتابت کہ یہ امام اہل سنت
 اکثر احادیث نبوی کے بارے میں کہتے کہ اسکو تخریر یعنی سوز کی دم سے چھین ڈالو۔ اور خلیفہ دوم کے
 بعض احکام کو نہ بیان مجنون بتاتے تھے کہ ما فی مختار مختصر و ما فی مختار
 یہ عبارتیں جو کتابت کہ مکتوم مصنفہ جناب فضل الحکما دام ظلہ سے نقل کی گئی ہیں سے ہر شخص سمجھ
 سکتا ہے کہ خود امام اعظم نے اسی بنیاد پر علم کلام کو نہ حاصل کیا کہ لغو و زندقہ کا از امام اعظم پر علم فقہی طرف
 اسی وجہ سے رغبت کی کہ اس پر نفع ہی نفع ہو پس ایشیے نے جو علم کلام پر بیان اس قدر زور دیا ہے
 اسی سبب کہ اخبار کی خوب بکری ہو گی ملال ہو جائیگی۔

شیخوخ کی جوہر منظر کی نظر جو اس فریضہ انبیا و اوصیاء سے ہوا کا انمازہ اسی سے ہو سکتا ہے کہ
 کہ خود ایشیہ صاحب لکھتے ہیں ہم دیکھتے ہیں کہ شیعی حضرات اپنی تاملت قوت اہلسنتہ و اہلما حقہ کی بد میں مرت
 کرتے ہیں۔ اگر اس وقت ہندوستان میں اسی تدریج اس سواد اعظم کے مقابلہ میں دسویں صدی تک بھی
 نسبت نہیں کہتے اور اس لحاظ سے انہیں اہل علم کا بھی اوسط اس قدر نہیں بخل سکتا جتنا اہل سنتہ
 و اہلما حقہ میں ہے۔ بلاشبہ یہ وقت انکی طرف سے بکثرت رسایل و اخبار ہندوستان رو اہل سنتہ میں
 پہنچے ہیں اور ہر سے ایک بھی نہیں اپنی مجالس و خط میں بھی سوا اسکے کہ اہل سنتہ کے عقاید پر حملہ
 کریں اور مقاصد بیت کم ہیں۔ کہی نہیں سنا گیا کہ کسی عیسائی یا آریہ پر کسی شیعی عالم کا قلم اڑھا ہو اور
 اگر کہیں شائرو ناوار میسا ہوا ہو جیسا کہ علم نہیں تو انوار کا لہر دم۔ بلان۔ یعنی خود دیکھا ہے کہ ایک شیعی

مجتہد سے کسی عیسائی نے کچھ سوالات تحریر کرنا کی بابت کے لئے تھے جسکے جواب میں جناب مجتہد صاحب نے اہلسنت کو پہنچانے کے لیے ایک ایسا رد کرتے ہوئے تحریر فرمائی ہے۔ جہاں اسکا ایک موقع تھا بالآخر چاروں چاروں ایک سنی عالم کو اسکا جواب دینا۔

اس شخص سے اس قدر تو بالیقین معلوم ہوا کہ وقت صرف شیعہ اور فریق کو جو انبیاء کے اہم فریقین سے ہو کر خوش اسلوبی سے انجام دے رہے ہیں کہ آپکو بھی اسکا اعتراف کرنا پڑا اور اسی بنیاد پر آپ اپنے فرقہ کو اوجھار رہے ہیں کہ آپ کے اخبار کے خریدار بنائیں جس سے آپ تو مالامال ہوں اور قوم نادر ہو جاوے۔ اس شخص میں چند فرقے قابل نظر ثانی ہیں۔ کیونکہ شیعہوں کی تمام تر قوت امین نہیں صرف یہ ہے کہ آپ نے رد کر میں بلکہ عشرہ عشرہ بھی اس قوت کا نہیں صرف ہوتا جو خدا نے اس فرقہ کو دی ہو اور پوری توجیہ جاتی تو آج ہندوستان کا دو حصہ شیعہ مذہب ہوتا۔ خدا کرے اب بھی قوم متوجہ ہو۔

یہ بھی غلط ہے کہ شیعہوں کی تعداد سواد غلط اہل سنت کے مقابل میں دسویں حصہ کے برابر بھی نہیں، بلکہ دو دہائی کا سا اندر پورٹ گوڈنٹ کی طرح شیعہ شایع ہو چکا ہے جس سے آپکو معلوم ہو سکتا ہے کہ شیعہ کی تعداد کتنی ہے اگر آپ صرف اخبار الہلال دیکھتے تو آپکو معلوم ہوتا شیعہوں کی تعداد خاص ہندوستان میں دو کروڑ ہے۔ جو تمام مسلمانوں کی نسبت تیسرا حصہ ہے۔ پھر یہ کہنا کہ دسویں حصہ کے برابر بھی نہیں، کہ قدر غلط ہے۔ حالانکہ انصاف میں لگا ہوں میں کبھی حقیقت کا مدار غلبہ اور کثرت نام سے نہیں ہوتا جس کا اشارہ خود قرآن مجید میں موجود ہے کہ من فئۃ قلیلہ غلبت فئۃ کثیرۃ اور دوسری جگہ فرمایا قلیل من عباد اللہ سکور بلکہ خود کثرت کی مذمت جا بجا موجود ہے وان تطع اکثر من فی الادر ضیضا وک من سبیل اللہ

یہ خیال اس لحاظ سے ان میں اہل علم کا بھی اوسط اس قدر میں کل سکتا ہے جتنا اہل سنت و جماعت میں ہے، اور وقت میں ضرور فقدان رکھتا ہے بلکہ دونوں فرقوں کے اہل مذہب بہ اعتبار شرافت و سماجیت یکساں ہوتے ہیں۔ حالانکہ ہم دیکھتے ہیں مجتہد ارذال و اجلاف ہیں وہ سب سنی ہیں خواہ کچھ سے ہوں یا قضاوی یا نائینی یا جو لاناہر یا دقتینہ یا تہر و غیر اور جتنے بے شمار ہیں وہ سب اکثر شیعہ تو اس لحاظ سے قدر اہل علم کی شیعوں میں یقیناً بڑھ جائیگی کیونکہ جتنے فرقہ ہیں اکثر وہ صاحب علم ہیں بمخلاف ارذال و اجلاف کے کہ وہ اکثر بلکہ تمام جاہل ہی ہیں۔ اگرچہ ایک جہاں ہوں ان کا عالم

ہی کیوں تب جاے کوئی اخباری نہ نکال بیٹھے۔

اڈیٹر نے اپنے فرد کو سوا دو کا خطاب بہت موقع سے دیا ہر اگرچہ لفظ اعظم کو بھی منہم کیا جسکی برہات کیلئے ستارہ اپنے نکال مگر اذ اطالع الشمس غابت النجوم آپکو نہیں یاد رہا۔

یہ جملہ تو بالکل غلط ہے دو شیعوی طرف سے بکثرت رسائل و اخبار ہندوستان کے مختلف مقامات سے روز آگے میں نکل رہے ہیں مگر یہ لکھ کر گرج پوچھئے تو شیعوں کا ایک بھی اخبار نہیں ہے جسپر متعدد تحریریں خود اصلاح میں نکل چکی ہیں اور اگر شمار کیلئے کسی اخبار کا نام بھی لیا جاے تو صرف اوس میں یہ صفت ہوگی کہ اڈیٹر شیعہ ہے نہ اخبار شیعہ کے مناسبت لکھ کر تا ہو۔ بخلاف اہل سنت کے صد ہا نہیں ہزاروں اخبار ہیں اور شاید

کوئی اخبار ان کا ایسا ہو جو اس مناسبت سے خالی ہو کیا پیہ اخبار وکیل الوطن سماج الاخبار چچہ فولاد شریک ریاض الاخبار کو ہی ان مناسبت سے خالی نہ تھا۔ ہرگز نہیں سب میں مذہبی جھڑپیں شیعویوں سے مل جاتی ہے۔

کرزن گزٹ تو خاص مذہبی اخبار ہے اہل حدیث خاص و عاموں کا اخبار ہے۔ نور اسلام تحفہ صحیحہ صد ہا اخبار و رسائل انہیں اغراض سے نکلتے ہیں۔ اگر آپکو محض قوم کی خدمت منظور ہوتی تو ان اخبار و رسائل

میں اپنی تحریریں بھی بکرا مذہب کی خدمت کر سکتے تھے مگر ان آپکا پیٹ نہ بھر تا جسکے واسطے یہ سب بکھیرنا پڑا ہے

ہیں اور قوم کے سامنے غلط اقراء بیان کر کے اپنا کام نکال رہے ہیں۔ حالانکہ صرف دو ہی ورق ہر نمبر میں لکھی ہیں شیعویوں کی طرف سے بکثرت رسائل ہیں اخبار ایک تن تھا ماہوار رسالہ اصلاح البتہ ملک بنگال کے

ایک گوشہ مجموعہ ضلع ساران سے شایع ہوتا ہے جو بیشک مذہب کی خدمت کو اور اغراض مقدم رکھتا ہو ایسی نسبت بکثرت اخبار و رسائل کے عظیم الشان القاب مستعمل ہو رہے ہیں۔ حالانکہ وہ حقیقت

اصلاح میں بھی مناظرہ کا پورا اہمیت ہوتا ہے ضرورت کی وقت کسی کچھ لکھ دیا جاتا ہے۔ مجالس و عظیم کی نسبت بھی اگرچہ بچا دعوئے صحیح نہیں ہے مگر حق یہ ہے کہ اس سے بہتر کوئی موقع تعلیم نہیں

کا نہیں ہے۔ اگر اسکا شیعوں کو التزام رہتا اور قاعدہ سے ہمیشہ اس صحبت میں احتیاق حق کیا کرتے تو ان مذہب

کمال عروج پر تازہ ہوتا ایسی وجہ سے ہوتا ہے کہ اور غزالی نے پہلے ہی اسکی جرئت کا فتویٰ دیدیا کہ صحیح علی الواعظ ذکر الحسین کیونکہ اگر ان مظالم کا وجود نہ ہوتا یہ خلافتیں قائم ہوتیں تو جناب سید الشہداء کیوں شہید ہوتے جسکے ذکر فضائل و معاصی کے مجالس عزائم ہوتی ہیں۔ ایسی وجہ سے امام غزالی اگر

تیسرے پوچھنے کے لئے مذکورہ واقعات کو بلا سے بیان ہوتا ہوا نفسوں میں طرفت بھرتی ہے۔ لہذا احرام کو دیا۔ اور

پھانس لیتے تھے اور جب خود آپس جملہ کو ناکافی سمجھتے ہیں تو صرف بیان امام اعظم کیلئے کیوں ان قیود کو بڑھاتے ہیں۔

آپ علامہ خطیب کی اوس روایت کو دیکھئے جسے میں شروع میں لکھ چکا ہوں کہ امام ابوحنیفہ نے کیوں نہ علم کلام کی طبعی شرح کیا۔

آخر یہ نزلہ اور رجوع ہوا کہ ایڈیٹر صاحب لکھتے ہیں وہ غضب تو یہ ہوا کہ ہمارے فرضی مصلحان تو تم کے ان بے جوڑ تقریروں اور تحریروں کا اثر زیادہ تر اہل پرہیزگاری اور استقامت کی بہی کسی

دینی مناظرے میں کوئی مددگار نہ آسکے۔ تمہارا جو بے جوڑہ ان فرضی مصلحان تو تم کی سنی سنائی تقریروں کا اعادہ کرتے ہیں۔ اور اسکے ساتھ ایک ضمیمہ بھی لگایا جاتا ہے کہ مناظرہ بالکل

بے سود چیز ہے آج تک کبھی نہ سنا کہ مناظرہ سے کسیکو ہدایت ہوئی ہو، ایڈیٹر صاحب فی الواقع یہی تو بڑا غضب ہے کہ امر کو الا انسان روسا عیلم الاحسان کہی اور ہر خ نہیں کرتے

جسے آپکا کام چلے اور دوسروں کو دینا رہا تھکے۔ پھر وہ غریب کیا کریں۔ پیر حمی کی تواضع کریں یا مولود خوانی میں میں باہر و عظمت کے بعد کچھ نذر چڑھا میں یا عید بقر عید میں پیش کش کریں

یا تراویح کے تم جوئے زیر نزاروں کے توڑے رکھیں یا آبلو اجازت کالنے میں مددیں۔ کچھ تو انصاف کرنا چاہئے۔ ہر شخص شرح و تفسیر کر مولوی بنجانا ہو اور کچھ کسی میرا گھر لکھتے

تو ان امیر و مکتوبات کے نام تک فرصت ملتی ہے جو آپ کی خاطر خواہ خاطر مدارات کریں انصاف تو ہرگز اسکے علاوہ جب صدر اول سے اسکی تعلیم چلی آتی ہے مناظرہ نہ کرو راضیوں کی کتابوں کو نہ دیکھو تو تاریخ

کی کتابوں کو ہاتھ نہ لگاؤ۔ تو اب تمہارا کیا جادو ان امیروں پر کیوں کر چل سکتا ہے حالانکہ ان کو خوب معلوم ہے بزرگوں نے مناظرہ سے کیوں روکا اور کیوں اسکی ممانعت کی۔

مناظرہ ہو کر کھسکاں اگر مناظرہ ہی جائز نہ ہوتا تو کونساں کہوں حکم ہوتا جس میں مدیدہ رانا ویدہ و شندہ رانا شندہ انکار نہ کا حکم ہے کہ زبان بند رہنا لکھو کو نہ رہو کانوں کو بہر ایشیا و زبان کو گنگ لکیر کے فقیر بننے چلے جاؤ۔

ہم بہت خوش ہیں کہ ایڈیٹر صاحب اس طلسم کو توڑا۔ اور جن کتابوں کے نام تک کو ان کے بزرگانہ نہیں چاہتے تھے کہ کسی کان تک پھونچے اور سکے طالب عام فہم اردو میں لارہے ہیں گو غلط

طریقے سے ہو جس سے بہت جلد امید ہو کہ راہ حق واضح ہو جا۔ کیونکہ اب نہ وہ سلطنت کا دباؤ ہے نہ قابضوں کی حکومت جو کچھ بنا پیر لایا اور قید حجاج میں ڈال دیا گیا۔ اب تو گورنمنٹ کے طریقے سے ہر فرقہ کو پوری آزادی حاصل ہے اور قدم بھی سیاسی ہو چکی ہے جو اپنے نفع نقصان میں تیز کر سکتی ہے اور چاہتی ہے جہالت کے پھندے سے نکلے اور راہ حق پر آجائے دیکھو دیباچہ تنقید بخاری۔

تاریخ مناظرہ اب ہم چاہتے ہیں کہ کچھ تاریخی حال اس مناظرہ کا لکھیں کہ کیوں شیعوں کو اس سے رغبت تھی اور سنیوں کو اس سے نفرت بزرگان دین کا کیا انداز تھا اور وہ کیوں اس سے روکتے تھے۔

ہماری عرض یہاں عام علم کلام سے جو نہ عام فن مناظرہ سے بلکہ اس علم کلام سے متعلق ہے جو حسین بنت یاسا امت کی بحث کی جائے۔ اوسکو ہم تاریخی انداز سے یہاں لکھا جاتے ہیں۔

(۱) بعد وفات جناب رسالتاً جو حضرت خلیفہ خلیفہ اول بناے گئے اور جناب امیر المؤمنین علیہ السلام نے بیعت بلاے گئے۔ یہ فیصلی حال تمام کتب تاریخ میں مذکور ہے۔ اس میں جو مناظرہ جناب امیر علی نے کیا اوس کے نسبت علامہ جمال الدین رونمہ الاحباب میں لکھتے ہیں ابو بکر صدیق چون دید کہ کلمات علی جملہ حکم استوار کیے مقابلاً احمد بلکہ صد ہزار ہت از در رفق و مدارا درآمد

(۲) جناب سیدہ فاطمہ الزہرا سلام اللہ وسلام علیہا کا مناظرہ خلیفہ اول اور ان کے بھرا بھویوں کے تشفی اہل سنتہ و خارج میں ملاحظہ فرمائی جہاں حضرت کا خطبہ بقرا علامہ اہل سنتہ درج کیا گیا ہے۔ پھر حضرت خدیجہ و حبیثہ منزلت سے معصومہ کا مناظرہ اوس کتاب میں نیز تبصرہ السائلین میں قابل ملاحظہ ہو۔

(۳) جناب امام حسن کا خلیفہ اول سے مناظرہ کرنا اس بارے میں کہ ہمارے جد کے منبر سے اترو کتب مناظرہ میں تبصریح مذکور ہے۔

(۴) جناب ابو موسیٰ و حم کا معمولی عمر تو ان کے مقابلہ میں مغلوب ہونا اس جملہ سے ظاہر ہے جو فرماتے تھے کل الناس افرقہ من عمر حتر الخد رات فالجالی اور لوکا لصلی الہات عمر تو ایسا مشہور جہا ہے کہ مخو میر تک میں مثلاً مذکور ہے۔

(۵) حضرت امی عباس کی اور خلیفہ دوم سے جو دعوتاً فوقاً تقریریں در بارہ حقیقت جناب امیر علیؑ میں مجملات ذوالفقار حیدر میں تبصریح مذکور ہیں۔

(۶) جناب امام حسین سے جو خلیفہ دوم سے در بارہ اترنے کے منبر رسول سے مناظرہ کیا وہ مشہور ہے

۷۰، خلیفہ ثالث کے انتخاب کی وقت جو جناب میر نے مناظرہ کیا اور اپنی حقیت کو ظاہر کیا کتاب عقبات الانوار میں تفصیل مرقوم ہے۔

- ۸۰) جناب امیر المؤمنین اور ابن عباس کا مناظرہ خوارج سے اور بعد ان کا ایمان لانا تشفی میں ملاحظہ ہو۔
- ۹۰) جناب امیر المؤمنین دیگر صحابہ کا مناظرہ عائشہ وطلحہ و زبیر سے۔ واران جنگ جمل سے اور پھر یکا اپنے ارادہ کو باز آنا اور کسی کا اپنی کشتی پر قائم رہنا تشفی میں قابل دید ہے۔
- ۱۰) جناب امام حسن کا اور دیگر صحابہ کا مناظرہ کرنا معاویہ سے کتاب مناظرہ ائجدہ میں ملاحظہ فرمائے۔
- ۱۱) جناب امام حسین کا مناظرہ آنحضرت سے اور ان کا جواب ہونا واقعت کر بلا میں قابل دید ہے۔
- ۱۲) جناب امام زین العابدین کا مناظرہ محمود مجیدی سے اوسکے دربار میں اور اوس کا مغلوب و مجروح ہونا کتب مصائب میں مذکور ہے۔

اسی طرح بقیہ حضرات امیر ظہار علیہم السلام کا وقتاً فوقتاً مطلقاً اہل سنت سے مناظرہ کرنا اور اہل حقیت کو کراکت احتجاج میں نہ لے کر بڑے بڑے شیوخ کفر میں بھی کشتی نہیں ہو سکتی۔ یہ مناظرے اور محضرات کے نہ صرف پیشوایان اہل سنت سے ہوئے ہیں بلکہ یہود و نصاریٰ مجوس و دیگر یہود سے مناظرے ہوتے تھے اور سب کا مغلوب ہونے کے کسی کوئی سزا نہ ٹھکانا تھا۔

چونکہ اوس زمانہ میں ہزار ہا صحابی اور تابعین ایسے موجود تھے جنہوں نے خود اپنے قانون رسول سے حدیثیں سنیں اور ان کا دستور عمل دیکھا تھا اور کتابیں بھی تھیں نہ توں ہوی تھیں لہذا انکار نہیں کر سکتے تھے بلکہ صرف تائب یا کر دیتے تھے چنانچہ آپ نے جنگ حنین کے حالات میں دیکھا ہو گا کہ جب معاویہ سے وہ حدیث حضرت نبی جان لیگی وجع عارض القتل الباقیۃ توجوہ عامر نے یہ بات بنا دی کہ قاتل ان کے دراصل جناب امیر ہیں جنہوں نے ان کو لڑنے کو بھیجا جس کا جواب دیا گیا کہ پھر جاے قاتل حضرت حمزہ رسول اللہ ہوں گے کہ تم سے وہ کفار سے لڑ گئے۔

ان مناظرہ فی شان جہانگاہ پر بھی جاتی ہے۔ زبانی روایات پر زیادہ دھار جو اس وقت انکار کر لیا جاتا ہے کیونکہ سب دیکھا ہے اور شیعہ بدستی روایات میں انہیں مخلوط میں ایک دوسرے سے روایت کر لیا اور ایک دوسرے کا شکر دیکھی ہوتا ہے لہذا جہان مناظرہ جو نفس مطلب پر جسکے ساتھ جا ہی انصاف پسندی بھی جو جیسا کہ حضرات ہشام بن الملکم اور جہانگاہ علیہ السلام کی حکایتوں میں تبصریح مذکور ہے

کہ عمر بن محمد نے جو امام مقرر کیا تھا اور شیخ علی بن عیسیٰ ربانی یا قاضی عبد الجبار مقرر کیا تھا مناظرہ
 ہوا اور یہ سب مغلوب ہو تو ہشام بن الحکم اور بنی شیخ مفید علیہ الرحمہ کا ہاتھ بچر کو دے دیا جس میں
 لاکھ ٹھہرایا اور اپنی مغلوبیت کا اقرار کیا۔ جواب شیخ مفید اتنی سال تک کہ یہ شان ہو کہ امام باقر ابن
 کے نسبت لکھتے ہیں توفی سنہ ثلاث عشر واربعمائة عالم الشیعة و امام الرافضة صاحب
 القضاة فی الکثیرة المعروف بالمفید و باین المعامر ایضا البارخ و الکلام و العدل
 و الفقه و کان ینظر صفا کل مقیدہ بلجلالة و النظمۃ فی الدلالة البویہیہ و شان
 کثیر الصدقات عظیم الخشوع کثیر الصاوة و الصوم خشع اللباس کان
 عضد اللہ و درجہ ارازال شیخ المفید و کان شیخا ربعة نجفا اسمہ عاش ستاو
 سبعین سنہ و لہ اکثر من ماتی مصنف و کان یوم وفاته مشہورہ و شیخہ
 ثمانون القام الرافضة و الشیعة و ادراج اللہ منہ و کان موتہ فی رمضان
 اس عبارت میں سب قابل غور یہ جملہ اراج الدنہ ہو کہ ان کی حیات کے اہل سنتہ کو کیا کرب تھا کہ یہ
 سبب اولی موت کے ان کو راحت ملے اور آرام ملا۔

مناظرہ کے اس پہلے دو رکوع جو تحریری و تقریری دو نو ذمہ ہم نہیں ختم کرتے ہیں کیونکہ ابھی تک
 فریقین کے مناظرہ کا بار نہ ہوا البتہ کی مقبولہ روایتوں پر ہے علماء شیعہ و نہین روایتوں کے
 استدلال کرتے ہیں اور اہل سنتہ اپنے ہی یہاں روایتوں سے جواب دیتے ہیں خواہ ترجیح کریں یا قیوح
 یا تاویل یا تسلیم سب ایک قسم کی روایتوں سے متعلق ہے۔

ہم یہاں علامہ علی علیہ الرحمہ کا نام شیعوں کی طرف سے اسوجہ سے نہیں پیش کر سکتے کہ شیعوں کا
 جو طریقہ مناظرہ پہلے سے تھا وہی اب تک قائم ہے کہ اہل سنتہ کی روایا سے استدلال کرتے ہیں
 علماء اہل سنتہ کی طرف سے ابن تیمیہ کا نام اس معرکہ میں ضرور لیا جا چکا جو علامہ علی علیہ الرحمہ کے ایک
 مختصر رسالہ کے جواب دینے والے ہیں اور درحقیقت پھر کوئی تکلم اس پایہ کا اہل سنتہ میں
 نہیں ہوا جو اس پہلے رنگ کو پھر نور کر سکے۔

اگر ہم کوئی جواب اپنی طرف سے ابن تیمیہ کے متعلق لکھیں گے تو اڈیٹر لادنے مذہب دہاے
 کہہ دیں گے کہ یہ تو ایک رافضی کا کلام ہے لہذا ہم علماء اہل سنتہ ہی کا فیصلہ اس بار دو میں پیش کرتے ہیں

کہ اوہوں نے درمیان علام علی علیہ الرحمہ اور ابن تیمیہ کیا فیصلہ کیا۔ مولوی عبدالحی صاحب سنی مشکوٰۃ میں لکھتے ہیں: "اور حافظ ابن حجر کے کلام سے جو لسان المیزان میں مذکور ہے یعنی طالعت المراد الذی کورد فوجدتہ کمآقال السبکی فی الاستیفاء لکن وجدتہ کثیر التماثل الی الغایۃ فی سرد الاحادیث الی یوردھا ابن المطہر الحلی واکان معظم ذوات من الموضوعات والواہیات واکثر من الاحادیث الی المستخصر حالہ تصفیہ مطابقتھا الثانیہ کان لا تساعہ فی المحفظ انکل علی ما فی صدرہ واکان انسان عاید بنسب ان ۳۹۲" یعنی

یعنی یعنی اس کتاب رد رافضی کو دیکھا ہے اور جیسا کہ سبکی نے اس کی تعریف کی ہے استیفاء میں سیاسی پایا لیکن ابن تیمیہ کثیر التماثل ہے رو کر نے میں اون حدیثوں کے جسے وارث کرتے ہیں ابن مطہر (علامہ) علی الرجبہ اور نین موضوعات وواہیات ہیں لیکن ابن تیمیہ رو کر دیتے ہیں بہت سی حدیثوں کو جو ثابث بن جسی کو جو یہ معلوم ہوتی ہے کہ وہ کتاب میں اولی کے پاس موجود نہ تھیں جنہیں وہ دیکھتے لہذا اپنی حافظہ پر اعتماد کر کے اون حدیثوں کو رو کر دیتے ہیں حالانکہ انسان نادب بنسب ان ہو۔

یہ مولوی صاحب مذکور لکھتے ہیں: "اور ابن حجر: "رو کا منقذی اعیان الثمانین میں بھی مبالغہ ہے۔ تیمیہ کی طرف منسوب کیا ہے اور وہ غدر جو لسان میں ذکر کیا نہیں کیا ہے اور کی عبادت یہ ہے لدای اللہی کتاب فی الامامۃ رد علیہ ابن تیمیہ بالکتاب المشہود بالرجوع علی المراقض وقد اظن فیہ واجاد فی الحد الا اندتھما فی سواضع عدیدہ ودد احادیث موجودہ واکانت ضعیفہ بانھا مختلفہ ۳۹۲" یعنی علی کی ایک کتاب جو امامت میں سبکی رو لکھی ہے ابن تیمیہ نے اور وہ مشہور ہے رو رافضی۔ ہمیں بہت طول دیا ہے اور خوب رو کیا ہے مگر بہت سے مقام پر محال کیا ہے اور اون حدیثوں کو رو کیا جو ثابث ہیں اگرچہ ضعیف ہیں اس کے گمان پر کہ وہ سب موضوع ہیں۔

یہ مختصر المناجیح العلوم سے لکھی ہیں وانشال ابن تیمیہ کہ فرق در حکم نفس خود است تا انیکہ طعن بر اولیا الدینی کند۔ و ابن قولنجی کہ قول ہے جو معتدل اعتبار ندارد سن ۳۹۲

یہ خود مولوی صاحب لکھتے ہیں: "اور اگر منہاج السنہ وغیرہ سے جو مبالغہات و اہمیت و کلمات کا ذبح نقل کے جاوین تو دفاتر کثیرہ سیاہ ہو جاوین ہر نصف ان مبالغہات کو دیکھ کر کبھی کبھی گمان ہوتا ہے

طبع مہتمم کہوہ مظہر ساریں یہ نظمیں پر مشتمل شائع کیا

الشمس

۱۵ ربیع الاول

۱۳۲۳ھ

رخسار شاہی

بئرا یعنی مشہور عالم سالہ اصلاح کا نمبر چھ ہر بی ہ کی کو شایع جلد

ایڈیٹر علی حیدر قمر اصلاح کچھو ضلع

قیمت مع محصول عام نمبر آراء

سوار سی علاوہ ریل و جہاز اور ہر مقام کے مشہور اشیا
معذریں وغیرہ۔
(۳) مال اور پارسل وغیرہ کا محصول بذریعہ ریلوی
ڈاک خانہ اور چار و پیڑھ۔

انڈین یونیورسٹی
وجود واقعی تمام مسافروں کا سپارٹنگ اور راسر
ہو حسب ذیل مضامین سے مرتب ہو کر یکم جون ۱۹۰۸ء
سے ماہ پوری شائع ہو گا۔

(۲) متبرک مقامات کے مہلی صحیح اور لائق وید نقشہ
(۵) ریل - جہاز - ڈاک خانہ اور تار گم کے قاعدے
(۶) تمام ڈاک خانہ اور تار گم کی مکمل فہرست۔
(۷) سید روان کی مفید جہتیں مع آمار کاروبار و
یا دوست اور تعلیمات وغیرہ وغیرہ۔
(۸) جہتیں برآمد و درآمد۔
(۹) جہتیں برآمد و درآمد۔
(۱۰) رسوم اسٹامپ عدالت۔

مضامین
(۱) ہندوستان کی تمام ریلوں کے ہر درجہ کا
کرایہ معاوضات روایتی و آمد و تعداد وقت قیام
اور پٹے اسٹیشنوں کے لائق و غیر مشہور مقامات
اور اشیا وغیرہ وغیرہ

(۱۱) نامی سوداگروں کے اشتہارات
قیمت اس کی چار اشیا جلد پلاٹ
سے روپیہ سالانہ پیشی مع محصول قیامت کو پیش
۲۰۵۵ منصف تعداد اشاعت چھینا ایک لاکھ لاکھ
تخمینی ۱ = ۱

(۲) متبرک مقامات مثل مکہ منظرہ - مدینہ منورہ کو بلا
سلی نجف اشرف خراسا ساہرہ - کابلین بیت
المقدس بغداد شریف اجیر شریف رود علی شریف
گنگوہ شریف پیران کلیون وغیرہ اور گلیا تہجی کاشی

صرف سترہ جون تمام ہندوستان میں اس لیے ہر ایک
ضرورت سے علاوہ مایہ پٹیل فروخت کرنے کو اختیار
وغیرہ حال کے بہت واصل کرن اور براہ راست ہر کو
بھیج دین لینا جن صاحب کو جو جاری اسٹیجی کرنا منظور
ہو وہ مشہور گمشدہ وغیرہ بند پختہ کرنا
کرنیں تاکہ ہم اپنے ایک ایجنٹ میں عمل آگے ہندوستان کا نام
شہر کرین - (بیت پر خاتمہ اور وہ پیرس لکھو)

جی گنگوہی - گیاجی - اجودھی اجی دو وار کاجی
سری ناتھ جی - متھرا بندریا بن الہ آباد اور دیگر
وغیرہ کا کرایہ معاملات متبادل خشکی و تری و چاہے
قیام و سامان ہر ایسی و انخواجات ضروری دیگر

عرض اڈیٹر

(۱) شکر خدا کہ اشمس کے سہ ہفتے شائع ہو گئے اور امید ہے کہ انہی سلسلہ کے
دنیا تک یونہی قائم رہے گا کیونکہ جس پاک مقصد کا ارادہ کیا ہے وہ ہر

ہی مبارک ہے بشرطیکہ آپ لوگ بھی مدد کریں (۲) بٹیک ہم ایفاد و عدہ میں قاصر رہے۔
طاعون نے سطر جسے کارخانہ کو درہم و برہم کیا تھا کہ خود اصلاح کی اشاعت خطرناک تھی مگر
ہزار شاگرد اسکا جنسے سب مشکلوں کو آسان کر کے اشمس کے سہ ہفتے ایک ساتھ نکلوا دیئے۔
(۳) قومی ضرورتیں آپ کے پیش نظر ہیں۔ غیروں کے حالات غیرت دلائلوں کا کافی ہیں۔ عملیہ
وہی ہے جو غیروں نے عبرت لے لی اور اپنی اصلاح پر لگ رہے ہیں۔ ہر دو مسلمانان ہند میں آپ
کی تعداد نصف ہے۔ وگرنہ ہر گھر اصلاح کے آپ کا نہ کوئی قومی رسالہ ہی نہ قومی اخبار دو سکے
سہ کرو مسلمانان کے اخبار و رسائل کو اگر گئے تو نہیں گن سکتے کیونکہ اردو کے جس قدر اخبار
رسائل ہیں سب اونہیں کے ہیں انگریزی اخبار بھی اونکا ہر گھر آج کا جامی اخبار اس اصلاح کے
دو سہ کوئی پڑھ نہیں۔ (۴) یا اوسکا چھوٹا بھائی اشمس جو آج نیلے پہل روشناس عالم
ہو رہا ہے اب اسکا ہر نام آپ کے ہاتھوں میں ہے کیونکہ نہ یہ کہا نا اگتا ہے نہ دانہ نہ گمانش صرف اس
مستی ہے کہ ہر گھر میں ہماری روشنی پھیلے۔ ہماری عالماں صیامین کو ہی مزاحم ہو سکیں
کے دلی تمثیل ملت قبر کا فرسے دی گئی ہے پھر جو شخص علم بھی اسکو نہ دیکھے اوسکو سڑک
کون سبیل ہوگا (۵) مضامین اسکے ہمیشہ لاجواب ہوں گے کہ نور عرفان میں ترقی ہو۔ رات کو
کس غفلت یا بیانی نے بہکا یا ہو تو صبح ہوتے ہی وہ شاہراہ ہدایت پر جا ملین گے اور اگر کوئی ستارہ
و مدار کے چکر میں آیا ہو تو اس نور شید کمال کے نکلے ہی سب نحو ستین اوسکی دور سو جانکی
(۶) پہلا مضمون اسکا نام حجت ہے جو انہی سلسلہ چلا جائے گا اگر آپ اسکو جانیں تو ایسا کتاب
ترتیب کئے ہیں اس میں اوس اخبار کی رد و ہوتی رہے گی جسے محض مغالطہ عام کہلے یہ ارادہ کیا ہے کہ
کتاب مستطاب ہر قصدا کی رد کرے حالانکہ اسکے ایک حرف کو بھی آج تک نہ سمجھے دو سہ مضمون
نقد التقید ہی نہایت ہی ضروری ہے جسکی عمدہ کتاب بن سکتی ہے اور تقید بخاری کا ضمیمہ ستر
پاسکتی ہے کیونکہ تقید صحیح بخاری کا سلسلہ تو خدانے چاہا اوسوقت تک جاری رہے گا کہ صحیح
بخاری کا ایک ایک حرف غلط کر دکھایا جائے کیونکہ خصلہ اول میں آپ دیکھ چکے ہیں کہ صحیح بخاری
میں اگر کوئی ایہ بھی قرآن مجید کا آیا ہو تو اوس میں بھی اکثر غلطی ہوئی ہے اوسوی تقید بخاری کے جواب
میں اخبار زند کوئے پر جو حکم فرماتی ہے شروع کی تھی مگر بظاہر اب وہ سلسلہ تیز کر ہوتا نظر آتا ہے کیونکہ
انکو لکھتے ہیں بہر حال نقد التقید کا سلسلہ اوسوقت تک ضرور جاری رہے گا جب تک
تقید بخاری کے مقابلہ میں کچھ لکھا جائے جو آگے چل کر مجال معلوم ہوتا ہے۔ اڈیٹر

لقد التقید

(سلسلہ کیلئے ملاحظہ ہو نمبر ۲ ص ۱)

جو خود علمای اہل سنت بلکہ ادن کے ارکان ملت نے کئے ہیں اور اگر یہ مطلب میں کہ وہ اعتراضات اگرچہ خود علمای اہل سنت ہی کیوں نہ ہوں اس قابل نہیں ہیں کہ آپ اود ہر متوجہ ہوں تو ہر کوئی کچھ عذر نہیں کیونکہ اس سے خود آپ کے علمائے اہل سنت کا ہر ہوی کہ اذنی باتیں اس قابل نہیں کہ آپ اود ہر متوجہ کریں۔ تری و کدو کا مضمون ہے۔

اسی جملہ میں یہ بھی لکھتے ہیں ”ایک سال سے زیادہ ہوا کہ جب میں نے دہلی میں آپ کے دو ایک اعتراض دیکھے تھے اذنی کو اگر قابل التفات سمجھتا تو ضرور اسی وقت انکی تردید کا ارادہ کرتا میں اسکے پہلے اور دوسرے زمین میں اس امر کہ اچھی طرح لکھ چکا ہوں کہ جو تحریریں اپنے نہ ہر کبھی بجا حمایت میں لکھی جائیں گی اور ان میں انصاف اور علم سے کام لیا جائیگا وہ ہرگز اہل علم کے التفات کے قابل نہیں ہیں۔“

مگر افسوس کہ آپ خود اپنے کلام کی آپ تردید (رد) کرتے ہیں کیونکہ جب اذنی کو قابل التفات ہی نہیں سمجھتے تھے تو اس تحریر کی سخری یہ کیوں قرار دی تو تنقید صحیح بخاری کا جواب ”اب یا اسکا اقرار کرنا یا رد کہ تنقید بخاری کے اعتراضات قابل التفات ضرور ہیں تو پھر ڈیڑھ دو برس تک خاموشی اسکے جواب میں کیوں ہوئی یا اسکا اقرار کیجئے کہ قابل التفات نہ تھی مگر اب کیسے جو بہت سے مجبور ہوئے جو خلاف ارادہ کرنا پڑا۔“

آپ کے اس جملہ میں لفظ انصاف بہت پتلا ہے کیونکہ آپ کو اپنے علم کے علم سے تو کسی طرح کلام ہی نہیں ہو سکتا رہا انصاف یہ یقیناً ان سے یقیناً منافی ہے کیونکہ اگر انصاف ہوتا تو انہیں اربعہ کا مذہب بخالفت احمادیت نہ قائم ہوتا یا حدیث میں بخالفت ائمہ اربعہ صحاح ستہ میں نہ لکھی جاتیں حالانکہ بعوال مولوی عبدالحی صاحب حنفی امام بخاری کو خاص طور سے امام ابوحنیفہ سے کہہ کر جبکہ خلاف جن جن کو وہ حدیث میں لاتے ہیں اور حدیثوں کو لکھ کر لکھتے ہیں سنت تو یہ ہے اور بعض آدمی یہ کہتے ہیں۔

ہم نہیں سمجھتے کہ آخر آپ کا مذہب کیا ہے حنفی ہیں یا اہل حدیث اعلان تو آپ تامل فرمائی

تمام حقیقت کا کرتے ہیں پھر امام بخاری کی حمایت کا خیال کیوں پیدا ہوا حالانکہ
تمامی حقیقوں کو جو صحیح بخاری سے حسن عقیدت ہو وہ سب کو معلوم ہے مگر آپ اس
وجہ سے معذور ہیں کہ خریدار آپ کے اخبار کے اہل حدیث زیادہ ہیں جنکے خوش
کرنے کو آپ نے یہ تحریر شروع کی۔

مولوی صاحب آپ کو مناسب تھا کہ بنا سبب اسم گرامی کچھ تو شکر گزاری
کرتے اور مصنف تنقید بخاری کا شکریہ ادا کرتے جنہوں نے تمام تر آپ پر احسان
کیا ہے کہ صحیح بخاری کو دنیا میں بیکار کر دیا کیونکہ وہ بیابان کا غلبہ حقیقوں پر صرف ہے جو
سے ہے کہ وہ صحیح سستہ کی بدولت امام ابو حنیفہ کے مذہب کو تمام تر کتاب و
سنت کے مخالف ثابت کر رہے ہیں اور حقیقوں سے کچھ نہیں ہو سکتا منہ تکتے
رہ جاتے ہیں جس سے روز بروز حقیقوں کی جماعت کم ہوتی جاتی ہے اور وہ بیابان
کی کثرت بڑھتی جاتی ہے۔ مگر آپ نے اپنے محسن کی قدر نہ پہچانی اور اوسے
تنقید پر دانت پینے لگے اس احسان فراموشی کا کیا جواب ہو۔ خدا عقل دی۔
اڈیٹر صاحب آپ ایک اچھی صحبت میں آگے ہیں زمانہ بھی نئی روشنی کا ہے عقل
سے کام لیجئے کیونکہ اہل حدیث تو مدت ہوئی عقل گھبھو چکے جیسا کہ اصلاح جلد
کے اوس مضمون سے آپ کو معلوم ہو گا جسکی یہ سرحدھی تھی عقل و تہذیب اور
اہل حدیث۔

پھر آپ کیوں ان فاقدان عقل و تہذیب کی حمایت پر آمادہ ہو رہے ہیں
جو عقل سے دست برداری لازم آئے کیونکہ آپ ہی لوگ شروع سے بمقابلہ
اہل حدیث عقل و اسے کے مدعی تھے جس سے اہل لوگوں کا لقب ہی اہل الارض
قرار پایا تھا۔

اسی جملہ میں اڈیٹر صاحب یہ بھی لکھتے ہیں وہ اور اسکی امثال میں میں سے سب سے
پہلے استقصاء الافہام کو پیش کیا تھا اور نمونہ کے طور پر اسکی حالت ظاہر کی
تھی اور یہ کہ اسکے جواب نہ ہونے کی اصل وجہ یہی ہے کہ وہ اہل علم کے قابل

التفاتی نہیں ہے،

مگر افسوس کہ اصلاح کے جس جملہ کے جواب میں یہ گہر زیری ہوئی جو اس میں اس کتاب مستطاب تقصاء الافحام کی اہمیت خود آپ کے علم کو کلام دکھا دی گئی ہو کہ نواب صدیق حسن خان مولوی عبدالحی کے بارے میں لکھے ہیں
ومن العجائب ان العابد لا یرد علی الفضلۃ الذین ردوا علیہ اسلافہم
فانما استفصاء اسپر بھی آپ یہی کہتے ہیں کہ وہ اہل علم کے التفات کے قابل نہیں تو اسکا کیا جواب ہے کیونکہ واقعا جب آپ ایسے حضرات کا شمار اہل علم میں ہو گا تو کیونکر ایسی کتاب قابل التفات ہو سکتی ہو۔

میں نہیں کہہ سکتا مگر آپ کی عبارت کا لازمی مضموم یہ ہو کہ نواب صدیق حسن خان کی لیاقت ضرور ایسے کم تھی جب ہی تو وہ اسکا الزام دیتے ہیں کہ مولوی عبدالحی سہاری تو رد کرتے ہیں اور رفقیوں کی نہیں رد کرتے جو ان کے اسکا پر استفصاء میں رد کرتے ہیں۔

اب فرمائے میں کسکو اہل علم سے سمجھوں اور کس کو اہل جہل سے۔
رہی مثال کی اہلیت۔ وہ تو خود ہی آپکو الشمس کے آئندہ بنیوں سے معلوم ہو جائے گی۔ کیونکہ اصلاح میں جو مضمون عقل اور اہل حدیث کا لکھا گیا ہے۔ بار بار پڑھتا ہے اور بے اختیار جی چاہتا ہو کہ آپ کے ائمہ دین نے جو کچھ آپ لوگوں کی عقل پر یو یو کیا ہو اسکو دوہرا ون مگر طول تقریر یا نفع ہے۔

اسکے بعد لکھتے ہیں ”پہلے آپ اپنے ان سوالات کا جواب نبی حضرت امام بخاری کو احادیث جمع کرنے کا وہی حق حاصل تھا جو ایک امتی کو اپنے نبی کے اقوال احوال اور افعال کی حفاظت کا حاصل ہے،“ مگر یہ جواب اسوجہ سے ناقابل سماعت ہو کہ اگر ایسا تھا تو آپ کے صحابہ و خلفائے کیوں نہ جمع کیا۔ حالانکہ آپ کے خلیفہ اول نے تو اپنا وہ مجبورہ جس میں پانچ سو حدیثیں تعین اپنے مرنے وقت جلوادیا۔ اور جب کسی امتی کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ غلط سلف حدیثیں لکھ جائے تو پھر لو لا اور

کو یہ حق کیوں نہ ہو گا جو ان احادیث کی تنقید کرے اور جو جو طحیح کو علی و کس
جس سے راہ ہدایت صاف ہو اور یہ موعوت و اکاذیب کی قلعی جھپٹے۔
پھر لکھتے ہیں دو جرح خدائے ہمارے ہی ذریعہ سے قرآن مجید کی حفاظت کی
اسی طرح اپنے برگزیدہ نبی کے احادیث کی حفاظت میں بھی ہمیں کو ذریعہ بنایا،
چونکہ یہ تقریر بنیارسلبہ جبر سے لہذا اسکا یہ جواب ہو کہ فکر قرآن کی حفاظت آپ کے
ذریعہ سے ہوئی تو بہت سے کفار بھی اسی حفاظت میں شریک ہیں۔ واللہ وکے
مطبع کے قرآن کو دیکھئے اور اگر احادیث نبوی کو آپلو کون نے جمع کیا تو بہت سے
کفار و مشرکین بھی اوسکے چھاپنے والے اور بچنے والے ہیں۔ مگر اسکا نام حفاظت
قرآن و حدیث نہیں ہے کیونکہ اہل مافظ قرآن و حدیث تو صف شیعہ ہیں انکے
جد امجد رسول اللہ پر قرآن نازل ہوا اور اوسخون نے جناب امیر سے لکھو یا اور
نسل رسول اوسکی محافظ رہی جو مجیدہ آج تک محفوظ ہے۔ ورنہ اہل سنت کا جمع کیا ہوا
قرآن اور حدیث تو ایسا ہی ہے کہ خود علماء اہل سنت اوس میں غلطی اور تحریف اور کذب
موضوعی ہو نیکا اقرار کر رہے ہیں۔

پھر لکھتے ہیں دو جرح کوئی شیعہ یا شیعوں کا کوئی پیشوا حفاظت و جمع قرآن میں
اہل سنت کا شریک نہیں، اسے طحیح جمع احادیث رسول میں بھی کوئی شیعہ اہل سنت
کا شریک نہیں، بہت درست ہے جہی تو حضرت عثمان اپنے جمع کردہ قرآن کی
نسبت فرماتے تھے ان في القرآن لحنًا سقیمًا العرب اور حضرت عائشہ فرماتی
تھیں لکھتے وقت لہنے والا اونکے گیا تھا۔ ایسے قرآن نے جمع میں کیونکر شیعوں کو
شریک ہوتے اون کے پیشوا جناب امیر کا لکھا ہوا وہی قرآن ہے جسکی نسبت آپ کو
امام ابن سینہ فرماتے ہیں اگر وہ قرآن ہلو ملتا تو ہلو علوم کثیرہ ملتے۔ یہ تو ہی
قرآن ہے جسکے لئے جناب امیر نے قسم کھائی تھی کہ جب تک میں قرآن کو جمع نہ کر لوں گا
یہ ہشتنا، وقت نماز روزانہ اور وضو کا یہاں تک کہ حضرت جمع کر کے لائے اور آکے
اسلاف نے قبول کرنے سے انکار کیا۔ جب سات حفاظ قرآن جنگی میں قتل ہوئے
بیانی آئندہ

اتمام حجت

(سلسلہ کے لئے ملاحظہ ہو اشمس نمبر ۲ صفحہ ۱۶)

بقیہ کلام دفعہ شہادت مخالفین ہے۔ مجھے اس سالہ میں امامیہ یا زید کے جواب کے غرض نہیں اور ان سے مناظرہ دوسری طرح ہونا چاہئے نہ احادیث صحیحہ وغیرہ سے امامیہ زیدیہ سے ہم قطع نظر بھی کر لیں تو استقراء سے معلوم ہوتا ہے مسئلہ تفضیل شیخین میں مخالف و متوقف تین فرقہ ہیں ایک وہ جو علم کلام میں مشغول ہیں اور ان کا اعتقاد شہادت نصیر طوسی (محقق طوسی علیہ الرحمہ) کے سبب سے منحل ہو رہا ہے یہ سیکلین اور شہادت کی رد کرنے پر قادر نہیں ہیں مداران کے عقاید کا تقلید سے سلف صالح کی جیسا کہ کلام عضد الدین و تغذائی وغیرہ سے ظاہر ہے (علامہ عضد موقت مؤقت ہیں اور علامہ تغذائی شارح مقاصد یہ دونوں کتابیں آج تک اہل سنت کے درس میں داخل ہیں) مادہ ان کے شبہہ کا یہ ہے کہ فضل کلی کی تفسیح نہ کر سکے۔ دوسرے محدثین اہل سنت ہیں جنہوں نے ورق گردانی یا مثل کاتبوں کے فن حدیث حاصل کیا نہ بطریق تحقیق و اجتہاد یہ قادر نہ ہو سکے کہ مختلفات حدیث کو جمع کریں اور ہر ایک حدیث کے اشارہ کو علیہ سمجھیں استادان محقق سے معافی حدیث کو نہیں سمجھا صرف اسی مسئلہ میں ان کے اعتقاد میں خلل نہیں پڑا ہے بہت سے مسایل فقہ و کلام میں دست و پاگم گئے ہیں اور سو فسٹائیلٹ مصطفوی بن بیٹھے تقلید سلف محکم ہی نہ طریق اجتہاد و تحقیق کو اتوا کیا۔ کو اچلا ہنس کی چال اپنی چال بھی بھولا۔ تیسرا فرقہ صوفیہ جو مستقل ہے بعد تصوف دویہ دیکھ کر کہ صوفیوں کا ساتھ حضرت مرتضیٰ تک پہنچا جو جیسا کہ انہیں مشہور ہے حقیقت حال سے غافل ہو گیا یا مکاشفات و اعتبار شیخ محمد بن عربی وغیرہ کو کتابوں میں دیکھ کر غافل ہوا ہر چند نماصہ ان تینوں فریق کے ساتھ کہیں زیادہ ہو اس سے کہ اس سالہ میں اس کا احصاء ہو سکے لیکن مقصود میرا اشارہ ہے طرف اصول ان شہادت کے اور یہ ظاہر کرنا کہ ان سیکلون سے کیونکر نجات مل سکتی ہے قرۃ العینین صفحہ ۱۰۸۔ اس کے بعد شاہ صاحب نے تین فصلیں قایم کی ہیں اور ہر فرقہ کے شہادت سے نجات کی صورت بتائی ہے یہ وہی ہے جنہوں

ہیں جنہیں مولوی حسن الزمان صاحب نے انکو ناصبی و خارجی کا لقب دیا۔
اب حضرات اہل سنتہ شد فرمائیں کہ جب تینوں فرقے انکے یعنی مشکلیں محمد بن صفویہ
بہ مقابلہ شیعہ ایسے مخلوب ہیں کہ عقاید ان کے فاسد ہو گئے علامہ عسکری و تفتازانی وغیرہ کو
اسکی وحدت نہ ہوئی کہ اعتراضات شیعہ کو دفع کر سکیں تو شاہ صاحب کس کہیت کی بولی ہیں
یہی وجہ ہے کہ انھوں نے شیعوں کا نام ہی سنگے فارغی دیدی کہ مجھ امام زید یہی سنا ظاہر
منتظر نہیں اور مجھ میں وہی ہے کہ مدلتوں سے مناظرہ کرنا شیعوں سے درست نہیں
(کاش شاہ عبدالغیر صاحب اپنے باب کا کہنا مانتے ہوتے تو یہ روز بذاؤ کو کون نصیب
ہوتا) اب فدا تاملی اہل سنتہ غور کریں کہ جب صحیحین کی روایتوں کو شیعہ کے مناظرہ میں
نہیں پیش کر سکے تو دوسرے مہلات کے کب مجاز ہوں گے جب مشکلیں نقل انکو اس ہو کر
رہ گواور جو تغلیب آباد دوسری دلیل نہیں پیش کر سکے تو محدثین و صفویہ کا کیا ذکر ہے
واقعی شاہ صاحب نے اپنے مذہب کے محدثین کو سونسطائیہ کا خوب ہی خطاب کیا ہے جبکا
کا کلام انکار بدیہیات و محسوسات ہر آگ میں جلائے جاتے ہیں مگر نہیں مانتے اور آگ کی
گرہی کے قابل نہیں ہوتے۔ یہی حال ہے محدثین اہل سنتہ کا کہ حدیث سے اذ کو سروکار ہے
دیکھتے ہیں کہ حدیث صحیح ہے مرفوع ہے مستفیض ہے متواتر ہے مگر کھیر انکار کرتے ہیں
اور ایمان نہیں لاتے شاہ صاحب کے مرید و نکو ضرور اسپر ناز ہو گا کہ شاہ صاحب
نے ادراہ مکاشفہ حقہ سونسطائی کا خطاب اپنے محدثین کو دیا ہے۔ مگر یہ تخریب نواز اس
وقت کھلجا یگا جب یہ معلوم ہوگا کہ علامہ حلی علیہ الرحمہ نے المتوفی ۱۲۷۶ھ جو چار باغ سو
برس مقدم ہیں اپنے یہی خطاب دیا اور اس مادہ خاص میں ایک کتاب تصنیف کی
جسکا یہ نام ہے کتاب التناصب بین الاشرعہ و فرق السونسطائیہ
یہی شاہ صاحب کے پیشرو مشکلیں و محدثین و صفویہ اعتراضات شیعہ کے جوابوں پر
آئاد زہد ہو سکے تو آپس سنی خارجی کی مجال ہو کہ دم کس کے اور پھر نہت و ہر ہی سونسطائی
بننے کی گویا بآبنا سکے۔ اب میں انون فقرات کو کبھی محقق طوسی علیہ الرحمہ کے یہاں
انقل گئے دیتا ہوں جسے تفتازانی وغیرہ کل مشکلیں کو باستثناء شاہ ولی اللہ نقل انکو اس

کیا خود شاہ صاحب ناقص ہیں کہ کہا صاحب تجرد نے، اور علی افضل میں سبب کثرت جہاد و عظمت بلا کے وقایع نبی میں اور نہ پوچھا کوئی اون کے درجہ کو جنگ بدر و احد و احراب (خندق) وغیرہ میں۔ اور جمع کی اونکی طرف صحابہ نے اکثر مسائل میں بعد غلطی کے۔ اور فرمایا رسول اللہ نے اتفصا کم علی۔ اور کل عالموں نے ہر علم و مین اپنی نسبت کی اونکی طرف اور خود اونھوں نے خیر بھی دی اسکی اور افضلیت اونکی نسبت سے آیہ اتفصا سمی۔ اور سبب کثرت سخاوت کے۔ اور تھے از بناس بعد نبی کے اور عابد تر حلیم تر خوش خلق خوشخو سب سے پہلے ایمان لائے فصاحت میں سب سے بڑھے یہ سب سے زیادہ صاحب الرای تھے اور حریص تھے اقامت حدود و الحدیر اور سب سے زیادہ حافظ کتا اللہ اور افضل تھے یہ سبب اس کے کہ غیبی باتوں کی خبر دیتے اور دعائیں اونکی مستجاب ہوتیں اور معجزے اون کے ہاتھوں ظاہر ہوئے اور مخصوص تھے بہ قرابت و اخوت رسول اور محبت اونکی اور نصرت اونکی واجب ہو اور مساوی تھے انبیا کے اور افضل تھے یہ سبب بیت طبرہ و حدیث منزلت و حدیث غدیر کے اور کبھی اونھوں نے کفر نہیں کیا اور بہت اذتفاع ہوا اسلام کو سبب اونکی اور وہ ممتاز تھے یہ سبب کلمات نفسانیہ و بدنیہ و خارجیہ کے تھے۔ یہی آٹھ سطر کی عبارت ہے جناب محقق طوسی علیہ الرحمہ کی جنسے محققین علمائے اہلسنتہ کو منتقل الحواس سو فسطائی فاسد العقیدہ بنا دیا

ایجاد علم کلام اہلسنتہ یہاں تک تو اہل سنت کے اوس علم کلام کا حال تھا جو بوقت امامت و خلافت سے متعلق تھا جس میں شیعوں کے مناظرہ نے ان کے تینوں فرقوں کو تین تیرہ کر دیا اور سو فسطائی بنا چھوڑا۔ اب ہم مختصر طور پر ان کے اوس علم کلام کی حالت دکھانے ہیں جو توحید رسالت معاد سے متعلق ہے اور صد ہا کتا بن اس میں تصنیف ہو چکیں جس سے معلوم ہو جائے کہ اس میں بھی انکا وہی حال ہے جو مسلمان امامت میں ان کا حال تھا کیونکہ جو شخص اپنے اصول و فروع کی بنا غیر معصوم کی راے اور اتباع پر کر لیا اور مسکا

یہی حال ہوگا۔

ہاں سب سے پہلے خیال جو رجوع ہوتا ہے تو اس طرف کہ آخر اس علم کلام کی ایجاد کیوں ہوئی۔ مولوی شبلی صاحب اس کو نہایت خوبی سے لکھتے ہیں اختلاف عقاید کے اگرچہ یہ سب اسباب فراہم تھے لیکن ابتداء بالٹیکس یعنی ملکی ضرورت سے ہوئی۔ بنو امیہ کے زمانہ میں چونکہ سفحانی کا بازار گرم رہتا تھا طبعی عقون میں شورش پیدا ہوئی لیکن جب کبھی شکایت کا لفظ کسی کی زبان پر آتا تھا تو طرفداران حکومت یہ کہہ کر اوسکو چپ کر دیتے تھے کہ جو کچھ ہوتا ہے وہ غیاب کی مرضی سے ہوتا ہے حکومت نہیں مارتا چاہیے اسناد بالقدحیہ و شہرہ۔ جمال بن یوسف کے زمانہ میں جو ظلم و جور کا دیوتا تھا معبد صحیحی ایک شخص تھا جس نے صحابہ کی آنکھیں دیکھی تھیں۔ اور دلیر و راست گو تھا وہ امام حسن بصری کے حلقہ درس میں شریک ہوا کرتا تھا ایک دن اوسنے امام صاحب سے عرض کی کہ بنو امیہ کے طوفان سے قصداً و قدر کا جو عذر پیش کیا جاتا ہے کہان تک صحیح ہے امام صاحب نے کہا کہ یہ خدا کے دشمن جھوٹے ہیں، وہ پہلے سے بنو امیہ کی زیادتیوں پر طیش سے بھرا ہوا تھا اب علانیہ بغاوت کی اور جان سے مارا گیا۔

معبد کے بعد غیلان دمشق نے اس خیال کو ترقی دی۔ وہ حضرت عثمان کا غلام تھا اور محمد بن حنفیہ سے بیک واسطہ تعلیم پائی تھی۔ حضرت عمر بن عبد العزیز بن خلیفہ ہوئے تو اوسنے ایک نہایت آزادانہ خط لکھا اور بنو امیہ کے مظالم پر توجہ دلائی۔ حضرت عمر بن عبد العزیز نے اوسکو بلا بھیجا اور شاہی توشہ خانہ کے نیلام کی خدمت سپرد کی، وہ برس عام نیلام کرتا تھا اور بیکار بیکار کر کہتا جاتا تھا کہ ”یہ وہ مال اسباب ہے جو ظلم اور جبر سے حال کیا گیا، اسوقت اگرچہ اسلام کی قدیم سادگی بہت کچھ باقی تھی مگر ہمارے سامان عیش کو اس قدر ترقی ہو چکی تھی کہ توشہ خانہ میں بیس ہزار اونچی جرابیں نکلیں

غیلمان نے کہا صاحبو! اس ظلم کی کچھ حد ہے کہ عوام فاقے کرتے تھے اور ہمارے
 فرمان روا تینس تیس ہزار جرہا بین نوشتہ خانہ میں لہیا رکھتے تھے۔ عمر بن
 عبدالعزیز نے اسی میں وفات پائی۔ اور ہشام بن عبدالملک تخت حکومت
 پر بیٹھا۔ وہ غیلمان کی کارروایاں اپنی آنکھوں سے دیکھ چکا تھا۔ تخت
 نشینی کے ساتھ اسکو طلب کیا اور بغاوت انگیزی کے جرم میں اسکے ماتھ
 پانوں کٹوا ڈالے تاہم غیلمان کی زبان درازیاں نہ گئیں اور آخر اسی جرم میں
 جان سے مارا گیا۔

اسی زمانہ میں جہم بن صفوان پیدا ہوا اور وہ بھی امر بالمعروف کے جرم
 قتل ہوا لیکن یہ خونِ خالی نہ گئے عدل اور امر بالمعروف کا مسئلہ زیادہ پہلایا
 اور اس قدر زور دیا کہ ایک گروہ کثیر نے جو بالآخر معتزلہ کے لقب سے جانا گیا
 اسکو اسلام کے اصول اولیہ میں داخل کر لیا۔ فرقہ معتزلہ کے پانچ اصولوں
 میں دو اصول جنکا نام عدل اور وجوب امر بالمعروف ہے اس کی یہی ابتدا ہے۔
 یہ گروہ برابر ترقی کرتا گیا ۲۷۰ھ میں جب ولید تخت نشین ہوا تو اس
 فرقہ کا شمار ہزاروں سے متجاوز ہو چکا تھا یہاں تک کہ خاندان بنی امیہ
 میں یزید ابن الولید نے یہ مذہب اختیار کر لیا تھا۔ ولید تخت نشینی کے ساتھ
 عیش پرستی میں مشغول ہوا اور علانیہ میخواری اور عیاشی شروع کی
 یہ رنگ دیکھ کر یزید نے امر بالمعروف کے دعوے سے علم بغاوت بلند کیا
 اور ہزاروں معتزلہ اسکے ساتھ ہو گئے۔ ولید محصور ہو کر قتل ہوا اور
 کے قتل کے بعد یزید تخت نشین خلافت ہو اور یہ پہلا دن تھا کہ
 اعتزال نے تخت پر جگہ پائی۔ اس موقع پر یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے
 کہ یزید نے جب ولید کے خلاف بغاوت کی تھی تو اسکے طرفداروں میں سے
 ایک عمر بن عبید بھی تھا جو مذہب اعتزال کا بہت بڑا امام گنہا ہے۔
 ملکی ضرورت نے اگرچہ صرف جبر و قدر کے مسئلہ پر توجہ دلائی تھی لیکن

جب ایک دفعہ کسی وجہ سے خیالات میں حرکت پیدا ہوئی تو برہمنی ہی گئی یہاں تک کہ بنو امیہ کا دو زخم نہیں ہو چکا تھا کہ خلق قرآن - تنسیر یہ و تشبیہ صفات باری وغیرہ کی بحثیں اچھے گنہیں اور جبکہ مومنہ سے جو بات نکلی ایک مذہب بن گئی اس طرح چند ہی روز میں بیسیوں فرقے نکل آئے۔ ۱۹
اس تحریر سے ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ علم کلام کی ایجاد کی وجہ انتہا ظلم و جور ہے کہ بنی امیہ کے مظالم سے دنیا میں اندھیر کھینچا گیا تھا اور اس تاریکی سے نکلنے کیلئے علی روشنی سے کام لینا پڑا۔ جس پر بنی امیہ نے روکنا چاہا تو ان ریزمان ہوئیں مگر علی روشنی غالب آئی اور آخر وہ اندھیر زایل ہوا جس کے ساتھ سلطنت بھی اودن کی زایل ہوئی۔ تو اب جہاں یہ معلوم ہوا کہ منظرہ کی غرض احقاق حق ہے اور ابطال باطل۔ وہاں یہ بھی معلوم ہوا کہ علم کلام مترا بغرض اظہار حق ہے اور علم کلام اہل سنتہ یا شاعرہ بغرض اسکے کہ ظالموں کا ظلم بنا رہے اور کوئی اوس میں چون و چرا نہ کرے اس لیے وجہ سے امر بالمعروف اور عدل۔ اصول معتزلہ میں داخل ہوا اور اصول اہل سنتہ سے خارج رہا اور آگے چلکر معلوم ہوا کہ جو اصول اہل سنتہ نے مقرر کئے ہیں وہ سب ان مظالم خلفائے مویداور اودن کے معائب و منالک پر وہ دار ہیں۔

علم کلام کا وجود { مولوی شبلی کی اس عبارت سے جو اوپر شیعوں کی بدولت نقل ہوئی جہاں یہ معلوم ہوا کہ علم کلام اہل سنتہ مظالم بنی امیہ کا حامی و مددگار ہے اور معتزلہ کا علم کلام اوس کا لورٹانے والا اور حق کا ظاہر کرنے والا۔ وہاں یہ بھی معلوم ہوا کہ علم کلام کو جس قدر علی لباس ملا وہ شیعوں کی بدولت کیونکہ معبد جھننی کے بعد غیلمان دمشق ہی بانی ہوا جو حضرت محمد بن حنفیہ کا بیگ واسطہ شاگرد ہے۔

یہ تو سب کو معلوم ہے کہ حضرت محمد بن حنفیہ جناب امیر المومنین کے پہلے فرزند ہیں جو یکہ سنین علیہم السلام پیدا ہوئے اور پہلے قیام جناب امیر غا

سے مستفید ہوے۔ پھر حسین علیہم السلام کی تعلیم سے کامل ہوے پس یہ جو کچھ علمی فیض ہو نچا وہ حضرت محمد بن حنفیہ کے بذولت ورنہ حضرت عثمان اور ان کے ہم خاندان سارے بنی امیہ تو اسی مسئلہ جبر کے قیام تھے چنانچہ ازالہ الخفا میں بصراحت تمام مرقوم ہے کہ اس مسئلہ جبر کے رائج اور جاری کرنے والے حضرت عمر بن الخطاب ہیں۔ عن عمر بن الخطاب انه خطب بالجانبیہ فحمد الله واشنى عليه فلا هضم له ومن يضل الله فلا هادق له فقل له قس بين يديه كلمة بالفارسية فقال عمر لما ترجم له ما يقول قال يزعم ان الله لا يضل احدا فقال عمر كذبت عدو الله بل الله خلقك وهو اضعاك وهو يد خلك الناس انشاء الله ولو لا ان بيننا عقد الضريب عنقت فقتصر الناس وما يختلفون في القدر صفحہ ۱۸۳ اذ الت الخفا اس عبارت سے بخوبی ظاہر ہے کہ حضرت عمر ہی نے اس مسئلہ جبر کو رائج کیا ایک تیسس نے جو کچھ اعتراض کیا تو اسکی گردن اوڑھ دینے کی دہمکی دی کہ اگر یا تندی معاہدہ کا خیال نہ ہوتا تو بلا تامل قتل کر ڈالتے جس سے عام طور پر مسلمانوں میں جبر کا مسئلہ بیٹھ گیا اور یوں مایوس ہو گیا یہ ابتدائی حالت علم کلام کی ابھی یونہی چکر لگا رہی تھی کہ بنی امیہ کے خلافت کا خاتمہ ہوا۔ اور بنی عباس کی سلطنت ہوئی جو چیثیت ایک سلطنت اوسمی طرح خاندان رسالت کے دشمن تھے جس طرح بنی امیہ مگر تعلیم ان کی ہوئی تھی بالکل اصول شیوہ کیونکہ حضرت ابن عباس بنی امیہ کے صرف چچا ہی کے بیٹے تھے بلکہ پورے طور پر تلمذ بھی انکو حضرت سے تھا لہذا تمام خاندان ان کا اسی اصول پر قائم تھا۔ خلافت پانے ہی ترویج علوم کی طرف مایل ہوے۔ چنانچہ مولوی شبلی لکھتے ہیں ”اوس کے ساتھ عباسیوں نے (بنو امیہ کے برخلاف) لوگوں کو مذہبی ازادی دے رکھی تھی جو شخص جو چاہتا تھا کہہ سکتا تھا، پھر لکھتے ہیں ”لیکن کلام کی یہ اور زیادہ خوش قسمتی تھی کہ سلطنت کی طرف سے بھی تحریک ہوئی یعنی خلیفہ ہدی (ہارون رشید) کے باپ نے جو نہ میں تخت نشین ہوا تھا علماء سے اسلام کو

۱۴ مقال من بعدہ لا اللہ

حکمدیہ کہ مذہب اسلام پر جو شبہات کئے جاتے ہیں اس کے جواب کیلئے کتابین تصنیف کی جائیں، اصل

ادھر تو یہ کارروائی شروع ہوئی اور پھر اہل سنت کے علما جو تواتر نبوا کیے قدیم لایام سے طرفدار تھے اسپر آمادہ ہوئے کہ حسب طرح ہو علم کلام کو بارور نہ ہونے دین بقول مولوی شبلی امام شافعی امام احمد بن حنبل سفیان ثوری اور اکثر شیخین نے اس علم کو حرام بتایا اصل

پھر لکھتے ہیں ”محدثین اور ارباب ظاہر کو کلام کی مخالفت میں شدت تھی اسنے علم کلام کو بالکل جھجھا دیا ہوتا لیکن خلفاء عباسیہ (بخردو ایکے) اور اونکو ارکان دولت نے بڑی مستعدی کے ساتھ تائید کی اور شانہ مانہ حوصلہ سے اسکو برابرتی دیتے ہے۔ عباسیہ علاوہ دہلیوں تک بھی اسکی سرپرستی کی اصل

نور مولوی شبلی صاحب ملل و تحل شہرستانی سے ناقل ہیں و اما رونق علم الکلام کابتداؤہ من الخلفاء العباسیہ ہرون و المامون و المعتمد و الواثق و المتوکل و انتہاؤہ من الصحاب بن عباد و جماعہ من الدیالمہ۔

اور چونکہ یہ امر بخوبی معلوم ہے کہ سلاطین دیالمہ جو آل ابویہ بھی کہلاتے ہیں اور صاحب بن عباد بھی جو اون کا وزیر تھا سب عیسیتھے تو اب بخوبی معلوم ہوا کہ علم کلام کا وجود بھی شیعوں کی بدولت قائم ہوا۔

اہل سنت کی پہلی تصنیف علم کلام من اور مصنف کا مغلوب ہو شیعوں کلام نے اہل سنت میں کتبا کی صورت میں کیسے جشم لیا اور اس کے مصنف کی کیا حالت تھی مولوی شبلی صاحب لکھتے ہیں ”جہاں تک ہم کو معلوم ہے سب سے پہلے ابو الہذیل علاف نے اس فن میں کتاب لکھی ابو الہذیل کا پورا نام محمد بن الہذیل بن عبد اللہ بن کحول ہے ۲۱۰ھ میں پیدا ہوا اور ۲۳۵ھ میں وفات پائی اصل

۲۳۵ھ میں وفات پائی اصل

پھر لکھتے ہیں ”اسی زمانہ میں ہشام بن المحکم کو فی ایک مشہور منکلم تاجی برکی کی مجالس علی کا افسر اور علوم عقلیہ کا ماہر تھا۔ ابو الہذیل مناظرہ میں اگر

کسی سے دبتا تھا تو اسی سے دبتا تھا۔ مسعودی نے اس کے متعدد خطبوں
نقل کئے ہیں جن میں اسے ابو الہذیل پر فتح پائی۔ ابن الندیم نے کتاب الفہرست
میں اسکی بہت سی تصنیفات کا ذکر کیا ہے جن میں سے بعض کے نام یہ
ہیں الرد علی الزنادقہ الرد علی اصحاب الاشئین الرد علی اصحاب الطبایع
(یعنی فرسٹ کارڈ) کتاب علی ارسطو طالیس فی التوحید۔ یہ کتاب آج
ناپید ہیں لیکن کتابوں کے نام سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ کیسے مہم
مضامین پر تھیں۔

خلیفہ مہدی کے علاوہ دربار کے اور امرانے بھی علم کلام کی طرف توجہ کی
یعنی بن خالد برکی جو دولت عباسیہ کی روح رواں خلیفہ مہدی کا وزیر
اعظم اور سلطنت کا دست و بازو تھا اسنے خاص علم کلام کے مباحثات
کیلئے دربار میں ایک مجلس مقرر کی جسکا تذکرہ موزع مسعودی نے
ان الفاظ میں کیا ہے۔

وكان يحيى بن خالد ذا بحث و نظر يحيى بن خالد بناظره دان اور صاحب
ولما جلس يجتمع فيه اهل الكلام نظر تواد: ایک جلسہ کیا کرتا تھا جس میں
من اهل الاسلام وغيرهم ذہریک اہل کلام جمع ہوتے تھے۔

اس مجلس کا فہم (سکرٹری) ہشام بن الحکم ایک مشہور فاضل تھا مجلس میں
ذہریک ملت کے لوگ جمع ہوتے تھے اور ہر قسم کے علمی مضامین پر گفتگو ہوتی تھی
افسوس کہ مولوی شبلی صاحب یہ تو لکھ گئے کہ ہشام بن الحکم سے اہلسنت کے علم کلام
موجود ابو الہذیل علاف دبتا تھا اور برابر مغلوب ہوتا تھا۔ ہشام نے کیا چیز
تصنیف کیں۔ مجلس مناظرہ کے وہی سکرٹری تو مگر نہ لکھا کہ یہ ہشام بن الحکم
کون بزرگوار تھے۔ حالانکہ سب کو معلوم ہے کہ یہ جناب امام جوہر صادق
کے صحابی خاص ہیں جنکی صد بار و اتین کتب ذہریک میں موجود ہیں
اور کیسے کیسے علماء اہل سنت کو اونہونچہ زیر کیا ہے کہ وہ لوگ انکا سامنے نہیں سکتے

دیکھتے وہی علامہ شہرستانی جیکے اقوال سے اکثر مولوی صاحب نے استدلال کیا جو
 مل و نخل میں لکھتے ہیں وہ کان ہشام بن الحکم من متکلمی الشیعہ و حجت
 بینہ و بین ابی الہذیل مناظرات فی علم الکلام ص ۱۱۱
 اسکے بعد اپنے دو سکے علماء سے ان کے نسبت یہ نقل کیا ہے کہ وہ قابل تشبیہ تھے
 مگر خود رد کر کے لکھتے ہیں و ہذا ہشام بن الحکم صاحب غور بن الاصول
 لا یجوز ان یفعل عن الزاماتہ علی المعتزلہ فان الرجل و راء ما یلزمہ
 علی الخضم و دون ما یظہر من التشبیہ و ذلک انہ الذم العلق
 فقال انک نقول الباری عالم بعلم و علمہ ذاتہ فیشارک الحدیث
 فی انہ عالم بعلم و یبانیہا فی ان علمہ ذاتہ فیکون عالم الاک العالمین
 فلم لا نقول ہو جسم لا ک الاجسام و صوفا لا ک الصور و لہ
 قدر لا ک الاقدار انی عیر ذلک ص ۱۱۱ یعنی ہشام بن الحکم متکلمین شیعہ
 سے تھے جن سے اور ابی الہذیل سے برابر جاری تھا مناظرہ علم کلام میں یہ
 ہشام بن حکم صاحب غور بن اصول میں ان کے الزامات سے جو معتزلہ
 پر وارد کرتے تھے غفلت نہ کرنی چاہیے کیونکہ یہ مرد بہت دور تھا اوس سے
 کہ خصم پر الزام وارد کرتا اور مخالف و مغائر تھا اوسکے جو ظاہر کرتا تھا تشبیہ
 کیونکہ اوستھون نے یہ الزام دیا تھا علق کو کہ جب تم کہتے ہو خدا عالم ہے بہ علم
 اور علم اوسکا ذات اوسکی ہے۔ تو عالم بعلم ہونے میں وہ شریک ہو احواف
 کا۔ اور اس امر میں کہ علم اوسکا عین ذات ہے۔ میان ہوا۔ پس وہ عالم ہونا نہ مثل اور
 عالموں کے تشبیہ نہیں کہتے کہ وہ جسم ہونے مانند سایر اجسام کے۔ اور وہ صورت
 ہونے مثل سب صورتوں کے اور قدر ہونے مثل دیگر اقدار کے وغیرہ۔
 عقلا و اہل سنت نے اسی الزام سے ہشام بن الحکم کی طرف اسکی نسبت کو ہی تھی
 کہ وہ اسکے قابل تھے کہ معاذ اللہ خدا جسم ہونے مثل سایر اجسام کے اور وہ صورت
 ہونے مثل سایر صورتوں کا حالانکہ وہ علق پر اوس کی تقریب سے الزام درج ہے

باقی آئندہ

ثم جعلنا الشمس عليه دليلا

سنة ١٢٢٤ هجرية

الشمس

نمبر ١٢ یعنی مشرق عالم لیسما اصلاح کا دو سر از خود پہر کی کو شایع ہوا جلد

عام قیمت محمول عم امر سے صہ اید طیر سید علی دفتر مہلح کچھ وضع سن

التاس

بخدمت جناب مولوی محمد عبدالشکور صاحب دتو فیقاتہ۔

(۱) اگرچہ آپ کے ہمارو ان قوم اس سے خوش نہیں کہ آپ نے شیعہ و سنی کے مناظرہ کی دہلی ہوئی آگ کو سلگانا شروع کیا جس پر مولوی انشاء اللہ خالصا جب اڈیٹر الوطن اور مسٹر عبدالملک شہر اڈیٹر اتحاد وغیرہ آپ کے بزرگوں نے نصیحت بھی کی اور سمجھایا بھی کہ امتہ صحیحہ پر رحم کیجئے موجودہ حالت اتحاد کے زوال میں نہ سعی فرمائے جس سے رہا سہا قومی اتفاق زایل ہو کر اپنے زمانا اور آپ کی ذاتی اغراض کو قومی ضرورت پر مقدم سمجھا تو خیر کوئی مضائقہ نہیں ہم آپ کی قدر دانی کو کافی ہیں۔ مگر ان معروضات کو بغور ملاحظہ فرمائے۔

(۲) مناظرہ میں خوش نتیجہ کو اپنا اصول قرار دینے کے جو بات کہنے لگے اللہ فی اللہ جو مسئلہ لکھے یہ سمجھ کر قیامت آنے والی جو وہاں حساب دینا ہو گا کیونکہ دنیا چند روزہ جو بڑی بھلی سب کی گزر جاتی ہو مگر وہ روز نہایت ہولناک ہو ان نزلت الساعة شیء عظیم وہاں کی فکر سب پر مقدم کیجئے اس مناظرہ کی غرض اتفاق ہو کہ جو امر حق ہو اسے نفع طور پر قبول فرمائے اور ظاہر کیجئے اس میں زید و عمرو کا نہ خیال کیجئے بلکہ نذر رسول کا خیال کرنا چاہئے کہ اوستکا کیا حکم ہے اوستکا کیا فرمان ہے نہ یہ کہ کس نے کیا کہا کیونکہ جو کہہ گیا یا کر گیا وہ اپنا نتیجہ خود بھگت لیگا۔ آپ کو امر حق دیکھنا چاہئے کہ کیا ہے تاکہ اوستکے اتباع سے نجات پاسے اور مواخذہ آخری سے امان ملے۔ اسکو واضح طور پر لکھا

سمجھئے کہ آپ کے اصول مذہب کے زخا کو عدل لازم ہے نہ رسول اللہ کو عصمت اور صحابہ و خلفاء کو عالم سے غیر معصوم بلکہ خطا کار ہیں پس ایسے موقع پر آپ کو تاویل نہ کرنی چاہئے بلکہ صاف صاف اقرار کرنا چاہئے کہ خطا ہوئی۔

۴۴) مخلوقات خدا کی امانت ہے اور ہر صاحب علم اور سکا راعی ہے۔ ایسی فکر نہ ہو کہ خدا کی امانت ضائع جائے کیونکہ یہ خوب معلوم ہے ہر فریق اپنے علماء کی طرف رجوع کرتا ہے سنی عالم اگر کسی شیعہ کو سمجھا یا شیعہ عالم عوام اہل سنت کو تو ہرگز وہ اثر نہیں ہو سکتا جو خود شیعہ عالم اپنے عوام کو سمجھا اور سنی عالم اپنے عوام کو نہ بنا آپ کو اسکا خیال رکھنا چاہئے کہ ایسی باتیں نہ سنائیں جس سے فساد عقیدہ کو ترقی ہو اور اون کے عقاید میں خلل پڑے کیونکہ مہربان گوئی غنٹے نے ہر فریق کو مذہبی آزادی دی ہے کسی مذہب پر سلطنت کا دباؤ نہیں ہے اگر یہ قوم و قبیلہ برادری کا دباؤ بھی بہت بجا رہی ہو مگر زیادہ دیر پائین۔ لہذا ایسی تعلیم نہ دینی چاہئے جس سے آپ کو تصرف یہ فائدہ ہو کہ آپ کی بات در رہی اور اخبار کی اشاعت ہو اور عوام کا یہ ضرر ہو کہ وہ اسی عقیدہ فاساد کے منفقہ ہوں اور ہمیشہ کے لئے اسکا وزر و وبال آپ کی گردن پر رہے۔ مثال کے طور پر یوں سمجھئے کہ آپ اگر حقیقت ائمہ اطہار کو معاذ اللہ برا سمجھتے ہیں جیسا کہ خوارج کا عقیدہ ہے تو میں ہرگز آپ کو روکتا نہیں چاہتا بلکہ نہایت آزادی سے اون کے معائب کو بیان فرمائے مگر بطور واقع جیسا کہ شیعہ آپ کے صحابہ و خلفاء کے مطاعن کو حقیقتہ اور واقعبان کرتے ہیں اور اون کے ثبوت میں آپ کے روایات و احادیث کو پیش کرتے ہیں نہ یہ کہ اپنی روایات سے تو اون کی حقیقت و فضیلت کے قابل رہتے اور یہ بلکہ کہ بنا بر روایات شیعہ لازم آتا ہے اون کے معائب بیان کیجئے جس سے عیارے عوام تباہ ہوں کیونکہ وہ عقیدہ الزامی اور تحقیقی میں خرق نہیں کر سکتے۔ وہ آپ کی تقریروں کو دیکھ کر یہی سمجھیں گے کہ یہی اعتقاد صحیح اور درست ہے کیونکہ باخود ہاکی تفریق نے تو قلوب اون کے پیدہی سے انحضرت سے منفس کیا ہے اور کھٹے کو کھیلے کا پہاڑ کافی ہے لہذا جو کچھ آپ نے بینی و بین اللہ میں سمجھا ہے اسی کو ظاہر کیجئے۔

(۵) جو بحث شروع کیجئے اوکو تمام کر ڈالئے یعنی کوئی حالت منتظرہ اوسکے متعلق نہ چھوڑئے جیسا کہ بحث تحریف قرآن میں کیا کہ جن روایتوں کو آپ کا قاضی احتشام الدین صراحتاً

نصیحۃ الشیعہ میں لکھ چکے ہیں اور نیشن اقوال و روایات کو اپنے بھی نقل کیا اور اس کے جوابات کی طرف نہ متوجہ ہوئے مالا کہ مناسب یہ تھا کہ اس بحث کو پورے طور پر دیکھ کر دیتے کیونکہ نصیحۃ الشیعہ کا جواب بھی لکھ کر ہو چکا ہے اور سب سے بڑھ کر خود کتاب مستطاب مقصداً اللامین میں اسکی بحث نہایت تفصیل سے لکھی گئی ہے مگر آپ نے سب کو نظر انداز کر کے مختلف مقامات پر ایک دو جملے لیا اور عوام کو دکھایا کہ ہم نے جواب دیا اس سے کیا فائدہ ہوا۔ عوام تو ہماری خوش ہو جائیں مگر مذہب کی حمایت ہوئی نہ حق کی کیونکہ فریق مخالف آپکا بھی اور نیشن جوابوں کو پیش کر دیا۔ تو نتیجہ بجز تفصیل حاصل کچھ نہ ہو گا۔

(۶) جب آپ نے اخبار نکالا ہوا اور مناظرہ کی بنیاد ڈالی ہو تو کچھ محنت کیجئے کچھ کتابوں کا مطالعہ فرمائے اس سے کیا حاصل ہوئی تحفہ وہی منتهی الکلام وہی آیات بنیات وہی نصیحۃ الشیعہ ہر جگہ دیکھا جاسکتا ہے جو اب ہو چکا اور آپ، صرف عوام کے دل خوش کرنے کو اور نیشن میں پارینہ کا ترجمہ کرتے رہیں اور اوسے جوابوں کی طرف مطلق توجہ نہیں کرتے حالانکہ ہر بحث کا جواب نہایت تفصیل سے دیدیا گیا ہے۔

(۷) ڈیڑھ صاحب یہ الزام دیتے ہیں کہ ۲ شمس ہمارے پاس نہیں آیا مگر ہم اسکے صاحب میں سب سے ایک کیا کہہ سکتے ہیں کہ یقیناً دفتر اصلاح سے روانہ کیا گیا ممکن ہے اور نہ ہونے کی امید ہو۔ امر تو ایسا ہے تھا کہ پبلک میں لایا جائے بلکہ ایک اطلاعی کارڈ کافی تھا چنانچہ ہم نے بھی چند مرتبہ ڈیڑھ صاحب کو لکھا کہ نمبر ۴ مورخہ ۲۷ رمضان۔ نمبر ۹ مورخہ ۲۸ شوال نمبر ۱۳ مورخہ ۱ ذی الحجہ نمبر ۱۵ مورخہ ۲۱ ذی الحجہ نمبر ۱ مورخہ ۳۱ آرمینین بھی نیا پہلے خط کے ساتھ رسالہ حکمہ الثقلین بھی بھیجا تھا جس میں امام ابو حنیفہ کی نماز کا ثبوت کتب حنفیہ سے دیا گیا تھا اور سبکی رسید نہ بذریعہ کارڈ ملی نہ بذریعہ اخبار پھر دو دفعہ کارڈ میں یہ بھی لکھا کہ اگر یوں زدے سکتے ہوں تو ان نمبروں کو بذریعہ وی پی رو لکھیں مگر ڈیڑھ صاحب نے اب تک نہ بھیجا۔

(۸) اصلی مقصود آپ کا صرف عوام کو خوش کرنا ہو غلط باتوں سے اسوجہ سے کہتے ہیں کہ اصل وجہ اسکی یہ ہوتی ہو کہ ان میں سوائے اگلی گلی کے اور کوئی بات قابل التفات نہیں ہوتی اسلئے وہ ہم سے نفی کیا جاتا ہے اور اگر یہی نتیجہ ہو کہ اسکے جواب میں ان میں سے کوئی نہ ہو تو شائع ہو جائے۔

جس میں کس تبذیب اور متانت سے گفتگو کی گئی ہے مگر اسکا کیا جواب ہو کہ منہ نام شیعہ گالی گلوچ سمجھا جاے اور جب اوڈیٹر کے نزدیک کتاب ہستقضاء الافحام اور عقبات الانوار قابل التفات ہو جس سے خود مولوی صدیق حسن خاندان صاحب مولوی عبدالرحمن صاحب جاجی استدلال اور استناد کرتے ہیں تو وہ سرسری منہ کتاب قابل التفات ہو سکتی ہو کیونکہ عوام کے انہما کے لئے لفظ تبذیر ایسا عمدہ آدہ بنایا گیا ہے کہ جہاں کوئی بات سمجھ سے نکلا اور اوکو تباہ کا خطاب ملا۔ کوئی کلمہ کہا گیا گالی گلوچ ٹھہرا دیا گیا کیسے ہی متانت پسینہ دگی سے کلام ہو مگر وہ دشنام ہے۔ شاہ عبدالغیر زیندا صاحب نے لفظ غیر معتد بنایا تھا یا اور کتب معتادہ اہل سنت سے جسکے لئے جناب حجۃ الاسلام اعلیٰ الحدیث کو صد باور اوراق صرف کرنے پڑے کہ اس کتاب کا معتد ہونا اہل سنت کے یہاں ثابت کیا جائے اور اوڈیٹر صاحب نے ناقابل التفات جملہ بنایا ہو مگر انکو یہ سمجھ کر کہ دنیا اب وہ نہیں ہے جو پہلے تھی۔

(۹) تنقید بخاری کے نسبت بھی ہی جملہ صرف کیا گیا ہے۔ ”ہے تو پہلے ہی اس امر کو ثابت کر دیا تھا کہ تنقید بخاری کے ”مناہین کی طرح قابل التفات نہیں“ مگر تنقید بخاری حصوں پبلک میں شائع ہو چکا اور نقد تنقید کے اوراق لکھنے کے ساتھ شائع ہو رہے ہیں جس سے ہر الفاضل پسند کو معلوم ہو گا کہ صحیح بخاری کس قابل کتاب ہو کیونکہ اسکی ایک روایت بلکہ ایک جملہ بلند آیت ”انہما“ جیسے بخاری صاحب نے لکھا ہے غلطی سے خالی نہیں تو اور کیا امید ہو سکتی ہے۔ اوڈیٹر صاحب اگر صاحب ہمت اور غیرت ہوتے تو تنقید بخاری کا کمال جواب شائع کرتے مگر جہاں سے انہماں نے جواب چھوٹا ہے وہ ایسا ہفتخوان اسفندیار ہے کہ صرف ایک حدیث پر صحیح بخاری کے خود اس کے شارحین نے کس قدر اعتراضات کیے ہیں اور کھینچو تنقید بخاری مضمونہ، نایب ۹۲

۱۰) اوڈیٹر صاحب اس جملہ پر بہت خوش ہو کر لکھتے ہیں ”اوڈیٹر صاحب اصلاح کی یہ عبارت کس عاجزی کو ظاہر کر رہی ہے۔ وہ ہمارے اخبار کی نسبت لکھتے ہیں کہ ”اخبار نہ کو کتاب مستطاب ہستقضاء الافحام“ بی ہدایت و ارشاد کو خاص طور پر شبہ کرنا چاہتا ہے، مگر اوڈیٹر صاحب کو معلوم نہیں یہ کلام اوڈیٹر اصلاح مقبوسہ اور آیات قرآنی سے کہ خداوند علانے فرمایا ہے یدینون لیطغوا نور اللہ یا فوا انہم واللہ متور نوراً ولو کوا الکافر ون پس جب خدا نے اس ارادہ ظاہر فرمایا تو اپنے مخالفین کی طرف سے منسوب کیا تو اوڈیٹر اصلاح نے مگر اس ارادہ کو مخالفین عقبات و

استقصا کی طرف منسوب کیا تو اس سے آپ کو کیا سزا ہو سکتی ہے۔ دیکھئے انہیں تحریروں کا یہ اثر ہو کہ آخر آپ کو باخبر ہو کر اقرار کرنا پڑا ہے میں استقصا والا تمام باعقبات الانوار کی ترویج بالذات مقصود نہیں ہوئے تھے۔ اس لیے اس کا بھی ذکر زیادہ ظاہر کر دیا کہ ان وجوہ و نا قابل التفات ہو۔ ہم بار بار کہتے ہیں کہ اگر آپ کے نزدیک ہر ایک اعتراضات صحیح نہیں ہیں تو آپ صرف اسی ایک اعتراض کا جواب دیکھیے جو ۱۴ رمضان کے روز میں ہونے لگا ہوا ہے مگر آپ ادھر ادھر کی باتوں میں مصغیر کا منہ لگا ڈالتے ہیں اس اعتراض کا نام تک نہیں لینے۔ یہ تقریباً آپ کی خود تباہی ہے کہ انکو کہتے ہیں، ایک سی سی شیل ہے کیونکہ انھیں کی اشاعت مستقل طور پر اسی میں پر مشتمل ہو گئی تھی کہ شاید آپ کچھ خیالات قدم سے کام لینگے اور کتاب استقصا والا تمام کار مستقل طور پر کرینگے۔ جسکی نسبت آپ یہ بھی لکھ چکے ہیں کہ زمانہ غالب علمی میں آپ اسکا جواب لکھ چکے ہیں جسکا خیالی نام قبل از تولد انحصار الاسلام رکھا تھا مگر اس عاجزانہ فقرہ نے تو سب میدو کو خاک میں ملا دیا۔ اگر یہ جانتے کہ آپ کا مقصود رد استقصا نہیں ہے تو لٹھیں کا کیوں اتہام کیا جاتا۔ اصلاح کے اوراق کافی کھے مگر آپ نے غلطی سے لکھ کر کہیں یا اصلاً لٹھیں کو فوراً کتاب رفع ظلمات کیلئے کافی ہے۔

انہوں نے اپنے لٹھیں کے ۳ نمبروں کے انداز تحریر سے نہ سمجھا کہ مناظرہ کا تاریخی حلال جو لکھا جا رہا ہے وہ نہایت بسط طلب ہے اور جسک ایک بحث نہ تمام ہو دوسری بحث کی ابتدا کیونکر ہو سکتی ہے؟ جس پر آپ نے کہا کہ میں لٹھیں کے تین ہی نمبر میں ایک اخبار کے ۳۳ نمبر کا جواب ہو جا جو ایک امر محال ہے یا انہم آپ کی خاطر سے ہم ابتدا ہی سلسلہ کو اس وقت ملتوی کر کے آپ کے ان فقرات: بظرف: موجود ہوتے ہیں جو نمبر ۲۶ میں لکھے ہیں۔ اور انشاء اللہ اتنا حجت نمبر کے ختم نام پر یہ آپ کے دو سے نمبر کا جواب شروع ہو گا تو پھر تفصیلی جواب لکھا جائے گا۔

مناظرہ میں آپ یا یوس نہ ہوں۔ اڈیٹر صاحب نے کتاب مستطاب بحقات الانوار و استقصا والا تمام کے جواب سے فارغ غلطی دیدی مگر ہم آپ کو یقین دلاتے ہیں کہ اگر حیات مستعار نے وفا کی تو اگر وہ جو اکتبہ اشیدہ سے سکوت بھی کرینگے تو ہم استقصا و بحقات الانوار کے مضامین حق آگین اردو میں شائع کرینگے۔ اور جن کتابوں کا نام اہل سنت اس میں مناظرہ میں لے سکتے ہیں سب کی طبعی کھول کرینگے کیونکہ جب صحیح بخاری کی حقیقت مناظرہ ظاہر کی جاتی ہے تو اور کسی کتاب کی کیا اصل ہے۔

حجۃ بالغۃ

جو سلسلہ تاریخ مناظرہ کا اٹھسں نمبر سے شروع ہوا تھا وہ ایک بڑا ذخیرہ تھا جو چند نمبروں میں تمام ہوتا اور دیکھے بعد ان اعتراضات پر تو جبکہ کجانی حسین کتاب مستطاب تصدق و تصدق امام کے ایک فقرہ پر یا فہمی سے اعتراض کیا گیا ہے کیونکہ یہ اعتراض اخبار کے نمبر ۲۲ میں لکھا گیا ہے۔ اور غلطیوں کو خوب معلوم ہے کہ اخبار مذکورہ فقہتہ وار ہے جو ماہ رمضان سے شائع ہوتا ہے اور اٹھسں نمبر ۲۲ جو ۲۲ جو ماہ محرم سے شروع ہوا۔ پھر ۲۲ نمبر ۲۲ نمبر کا جواب ایک دفعہ کیونکر ممکن ہے۔ مگر نمبر ۲۲ کے فقرات ذیل نے ہم کو مجبور کیا کہ اس سلسلہ کو ابھی ملتوی کر کے پہلے اسی کی خبر لیں اور پھر پھر اس سلسلہ کا ہم کین حسین اسی مضمون کا جواب لیں پہلے پھر دیا جائے گا کیونکہ ہلو گون کا کام اور صورت انہیں ہوتا جو امام کو مغالطہ دینا نہیں چاہتے۔ ہدایت و ارشاد سے کام لیں نہ یہ کہ وہ چاہتے اور دوسرے لکھ کر مشہور کرویں کہ فلان کتاب کا جواب ہو گیا حالانکہ ایک حرف بھی جواب نہیں ہوتا۔ لہذا ناظرین سے اہتماس ہے کہ وہ اس تحریر کو صرف انہیں فقرات کو جواب میں سمجھیں جو اڈیٹر صاحب نمبر ۲۲ میں فرماتے ہیں۔ وھوہین!

ہے محقق تصدق کی اس قدر غلطیاں بیان کیں مگر اڈیٹر اصلاح کے نزدیک وہ غلطیاں ہی نہیں ہیں بلکہ اصلاح تو اخلاطون کے پاس بھی نہیں ہے کہ آفتاب نکلا ہو اور کوئی کہہ دے کہ آفتاب نہیں نکلا ابھی رات ہو اور غلطیوں کو جانے دیجئے سب سے پہلی غلطی مولوی حامد حسین صاحب کی جو ۲۲ رمضان کے پر ہے۔۔۔ عن ہم نے بیان کی ہے اسکی نسبت کوئی عاقل کہہ سکتا ہے کہ وہ غلطی نہیں ہے۔

کیا یہ کوئی غلطی نہیں ہے کہ مولوی حامد حسین صاحب نے صحیح بخاری کی حدیث اور ابن جوزی کی حدیث کو ایک کہہ دیا حالانکہ وہ دونوں میں آسمان و زمین کا فرق ہے کہ وہ مناسب ہی نہیں نہ سند ہی دونوں کی ایک ہی سند ہی میں کسی قسم کا اشتراک ہے۔

کیا یہ کوئی غلطی نہیں ہے کہ انھوں نے صرف ابن جوزی کی حدیث صحیح بخاری کی حدیث کو مجروح کہہ دیا حالانکہ وہ خود اس امر کی تصدیق کر چکے تھے کہ ابن جوزی کی حدیث قابل اعتبار نہیں ہے۔ کیا یہ کوئی غلطی نہیں ہے کہ ابن جوزی نے تو صرف اوس حدیث کو منسک کہا تھا مگر مولوی حامد حسین صاحب نے کہہ دیا کہ ابن جوزی اس حدیث کو موضوع کہتے ہیں منسک اور موضوع میں اونکو کچھ فرق نہ معلوم ہوا۔

ہم اب بھی یہی کہتے ہیں کہ استقصاء و جملات دو ذمہ صریح اغلاط سے بھری ہوئی ہیں اور اکثر و بیشتر وہ یہ
 ودانتہ خلاف حق مضامین انہیں لکھے گئے ہیں جن پر غلطی ان ہم نے استقصاء الافحام کی بیان کریں
 وہ ابھی کچھ بھی نہیں ہیں کسی صاحب جو ایک نے آمادہ ہوں تو پھر ہم بھی اور اغلاط پیش کریں گے اور
 اس قدر پیش کریں گے کہ دیکھنے والوں کا دل گہرا جائے۔

ہم پھر اعلان کے ساتھ کہتے ہیں کہ اڈیٹر صاحب اصل میں باجین شیخ بزرگ کو استقصاء الافحام کی
 حمایت کا جوش ہو وہ اور اغلاط سے قطع نظر کہ صرف اسی ایک غلطی کا جواب دیدین جو ۱۳
 رمضان کے ۰۰ میں پیش بیان کی ہے ہم وعدہ کرتے ہیں کہ اگر کسی صاحب اسکا ٹیک
 جواب دیدیا تو پھر ہم بھی استقصاء الافحام پر تسلیم نہ اٹھا دیں گے اور اگر کسی شیخ بزرگ سے یہ نہ
 ہو سکے اور یقیناً نہ ہو سکے گا تو اتنا ضرور ادا نہیں چاہئے کہ پھر بھی اہل سنتہ کے سامنے استقصاء الافحام
 کا نام نہ لیں۔

اڈیٹر صاحب کا جوش خروش بلکہ بد ہوشی ابھی نہیں فرو ہوئی نمبر ۲ میں فرماتے ہیں ہم بار بار
 لکھتے ہیں کہ اگر آپ کے نزدیک ہمارے اعتراضات صحیح نہیں ہیں تو آپ صرف اسی ایک اعتراض
 کا جواب دیدیجئے جو ۱۳ رمضان کے پرچہ میں ہم نے لکھا ہے۔

یہ عبارتیں پکچھو اچھی طرح بتا رہی ہیں کہ اڈیٹر صاحب اپنے ان اعتراضوں کو جو ہم صد خلفا کلمتہ میں
 لا جواب سمجھ رہے ہیں کہ شیعوں سے اسکا جواب ممکن ہی نہیں حالانکہ ایسے پوج اعتراضات ہیں
 کہ کوئی سمجھو اور آدمی تو اسکو منہ سے بھی نہیں نکال سکتا چھو ایک اسپروہ اسقدر ناز ان ہوا اور اپنے
 حریف قوی پوج صاحب حق کو اس کے جواب سے عاجز سمجھے۔ لیجئے اب جواب سنئے۔

پہلا اعتراض آچکا ہے۔ کیا یہ کوئی غلطی نہیں ہے کہ مولوی حامد حسین صاحب نے میمن بخاری کی حدیث
 اور ابن جوزی کی حدیث کو ایک کہہ دیا حالانکہ دونوں میں آسمان و زمین کا فرق جو کہ مناسبت ہی
 نہیں نہ سند ہی دونوں کی ایک ہے نہ متن ہی میں کسی قسم کا اشتراک ہے۔ البتہ اب حدیث
 صحیح بخاری و حدیث موضوعات ابن الجوزی یقیناً ایک ہی حدیث ہے صرف راوی کا اختلاف
 ہے اور اسکی تینہ خود استقصاء میں کر دی گئی ہے چنانچہ فرمایا ہے ابن الجوزی ہیں حدیث را برتہ
 عائشہ وارد است و ما حدیث شیعہ موضوعہ در روایات مکذوبہ معتقدہ داخل کردہ (امجاد کی

ذیل میں زیادہ ہوگی کہ خود اپنے اس کے قائل میں سیوطی کتاب التقیات علی الموضوعات میں حسین
 عاصمہ حدیث تحقیق کتاب الموضوعات ابن جوزی کو لکھا ہے لکھتے ہیں حدیث عائشہ
 رضی اللہ عنہا ان احق ما اخذتم علیہ اجر کتاب اللہ فیہ عمر بن المرمر
 البصری لہ منا کبر عن ثابث الخفاری ولا یعرف قلت الحدیث اخر جہ
 الخادری فی صحیحہ بھذا اللفظ من حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہما
 دیکھئے سیوطی نے ان دونوں کو ایک ہی حدیث سمجھا ہے خواجہ کبیر کہ اس حدیث کو بخاری نے
 اپنی صحیح میں اسی لفظ سے بروایت ابن عباس روایت کیا ہے اگر یہ حدیث تھی اور صحیح بخاری
 کی حدیث اور تو یہ کلام سیوطی کا کیونکر درست ہو اور ابن جوزی پر تعقب کیونکر صحیح
 ہوا۔ ذرا ہوش و حواس درست کر کے کلام کیا کیجئے دیکھئے آپ کے امام سیوطی اور ہمارے
 جناب آیتہ اللہ شاہ ترہاہ دونوں اس حدیث کے اتحاد میں متحد الزوال ہیں صرف فرق یہ ہے کہ آپ کے
 امام سیوطی چونکہ مستقیم بخاری تھے لہذا انہوں نے ابن جوزی کے حکم بالوضع کا تعقب
 اس امر سے کیا کہ یہ حدیث صحیح بخاری میں موجود ہے لہذا موضوع نہیں ہو سکتی اور ہمارے آیتہ اللہ
 شاہ ترہاہ نے یہ ظاہر فرمایا کہ یہ حدیث موضوع ہے کیونکہ ابن جوزی نے اسے احادیث موضوعین
 داخل فرمایا۔ اور یہ ارشاد باوصفیکہ بطور الزام ہے مگر آپ کے امام تحقیق سے بہتر ہے
 کیونکہ کلام سیوطی صرف عقیدت صحیح بخاری پر مبنی ہے حسین ہمیشہ آپ کے محدثین کلام کیا ہے
 اور یہ ابن جوزی سے عالم کی تحقیق سے مستند ہے جو آپ کے بیان ناقصہ موضوعات مانا گیا ہے۔
 اذیر صاحب باق تو فرماتے ہیں کہ دو حدیثیں ہیں اور آپ کے امام سیوطی اسے ایک ہی حدیث
 فرماتے ہیں آپ کے نزدیک انہیں آسمان و زمین کا فرق ہے اور سیوطی کے نزدیک بالکل
 اتحاد ہے۔ آپ کے نزدیک کچھ مناسبت ہی نہیں نہ سند ہی دونوں کی ایک ہے نہ متن ہی میں کسی
 قسم کا اشتراک ہے اور آپ کے امام سیوطی فرماتے ہیں الحدیث اخر جہ الخادری فی
 صحیحہ بھذا اللفظ من حدیث ابن عباس جس سے ظاہر ہے کہ اوکو نزدیک
 متن میں اشتراک کا کیا ذکر لفظ کا اتحاد متحقق ہے۔ ضمیر اخر جہ کو اور اشارہ بھذا اللفظ کو
 بطور ملاحظہ فرمائے۔ ماشاء اللہ آپ کے امام کے لئے ایسا ماموم ہونا ضرور ہے اور پھر آپ اپنی

عش فہمی سے خوردہ گیری کریں۔ برین عقل و دانش بیا بیکریت جناب الابیہ کو تھوڑے
 بون کسی اور ستاد کے سامنے علم حدیث کی تفصیل میں زانو سے ادب کرنا چاہئے اسکے بعد اس
 میں کچھ دخل دیکھتا بھی تو آپ کا اسمین دخیل ہو نا بالکل دخل در غیر مقبول ہو دیکھے آپ اس
 خلیط میں کسی فاحش غلطی کی اگر آپ میں کچھ حیا ہے تو ضرور اپنے وعدہ کو آپ وفا فرمائیں گے
 اور پھر بھی استقصاء الافحام کا نام نہ لین گے۔

دوسرا اعتراض کیا یہ کوی غلطی نہیں ہو کہ اونہوں نے صرف ابن جوزی کی حج پر صحیح کہا
 کی حدیث کو مجروح کہہ دیا حالانکہ وہ خود اس راہ کی تصریح کر چکے تھے کہ ابن جوزی کی حج قابل اعتبار
 نہیں ہے ۲ الجواب افسوس! سخن شناسیخ دلبر اخطا میں نہت۔ پہلے تحقیق و الزام میں
 فرق سمجھے۔ پھر نتیجہ کہ فرق مخالف کا قول کوئی معرض تحقیق میں نہیں لانا بلکہ جسے اس کا
 کلام لایمکا تو معرض الزام میں پھر اسکو سمجھئے کہ اقرار العقلا علی انفسہم حجۃ ابن مراحل کو طو کر کے اب
 سمجھئے کہ جناب آیتہ المدطاب تراہ کلام ابن الجوزی بلکہ کسی عالم اہل سنت کے کلام کو اگر یہ کہے
 باشند تمام تحقیق میں کچھ نہیں سمجھتے البتہ کلام ابن الجوزی دو دیگر علما سے اہل سنت کو الزام مل سکتا
 کیلئے پیش فرمایا کرتے ہیں لہذا اگر جناب مدوح نے استقصا میں ابن الجوزی کا کلام کتاب اللع ضوابط
 سے نقل فرما کر اس کے بنا پر حدیث صحیح بخاری کو موضوع ظاہر فرمایا تو یہی درست ہے اور اگر کتاب
 الانوار مجلد طیر میں بنا برافادات علما سے اہل سنت نہ ارشاد فرمایا کہ ابن الجوزی کی تضعیف حج
 اسنے حدیث طیر کے متعلق کتاب العلل میں کی جو قابل اعتبار نہیں ہے تو یہی درست ہے اسلئے کہ
 دونو کلام مقام الزام خصم میں واقع ہو پس جبکہ علما اہل سنت ابن الجوزی کو اپنے مذہب کا امام سمجھتے
 ہیں اور اس کے اقوال سے احتجاج کرتے ہیں تو اس کے کلام کی بنا پر حدیث صحیح بخاری کو موضوع
 منوایدیا نہیں صحیح ہے اور جبکہ خود ہی وہ اول حج کو بے اعتبار جانتے ہیں تو اون کی افادات
 کی بنا پر اسکی تضعیف کو حدیث طیر میں بے اعتبار ظاہر کرنا بھی درست ہے غیر مقام تحقیق
 الزام میں فرق نہ کرنا یہ تو ایک تصور قوم ہے یا قصد امقالات عوام کے لئے اس سے چشم پوشی
 کر لی ہو مگر یہ تو بتائے کہ آپ کے علما کا یہ کیا حال ہے کہ خود ہی تو ابن الجوزی کی قبح کو ظاہر
 اختیار نہیں جانتے اور پھر خود ہی اسکی قبح پر اعتماد کرتے ہیں بلکہ اترا کمال خوش فہمی سے

ابن حنیس سے احتجاج کرتے ہیں اس موطنی ظلی کا آپ کے پاس کیا جواب ہے۔ ذرا دیکھیے تو کہ
 آپ کے علمائے ابن الجوزی اور اوس کے کتاب کی نسبت کیا کیا لکھا ہے اگر آپ کو زحمت ہو یا
 کتاب میں نہ میسر ہوں تو صرف عجقات الانوار جلد اول حدیث مدینۃ العلم کو منظر (۵۹۱) ص (۶۰۸)
 تک دیکھ جائیں گے کیسے کیسے اقوال ابن الجوزی کے متعلق آپ کے علمائے کبار نے اور کس قدر اوسکی
 حج کو غیر معتبر بنایا ہے با اینہما آپ کے علماء اوسکی حج سے برابر تمسک کرتے ہیں اور شیعوں کے
 مقابلہ میں انہیں اقوال خفیفہ کو پیش کرتے ہیں اب کہئے یہ آپ کے علماء کس عقل اور دانش کے
 ہیں کہ خود ہی تو اوس کی حج کو غیر معتبر کہتے ہیں اور پھر انہیں اقوال کو شیعوں کے سامنے
 بحال زیب و زینت لاتے ہیں دیکھیے آپ کے امام الامامہ شیخ الاسلام ابن تیمیہ نے منہاج
 میں جواب تفسیر یہ والفقہ اذ اھوی لکھا ہے وھذا الحدیث ذکرة الشیخ ابو الفرج
 فی الموضوعات لکن بسباق اخر الخ نیز ابن تیمیہ نے منہاج میں بجواب حدیث انت
 اخی و وصی و خلیفتی من بعدنا و قاضی دینی لکھا ہے قال ابو الفرج ابو الجوزی
 فی کتاب الموضوعات لما روی هذا الحدیث من طریق ابی حاتم البستی الخ
 اور نیز ابن تیمیہ نے بجواب حدیث من احب ان یتسک بقعبۃ الیاقوت
 لکھا ہے و الحدیث الثانی ذکرة ابن الجوزی فی الموضوعات و بین انہ یوسف
 اور نیز ابن تیمیہ نے منہاج میں بعد ذکر حدیث انا عبد اللہ و اخو رسولہ لکھا ہے قال
 ابو الفرج هذا حدیث موضوع و المتھم بہ عباد بن عبد اللہ الخ اور بعد اسکے
 ابن تیمیہ نے متعدد حدیثیں نقل کی ہیں اور انکی قبح میں حج ابن الجوزی سے تمسک کیا
 ہے اور نیز ابن تیمیہ نے منہاج میں لکھا ہے۔ وحدیث مدینۃ العلم و علی باہما اضعف
 واوھی و لھذا الجماعۃ فی الموضوعات وان رواہ الترمذی و ذکرہ
 ابن الجوزی و بین ان سائر طرقہ موضوعۃ اور نیز ابن تیمیہ نے منہاج میں لکھا ہے
 وحدیث رد الشمس لہ قد ذکرہ طایفۃ کالی جعفر الطحاوی و القاضی
 عیاض وغیرھما وعد و اذک من محجزات البصر صلی اللہ علیہ وسلم لکن
 المحققون من اھل الحق بالحدیث یعلمون ان هذا الحدیث کذب

موضوع تیرا ذکر ذلک ابو الفرج ابن الجوزی اس کتاب الموضوعات
کیوں اڈ لکھا صاحب کہاں تو اسکا اقرار کیا جاتا ہے کہ حدیث رد الشمس کو ابو جعفر طبرانی نے
عیاض وغیرہ نے معجزات جناب رسالت مآب سے شمار کیا ہے اور اس کے مقابلہ میں صرف ابن
الجوزی کے کلام سے موضوعیت اسکی ثابت کی جاتی ہے اور سنئے کہ ابن روز بہان نے
ابطال الباطل میں بحوالہ حدیث نور لکھا ہے اقول ذکر ابن الجوزی هذا الحدیث
بمعناہ فی کتاب الموضوعات ص ۷۰ طریقین وقال هذا حدیث موضوع علی
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الخ اور ابن حجر مکی نے سوانح محرمین میں یہ ذکر حدیث
انامیۃ لکھا ہے وقد انظر ب الدامس فی هذا الحدیث فجماعۃ علی انہ موضوع
منہور ابن الجوزی والنوروی وناہیک بھما معرفۃ بالحدیث وطرقہ
اور شاہ ولی الدقرۃ اعینین میں لکھتے ہیں حدیث عنوان تحقیقتا المؤمن جب علی
قال ابن الجوزی لا اصل لہ وقال الذہبی باطل و سند لا منظر اور شاہ
عبدالغیر صاحب تحفہ میں لکھتے ہیں حدیث بخیر روایت جابر ان النبی صلی اللہ علیہ
وسلم قال انما ینتہ العلم وعلی باہما ویزین خبیر مطعون است قال یحییٰ
بن معین لا اصل لہ وقال البخاری انہ منکر ولس لہ وجہ صحیح وقال الترمذی
انہ منکر غریب و ذکر کہ ابن الجوزی فی الموضوعات الخ اور عبدالعلی بن نظام
الدین الاصفاری معروف ب بحر العلوم شرح سنن مولوی روم میں لکھتے ہیں
چون تو بایں آن مدینہ علم آہ اشارہ است باین حدیث انما ینتہ العلم وعلی
بأبھما ما مدینہ علم ہستہ وعلی باب آن مدینانہ واین حدیث را ترمذی وحاکم روایت
کرہ امام نووی و ذہبی بر صحت آن کلام کردہ و ابن الجوزی از موضوعات شمرده است
و اندا علم یہ ایک مختصری فہرست ہے آپ کے اوں علمائے اعلام کی جو ابن الجوزی
کی حجر جو نکو سہر جہ نامتبر جانتے ہیں اور پھر رد فضائل النفس شول جناب امیر المؤمنین
اوسکے اقوال کو مقابلہ اہل حق پیش کرتے ہیں۔

بالجملہ جب آپ کے علم کا یہ حال ہے کہ ایک طرف تو جرح ابن الجوزی کو نہایت زور و شور سے

سے اعتبار کرتے ہیں اور ایک طرف بمقابلہ اہل حق ابن الجوزی کی جرح سے احادیث صحیح
 ترمذی تک کو مجروح و موقوف قرار دیتے ہیں تو کہیں نہ کہہ سکتا ہے کہ جناب آیۃ اللہ
 فی العالمین طالب فزاد کا صحیح بخاری کی حدیث کو جرح ابن الجوزی کے موافق موقوف ظاہر
 کیا درست نہیں ہے حاشا و کلا اب بھی اگر آپ نہ سمجھیں تو آپ کی نا فہمی لاعلاج ہے
 ایک اور دوسری قابل گذارش یہ ہے کہ آپ کے علماء اس قدر ابن الجوزی کی جرح
 کے دلدادہ ہیں کہ خواہ مخواہ لو کہذب افترا ہی کیوں نہ ہو کہہ دیتے ہیں کہ ابن الجوزی
 نے اس حدیث کو موقوف کہا ہے یا اس کو کتاب الموضوعات میں ذکر کیا ہے
 حالانکہ یہ کہنا اون کا بالکل غلط ہوتا ہے مگر وہ اس نسبت کا ذبح کو اوس کی طرف
 بقطع و حتم منسوب کر دیتے ہیں بلکہ اوس سے احتجاج بھی کرتے ہیں دیکھئے شعرائی
 نے کتاب الیواقیت و الجواہر میں لکھا ہے البعث الثالث والاربعون فی بیان
 ان افضل الاولیاء المحمدیین بعد الانبیاء والمرسلین ابو بکر ثم
 عمر ثم عثمان ثم علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین وهذا الترتیب
 بین ہولاء الخلفاء قطعی عند الشیخ ابی الحسن الاشعری
 ظنی عند القاضی ابی بکر الباقلائی و مما تشبہ بالفاضل
 تقدیم علیہ رضی اللہ عنہ علی ابی بکر رضی اللہ عنہ حدیث اند
 صل اللہ علیہ وسلم اتی بطیر مشوی فقال اللهم أنتن باحب
 خلاق الیک یا کل مع من هذا الطیر فاتا لا علی رضی اللہ عنہ
 وهذا الحدیث ذکرہ ابی الجوزی فی الموضوعات وافرغ لہ الحافظ
 اللذہبی جزء ۲۰ وقال ان طرقہ کلہا باطل و اعترض الناس علی
 علیہم کلمہ حیث ادخلہا فی المستدرک اور محمد طاہر گوانی نے تذکرۃ
 الموضوعات میں لکھا ہے فی المختصر اللهم أنتن باحب الخلق الیک
 باطل مع هذا الطیر لہ طرق کثیرہ کلہا ضعیفہ قلت ذکرہ ابو الفرج
 فی الموضوعات اور مطالع قاری مرزا شمس مشکوٰۃ شرح حدیث طیرین گھنتر

بن روایا الترمذی وقال هذا حدیث غریب ای اسناد او متنا ولا مانع من
 الجمع قال ابن الجوزی موضوع اور محمد بن ابی اسحاق الراغبین میں لکھتے ہیں کہ
 ما اخرجہ الحاکم في مستدرک من انہ صلی اللہ علیہ وسلم اتی بطیر مشوی فقال
 اللهم أنتی باحب خلقک الیک یا کل مع من هذا الطیر فانا علم فہو وان
 کان تشبہ بہ الرافضہ وتفضیلہم علیا حدیث باطل ذکرہ ابو الجوزی فی الوصیۃ
 وافردہ الحافظ الذہبی بخبر وقال ان طرفہ کلھا باطلہ واعتزلنا من علی
 الحدیث ادخلہ المستدرک اور شوکانی فواید مجبوعہ میں لکھتے ہیں اللہم أنتی
 باحب الخلق الیک یا کل مع هذا الطیر قال فی المختصر لہ طر و کثیر توکلہما ضعیفہ وقد
 ذکرہ ابن الجوزی فی الموضوعات واما الحاکم فاخرجہ فی المستدرک وحیہ و
 اعتزل علیہ کثیر من اهل العلم ومن اراد استیفاء البحت فلینظر ترجمہ
 الحاکم فی النبیاء حالانکہ ہرگز ابن الجوزی نے نہ اس حدیث کو موضوع تائین نہ کر کیا ہو نہ اسکو
 کہ میں موضوع کہا ہو البتہ کتاب اللعل میں اسکو ذکر کیا ہے جس میں اسکی تصنیف لازم آتی ہے نہ اسکو
 موضوع کہنا اور تصنیف بھی مردود ہے جیسا کہ اسکی تفصیل جناب آیۃ اللطاب تراہ نے بیانات جلد
 طبرین بخوبی کی ہے تعجب ہے کہ آپ نے عبارتیوں اور کتاب طبرین نہ دیکھیں حالانکہ یہ اوسی مقام پر واقع ہے جہاں
 آپ نے چند سطریں بنا اعتباری حج ابن الجوزی کے متعلق نقل فرمائی ہیں تو کون عاقل کہہ سکتا
 ہے کہ آپ نے اوس صحبت کو نہیں دیکھا اور اگر ملاحظہ بھی کیا تو اوصین چندہ سطر و نکو جو متعلق ہے
 اعتباری حج ابن الجوزی کے تہیں وہ عبارتیوں آپ نے مطلق نہ دیکھیں جسے آپ نے علما کا
 اس قدر دلدادہ حج ابن الجوزی ہے ہاں سبجان الدیر بھی عجیب بات ہے کہ شیعہ اگر
 حدیث طبرین مستحکم کریں تو اوسکے رد میں یہ روش اختیار کی جائے کہ کتب موضوعات
 میں بھی اور شرح حدیث و کلام و مناقب کے کتب تک میں اوسکے موضوع کہہ دینے کا احترا
 ابن الجوزی پر کیا جائے اور اس معنی پر ابن الجوزی کا یہ اعتبار ہو جا کہ اونکے خیالی اور فرقی
 حکم بالوضع سے وہ حدیث رو کر دی جائے اگر وہ حدیث صحیح ترمذی ہی کی کیوں نہیں ہو
 اور اس افتراء پر اسی میں کچھ عجیب ہو اور نہ یہ امر غلطی میں محسوب کیا جائے اور نہ اس سے

مطلبا شمر کیا ہے اور اگر ابن جوزی کے صحیح ہو تو واقعی حکم بالوضع سے صحیح بخاری کی ایک مجموعہ
 حدیث رد کی جائے اور اسکو موضوع بتایا جائے تو یہ اور غلطی میں شمار ہو اور اپنے اس خیال
 و غلطی میں پر اصرار نا بخار اور افتخار و روزگار کیا جائے واقعی صحیح و اذالم تستحق فاضل
 آؤ پیر صاحب ایہ مسئلہ تو آپ کے قواعد فقہ حنفیہ سے بہن غلط ہے لہذا آپ کے امام

اعظم اجرت تعلیم قرآن کو درام بتاتے ہیں اور آپ کے امام بخاری نے او نہیں کی رو کیلئے اس ایک
 حدیث کو کراہا ہے اب میں لکھا تو آپ کو جناب آیتہ المدطاب تراہ کاشک کہ ارہونا تہا نہ یہ کہ اس صحیح
 بیجا ہوش و خروش ظاہر کرنا چاہئے جواب تفسیر میں اسکی بحث آئیگی۔ انشاء اللہ۔

تیسرا اعتراض کیا یہ کوئی غلطی نہیں ہے کہ ابن جوزی نے تو صرف اس حدیث کو منکر کہا تھا
 مولوی حامد حسین صاحب نے کہہ دیا کہ اس حدیث کو ابن جوزی موضوع کہتے ہیں منکر اور موضوع
 میں اور کو کچھ فرق نہ معلوم ہوا۔ انجواب جناب میں ذرا کچھ سوچ سمجھ کر کلام فرمایا کیجئے اب
 ابن جوزی نے کتاب الموضوعات میں صرف وہی احادیث لکھے ہیں جو ان کے نزدیک موضوع تصور
 اسے جو سے اگر وہ ہوں نے کتاب الموضوعات کی کوئی حدیث کتاب العلیل میں ذکر کی ہے تو آپ کے
 علمانے او پر یہ اعتراض کیا ہے کہ یہ فعل اور نجات ناقض ہے اسلئے کہ موضوع بحث کتاب الموضوعات
 کا احادیث موضوعہ ہیں اور موضوع کتاب العلیل کا وہ احادیث واہیہ ہیں جو اس حد تک نہیں ہیں
 ہوتیں کہ او پر وضع کا حکم کیا جائے پس ایک ہی حدیث کو کتاب الموضوعات میں اور کتاب العلیل میں

وارد کرنا درست نہیں کیلئے آپ کے امام سیوطی نے لاقی مصنوعہ میں حدیث اولاً و ثانیاً
 علی الموضوع او لکم اسلام علیہ اذہی الملایب کو ذکر کر کے لکھا ہے و العجب من المصنف
 من قال فی المسئل قد وضعوا احادیث خارجة عن الحدیث ذکرتم سمحور ہا فی
 کتاب الموضوعات فانہ اذکر ہنما ما دون ذلک ثم اورد هذا الحدیث و هذا
 بدل علیہ ان متنع عنہ لیس موضوع فکیف یوردہ فی الموضوعات وقد عاتبہ
 لکن ہذا الامر بینہ فقالوا لہ یورد حدیثا و فی کتاب الموضوعات و حکم
 ضعیف یوردہ فی العلیل و موضوع الاحادیث الواہیہ الترتلہ تننت الی
 حکم علیہ بالوضع و ہذا نقض او یہ سخاوی نے فتح المغیث میں لکھا ہے ثم

ما فی فضل حدیث ابن جوزی

ان میں ازجبت ابراد ابن الجوزی فی کتابہ العلیل فقضاہیۃ الاحادیث: لہ اہمیت
 کثیرا ما اوجہ فی الموضوعات. خلاصہ ان سب کا یہی ہے کہ کتاب الموضوعات میں ازجبت
 وارد کرتا ہے جو اسکے نزدیک موضوع ہے اور کتاب علل متنازعہ میں ان حدیثوں کو جو اس میں
 تک نہیں پہنچی ہیں تو اب جس حدیث کو موضوعات میں لکھ چکے ہیں کتاب العلیل میں اس کا
 لانا صحیح تھا جس پر بہت سے حفاظ حدیث نے اس میں کا عیب کیا ہے۔ بالجملہ ابن الجوزی نے
 جب اس حدیث صحیح بخاری کی کہ کتاب الموضوعات میں ذکر کیا تو ثابت ہو گیا کہ ان کے نزدیک
 یہ حدیث محکم بالوضع ہے۔ اب اس امر سے بحث بیکار ہے کہ انہوں نے اس طرح کس لفظ سے کی
 بفظ مشرک یا باللفظ موضوع کیونکہ کتاب الموضوعات میں تو وہ اسی حدیث کو لانا ہے جو اس کے
 نزدیک موضوع ہوتی ہے۔ دیکھئے آپ کے علما اظہار وضع حدیث کے مقام میں صرف اتنا لکھ دینا
 کہ ذکر لہ ابن الجوزی فی الموضوعات کافی سمجھتے ہیں جیسا کہ عبارات سابقہ فقرہ سے
 ظاہر ہے اور میں نے اس کا یہی ذکر کیا ہے کہ یہ کتاب صرف موضوعات کے بیان کے لئے تصنیف ہوئی
 اس میں مصنف کسی حدیث کو صرف داخل کر دینا اسکے حکم بالوضع کے لئے کافی ہے اور اس سے
 جناب آیتہ العظمیٰ نے بھی اظہار موضوعیت میں اس حدیث کے یہ الفاظ تحریر فرمائے۔
 ابن الجوزی میں حدیث، کہ بروایت عائشہ وارد است در احادیث مشیئہ موضوعہ و
 روایات مکذوبہ مختلفہ داخل کردہ اور یہ نہیں ارشاد فرمایا کہ ابن جوزی این حدیث را موضوع
 نیگویند مالا نکہ اگر یہ بھی فرماتے تو درست تھا اس لئے کہ کتاب موضوعات میں ذکر کرنے کے یہی
 معنی ہیں کہ حدیث موضوع ہے۔ بہر کیف ابن الجوزی کا اس حدیث کو کتاب الموضوعات
 میں صرف ذکر کرنا ہی حکم بالوضع میں اس کے کافی تھا چہ جائیکہ انہوں نے اس کی تائید کے
 لئے ابن عدی سے نقل کیا ہے کہ اس کے ایک راوی عمر کے لئے مناکیر ہیں اور دوسرا
 راوی ثابت معروف نہیں ہے اور خود حدیث منکر ہے چنانچہ اصل عبارت کتاب الموضوعات
 کی یہ ہے قال ابن عدی روی عمر بن الخطاب البصری عن ثابت الخفاد عن ابن
 ابی ملیکہ عن عائشہ قالت سألت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن
 کسب المعلمین فقال ان احق ما اخذ علیہ لا یحس کتاب اللہ قال

ابن عدی لعصر و احادیث مناکیر و ثابت لا یعرف و الحمد یتشکر
 اب یہاں سے اور بھی بخوبی ظاہر ہو گیا ہے۔ ایک خوش فہمی ہے جو آپ ابن الجوزی کی طرف اس
 کی نسبت کرتے ہیں کہ انہوں نے اس حدیث کو منکر کہا ہے حالانکہ انہوں نے درحقیقت یہ
 قول ابن عدی کا نقل کیا ہے اور خود تو وہ اس حدیث کو موضوع ہی سمجھتے ہیں چنانچہ اس پر سے
 ان پر آپ کے علماء کو غیظ ہے کہ کیوں انہوں نے ایسی حدیث کو جو بخاری میں ہے موضوعات میں
 داخل کیا چنانچہ اپنے کتاب التقیبات میں سیوطی کی عبارت پہلے ملاحظہ فرمائی جس میں انہوں نے
 بجز حدیث صحیح بخاری حکم ابن الجوزی کا تعقب کیا ہے اور فرمایا ہے کہ اس حدیث کو اپنی
 صحیح میں اسی لفظ سے روایت ابن عباس فرمایا ہے اور سیوطی نے صدر کتاب التقیبات
 میں کبھی اسکی شکایت کی ہے چنانچہ ذکر کتاب الموضوعات میں لکھتے ہیں و وجدت فیہ
 حدیثا من صحیح البخاری من روایۃ حماد بن شاکر و آخرتہ فی البخاری من
 روایۃ صحابی غیر الذی اور حدیث عنہ یہ اسی حدیث کی طرف اشارہ ہے کہ اسکو بخاری
 نے ابن عباس سے نقل کیا ہے اور ابن الجوزی نے بروایت عائشہ وارد کیا ہے اور شکایت
 اور علماء نے بھی نقل کی ہے چنانچہ علامہ ابراہیم کروی نے المسالك الوسط الدانی من بہ ذکر
 کتاب الموضوعات نقلا من المیسوطی لکھا ہے و وجدت فیہ حدیثا من صحیح البخاری
 من روایۃ حماد بن شاکر و آخرتہ فی البخاری من صحابی غیر الذی اور
 عندہ بالحدیث یہ اور ہرگز محل شک نہیں ہے کہ ابن الجوزی کے نزدیک یہ حدیث موضوع ہے اور ہرگز
 ابن الجوزی کے کلام سے اس کا خلاف ثابت نہیں ہوتا۔ اور ہم ابھی عرض کر چکے ہیں کہ یہ
 ایک خوبی فہم ہے کہ اس حدیث کو منکر کہنے کو آپ ابن الجوزی کی طرف منسوب کرتے ہیں حالانکہ
 وہ اس منکریت کے ابن عدی سے ناقل ہیں نہ کہ خود قابل ہوں اور اگر بالفرض تسلیم ہی کر لیا
 جائے کہ خود انہوں نے اس حدیث کو منکر کہا ہے تو یہی یہ موضوع ہونیکے منافی نہیں ہو سکتے
 لہذا بعض متاخرین کی اصطلاح میں منکر غیر موضوع ہے والاقدام کے کلام میں برابر منکر بجائے
 کذب کے مستعمل ہے اور اگر آپ کو کچھ شک ہو تو فرما برہان مہربانی صحیح مسلم کے دیباچہ
 میں ناظر فرمائیے کہ مسلم صاحب کتاب جلیل کیا منکر مانگا ہے و دلالت التمسۃ علی غیر الخ

المنکر من الاخبار کفود لالة القرآن علی نفس خبر الفاسق و
 هو الاثر المشهور عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من حدیث
 عنی بحديث یرى انما کذب فهو احد الکاذبین حدثنانا ابو بکر بن ابی
 نافع عن شعيب بن عمار عن عبد الرحمن بن ابی لیلی عن سمرة بن جندب
 صح وحدثنا ابو بکر بن ابی شیبة ایضا قال ناوکیع عن شعبه وسفین
 عن حبیب بن میمون بن ابی شیبہ عن المغيرة بن شعبه قال قال
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ذلک وحدثنا ابو بکر بن ابی شیبہ قال
 ناخذنا عن شعيب صح وحدثنا محمد بن المنذر و ابن بشار قال احداثا
 محمد بن جعفر قال ثنا شعبه عن منصور بن ربيع بن خرا من انہ سمع علیا
 رضی اللہ عنہ یخطب قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا تکنوا علی
 ظن من ینکذب علی یلم النار وحدثنی زهير بن حرب قال نا اسمعیل بنی
 ابن علی عن عبد العزیز بن صهیب عن انس بن مالک قال انہ لیسفوان
 احد تکلم حدیثا کثیرا ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال من تعد علی
 کذبا فلیتبوء مقعده من النار وحدثنا محمد بن عبید الغری
 قال ثنا ابو عوانہ عن ابی حصین عن ابی صالح عن ابی هريرة قال قال
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من کذب علی مقعدا فلیتبوء مقعده
 من النار وحدثنا محمد بن عبد اللہ بن غیر قال لنا ابی قال ثنا سعید بن عبید
 قال نا علی بن ربیعۃ الوابی قال ابی تبت المسجد والمغیرۃ ایدر الکوفة قال
 فقال المغیرۃ سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول ان کذبا علی
 لیس کذب علی احد فمن کذب علی مقعدا فلیتبوء مقعده من النار
 وحدثنی علی بن حجر السعدی قال نا علی بن سہر قال نا محمد بن قیس
 الاسدی عن علی بن ربیعۃ الاسدی عن المغیرۃ بن شعبه عن النبی
 صلی اللہ علیہ وسلم قتله ولم ینکر ان کذبا علی لیس کذب علی احد

اس عبارت سے بہ حد احتیاط ظاہر ہے کہ حدیث منکر اور موضوع ایک چیز ہے جب تو مسلم نے
 بخیر نہ کیا دلت اللہ منہ علیٰ نفیہ و آیتہ المنکر مومن الاخبار اور دلیل میں وہ احادیث
 بیان کئے جن میں احادیث کا ذکر ہے۔ ایت کرنے یا ارتحاب کذب کرنے کی مخالفت ہو پس اب کوئی شبہ
 نہ رہا۔ اصطلاح قدیمین منکر و کذب ایک چیز ہے اور کذب و موضوع کا اتحاد اظہر من الشمس و امین
 من الالاس ہے پس اگر حدیث متنازع فیہ کو ابن عدی نے منکر کہا جیسا کہ اہل تحقیق ہی یا ابن جوزی
 نے منکر کہا جیسا کہ آپ کا فرعون ہے تو کیا منافی ہوا اس کے کہ موضوع ہونے سے بلکہ عین
 نہایت اسکی وضع کا ہوا لیجے جناب وہ اعتراض ثالث آپکا جسکو آپ شاید ثالث یا غیر
 سمجھتے ہوں گے شراکتہ نکلا اور ظاہر ہوا کہ آپ سے لفظ منکر کے معنی سمجھنے میں غری
 منکر غلط ہوئی اور آپ نے یہ نہ جانا کہ عبارت کتاب المومنین میں اسکے کیا معنی ہیں
 نہ جانتے چونکہ آپ نے ایک وعدہ کیا ہے اور اسکی وفا کی بابت یہی آپکا تجربہ کرنا ہے لہذا
 ہم اسوقت اور کچھ نہیں کہتے والا آپ کو معلوم ہو جاتا کہ آپ سے غلطی کے قرار واقعی
 کیونکر لیا جاتی ہے اور انشاء اللہ ۲ شمس کے آئندہ ہنرمین جب آپ کے ہنرمین کا جواب
 شروع ہو گا تو پھر اسکی تحقیقات کی جائے گی۔

اب دیکھنا چاہئے کہ اوطیر صاحب ان جوابوں کے بعد اپنے وعدہ کا ایفا کرتے ہیں۔ یا
 پھر وہی جملہ ناقابل التفات ذہن شریف سے نکلیگا۔ والسلام علی من اتبع الهدی

تقدیم

سلسلہ کے لئے ملاحظہ ہو الشمس جلد ۲ صفحہ ۶

اور بہت سا حصہ قرآن کا ضائع ہو چکا اب لوگوں کے کہنے سننے پر آپ کے خلیفہ اول نے توجہ کی اور در بدر پھر ایک ایک سے پوچھ کر قرآن جمع کیا جس پر آپ کے ابن مسعود فرماتے ہیں کہ اگر ہر حکومت ملتی جو ان لوگوں کو ملی تو ہم بھی انکے قرآن کے ساتھ وہی کرتے جو انھوں نے ہمارے قرآن کے ساتھ کیا۔

کیونکہ صاحب اسی طرح کے قرآن جمع کرنے پر آپ کو نازش ہے۔ اور اسی پر ایک یورپو سے ہے جس طرح کوئی شیعہ یا شیعوں کا کوئی پیشوا حفاظت قرآن میں اہل سنت کا شریک نہیں۔ سالانہ ایک کو خوب معلوم ہے کہ آپ کے اسلاف نے اس قدر غلطیاں اس میں کی ہیں کہ آج تک آپ کے علماء پر رور ہے ہیں اور پھر آپ پر پیارے عوام کی فریب دہی کے لئے اس قسم کی تقریر کر رہے ہیں۔

الشمس کے آئینہ بنوں میں جہاں کھرہفت کی بحث ہو وہاں پوری تفصیل اسکی کی جا چکی اس وجہ سے اسی جملہ پر اکتفا کیا گیا کیونکہ آپ نے بھی تنقید بخاری کے اس بحث تحریر قرآن کا جواب یہی کہہ کر لیا دیا ہے۔

پھر لکھتے ہیں کہ جس قدر علوم و فنون شرعیہ میں سب کی خدمت میں اہل سنت فرود ہیں۔ یہ ایسا دعویٰ ہے کہ راستی کی بوجھ سے صحیح نہیں کیونکہ حدیث "العلم وسیلۃ الی اللہ" اور خود علمائے اہل سنت نے اپنی اکثر تصانیف میں اسکو خوب ثابت کیا ہے کہ اہل سنت کے تمامی علوم کی انتہا جہاں یہ تک پہنچا تک کہ اسی فرقہ سے امام ابو حنیفہ کی والدہ ماجدہ کو اون کے بیٹوں نے حرم محترم جناب امام محمد باقر تک بھجو پنا یا۔ پھر یہ کیسی ہے کہ امام شافعی نے جو کہ خدمت علوم و فنون شرعیہ سے شیعوں کو نکالتے ہیں حالانکہ دنیا میں جس قدر علوم میں وہ بہت مشہور بزرگان شیعوں کی بدولت اگر اختصار نہ مانع ہوتا تو ہم انکو بتا دیتے کہ آپ کا یہ قول صحیح راستی سے کہنے کا صلہ پر از راہ تعصب واقع ہوا ہے۔

پھر لکھتے ہیں اور گویا یہ کہ صحیح بخاری کو آپ بخاریوں سے بھرا ہوا فرماتے ہیں یہ بھی تو قیاسی بات نہیں ہے اس سے پہلے آپ کے قدام قرآن عظیم کو بخاریوں سے بھرا ہوا فرماتے ہیں۔

کہ آپ لوگ کسی طرح اس منہ سے باز نہیں آئے کہ صحیح بخاری کو ہمسرہ قرآن بنا لیں حالانکہ یہ کمال صحیح ہے
 جو جس کا کوئی مسلمان نہیں تصدق کر سکتا۔ صحیح بخاری کے جملے اسقام و آلام ہونیکے مدعی مصنف
 متفقین ہی نہیں ہیں جنہوں نے قرآنی آیہ یخبرنا علیہ من الخلق سے اپنا مقصد کس طرح سن سونے سے
 ثابت کیا ہے کہ احادیث متفق علیہ میں الفرقین کو علیہ کر کے گویا مردہ کو زندہ کیا۔ بلکہ وہ علمائے
 اہل سنت جیکے اقوال و اعتراضات تنقید میں نقل کئے گئے سب ہی اوسکی حالت پر درویش ہیں
 کہ ایسی گتھیان بڑی ہوئی ہیں جو کسی طرح سلجھتے ہی نہیں۔ رہا قرآن مجید کی نسبت ایسا خیال
 جسے حضرت عثمان اور عائشہ کا قول مذکور ہو چکا اور آپ کے امام تلمسانی تو فرماتے ہیں قرآن عظیم
 تمامہ شرک کی تعلیم دیتا ہے جیسا کہ بعد العلوم نواب صدیق حسن خان میں مرقوم ہے کہ مارواہ لانا نام
 ابن تیمیہ و التلمسانی اذ قال وقد قرأ علیہ العفصوس وقیل لہ ہذا کما یخالف اللہ ان فقال ان
 القرآن کلمہ شرک و انما التوحید قولنا ص ۵۷۶ چونکہ ان امور کی تصریح آئندہ تفصیل آسکا لہذا ہم
 اوس سے تعریف نہیں کرتے۔

پھر لکھتے ہیں صحیح بخاری کو اہل سنت نے اصح الکتب کا خطاب بہت کچھ جانے پر تال کر نیکے
 بعد دیا ہے، مگر تنقید بخاری نے اچھی طرح بتا دیا ہے کہ فضل خدا سے ایک حدیث بھی ترا
 سے خالی نہیں چونکہ پہلا حصہ اوسکا چھپ کر تمام عالم میں مشہور ہو چکا ہے لہذا اس میں گفتگو کی
 ضرورت نہیں سب کے سامنے اوسکے اجزا موجود ہیں جسے ہر شخص دیکھ رہا ہے کہ خود پہلی حدیث
 انما الاعمال بالنیات کو چسپہ بقول آپ۔ کہ اکابر کے مثلث دین یا ربیع دین کا مدار ہے
 امام طبری نے بعض طرق پر مردود کہا ہے اور آخری حدیث میں جو امام بخاری نے اپنی محدثیت
 کا کمال دکھایا ہے وہ کس سے منفی ہے۔

اڈیٹر صاحب ہر خود حیرت تھی کہ علامہ محمد فخر المحکمہ امام لہ العالی نے صحیح بخاری کے
 تنقید پر کیوں توجہ کی جو ایک نہایت نفیس کتاب ہے اور بعض صاحب کا خیال تھا کہ کام بہت
 بڑا ہے لہذا نہایت مشکل اور پہر فائدہ اس کا کم۔ مگر جناب فخر المحکمہ ہی فرماتے رہے
 جنگ جمل مستم و صوف ادنیٰ کے بیرون کا پے ہونا باقی ہو و اتم مدوح کا خیال نہایت بڑی
 لہذا مصلحت نے اوس کام کا ارادہ کیا ہے جسکا بعد پھر رنگ و روشہ بھی فساد کا دنیا میں رہے

جز آہ اللہ عنا وعنہ الامام خیرا۔ اصح الکتب کا لقب تو ایک بیان یا حدیث پر آتا کہ
 اللہ کی عظمت و شای کا کراہی تک یہ نہ محقق ہو کہ اس لقب پر مستحق کون ہو سکتا ہے یا نہ یہ معلوم ہو
 کہ کون کون سا لقب اس کے لئے مناسب ہے۔ بلکہ آج کل کے علماء نے اس پر اس قدر غور کیا ہے کہ ان کے لئے یہ
 اصح صحیح و موطا مالک ظفر الامالی مثلا جس سے معلوم ہو کہ امام شافعی کے نزدیک اصح
 الکتب مولائے امام مالک ہے۔ اور خلف میں اکثر ان کا قول یہ ہے وروی عن الخافظ ابی
 علی الیسا بوردی استناد الحاکم ان قال ماتحت ادیر السعاء کتاب اصح الکتب
 صحیح کتاب مسلم ظفر الامالی ص ۹۵

پس جب عہدہ اصح الکتب میں کتابوں میں دائر ہے تو اڑھائی کا یہ کہنا کہ صحیح بخاری اصل
 نے اصح الکتب کا خطاب بہت بجا بیخ برتل کرنے کے ہو دیا ہے، کہاں تک صحیح ہے۔ میں
 نہیں کہہ سکتا۔ کیونکہ آپ کے اکثر محققین کا میلان صحیح مسلم کی طرف ہے یا بخاری خود شاہ
 عبدالغفر صاحب نے بھی طعن متعین میں کہا کہ نزد اہل سنت صحیح ترین کتب صحیح مسلم است
 اور آپ کے استاد ابو الحسنات مولوی عبدالحی صاحب تذکرۃ الراشد میں فرماتے ہیں
 ولاشک ان اشتمال الکتب الحدیثیہ علی نفس الامار من دون خلط
 ۱۲۱۲۱۲ اخبار میں جہا علیہ مداد ما من الکتب المختلف المخلوطہ

بالاحادیث واد۱۲۱۲۱۲ الائمة المتبوعہ ولذلك فضل جمع منهم
 صحیح مسلم النیسا بوردی علی صحیح البخاری و انکان صحیح البخاری مفضلاً
 علیہ بحسب الصحة و الجودۃ باتفاق الائمة انظر الی قول الخافظ
 ابن حجر فی مقدمہ شرحہ لصحیح البخاری المسیم بفتح الیادی الذی
 ینظر لہ من کلام ابی علی النیسا بوردی ان قدم صحیح مسلم المعنی
 عزہ بایرجع الی ما فی تصدیق من الشرائط المطوبۃ فی الصحیح و الذی
 فان مسلماً صنف کتابہ فی بلادہ فی حیاء کثیر من مشائخہ فكان یتحسب
 ذالک لفاظ و یتحسب فی السیاق و لا یتصدی لما یتصدی البخاری
 من استنباط الاحکام لیبوب علیہا ویلزم من ذالک تقطیع
 الحدیث فی ابواب بل جمع المسلم الطریق کما فی مکان واحد و انما

علی الاحادیث دون الموقوفات قلنا یمرح علیہا الا فی بعض المواضع
 علی سبیل الشذوذ تبعاً لا مقصوداً والی قولہ قرأت فی فہرست ۲ بی
 محمد القاسم قال کان ابو محمد بن حزم یفضل کتاب مسلم علی کتاب البخاری
 لان لیس فیہ — بعد خطبۃ الاحادیث السرفا فحقی والی قولہ و
 من ذلک قول مسلم بن قاسم القرطبی وهو من اقراز الدار قطری قال
 لم یصنع احد مثله فهذا محمول علی حسن الوضع وجودۃ الترتیب یعنی
 یعنی ایسین شک نہیں کہ جو کتاب شامل ہو صرف حدیثوں پر وہ بہتر ہے اوس کتاب کے
 جیسے اور ایسے کی رائے اور اقوال بھی اونکے درج ہو۔ ایسے جو بہت سے لوگوں نے
 ترجیح دیا ہے صحیح مسلم کو صحیح بخاری پر۔ اگر صحیح بخاری کو اوس ترجیح ہو سکتی ہے وجودت
 دیکھو کلام حافظ ابو علی سیاق پوری کو جو تقدیم دیتے تھے صحیح مسلم کو صحیح بخاری پر مگر نہ بوجہ
 صحت جسکی سہو فکر ہو بلکہ اس وجہ سے کہ مسلم نے اپنی کتاب تصنیف کی تھی شہر میں
 اور زمانہ حیات میں اپنے اوستا دون کے۔ ایسے جو سے وہ الفاظ اور سیاق میں بہت
 احتیاط کرتے تھے اور اونکو اوس بات کی فکر نہ تھی جو بخاری کا مطلب تھا استنباط
 احکام سے جب پروہ اپنے ابواب کو ترتیب دیتے اور اوس سے فکر نہ کیا کہ اگر باحدیث
 کا لازم آتا ہے۔ بلکہ مسلم نے کل طرق کو ایک جگہ جمع کر دیا ہے اور صرف حدیثوں کو لایا ہے
 نہ موقوفات کو الا شاذ و نادر۔ پھر دیکھو قول ابو محمد قاسم جو کہتے تھے کہ ابو محمد بن حزم
 فضیلت دیتے تھے مسلم کو بخاری پر کیونکہ بعد خطبہ اوس میں صرف حدیث ہی ہے پھر
 دیکھو قول امام سلیمان قاسم کہ وہی امام ہیں جنہوں نے بخاری کے ابو الحسن مدائنی کے
 کتاب کے جو رائے کا حال لکھا ہے دیکھو تنقید بخاری ص ۱۱ جو مہسران امام دارقطنی سے
 ہیں کہ وہ کہتے ہیں کہ مسلم کو صحیح مسلم کو صحیح بخاری سے نہ بنائی۔
 دیکھئے کتنے معایب نکالنے کے کہ صحیح بخاری میں۔
 (۱) صرف حدیثیں رسول اللہ ہی کی ایسین نہیں ہیں بلکہ اور لوگوں کے اقوال بھی ہیں
 جو شان کتاب حدیث کے خلاف ہے بخلاف صحیح مسلم۔

(۶) صحیح بخاری کی ترتیب میں بہت بے احتیاطی ہوئی ہے بخلاف صحیح مسلم کے۔
 (۷) صحیح بخاری میں حدیثیں ملکر وہ ملکر وہ کر دی گئیں تاکہ اپنے مقرر کئے ہوئے ابواب میں
 لائیں۔ بخلاف صحیح مسلم کے کہ اوسین کل طرق حدیث جمع کر دئے ہیں۔
 (۸) صحیح بخاری میں بہت سے موقوفات ہیں بخلاف صحیح مسلم کے اوس میں کل
 حدیثیں الاشاذ و نادور۔

(۹) ابن حزم کہتے ہیں کہ صحیح مسلم میں خطبہ کے بعد صرف حدیثیں ہیں بخلاف صحیح بخاری کے۔
 غرض ابو علی نسیا پوری ابن حزم۔ ابو محمد قاسم۔ امام مسلم بن قاسم سب کے سب
 صحیح مسلم کو افضل جانتے ہیں صحیح بخاری سے۔
 ابن حجر نے جو قول حافظ ابو علی نسیا پوری نقل کیا ہے اوس میں سے ایک جملہ حذف کرنا
 جو ابو رہی بخاری کی کتاب پر روشنی ڈالتا ہے وہ جملہ بہ نقل علامہ سیوطی یہ ہے۔ بخلاف
 البخاری فیہ بالکتب الحدیث من حفظہ ولم یمنہ الحافظ من رواۃ و
 لهذا دجا یعرض لہ الشک صفحہ ۲۰

یعنی بخاری نے زیادہ تر حدیثوں کو اپنی یادداشت پر لکھا ہے اسی وجہ سے اکثر اونکو شک عارض
 ہوتا ہے پس جس کتاب کی یہ شان ہو اس کے نسبت یہ دعوے کیسا عجیب ہے۔

ان صاحب یہ نہ سمجھے گا کہ صحیح مسلم کو صحیح بخاری پر فضیلت دہی گئی ہے بلکہ آپ کے علمائے
 تو صحیح ترمذی کو ان دونوں سے افضل کہتا ہے جیسا کہ ملاحظہ علی قاری مجمع الوسیائل شرح مسائل میں
 فرماتے ہیں لعل عن الشیخ عبدالمد اللصقاری انہ قال جامع الترمذی عندی النفع من کتابی البخاری
 و مسلم۔ اور شاہ عبدالغیر صاحب بستان الحدیثین میں فرماتے ہیں ”دین جامع بہترین کن کتب
 است بلکہ بعض وجوہ و حیثیات از صحیح کتب حدیث خوبتر واقع شدہ باور ازین کہ کیا بخاند ہر کہ
 میں کتاب یا شہ نہیں گو یا درخانہ او پیغمبر است کہ علمی کند۔ یحزاب کیونکر اس کا دعوی
 کر سکتے ہیں کہ اول منتسب ہے جائے پتال کر کے اہم الکتب کا خطاب صحیح بخاری کو دیا جو حالانکہ خطاب
 تو دعویٰ کیونکر ہے کہ تمام اول تا آخر کتاب سے اول جب صحیح ترمذی کو نبی کا خطاب دیا گیا تو پھر اس
 کتاب کی کیا حقیقت رہی۔ اب آگے بڑھئے تو سنن ابو داؤد کی تعریف میں یہ الفاظ لکھے ہیں
 سنن و فیض القدر میں لکھتے ہیں ولما صنفہ صارا لہ لابل الحمد بیث کا المعنی اور مفتاح کتبہ ان اب

ابن جریر کتاب السنن ابو داؤد و کتاب السنن ابی داؤد و محمد الاسلام حسن سے معلوم ہوا کہ کتاب سنن ابو داؤد و مثل قرآن کے ہر تو یقیناً وہ افضل ہے کتاب صحیح بخاری سے جسکی نسبت اصح الکتب بعد کتاب الباری کہا جاتا ہے کیونکہ سنن ابو داؤد و مثل قرآن ہے۔ پھر نیز کتاب اسکے اذنا کو تھے ہیں دو صحیح بخاری کو اہل سنت نے اصح الکتب کا خطاب دیا ہے۔ چنانچہ کتاب کے بعد دیا ہے۔ کیونکہ جہاں اس قدر اختلاف ہو کہ ایک کتاب اصح الکتب بعد کتاب الباری بنائی جائے تو دوسری کتاب کو رسول خدا کا خطاب ملے اور تیسری کتاب ہمسہ قرآن بنائی جائے وہاں ایسا بے سرو پا دعویٰ کیونکر کیا جاسکتا ہے اور کون شخص اسے قبول کر سکتا ہے۔

احوال مصنفین صحیحین کہ ہم اسکو بھی دیکھتے ہیں کہ امام بخاری اور امام مسلم اپنے زمانہ میں کیا شان رکھتے تھے جس سے ان کتابوں کی حالت بھی ظاہر ہوگی۔ میں یہاں مختلف اقوال ان کے اسلاف کے لکھ دیتا ہوں جس سے ناظرین خود فیصلہ کر لیں گے۔

<p>یعنی امام ابو زرہ اور ابو حاتم نے روایت اپنے شاگرد محمد (امام بخاری) سے ترک کر دیا تھا پھر جب تک لفظ کے کہا عبد الرحمان بن حاتم نے کہ ابو زرہ نے اون سے روایت کرنا چھوڑ دیا تھا بسبب اسکے جو ان سے سرزد ہوا محنت میں۔</p>	<p>ابو اسحاق بن عمار صحیح ابن ماجہ سے روایت کیا کہ ابو زرہ نے ابو حاتم سے روایت کرنا چھوڑ دیا تھا بسبب اسکے جو ان سے سرزد ہوا محنت میں۔</p>
--	---

ابو اسحاق بن عمار صحیح ابن ماجہ سے روایت کیا کہ ابو زرہ نے ابو حاتم سے روایت کرنا چھوڑ دیا تھا بسبب اسکے جو ان سے سرزد ہوا محنت میں۔

اگر اسی درجہ برتفاعت ہوتی تو بھی کچھ میرا آ کر افسوس کہ اون لوگوں نے اس سے بھی قوی کی اور حکم لگا دیا گیا کہ بخاری بدعتی ہے جو شخص ان کے پاس جائے گا وہی بدعتی سمجھا جائیگا چنانچہ علامہ ذہبی سیر النبیین قول امام ذہبی نقل کرتے ہیں۔ (باقی آئیدہ)

در بیان حقایق

حدیث مبارکہ کی اول کتاب کا حصہ

تشریح تمام حدیث بکلیت

میں ہے۔ اس کتاب میں تمام حدیثوں کی تشریح ہے۔ اس کی بنا پر پورا دارالعلوم دیوبند میں
میں اس کتاب کی تالیف ہوئی اور وہ اس وقت تک نہیں ہوئی ہے۔

اس کتاب کی تالیف میں اس نے جو حقائق بیان کیے ہیں ان سے ظاہر ہے کہ
اس کتاب کی تالیف میں اس نے جو حقائق بیان کیے ہیں ان سے ظاہر ہے کہ
اس کتاب کی تالیف میں اس نے جو حقائق بیان کیے ہیں ان سے ظاہر ہے کہ

اس کتاب کی تالیف میں اس نے جو حقائق بیان کیے ہیں ان سے ظاہر ہے کہ
اس کتاب کی تالیف میں اس نے جو حقائق بیان کیے ہیں ان سے ظاہر ہے کہ
اس کتاب کی تالیف میں اس نے جو حقائق بیان کیے ہیں ان سے ظاہر ہے کہ

اس کتاب کی تالیف میں اس نے جو حقائق بیان کیے ہیں ان سے ظاہر ہے کہ
اس کتاب کی تالیف میں اس نے جو حقائق بیان کیے ہیں ان سے ظاہر ہے کہ
اس کتاب کی تالیف میں اس نے جو حقائق بیان کیے ہیں ان سے ظاہر ہے کہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
الاستفسار

بہشت | بابت ماہ جمادی الاول ۱۳۳۲ھ | جلد

تحریر کی تمام شد لیکھنے کا نام

یہ فقرہ زبانِ زخوام و عوام پر درناز بران کن کر خریدار است، اسی بنا پر ہمارا وہیانا اجنبی
میں کو ہم استفسار کی عالمک روشنی میں دیکھنا چاہتے ہیں اور وہ اکی روشنی میں شہری نہیں

سنا کر دیکھو روٹھ کر یہ سنا تا ہے ملاحظہ ہو نمبر ۳۱
"ہم نے نظر کو آگاہ کرتے ہیں کہ استفسار کے متعلق ایک حرف لکھنا بھی ضروری نہیں
تا وقتیکہ ڈیڑ صاحب ہماری اصلی باتوں کا جواب ہے یا اس امر کو ظاہر کر دیں کہ ہم... کا جواب نہیں
دیتے بلکہ ہم جدید مباحث لکھتے ہیں اور انکا جواب جاتے ہیں۔"

ناظرین کو یاد ہو گا کہ استفسار میں ڈیڑ صاحب کا استقصا اور عبقات کے جواب سے استغفا
لکھ چکا ہوں پھر فرمائے اپنے حقائق حق کا کیا طریقہ ہو سکتا ہے کہ آپ ہی کہے جائینگے جو آپ کے بزرگ
لکھ چکے ہیں اور کسی امر کا جواب نہینگے۔

ادنیٰ صاحب نے روشنی کی یہ وجہ بتاتے ہیں کہ ہماری اصلی باتوں کا جواب نہیں دیا جاتا
تو آج تک معلوم ہو کر آپ کی اصلی بات کون سی ہے اور نقلی کو بات ہو کہونکہ اصل میں کل باتیں آپ کی
بے اصل ہیں اور ایسے اتمام حجتہ میں آپ کے اصل علم کلام کی اصلیت دکھانی شروع کی تھی
ادنیٰ صاحب اس مابین کی کوئی وجہ نہیں معلوم ہوتی کہ آپ لکھتے ہیں یا اس امر کو ظاہر
کرنا چاہا کہ ہم جواب نہیں دیتے بلکہ جدید مباحث لکھتے اور ان کا جواب جاتے ہیں۔ حالانکہ اسی
مضمون میں آپ لکھتے ہیں جس بحث میں جی چاہے مجھے مناظرہ کر لیں جیتا ہو جی

پہر اس قسم کی فضول تقریر سے کیا حاصل۔ بفرض محال اگر ہم آپ کے جواب نہیں تو آپ ہی ہماری تقریر کا جواب دیجئے۔

برائے خدا فرمایا تو اپنے کو نیا جدید مسلہ لکھا سو جس کا میں ایدوں کیونکہ اس وقت تک تو جہ کہ آئے لکھا سو فصیح و کثیر سے جہت ہو تو صرف اس قدر کہ نصیحت لپیہ مراد آباد سے ماہانہ نکلتا تھا جو مر گیا اور آپ اوصین مہا میں کو لکھنو سے مہفتہ وار نکالتے ہیں اور ابھی زندہ ہیں پھر جس ترتیب آئی لکھا سو اسی ترتیب سے تو ہلو بھی لکھنا ہوگا

اڈیٹر صاحب نے مجھے کا یوں نہیں ہی جانید بیجئے سخی ارواح خلفائے میں قسم دیتا ہوں کہ ہندو طریقہ سے اقتصاد الاموال کی رو لکھئے اور اگر کہئے کہ یہ کلیف مال الاطلاق ہے تو گو آپ کے مذہب میں جایز ہے مگر معاف کہ اس قدر عا کر تا ہوں کہ اشمس اور صحابہ کا جواب لکھئے اگر اس قسم پر آپ توجہ فرمائیں تو میں ثمرۃ اللغات حضرت زید بن مویبہ کی روح کی قسم دیتا ہوں کہ جواب لکھئے اور ضرور جواب لکھیں مگر سمجھو جو کہ لکھئے یا بیان کہہ کر لکھئے۔ قیامت کا خیال لگائے کہ کیا یہ کیونکر ممکن ہے کہ وہ منظر مناظرہ احقاق حق ہو جب تک آپ اپنے خصم کی تقریر کو نہ سنے گا اس کا جواب لکھنا کیونکر معلوم ہو سکتا ہے کہ کس کا بیان سچ ہو کس کا غلط

اڈیٹر صاحب اگر کچھ غور و فکر بلکہ معمولی خیال سے بھی کام لیتو تو ایک معلوم ہو گا کہ آپ کے ۲۲ نمبر اخبار مہفتہ وار کا جواب اشمس کے ۲۲ نمبر میں کیونکر ممکن ہو اپنے کبھی تدریج لکھا اس طرح جواب بھی تدریج ہو گا۔

معلوم نہیں آپ ۲۲ نمبر کا نام کیوں لیتے ہیں ۲۲ نمبر آپ کے پاس ہونے چکے کیونکہ سیر تو ایک دفعہ ہی ہوا اور نمبر ۲۶ بیچ الثانی کو لکھنے پاس دانہ ہوا اور ۱۲ جمادی الاول کو آپ کا اخبار مورثہ پہنچا پھر اس ۱۹ یوم میں کیا اپنے منہ کو ملاحظہ نہیں کیا جس میں آپ کے اس اعتراض کا جواب تھا جسیر ایک ہی چند ماہ تھا نہیں یہ اسی منہ کی تاثیر جو آپ کو چھوڑ کر تاجر کا جواب سے استغناء کیجئے کیونکہ جوابات لا جواب ہوا اس کا جواب ہی کیا؟

خود فرمائیے اپنے دل میں مناظرہ کے متعلق اجمالاً لکھا تھا اس کا جواب ناما حجتہ میں بنا جاتا ہے۔ پھر فرمائیے تنقید ساری کا کچھ جواب شروع کیا تھا اس کا جواب نقد السقیفہ کے ذریعہ سے

دیاجاتا ہے۔ میں اپنے کتاب مستطاب مقتضا الاغنام پر اعتراض کیا تھا اس کا جواب میں ایسا لکھا گیا کہ اگر ایقاد عدل کا اچھا خیال ہوگا تو پھر اس کتاب کا نام نہ لیں گے۔

مخبروں کہ اڈیٹر صاحبی ہی ضمن میں لکھتے ہیں مگر یہ زبانی مجموعہ کی کیا کام دیکھتا ہے جبکہ زمانہ حال کے شیعوں یا جوڑے درپے دعوات کو جو محض انھیں کے اعلان پر دیجاتی ہیں میدان مناظرہ روپوش ہیں ہندوستان بھر میں ایک شیعی عالم بھی ایسا نہیں ہے کہ جو کسی سنی سے میدان مناظرہ میں آئے کے ایک بات بھی کہہ سکے۔

ہکو افسوس اسوجہ ہوتا ہے کہ ہمارے خیال میں یہ اس جلد سے شرمناک ہے تھا کہ چونکہ کلمتوں میں جو ایک جو نیر اڈیٹر مولوی عبدالحکیم صاحب نے مناظرہ میں قابل شرم کارروائی کی وہ آپ کو معلوم ہے پھر چونکہ کوئی شریف ان دنوں سے نکل کر لکھتا ہے جو بلو اگر تقدیر ہو جو جاری میں پھنسانا چاہے کیا آپ کو کئی کارروائیاں مقدمہ بازی میں کسی سے پوشیدہ ہیں

جب پڑا اخبار بایں شد و مد کا لکرا آخر میں جواب مقتضا سے بھی استفادہ یا اور جواب انھیں سے بھی فارغ خطی دی تو اسکی کیا امید ہو سکتی ہے کہ آپ مناظرہ میں ثابت قدم بیٹھیں گے۔ بلکہ مناظرہ بہترہ سادات ضلع مظفرنگر کا حال یاد ہوگا جس میں آپ کے سہانہ بیورہ دیو بند کے مولوی جمع تھے اس بنیاد پر مناظرہ کو درم کیا کہ تبدیل مذہب کی شرط نکال دی جائے پھر حال تھا مولوی حکیم سید مقبول احمد صاحب کی کھلی چھٹی اصلاح دہ میں شائع ہو چکی ہے جس میں شاید آپ بھی مخاطب ہیں بسم اللہ شریا مناظرہ تحریر کیجئے اور بلوہ مسلک کا اطمینان دلا دیجئے بہترہ حضرات اپنے مناظرہ کو تیار ہیں۔

گو پہلے اسکا اقرار بذریعہ اخبار کر لیجئے کہ جس طرح مقتضا اور شمس کے جواب آپ نے لکھا کہ وہ مناظرہ کی وقت نہ کہیں گے تاکہ میں حاضرین کو آگاہ کرنا ہوں کہ شیعوں کے جواب میں آپ کو یہ بھی کہنا ضروری نہیں جیسا کہ ابھی شمس کے متعلق لکھ چکے اڈیٹر صاحب لکھنا نہ نہیں لاکر آپ اپنی بزرگوں کی حکمت یا نقل کے استکین کر لیجئے کہ مولوی شیدائین خاں یہ کہتے تھے فلان صاحب یہ کہتے تھے اترو فضل کے اس طرح فرین کی کتابیں چھپا کر تمام عالمہ شاہد ہو رہے ہیں۔ خواہ وہ کہیں۔

حق و باطل میں تمیز کر رہی ہے۔ راہ حق کہل رہی ہے لوگوں کو معلوم ہو رہا ہے راستی کہہ رہے ہیں۔

درمیل کسرت

آج کل غلو یہ قائم کیا جاتے ہیں کہ فضول میں اُلٹا ہٹا رہ جائے اور حق نہ ظاہر ہو
پائے مگر میں کب چلتی دیتا ہوں نشاء اللہ المستعان اکی برہنہ تحریر کا جواب علمدہ علمدہ دو گنا
اور پھر اپنا سلسلہ چھوڑ دینگا

دیکھتے آئیے دو نمبروں کا حال تو لکھ چکا ہوں کہ اے کے جواب میں اتمام حجت کا سلسلہ
قائم کیا گیا اور اے کے جواب جالی ہو چکا ہے میں اسی کا بقیہ تھا جس کا حال تفصیلی جواب میں
اے کے علوم ہو گا اور اے کے جملہ مباحی نہیں جس کو مگر طلب کر چکا

ناظر (الشمس) سے اتنا س ہے کہ اخبار مذکور کا نمبر ۱۲ مورخہ ۲۸ رمضان ۱۳۷۰ء شوال ۱۳۷۰ء اور
۱۲ نمبر ۱۰ مورخہ ۱۰ ذی الحجہ ۱۳۷۰ء اور ۱۳ مورخہ ۱۲ محرم ۱۳۷۱ء کے نمبروں میں ہے کہ اگر وہیں نہ لکھا اور یہ ضابطہ
۱۲ میں آئیے اپنی بلا جانی کے چند شمارے جو میں نقل کروں گے یہ جو وہی نہیں ہے کہ مشیر مہم کہتے تو
کیونکہ کہہ سکتے ہیں لطف شعاعی ضرور موتا تھا اور بلا جانی کے شماروں میں صرف شیعوں کو گھڑی

دیکھی جو جھکی نقل ہو ایک خود یہ لکھنا پڑا "مذرت ان شایخ حضرت مولانا عبد الرحمان جالی اور
ان کے سلسلہ الذریعہ نقل کر گئے ہیں اگر کوئی لفظ بعض حضرات شیعی (بعض کی کیا اچھی قید ہے) سے
ہو تو تھا اور لکھ کر کہ میں نقل نہیں پھر لکھتے ہیں "جا بجا ان شماروں میں مگر انہی کے لقب سے یاد کیا گیا
ایسی ہی مولانا بھی مذکور تھے کیونکہ قدیم زمانہ میں شیعہ علی امامیہ کا لقب تھا (زمانہ قدیم کی تجدید ترا

کس حد تک قدیم کہا جاتا ہے بلا تمام علماء اہل نامہ کو راضی کہتے ہیں دیکھو حضرت مولانا
پہلو تو علم کا ہنگامہ اور کہتے ہیں کہ آپ کی اتنی تہذیب کی جو یہ سمجھنے لگے کہ فلاں لفظ پر اس سے کیا کوئی مان ہو گا
اور یہ کی ہاشمی کا باعث ہو گا جیسا کہ مذرت کر نیکی توفیق ہوئی اور بقول آپ کے علماء سلف تو عام طور
شیعوں کو راضی ہی کہتے تھے جس سے انکی اعلیٰ درجہ کی تہذیب نمایاں ہے۔ (اور جو صاحب یہاں اپنا
سلسلہ لکھ رہے ہیں آپ لکھتے ہیں "بھارت میں جو محض اپنے نقل کی کو ادائش کی تہذیب ہے

کے بارے میں مولانا کو جو سچا حقیقت ہے اسکی آئندہ تامل ہوگی
یہ وہ ہے جو مولانا کو جو سچا حقیقت ہے اسکی آئندہ تامل ہوگی

طبع ہوتو حقائق فرمائیں کہ چونکہ میں ناقل ہوں ایسی معذرت ہو کہ آپ کے دوست ابو الحسن علی بن ابی
 عبدالحی صاحب نے اس معذرت کو خواہی کی بہت کچھ گوشمالی کی ہے معلوم نہیں آپ کو کیا لگا ہے لیکن
 اب بعد کیونکہ وہ تذکرہ الراشدین فرماتے ہیں واما ما لقبك به ناصر لك من ائمتنا قل
 محض لا لك التزام بالصحة ولا لك من الحقیة غرض محقوۃ کبریٰ و
 هفوة غیر ضعویٰ و اعجاب طلب الدلیل عن سبب اليك التزم الصحة و
 یجمل ساکما سلاک ثقه اما علمت ان النقل المحض اما ان یزاد به النقل
 مرغبین اعتماد علی صحة المنقول ولا استناد لموافقه او مخالفته لتصرفها
 الفحول مع صحة مبناه و فم معناه و اما ان یزاد به النقل کمنقل اهل المقش
 والنقل من دون ضم ضميمة العقل وایا ما کان فهو وصفی بانی عنده
 العقول ولا یخذ لا احد مر اجاب بالعقول العقول ولا یرتقی باحد من
 علی العقول وفضلاء المنقول بل یلقون من القصف به بالغاب ناخر و
 و اداب عاھر تک الجھول و العقول و النقال و البطل و الناقل و

الباقل و الناسی و الواھی الخ من ۳۲

مولوی صاحب نے یہاں پیر پوری اوریت خرچ کی ہے اور تواتر الفاظ مقفی و مستبح قل
 کی شان میں لکڑے ہیں تو کیا آپ سکونہ کرتے ہیں کہ جو لقب آپ کے استاد ناقل کو دے گئے ہیں
 وہی الفاظ آپ کے حق میں بھی استعمال کئے جائیں گے کیونکہ تو اپنے خود اقرار کیا ہے " میں نقل میں
 حالاکہ جو نہ نقل ہونا بھی صفت مدوح نہیں ہے بہر حال وہ شمارہ جامی ایسے تھکا ڈیر تھا
 کہ خود ہی معذرت کرنی پڑی تو اب میں اسکی نسبت کیا کہوں گے بعد اذیر ہونے پر ہی عبادت
 نصیحة اشید کی نقل کی ہے جسکے بعد بزرگاماننداری لکھ بھی دیا کہ نصیحة شیعہ کی عبارت تمام ہونی
 ایک کوئی نسخہ پوچھتا کہ یہ کون سی غیرت اور عظمت ہے کہ آپ نصیحة شیعہ کی عبارت تو
 نقل کر دی اور اسکے جواب آکھ بند کر لی حالانکہ آپ متعلق ہیں کہ اس کے جواب انصار الشریعہ فرمایا
 شیخ ترمذی سے پوچھا ہے ملاحظہ ہو یہ جلد کیونکہ ہر ان نصیحة شیعہ کے نسخے سے عبارت
 کی عبارت سے انصاف سے فرماتے کہ آپ نے اس نقل سے قرص کا قصبان کہ

نہیں ہونے مال کے بدلے وہ پرتا مال دیا جسکی دھجی اور چکی تھی بہ
 اور یہ بھی خوب کیجئے کہ اس کا جوابیے خود الا امیر مجبور ہو گا یا نہیں کہ جو جو احکامات
 کا دیا جا چکا ہے وہی پھر ایک سامنے پیش کرے تو اس پر جو کچھ توحی نقصان ہو گا اسکے
 سبھی آپ ہی نہ وار ہوئے۔ گوئی اگر اس جواب پر کچھ اعتراض کیے ہو تو توالیہ اس کا کیا ہے
 دیا جاتا ہے یہ سب گذارشیں میری محض دوستانہ ہیں امید کہ معاف فرمائیں گے گوئی کہ میں چاہتا ہوں
 آپ ایسے ہمنامین لکھیں جو جدت رکھتے ہوں کہ آپ کے خصم کو بھی کچھ کھٹھ اہٹانی پڑے نہ یہ کہ
 وہ بھی اپنی طرح دوسرے کا ذخیرہ پیش کرے

کتبہ ہر کچھ عنوان بحث کو لکھا کہ تحریف قرآن کی بحث شروع کی جو تاہم اس
 نصیحتہ ایشیہ سے لیا گیا جس کا جواب کر رہا ہے
 ان مطالب کی توضیح تو شمس کے آئندہ نمبروں میں بخوبی کی جائیگی انشاء اللہ گوئی کہ شمس کی
 ترقیب اسی اصول پر کہی گئی ہے کہ انکے اخبار کا نمبر و اجواب یا جائے مگر تبھی اس غرض سے یہاں لکھا
 کہ ناظرین کو معلوم ہو ایسے مناظر میں کیا لطف ہے جب ہی ایک بات برد خود برائی جائیگی اور
 وہی کہا جائیگا جب تک کہ چکے اور اسکے جواب سے عرض کیا جائیگا۔

انہوں نے کہ زمانہ ناہنجار نے یا شیطان ناہکار نے کیسا لوگوں کو اغوا کیا ہے کہ مناظرہ کے
 اصول و اغراض بالکل معطل کرے گئے کیونکہ اصول مناظرہ تو میں پہلے لکھ چکا ہوں یہ غرض مناظرہ
 یہ تھی کہ اس حق واضح ہو جائے کیونکہ یہ سلسلہ دو بحث کا ضرور ایک حد پر بند ہی ہو گا اور جو قبول
 کوئی چارہ نہ ہو گیا مگر اب تھی غرض ہے کہ ہمارا فرقہ بہ کمٹاری کہ ہماری فلان کتاب کی روئے ہو سکی
 یا فلان کتاب کا جواب ہو سکا

بہر حال چونکہ اتر و صحیحہ اپنا اخبار کا دور ورق خاص اسی غرض کے لیے مخصوص کر دیا تھا
 لہذا اسکا جواب سلسلی شروع کر دیا گیا ہے لیکن اب اس سلسلہ کے علاوہ بھی کچھ کچھ فقرات بجا لاف
 فرقہ شیعہ لکھنا شروع کیا ہے لہذا احتقر طور پر کچھ لکھنا ضروری
 ملاحظہ فرمائیے کہ شمس کی غرض کے اتفاق کے متعلق لکھتے ہیں لکھتے ہیں شیعہ بھی باہم اس اتحاد
 و اتفاق کو برسر کرتے تھے کہ کوئی دوسرا شخص دیکھ کر گزیر نہ کہہ سکتا تھا کہ ان میں باہم اس قدر

ہی مخالف ہو۔ یہ تقریباً تیرہ صاحب کی جو چہرہ شمس میں لکھا گیا کہ اڈیٹر صاحب نے اڈیٹر اتحاد نے بھی اس اخبار کی اشاعت کیلئے جوہر و مخالفت کی کہ اس سے بجا و قومی اتحاد کے خلاف میں ترقی ہوگی۔ اڈیٹر صاحب کے یہ دستاویز بیعت بری لگی جس سے ناراض ہو کر وہ اپنے اخبار میں مورخہ ۲۸ سبتمبر ۱۹۰۸ء میں تحریر فرماتے ہیں یہ بالکل غلط ہے کہ قرآن میں ہم اتحاد بنا اور... اختلاف ڈالتا ہے۔

ناظرین! انھار کیس جس شخص کے قول میں سقدہ تاقص ہو وہ کہو مگر قوم کی بہرہ بری سکتا ہے آخر وہ کون سا قلم جس سے وہ عبارت لکھی گئی اور اس میں منہ اور قلم کی باگ کہہ کر ہرگز کوئی عیب لکھا۔

ہاں جو کہ ایک شیعہ نے اپکا قول نقل کیا تھا لہذا اسکی نگہ زیب آپ پر لازم ہونی کیونکہ تمہاری اہل سنت کا یہی اصول ہے کہ خود تو سب کچھ کہیں مگر جب شیعیان کے قول کو محل استہلال میں لائے تو انکار کر دیا جائے

اڈیٹر صاحب نے ذیل میں شیعہ و سنی کے اتفاق کو لکھتے ہوئے مولوی عبدالحکیم کے وہ حکام کو تعریف کر تو ہوئے لکھتے ہیں باہم اتحاد و اتفاق کی خوبی سے کوئی واقف نہیں اس کا کیا علاج ہے کہ دشمنی رکھنا اگر کسی مذہب میں عبادت ہو بلکہ تہاجی عبادت میں اس کا درجہ اعلیٰ ہو تو وہ کس طرح دشمنی سے روکا جاوے اور اس کو کس طرح توادب پیدا کیا جاوے۔

مگر چونکہ اڈیٹر صاحب کے معلوم ہوگا کہ جن مذہب میں دشمنی رکھنا افضل عبادت قرار پایا ہے انہیں حدیث پر جو صحیح بخاری کی پہلی کتاب کے باب المایان میں ہے اگرچہ بخاری صاحب نے اسکی گردن مڑواری ہے اور صحیح مسلم نے ترمذی اور مشکوٰۃ شریف میں مختلف الفاظ سے وارد کر لیا ہے لہذا بعض نے اہل اور یہ اصول صحیح نہیں بنا یا گیا ہے بلکہ جب سے اسلام کا وجود ہو جب سے حب خدا و نبی نے اللہ کا بھی اصول قائم ہے جیسے آپ خود لکھتے ہیں لکن تو میں شیعیان ہی نام اس طرح اتحاد و اتفاق سے بسر کرتے تھے۔

پس جب یاو صفیہ شیعہ کے یہاں دشمنی رکھنا مطابق ایک مسلمان اور صحیح صحاح سنت و حدیث عبادت سے ہے۔ نیز بھی وہ اہل جہنم سے اتحاد کہتے تھے کہ غیر شخص یہاں مخالفت نہیں کیا جاوے

بھی کرتا تھا تو ایسا ہی کہہ کر ایک نیکو کار کو بھی کہہ دیا کہ جو اپنے وار خباہتوں کو اپنے
 لیے لکھا اس کے لیے اتفاق و اتحاد کا بڑا نیکو کار ہے۔

اوپر مذکورہ اختلافات کی وجہ یہ بیان کرتے ہیں سا گذشتہ جسے مولوی مقبول احمد
 دہلوی تشریح کرتے ہیں اس میں اتحاد کی مٹی ایسی خراب ہوئی کہ کچھ کہا نہیں جاتا، ہم اس وجہ کو
 بارہ تھوڑی دیر کے لیے مان لیتے ہیں اور دریافت کرتے ہیں کہ پھر اس کا دفعیہ کیونکر ممکن
 تھا اور آپ لوگوں نے اس کا علاج کیا یا نہیں خود ہی آپ لکھتے ہیں اس سال مولوی
 مقبول احمد صاحب کے آنے سے پہلے سینوں کے بیان علی التواتر مجالس مورہ ہی تھیں جس میں مولوی
 عبدالحکیم صاحب بیان کرتے تھے۔ یہ ضروری ہے کہ ان مجالس میں وہ شیعوں کی تردید کرتے تھے اور جو اب
 سخت کلامی دہلوی عبدالحکیم صاحب لکھتے ہیں (میرے خیال میں مولوی عبدالحکیم صاحب کے بیان سے
 وہ جس طرح حضرات شیعوں کے حملوں اور خا صکر مولوی مقبول احمد صاحب کے بیانات سے جو ہم
 اہل سنت میں پیدا ہوا ہے اور ایک حرکت زد ہو جاتا ہے۔)

اب ایک غور کرنا چاہو کہ جب شیعوں کے مجالس کا جواب بذریعہ مجالس کے اور خباہتوں کی
 حکیم سید مقبول احمد صاحب دہلوی کا جواب بذریعہ مولوی عبدالحکیم صاحب کی سخت کلامی تردید لگیا
 اس کی نسبت خود ماہرین اور کیا کہ وہ شیعوں کی رد کرتے تھے اور جو جو اہل سنت میں پیدا ہوتا
 ان کے بیان زد ہو جاتا تھا تو ایسا اخبار نکالنا اسپرستز اور شہر یا نہیں اور اختلاف اسمہ کے
 زیادہ نہیں لکھا۔ ہذا یہ دیا گیا ہے کہ شیعوں کا جواب بذریعہ تردید لگیا ہے کہ یہ کیوں کیا ضرورت تھی
 مگر شیعوں نے ایسا کیا تو قبول کیے تھے کہ ان کے یہاں عبادت ہے تو وہ
 کرتے تھے پھر کیوں آپ مناع الخیر ہو گئے کیونکہ آپ کے یہاں تو قبول
 عبادت نہیں بلکہ تصب ہے جسکی نسبت خود آپ لکھتے ہیں سنہوں کی
 ہے اور بڑی وجہ اس نے تعصیب کی ہے کہ ان کا مذہب۔ ان کا دین
 میں انہیں ایسی تعلیم ہی نہیں دی تھی جو خلافت اپنے مذہب۔ اپنے دین
 و تعصیب کے اسکا کام کیوں کیا جس سے اتفاق و اتحاد کی مٹی خراب ہو
 نہ کی تھی۔ اور وہ کسی اور طرح کی صورت تھی یہ ہی نہ رہے

بلکہ تحریر بھی ہو جائے جس کا وجود شیعوں میں تھا تو الیادی ہوا الاظلم الیک حق میں نہ ہوگا اور خاص کہ جب کے دین و مذہب کے خلاف ہو تو آپ کیونکر اسپرستی پر مجب ہوتے ہیں۔

۱۱۔ مورخہ اربع الاول میں اڈیر صاحب نے مزاجیر کے اس نکتہ کو نقل کیا ہے جو نسبت بنام لوی مقبول احمد صادق دہلوی نے لکھا تھا جو کہ لکھا جاو اصلاح جلد ۱۱۱ میں پڑ گیا ہے لہذا یہاں اسکے جواب کی ضرورت نہیں مگر دو امور عرض کرنا ضروری ہے۔

۱۔ کہ سید محمد خان صاحب کے قول کو جو دربارہ فضیلت صحابہ لکھا تھا رد کر دینا چاہیے۔

۲۔ دعویٰ کیا تھا کہ اہل سنت جو شیعیں کو یکے بعد دیگرے فضیلت کہتے ہیں اسمیں انھوں نے اپنی اپنی اقسام سے کام نہیں لیا۔ اہل سنت اس مسئلہ میں حضرت محمد صادق علیہ السلام کی احادیث سے تمسک نہیں کرتے انھوں نے اسکی دلیل میں ایک حدیث بھی سول اللہ کی نہ لکھی گو وہ ضرور ہی جو کچھ صحابہ سے ہی لیا گیا ہے اور کما قول لکھا جو مثل کے ایک ہی سے وہ بھی یہ نہیں کہتے کہ ہم انکو فضیلت کہتے ہیں بلکہ انھیں ہر کوئی کہتا ہے جو یا انکی خیریت مانتا ہے یا انکے اچھے ہونیکے بتربتیاں لیتا ہے اور بالفرض اگر فضیلت کو بھی قابل سمجھے تو یہ انکا ذاتی فعل تھا۔ چنانچہ علامہ ابو عمر نے اس سے اس حدیث غلط اور موضوع قرار دیا کیونکہ یہ عقیدہ جمہور اہل سنت کے خلاف ہے جو تربتیاں فضیلت کے بتربتیاں قابل ہیں اور اس میں عثمان کے بعد بھی جتا امیر کو کوئی درجہ نہیں تھا بلکہ وہ اور سارے صحابہ مساوی ہو جاتے ہیں۔

اڈیر صاحب آپ جانا کہیں آیا ہے یہی آپکا عقیدہ ہے کہ جتا امیر کو بعد عثمان کی سبھی کی فضیلت سارے صحابہ پر نہیں ہے یا آیات اور اسکی تفسیر احادیث کو اولو گوئی پر بھی منکشف ہوا کہ بعد خلفائے ثلاث بھی جتا امیر کو سب طرح کی فضیلت سارے صحابہ پر تھی، یا کوئی حدیث اپنے نزدیک لیا ہے کہ صحیح نہیں ہے، اگر جمہور علماء اہل سنت کے دل یا انکے ایمان نے ایسا ہی فیصلہ کر دیا ہے جیسا کہ آپ اس حدیث کو لکھا ہے تو آپ شوق سے مجاز ہیں کہ ایسی تحریریں لکھیں میں شایع کریں اور اگر ایسا نہیں تو انکو بوجھ کہنا چاہئے کہ اس تحریر سے آپکے جو گمراہ ہو گایا اہل بیت طاہرین سے کوئی خوف نہ تھا اور انکے ذمہ آرا بھی ہوئے کیونکہ دلائل اسکا بطلان و اصلاح میں ہو چکا ہے۔

دوسرے یہ کہ سید احمد خاں کے قول کو دربارہ استحقاق خلافت دکر نے ہوئی ہے جس میں اہل سنت

ایک کہتے ہیں کہ حضرات خلفائے نبی کی نبوت میں خلیفہ تھے دو صرف یہی کہتے ہیں کہ نبی کی طرف سے
 یہ دیکھا گیا اس خلافت کا استحقاق و عدم استحقاق اسکا مدار صرف اس امر پر نہ ہو کہ جس شخص میں
 قوت قدسیہ نامبر سے زیادہ شائبہ پائی گئی۔ چنانچہ نبوت کی تکمیل اور بھی طرح کر سکے گا وہی مستحق
 خلافت ہے اور ہمیں بات نہ ہوگی وہ خلافت نبی کا مستحق نہیں ہے۔ مگر سوال یہ ہے کہ یہ

(۱) کیسے خلیفہ تھے رسول اللہ نے خلیفہ بنایا تھا یا اور کسی نے ؟
 (۲) اگر دو مسزوں نے خلیفہ بنایا تو کس حق سے ؟ کیا رسول اللہ نے صریحی اس کا اختیار دیا
 تھا کہ تم جسکو چاہنا خلیفہ بنا لینا۔

(۳) اگر ایسا اختیار دیکئے تھے تو کچھ شرائط بھی انکے لئے مقرر تھے ؟
 (۴) وہ کیا شرائط تھے (۵) قوت قدسیہ میں شائبہ انکی سوال اللہ کے ذریعہ شو قرار پائی
 (۶) قوت قدسیہ میں شائبہ کا فیصلہ حکم خدا اور رسول سے ہونا چاہئے یا رعایا کی راجی قیاس سے
 (۷) اطراف خلافت قدیم سے تین پھر چار ہوئے یعنی بیت اہل حل و عقد اختلاف بخوری۔ قبر و
 استیلا یہ ایک شرط اس میں داخل ہو تو کس طرح اور خارج ہے تو کیوں
 (۸) یہ قید کسے پڑانی گئی کیونکہ منا امیر کم و منکم امیر کے وقت تو کسی بات کا لحاظ نہ کیا گیا تھا
 (۹) اس استحقاق کا خیال صرف خلافت اشدہ میں کیا گیا تھا یا کل خلافتوں میں اگر بقیہ
 خلافتوں میں کیا گیا تو کیوں ؟

(۱۰) جو شخص جنگ حد سے فرار کرے اور جنگ خنین میں ساتھ چھوڑے اور جنگ خیبر سے طرح
 واپس لے لے کہ بھینم و بھینونہ اور بلخ سورہ برات و مغزول کیا جا اور کوئی خدمت دینی اس سے
 عہد رسالت میں منع نہ ہو اور اسرار بیک کے بار میں اسکی اے ایسی قلم ہو کہ مستحق نزول خدا
 قرار پا اس وقت قدسیہ زیادہ ہے یا اس شخص میں جسکی وزارت کا اعلان اسروز کیا جا
 جسروز آنحضرت بلخ رسالت کی ابتدا کریں اور وہ حضرت اسکو اشہ ترس بل انبیاء نام
 بنام فرمائیں اور سورہ برات اسکو بفرماں شیعین حوالہ کیا جا اور کئی معارک کا وہ فاتح ہو
 اور نص قرآنی میں مطالبہ انفسنا یا دیکھا جا اور جبکہ بارہین حضرت امت مشی بمنزلہ ہمارا و
 من و ہوسی کہتے ہیں جو بعد ہی فرمائیں اور آہ یا ایتھا آلہ رسول بلخ ما انزل الیک من

مربطہ ان لم تفعل خالفت رسالتہ سے بغض تمام حجۃ اسکی امامت و ولایت کی تا کید ہو۔
جسیر حضرت فرمیں مرتبت مولا لا فعلی مولا لا اور خداؤ پر عالم ایہ الیوم اکملت لکم
دینکم و اتممت علیکم نعمتی سے اپنا رضامندی ظاہر کر کے اکمال دین تمام نعمت کی بشارت
عطا فرما کر فرمایا ہے مفصلاً مطلع فرما

آخر میں ڈیڑھ صاحب یہ لے دیتی ہیں فی الحقیقت جب تک اصحاب نبی حسن ظن نہ ہوں اور
مخالف راشدین کی حقیقت خلافت کا اعتقاد بموجب کتاب و سنت و آراء سائر اہل سنت
نہ حاصل کیا جاوے تب یہ اسلامیت کو ساتھ پورے طور پر تسک ممکن نہیں جیسا کہ مسند الوقت
حضرت شیخ ولی احمد محدث دہلوی ازالۃ اللفظ میں فرماتے ہیں۔ بعلم الیقین انہ شد کہ ابتداء
خلافت میں بزرگواران اصلی است از اصول دین تا وقتیکہ این اصل را محکم نہ گیرند، هیچ
مسئلہ از مسائل شریعت محکم نہ شود الی آخرہ

مگر انہوں نے دعویٰ اور دلیل میں کوئی مناسبت نہیں اور جو دلیل لائی گئی ہے وہ اس
قابل نہیں کہ دلیل ہو سکے کہو کہ دعویٰ کیا گیا ہے ایک تو حسن ظن کا صحابہ کے ساتھ کا اور دوسرے
حقیقت خلافت مطلقاً راشدین کی۔ اگر آپ مرو میدان تھے تو قرآن حدیث و ثابت کر تے شاہ
ولی احمد کے قول سے جو مثل آپ کے ایک سنی تھے اور بہت علماء اہل سنت کا فتویٰ جس کے خلا
موجود ہے

پھر انہوں نے دعویٰ بھی ایسا کیا ہے جو تمامی اہل سنت کے عقاید کے خلاف ہے
کیونکہ اہل سنت خلافت کو اصول دین نہیں سمجھتے اس لیے لطف یہ ہے کہ اصل خلافت کو اصول
دین نہیں بتا بلکہ اسکے اثبات کو۔ پہلے قول سے آپ کو کیا نفع ہوگا
اڈیڑھ صاحب میں مکرر عرض کر چکا ہے اب خلافت ہی نہ کسی شہرہ یا منصب کی تطبیق
وامامت صرف چند روزہ دنیا ہے اور اسکے بعد قیامت۔ اس کو خیال نہ کہہ کر ایسی
تحریر لکھئے کہ عوام کا لالچام گمراہ نہوں۔ باقی آئندہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

ضوء الشمس

اِنَّ اللّٰهَ یَاتِیْ بِالشَّمْسِ مِنَ الْمَشْرِقِ فَاَیُّهَا الْمَعْرُوبُ فَهَبْ لَهَا کِفَی

۱۔ اجازت کلام آمدین جبکہ شک ہو وہ اس جگہ اپنا اعتقاد درست کہنے کے لیے بھی اس پر کہ

۲۔ پراگتہ بھی نہ چکا تھا کہ اخبار کا ۱۱۰ نمبر چاہیں سے آپہ کر یہ کی تصدیق چوئی۔

لائق اور میرے ۱۱۰ نمبر تو یہ شکایت کی تھی کہ اشمس جہاں پاس نہیں ہو پینا مگر شکریہ خدا کے وہاں میں اس کا شکریہ ادا کرتے ہیں کہ اشمس کے ہر نمبر انکو ملے مگر انہوں نے جن نمبر کو طلب کیا تھا نہ بھیجا حالانکہ قیمت طلب پارسل کی اجازت دی تھی۔ ان نمبروں میں ایک نمبر تو یقیناً ایسا ہے جس میں شمس کی صرف سچو لکینی ہے۔

بہر حال ڈیڑھ صاحب نے اس غرض سے کہ عوام میں مشہور کرینے کا موقع طے اشمس کی کہتوئی

شروع کر دی جو جس میں وہ اشمس کے عنوانات کا ذکر کر کے ایک جملہ اپنی طرف سے بھی لکھ جانے

ہیں جس سے اہل فہم سمجھ سکتے ہیں یہ کس قسم کا جواب ہو

۱۱۔ لکھتے ہیں اشمس میں ابھی تک انکے اخبار کا کوئی جواب نہیں دیا گیا جو محض غلط سو کیونکہ انکے

اعراض کا جواب نمبر وار شروع کر دیا ہوا اور یہ ممکن ہے کہ نمبر ۱۱۰ نمبر کا جواب ہو جا

۱۲۔ پہلے لکے عدلی چوپڑے لکھو کی جو مگر انہوں نے جن عوام انکو مس نہیں کو میں کیونکہ سچا سمجھا ہوں

۱۳۔ سچا اس سے انکار کرتے ہیں کہ کتب امیہ شیعہ کے رد کرے ایسے انکو طلب نہیں ہے

لیکن مقصد یہ ہے کہ حضرات شیعہ کے اصول سے بحث کریں جن میں ایک فیصلہ ہو سکے چنانچہ

ایک مسئلہ تحریف کا کامل ہو چکا ہے جس نے ثابت کر دیا ہے کہ حضرات شیعہ کے پاس نہ

کتاب افتخار و نہ اہلبیت۔ مستح اہل بیت کا دعویٰ محض زبانی ہے۔

یہ بھی خدا کی شان ہے کہ کتب کلامیہ شیعہ کی رد سے تو انکار ہوا اور شیعوں کے اصول کی

بحث کریں حالانکہ یہ تو موٹی بات ہے کہ اصول دین کا بیان کتب کلامیہ میں ہوتا ہے اور پھر ان کے

بعض اصول شیعہ کا کیونکر رد کر سکتے ہیں لہذا ایک یہ کہ جس کسی خاص کتاب کا رد نہیں کر سکتے

کیونکہ انکی قدرت امکان سے باہر حالانکہ پہلے ظاہر کیا تھا لاسقضا الانعام کا جواب وہ
 طالب علمی کے زمانہ میں لکھ چکے ہیں پھر شمس کی ضیاء عالمیتا پنے اس راہہ فارغ علی و
 مسئلہ تحریف قرآن کو اصول فقہ میں داخل کرنا بھی آپ ہی کا کام ہے اور اب یہ کہتے
 کلام کی رد و انکار سے تو پہر اصول بنالینے کا بھی ایک اختیار ہے جسکو چاہئے اصول کہتے ہیں
 جسکو چاہئے فروغ۔

مگر تکمیل مسئلہ تحریف قرآن سے آپ کا یہ مطلب ہے کہ جقدر نصیحت اشیعہ نقل کرتا تھا اسکی تکمیل
 ہو چکی تو بیشک ایک یو کمال حاصل ہو گیا اور اگر یہ مسئلہ پورے طور پر آپ لکھ چکے یعنی جو شیعوں نے لکھے
 ہوئے اسکا جو آج تک یا جو اس کا جواب لکھ چکے اور اب شیعوں کی کوئی تحریر لکھ کے سامنے آئی ہے
 ہے جو اس مسئلہ میں اطلب ہو تو آفرین تو انکی استبازی اور سچائی پر
 ایسا نہ کہنے کیا استقصا الافام کو اس بحث کا جو آپ لکھ چکے جو صفحہ ۱۰ شروع ہوا اور پچھ
 کیوں ڈیڑھ صاحب نصیحتہ اشیعہ کے جوابوں کو بھی دیکھا ہے جس سے آپ عبارت نقل
 کرتے ہیں کیا ارجح ایوں کا جواب بھی آپ سے چکے؟

بالفرض اگر آپ یہ ثابت کر چکے کہ شیعوں کے پاس کتاب ائمہ نہیں تو یہ کیوں ثابت ہوا
 کہ ترک اہل بیت بھی انکو حاصل نہیں ہے؟ کیا قرآن اہل بیت میں آپ بھی لازم کے قایل ہیں
 تو پہر جیسا کتاب ائمہ کس بنیاد پر کہا گیا تھا۔

۴) پہر اس کے بعد ایک سخی تائید کی جو اہل سنتہ کا گریز مناظرہ سے اس سخی کے نیچے علم کلام کی
 مزید بعض لوگوں نے ائمہ سنتہ نقل کی جو اسکو نقل کیا ہے اور جو جوابات اسکے دیئے گئے ہیں انکو
 لکھ کر عرض نہیں کیا ہے مگر افسوس کہ یہ سطر انکار یہ بہت کیا جائیگا تو کیونکہ کام چلیگا حالانکہ
 اشمس کے میں خود اڈیڈیڈ کا پورا کلام لکھا گیا ہے

اور امام ابو حنیفہ کی طر سے جو جواب یاد بھی مجھنے لکھا گیا اور پہر اس کا جواب یا گیا اس
 بھی جیٹے پہی کہیں گے کہ یہ جواب تو عرض نہیں کیا تو میں بھی مجبور ہو کر وہی کہوں گا جو خود
 آپ نے لکھا ہے جن میں سے ایک میں نے اپنے استفسار کی استغناء علی ان کہیں گے اڈیڈیڈ صاحب صبر لکھ

کے نزدیک وہ غلطیاں ہی نہیں ہیں اس کا علاج تو اخلاطوں کے پان بھی نہیں کہ آفتاب نکلا ہو اور کوئی کہہ کر کہ آفتاب نہیں نکلا ابھی رات ہو کہ جو کہ جس زیادہ پر غلطی استفسار و انکار کیا تھا اسکے وجود کا پیکر اشمس میں معلوم ہو چکے کہ یہ کل غلطیاں اپنے علما کی ہنر ابن الجوزی کی جرح کو اس قدر جھٹکا کہتے ہیں اور پھر شیعوں کے مقابلہ میں انکی جرح پیش کرتے ہیں پھر صاحب استقصا کا کیا قصور جو مقام الزام میں اسی ابن الجوزی کی جرح کو نامعتبر بتاتے ہیں اور اسی کی جرح سے صحیح بخاری کی حدیث کو موضوع ٹھہراتے ہیں بخلاف اسکے کہ آپ نے ابھی تک اشمس کے کسب جو اب کار و دہن کیا۔ جو آپ کو یہ کہہ سکیں کیونکہ علم کلام سے جو قدر آپ کے علا سلف و مخالفت کی جو اس کا ثبوت اشمس کے آئندہ نمبروں میں کچھ توضیح سے دیا جائیگا۔ رہا مناظرہ و علم کلام میں قی ذکر نہایت اچکی خود خوش فہمی ہو کیونکہ علم میں خود اپنے مناظرہ اور علم کلام کو ایک کر دیا ہے

(۵) اشمس جرح اجمالی طور پر جناب امیر اور جناب سیدہ اور جناب علیہم السلام اور حضرت ابو عباس کے مناظرہ کا تذکرہ کیا گیا اسکی نسبت لکھتے ہیں میں ان باتوں کا جو اب کچھ نہ دنگا کیونکہ میری بحث سے خارج ہیں جسپر میں صحیح دعا کرتا ہوں کہ خدا آپکو اسکی توفیق کرامت و ناکہ خارج از بحث نہ گفتگو فرمائیں مگر افسوس اذیہ صاحب کو اپنے اس عہدہ کا مطلق خیال نہ رہا جو لکھتے ہیں مگر وہ استقدر افسوس مجھے ضرور ہوتا ہے کہ اذیہ صاحب اصلاح نے جناب سیدہ کا جناب امیر سے مناظرہ کرنا اور اصحاب ائمہ کا ائمہ سے مناظرہ کرنا کیوں نہ بیان کیا یہ سب قصا میں انکی کتابوں میں موجود ہیں اگر وہ ان مناظرات کا بھی حوالہ دیدیتے تو انکے بیانات کی خوب تائید ہوتی۔

لیجئے اب یہ عبارت جسے من لیسے جب جناب سیدہ خلیفہ اول سے مذکورہ لکھنے گئیں اور ان سے نوبت ان میں تو کہہ میں ملتا کہ انہیں جناب امیر سے بھی مناظرہ کر سکی ضرورت پیش آئی یہ مناظرہ حق یقین کے صفحہ ۳۳ پر بطرح منقول ہے

حضرت ابو یوسف منین علیہ السلام اشکارہ معاودت و لکھے کشید چوں بمنزل قرار گرفت خطابا درشت با سیدہ و صیامت و کلامتہ جنین در پر وہ نشین شدہ و مثل غائبان رخا نہ گریختہ سیدہ از ان شجاعان ہر بار رخاک ہلاک انگذنی مخلوبہ ایناں مگر مدہ اینک میرا لوقی نہ نظم و غیر خیرین پردر او صحبت فرزند نام از من میگردد و تا آواز بلند ما من نما محمد و جلال حق کند و انصار اراک

نہی کند و ہا جان خود را بکنا کشیدہ اند و سایر مردم دیدہ ہا را پوشیدہ اند و دفعہ دارم ہا
 نہی اور نہ شافعی ششناک بیرون قدم و غناک بر شتم خود را ذلیل کردی در و زیکہ دست از
 سلطت خود برداشتی اگر گان می زند و می برند و تو از جا خود حرکت ہی کنی کاش پیش ازین
 نزلت خواری مرده بودم و ابر من رہنمے و حکا عمل اعتماد من دو دیا و من بست شد۔

اس عبارت میں ایک فقرہ مانند جنین در رحم پرہ نشین شدہ و مثل خاسباں در جنانا گنہگار
 قابل ملاحظہ ہے حضرت شیعہ کی طرح ہم اگر کہنا چاہیں تو اس مقام پر بہت کچھ کہہ سکتے ہیں مگر
 ہم کچھ نہیں کہتے حیا زاچہ بیان انتہی لفظ

اس عبارت کے دیکھنے سے معلوم ہو سکتا ہے کہ سقدر جلد وہ اپنا وعدہ بھول گئے تھے نہیں
 چونکہ ان فقرات میں بدست آنکے جناب امیر کی توہین ہوتی تھی اور جناب سیدہ پرانکے خیال میں
 الزام آتا تھا لہذا انکے دل نے نہانا کہ یہ موقع ہاتھ سے جانے پائے اسلئے باوصف انکار لکھ گئے
 اور جنین علیہم السلام کا شیخین کو منبر سے نکالنا خارج از بحث تھا

ہم ہر وہی کہتے ہیں جو پہلے کہہ لکھ چکے کہ مضامین پارہ تہ میں کوئی لطف نہیں کچھ جدت
 کیے کچھ مضامین لکھے یہ مضمون تو یا سچ مرتبہ اس اشتہار میں شایع ہو چکا جسکے جواب میں شیخی اہل سنت
 و خوارج اور اخصا اور عشرہ کا ملا و ہنصر اور جواب شافی وغیرہ وغیرہ چھپ رہے تھے مضمونوں
 کے لکھنے کی اصل کیونکہ اچا تھم تو انہیں انوکھ لکھ دیا جسکے جواب اچھا لکھ دیا کہ نہ ہو سکا
 اور صاحب پہلے اسکا تصفیہ کر چکے کہ اس معاملہ فدک اور خلافات میں اچھا کیا خیال ہے

راہکا آپان و ایوں کو جو اس مادہ میں وارد ہے جیسے ناراضی جناب میدہ کی شیخین سے اور جناب
 کا خلافات میں غلط ہونا ثابت ہے صحیح سمجھتے ہیں یا غلط جیسا کہ عوام میں مشہور کیا گیا ہے کہ یہ
 واقعات غلط ہیں یا خود ہا میں نہایت رجحان تھا اور تباہ تھا

آپ اپنی مثل ہو لوی عبد العلی بحر العلوم وغیرہ اس اختلاف میں حیا امیر اور جناب سیدہ کو غلطی پر
 تصور کے خطا وار سمجھتے ہیں کیونکہ پہلی صورت میں تو ہکو ان آیات کی صحت ایک اصول مسئلہ
 پر ثابت کی ہوگی اور دوسری صورت میں چندان مباحثہ کی ضرورت نہیں کیونکہ خود ایک مہلا اچھی
 کلمہ وراثتہ کہتے ہوئے اور انکو اس عبارت ادب کا مزہ چکھا دینگے۔

اگرچہ یہ نامہ خارجیت کا ہے جسکی تعلیم میں آپکا اخبار اور کرن گزٹ وغیرہ کو شامل ہے
مگر چونکہ ابھی اتنی جرات نہیں ہوئی کہ لہذا ہم پہلی شق پر مختصر جواب لکھتے ہیں کیونکہ تفصیلی جواب
اس کا تشفی میں خود ہی مذکور ہے۔

بہر حال یہلافرو ایکجاہ چٹا سبکہ خلیفہ اول فدک لنگے کیلئے لکھیں اور اپنے خوب میں لکھا
ایکٹو اور ضرور دوشکن ہے کیونکہ یہ مادہ ارذل میں مستعمل ہے مگر اسکو سمجھنے کے لئے یہ قصہ صحاح ستہ
میں بھی موجود ہے اور جو تقریر خباب سیدہ کی تھی اس کا نام خطبہ مذہب کا ایک علمائے بھی مختلفین
طوبہ پر لقا کیا ہے چنانچہ کتاب التبیغہ جو سری میں اور بلاغت النساء احمد بن ابی طاهر حنفی نے تصنیف
اور علامہ ابن اثیر نے نہایت کی لغت مذہب میں اس کا اقرار کیا ہے اور علامہ زعفرانی نے لفظ مذہب میں اور ابام
مسعودی شرح الذہب میں ابن شیح رحمہ اللہ نے کتاب مختصر تریہ اللہ یہ میں اور علامہ سید علی نے لسانی مصنف
میں اسکی اصلیت کا اقرار کیا ہے اور سید طاب حنزی نے مذکورہ خواص الامہ میں چند فقرات لکھے ہیں اور
اور کتاب تطاب تشیہ لفظا عن میں اصل خطبہ اور کتاب تشفی اہل سنتہ و خراج میں ترجمہ اس کا پورا
درج ہے ملاحظہ ہو صفحہ ۲۳۲ لغایت ۲۳۸ جو جو اخصار میں یہاں نہیں لکھتا۔

دوسرا فقرہ آپ نے منتخب کیا ہے اس عبارت میں ایک فقرہ مانند جنین در رحم پر وہ نشیہ و
خانیانی خاگر بخیرت قابل ملاحظہ ہے حضرت شیعہ کی طرح ہم اگر کہنا چاہیں تو اس مقام پر بہت کچھ کہہ
سکتے ہیں مگر ہم نہیں کہتے کیونکہ عیان اچھے ہیں۔

معلوم نہیں اس سے بڑھ کر آپ کیا کہتے کہ عیان اچھے ہیں لیکر تو انکا بھی جو مقصود تھا کہ گو
اور جو بجز اسکے کیا کہتے ہیں خدا اور لکھتے کیونکہ وہ کام خلافت حکم خدا اور لکھتے نہیں جانتے
بہر حال چونکہ آپ اخبار کے اذین میں لہذا اسکو امید تھی کہ کچھ سمجھنے اور بھی ہو گئے ہوں گے اس
زمانہ میں تہذیب روشنی نے ضرور سمجھدار بنا دیا ہو گا خور تو فرمائیے اس جملہ میں کن ماہ لکھنے کے
دلجو ننگن ہے۔ زرا اشارت فرمائے گا کہ مقصود کے حق میں وہ امر مقصود شکات ظاہری کی حالت میں
جس سے مقصود دوسروں کی تہذیب تھی اس سے بہتر کوں ساقط لاسکتا ہے کیا کوئی آدمی ایسا بھی
پیدا ہوا ہے جو پہلے جنین تھا کیا رسول اللہ پہلے جنین نہ تھے اور رحم مادر میں پر وہ نشیہ نہ تھے
چونکہ اذین صاحب نے یہاں نامعلوم میں کیا ہے ہم بھی اس کے جواب میں تشفی کی عبارت نقل کرتے ہیں

ابن قتیبہ و دانش خرد و گھٹے ہیں کہ جاسیدہ مسلمہ اشہد علیہا کا مقصود اس تشبیہ سے ہے کہ جاسیدہ کو
 دنیا چھوڑی و خانہ نشینی جلیا میں علیہ السلام ہو۔ اگر ایک عالم حکمت و فن تشریح ہے: تو ہی جاسیدہ کو
 ہوتی تو آپؐ کو ہی اس تشبیہ کی وجہ سمجھ جاتے۔ لیکن آپکو تو صرف تشبیح و اسدات و بیجا اہل کلام
 سے کلام ہو کر آپؐ کی تائید و مستحیج و نامناسب سمجھتے ہوں تو ذرا تشبیہ دینا خلیفہ تائی کا

آپکو پڑھ کر ہی سے روزا حدیاد کر بیجے اور شیوگی و ایات پر اسنہز انگریزی ہوسنی سو نکالنا
 اور اگر اسپر بھی تسلی نہ ہو تو ذیل کی دو حد شیعہ آپکے مذہب کی نہایت معتبر کتاب شفا نے
 خاصی عیاض سے لکھی جاتی ہیں ملاحظہ فرمائے: روای ان النبوی سلم قال ان اللہ لا یؤتہ الا اولی
 یوں من وضع صحاح لغویہ اللہ مع تحقیق کہ نبوت کے بار میں اور حضرت یونسؑ نے لپٹ گئے تھے جیسے

اور شیخ کا پچھوٹ جانا ہو دوسری حدیث ہے: عن ابی سعید الخدری کان رسول اللہ
 صلوات اللہ علیہ اجمعین فی خندہا ابوسعید خدری کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 میں بارہ تھے اس بکر ترکی سے جو اپنے پردہ میں سنور ہو گئے تھے مشکل معلوم ہوتا ہے کہ آپکو ان دنیا
 کے دیکھنے سے بھی تسلی اور شفی حاصل ہو بلکہ گمان قاطع ہے کہ آپ ان دنیا کو دیکھ کر بالکل اسلام

کے واسطے ظاہر بظاہر کھلیا گیا اور مثل کفار و یہود جتنا راستا صلی اللہ علیہ وسلم پہنچے تو ہر ایک
 کیا آپکو جناب امیر کی بخوشی میں زجر و عذاب جاسیدہ پر کسی قسم کی غلط بیانی کا الزام آپ
 ہی کے علمائے جناب امیر کی وہ حالتیں لکھی ہیں گہر سے باہر گلی میں کپڑا لگائے گئے تھیں کی
 دھکی دی گئی معاویہؓ اسی کا طرز کیا جسکے جواب میں فرمایا کہ میں نے کوئی غلطی نہیں

کئی اور خدایاں صاحب فرمائیں! فرما اس جگہ میں یہاں ہی کہہ کر الزام کس پر جو جناب امیر پر
 جنھوں نے حضرت کی بخوشی بیان کی۔ یا جناب امیر پر جو مجبور تھے یا ان پیشوا یا ان اہل سنت
 پر جنھوں نے حضرت کو ایسا مجبور کیا۔

اگر آپ کہتے قرآن پڑھو ہو خدائے اس کی تفسیر دیکھتے ہو تو مجھتے اس میں کس کا حق ہے
 خدائے اس حالت کو بوں بیان کیا بلکہ انگریزی جملوں نے انھیں خدایاں کے خلاف مریض خلق کی تخلیق تلاوت
 اور سوز و غم پیکر تاج و خدائے انکو مارنے کے شکوں میں ایک پیدائش بھیجے جس میں دوسرے جاکے
 جن میں انھیں من کے جس میں نے لکھا کہ مراد اللہ تعالیٰ سے تخلیق سے مشتمل نہ تھے

ظلمت بطن ہے تو اب فرمائے کہ اب جناب امیر کی تشبیہ میں سے دیکھی تو آپ کے اصحاب ثلثہ
نزد ظلمات ثلاث قرار پائے پہلو کا نتیجہ کہ یہ عاریہ ہو تا ہو خود کچھ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے واللہ ولی
الذین آمنوا یخففون عنہم من ظلمت الی انوار کرجن مومنو کا فرادولی جو انکو نکالتا ہے ظلمت سے نور
کی طرف کیا جب جو انہیں ظلمت ثلثہ سے نکالنا مراد ہو۔ باقی رہی دوسری تمثیل مثل خائنین
اگر تم تسلیم بھی کر لیں کہ علامہ مجلسی علیہ الرحمہ کی حق الیقین میں یہ لفظ خائنین یعنی جمع خائن کو
واقع ہوا ہے تو بھی کوئی جانتی ہے نہیں یہ ظاہر ہے کہ ظلم لہجے کو ظلم سے ایسا سچا تا ہے
کہ تو یا خود مجرم ہو۔ بنا میں اس جمل میں تو ریضا اشارہ ہوگا اس حدیث صحیح مسلم کی طرف جس میں
یہ صنف واقع ہے کہ جناب امیر المؤمنین علیہ السلام اور حضرت عباس رضی اللہ عنہما کو کا زب غادر و خائن
و آثم جلتے تھے اور مراد یہ ہوگی کہ خیانت کاران سے آپ ایسے کنارہ کش ہوئے کہ معلوم ہوتا ہے کہ
مجرم ہیں گر گان ہی درندہ می برند کا فرہ سائل کو معلوم ہوگا تو از جا سے خود حرکت نمی گونی
کا جواب جو جناب امیر نے دیا انھیں علامہ مجلسی کی زبانی سن لیجئے۔ پس حضرت امیر المؤمنین
زید و زین و عذاب بر تو بیت بردشمان تست صبر کن و آتش حزن فرو نشان اور دختر
برگزیدہ علیان نعلے باقی ماندہ ذریت پیغمبر من سستی در امر دین خود و مردم و اپنے زجانہ
خدا ما بود مردم محل آردم و اپنے مقدم بود از طلب حق خود راں تقصیر مردم ہے جب جناب
سید نے فرمایا حسب کشف اور چہ پو گئیں یہ ایک فطری بات ہے کہ غصہ کی آگ جیسے رفتہ رفتہ
پر جستی ہے اسی تندگی طوہ پر آتی ہے نہ وقتاً تو یہ ممکن نہ تھا کہ جناب سید کی سوزش
قلبی تلخ کے یہاں سے گہر تک آئے میں جس میں چند ہی قدم کا فاصلہ تھا ایک دم ایسی سوزش
کہ گویا کوئی بیخ ہی نہ پہنچا تھا نہ وہ ایسی لیز اتھی جسکو ایک دم بھول جاتیں۔ اسی سوزش
کے خاتمہ کی وقت یہ گفتگو پہ عملت جناب امیر سے ہوئی جبکہ جناب سیدہ یقیناً جانتی تھیں
کہ یہ ہم سے زیادہ ظلم و مجبور ہیں کیسے اچھلے آپ کا یہ جو اس جدت سے یہ بھی ظاہر ہے کہ
کہ جناب سیدہ کیسے تلخ و دردگار تھیں اور ان کی کیسی سخت و خوار ہی ہو رہی تھی۔ مگر
جناب امیر اسکی کچھ بردہ نہ کہتے تھے اور جان بچانے گہر میں بیٹھے ہا کرتے تھے ہا کرتے جناب
سچے دل سے کہتے تو آپ کے ایمان لیکو کافی تھا مگر انہوں نے بقصد تقویٰ جان و مال میں

فقط ہم آپ اس حیثیت سے کہتے ہیں کہ شیعوں پر لازم آئے۔ غور تو کیجئے جناب سیدہ یا دیگر لوگوں
 میں وہ باجرین و انصار نے ساتھ چھوڑ دیا۔ ذلت و خواری کیوں مہربانی و خلیفہ اول نے
 خدا کا غضب کیا آپ کے دعویٰ کو قبول نہ کیا

جناب میر علیہ السلام پر توجیب الزام آتا کہ وہ کچھ قدرت کہتے حالانکہ وہ تو جناب
 سیدہ بھی زیادہ مجتہد ہوئے تھے کیونکہ دعویٰ خلافت تو حضرت ہی کو تھا لہذا وہ حسب زیادہ
 مجتہد کہ گئے۔ اگر آپ تاریخ یا کتاب علم کلام کو دیکھتے تو آپ کو معلوم ہوتا جناب میرورن سویتہ
 اس وقت زندہ چھوڑ دی گئے کہ جناب سیدہ زندہ تھیں کیجئے کتاب الامامة و السیاسة ابن قتیبة بنی مقلد
 جو مصر میں بھی لکھی ہے خلا سمع القوم صومعوا الضربوا بآکین و کادت قلوبہم یصبحون و انکاد
 تنظروا علی قبر و معدن قبرا فاخرجوا عنہا فمضوا بہ الی الجحیم فقالوا الیہ یایع فقال ان انام
 انفل فیہ قالوا اذا و الله الذی لا اله الا هو نضرب عنقک قالوا ذاقوا قتلون عبد الله و
 انما رسولہ الا و ابو بکر سأت کلا ینکر فقال لہ عمر انما فیہ با مرک فقال ان احدہما
 حالت خاطر الی جنبہ فطعن بقرہ رسول اللہ یصحر و یبکی و ینادی یا ہن نام ان القوم
 و کادوا یقتلوا بنی منہ ۲۲ طرد مصر قوم نے جب جناب سیدہ کی آواز اور دنا بجھنا تو مانتے
 و تہ کے قریب تہا کہ دل لنگے پھرتا میں در جگہ یا میں پاش ہوں۔ کچھ لوگ تو چلے گئے۔ سزا اور
 انکے ساتھ تھی کہ ہے یہی بہانہ کہ کمال علی کو باہر اور لیگئے انکو ابو بکر کے پاس۔ یہ کہہا بہت
 کرو تو طعن نے کہا اگر بیت نکروں تو کیا کرو گے عمر نے کہا ہم شکوہ قتل کرو الیر شکے علی
 نے کہا اگر شکوہ قتل کیا تو ایک بندہ خدا اور برادر رسول کو قتل کیا عمر نے کہا بندہ خدا
 صحیح نہیں ہے۔ ابو بکر چلے گئے۔ یہی عمر نے کہا کیوں کوئی حکم نہیں ہو سکتا کہ یہ کہہا جب تک فاطمہ
 ان کے پہلوں نہ زندہ ہیں۔ میں انکو جہنم نہیں کہ سکتا۔ پس گئے علی قبر رسول پر پہنچتے تھے۔ اور
 روتے تھے۔ اور با و از بلینہ کیجئے تھے ای ما چاقوم نے مجھ کو ضعیف کیا اور قریب تہا کہ قتل
 کرنے انتہی۔

عمر نے کہا اگر شکوہ قتل کیا تو ایک بندہ خدا اور برادر رسول کو قتل کیا عمر نے کہا بندہ خدا صحیح نہیں ہے۔ ابو بکر چلے گئے۔ یہی عمر نے کہا کیوں کوئی حکم نہیں ہو سکتا کہ یہ کہہا جب تک فاطمہ ان کے پہلوں نہ زندہ ہیں۔ میں انکو جہنم نہیں کہ سکتا۔ پس گئے علی قبر رسول پر پہنچتے تھے۔ اور روتے تھے۔ اور با و از بلینہ کیجئے تھے ای ما چاقوم نے مجھ کو ضعیف کیا اور قریب تہا کہ قتل کرنے انتہی۔

قال ابن عباس ما جیو لہ لہ فہو کما امر رسولہ

اس عبارت سے تو آپ سمجھ سکتے ہیں کہ دربار خلافت سے اس سیدہ کو حکم قتل نہ تھا تو ہوا
 کہ جناب فاطمہ زندہ میں پہر آپ جناب سیدہ کی کیا دہر کر سکتے تھے۔

اڈیہ صاحب پڑتے کلامیہ کو ملاحظہ فرمائیے جو یہاں اسکی بخت کی گئی ہے کہ جناب میر نے ابو بکر
 کی محبت بقیہ نہیں کی وہاں لکھتے ہیں ثمرات فاطمہ مع اعلیٰ نسبہا و جنتہا ابطال الہا
 ابن زہبان) و کانت فاطمۃ الزہراء مع علو شانہا و جلالہ قدرہا و فضل نسبہا و وجتہ (طالع الانوار بیاضی) و
 کانت فاطمۃ الزہراء مع علو شانہا و جلالہ قدرہا و فضل نسبہا و وجتہ علی (طالع
 الانوار صفائی) کیوں صاحبان عبارتوں سے تو صاف ظاہر ہے کہ جناب میر کی شوکت و عزت عوام
 کی نظر میں صرف بوجہ جناب سیدہ تھی جسکو وہ معرض استدلال میں لائے کہ بوجہ جنت
 جناب سیدہ انحضرت مجبور تھے پس جب خود جناب سیدہ اسد رجب محبوبہ تھیں کہ جنتی ہیں جلائی ہیں
 روتی ہیں اور کوئی مدد نہیں کرتا تو جناب میر کی کیا حالت ہوگی آپ خوب سمجھ سکتے ہیں
 اور اگر اسکے سمجھنے میں تکلف ہو تو صحیح بخاری کے اس جگہ کو ملاحظہ فرمائیے وہاں علی
 من الناس وجہ حیاء فاطمہ فلما توفیت استنکر علی وجہ الناس فالتمس مصلحۃ علی
 بکسر و متانتہ و لہر لیکن بیابیم تلک الا شہر فارسل الی ابی بکر ان ائنا کلاینا
 احد محک کر اہل حضرہ ہمزہ بد یعنی علی کو آدمیوں میں آبرو تھی حیات فاطمہ سوجب
 و توفائی فاطمہ نے تو پھر علی سے منہ لوگوں کے پس التماس کیا مصلحی ابو بکر کا اور انکی صابریت
 کا کیونکہ ان ہمنوں تک محبت کی تھی پس کہلا بھیجا ابو بکر کو کہ تمنا آویں اور کوئی نیکے ساتھ نہ
 لےے اس کہ اہلک کہ تہ آویں۔ کیونکہ اڈیہ صاحب جس شخص کی بدولت جناب میر کو عزت
 و آبرو ہو جب ہی اسد رجب مجبور ہو جائے کہ اسپر فر گرایا جائے گہر میں آگ لگی ہے یا چھوڑ دینا
 ہے جس سے سننے والوں کا دل پاش پاش ہو جائے تو جناب میر کی مجبوری کس درجہ ہوگی
 ہاں اڈیہ صاحب کا یہ کہنا محبت کا مقتضایہ تھا کہ ایسے موقع پر اپنی جان ازین شہار
 کہ چیتے اور پوچھتے ہی انکی ذلت و خواری نہ دیکھتے ہوتے نہ تھا کہ اگر وہ مثل ایکے خلیفہ کے
 اپنی خواہش فرض کے تابع ہو تو اگر جناب میر کی تو یہ شان تھی ان وقتہ شیخوں و مولیٰ بنین
 انفسہا وہ اپنی جان فدائے ہاتھ بیچ چکے تھے پھر کیونکر ایسی مخالفت کرتے اور وہاں ہوس
 کو لڑھکتے

دیکھئے آپ کے علاوہ صاحب کتاب کی وصیتوں کو کن ہفتوں سے لکھ کر کہتے ہیں کیا کہنے لگے

کتاب الفتن جلد ششم کے ص ۱۷۱ پر حضرت علیؑ نے فرمایا رسول اللہ یا علیؑ کیا ہے اذہم
 الاخرة ورجعوا فی الدنیا واکلوا التراث لما واحبوا المال جابجا وودین
 اللہ وغلام مال اللہ وولا قلت اترکھم وما اختاروا واختار اللہ ورسولہ
 والدار الاخرة واصر علی مصائب الدنیا وبلوہا حتی الحق بک انشاء اللہ
 قال صدق اللہ ما فعل ذالک بہ (التقی ۱۳۱) ربیعین حضرت علیؑ سے منقول ہے
 کہ فرمایا رسول اللہ نے کہ یا علیؑ کیا حال ہو گا تیرا جس وقت کہ لوگ نفرت کریں گے آخرت سے
 اور رغبت کریں گے دنیا میں اور کہا جائیگا مال میراث کہا نا سب کا سب اور دوست
 رکھیں گے مال کو بہت دوست رکھنا اور بنائیں گو دین خدا کو مکر و فریب (یعنی باوصف
 عدم ترین متدین بنیں) اور بنا لیں گے مال خدا کو دولت کہا میں نے کہ میں نموداروں گا ابو
 اس چیز کہ جو اسخو اختیار کی ہو اور اختیار کر دیں گائیں ام کو اور اسکے رسول کو اور خانہ
 آخرت کو اور صبر کر دنگ میں نیا کی مصیبتوں پر اور اسکی بلا و نیر و پانگ کہ ملحق ہوں میں آپ سے
 انشاء و بعد فرمایا رسول اللہ نے کہ سچ کہا تو نے ای علیؑ یا خدا کر تو اسکے ساتھ ایسا ہی ہوتے
 اگر کسی کو اس کتاب کو آپ لیکھ نہ سکتے ہوں تو مدارج النبوة جلد ۱ کے صفحہ ۱۱۵
 ملاحظہ فرمائے و صفحہ نیز پیش رفت و یاد ستور کہ با عایت مکالمہ فرمود با حضرت زینت
 و تمام لزواج مطہرہ را وصیت کرد بعد از ان فرمود برادر من علیؑ را پیارید علیؑ پیارید و برپا
 من حضرت زینت و سر مبارکش ابر زانوی خویش نهاد و ان سرور فرمود ای علیؑ ظلم ہو دی
 پیش من چندین مبلغ را داد کہ از وہے برای تہیز لشکر اسلام بفرم من گرفتہ ام ز نہار کہ جن
 ہزار تو من را دگنی و فرمود کہ اسے علیؑ تو اول کسے خواہی بود کہ در لب حوض کوثر من
 سکا و بعد از من مکر و مات تو بخواب رسید باید کہ دل تنگ نشوی و صبر کنی و چون بیگی مرد
 دنیا را اختیار کنند باید کہ تو آخرت را اختیار کنی۔ انتے

ابو ذرؓ کو اپنے مائیں کہ بجات جناب سیدہ اگر جناب امیر خلفائے ارضے اور شہید
 ہو چکے تو یہ جو شیئہ شہدائی رسول ہوتا یا بجات سلام جلد مصاب کو برداشت کرنا اور وصیت
 حاصل کرنا ایک قدم بڑھ کر اپنا یہ موجب ضمانندی خدا و رسول تھا کیوں صاحب جب حضرت

خداوند عالم سے اسکی دعا کرچکے تھے کہ علی کو ان صحابہ نیا پر صبر کی توفیق کر لست خرم پر اس کے خلاف کیونکر کر سکتے تھے۔ اڈیہ صاحب بھی اچکوشجاعت جناب میر کا حال نہیں معلوم ہو جو اسکی فرمائش کرتے ہں مہمقتضاشجاعت بھی یہی تھا وہ دیکھے کتاب استیعاب تو معلوم ہو کہ یہ ضبط کرنا اور صبر کرنا جناب امیر کا احوال پر کیسی شجاعت ہر قاعد بن افغ بن مالک کو ترجمہ میں لکھے ہیں فقال علی العجب لطلحة والزبير ان الله عز وجل لما قبض رسول الله صفا عن اهلہ واولیائہ لا ینازعنا سلطانه احد فانی علینا قومنا فلو اغیرنا وایمرا لہ لولا

مخافة الفرقہ وان یعود الکفر وینو الدین لغیرنا فصرنا علی مضض مما لم یضض لہ ولا درہنہ
 حبیبی کہ حضرت علی نے ظور فریہ سے تھج ہر جب رسول اللہ وفات پائی تو مجھے کہا ہم حضرت کو اہل اور اولیاء سے ہں کوئی جسے سنا زعت مگر نیگا اس خلافت و حکومت میں مگر قوم نے انکا کیا اور غیر ونگو
 کا کہ ظفر بنا یا قسم خدا کی اگر پھوٹ پڑے اور کوہ کپٹ آنے دین کے متباہیکاز خوف ہوا تو ضرور
 اس خلافت کو متبرک کر دیا لہذا میر صبر کیا۔

خطبہ شمشیر میں جو حضرت نے فرمایا ہے و طعفت اذ تاتی بیل ان اصول بیل جذا و اصیر علی طین عیایہم فیھا الکبیر ویشبب نہا النصیر ویکدر فیھا موم حتی یلقی ربہ
 قرآیت ان الصبر علی ہاتاجی فصیرت و فی العین قدی و فی الخلق شجری ہر قرائی فہینا
 حتی مضی الاول بسبیلہ سہ کو معلوم ہے کہ فرماتی ہں میں نے اسمیں علی رکنا شروع کیا کہ حملہ کروں
 ایسے کو ہوسے ہاتھوں سے (جو جنہو نے اعوان انصار کے) یا صبر کروں اس ظلمت تیرہ و بار پچھیس
 نیچے بوڑھے ہو جائیں اور بوڑھے ضعیف و کمزور ہو جائیں اور غم و الم میں مبتلا رہیں مگر میں ہاں تک کہ
 خدا سے ملاقات کرے پس دیکھا میں نے کہ میر کرنا اس مصیبت پر اولی ہی میں صبر کیا حالاکہ نگہوں
 میں غبار تھا (غم کا) اور طلق میں غم و غصہ کا فشار تھا۔ دیکھتا تھا کہ میر لٹ میری لٹ رہی ہے
 یہاں تک کہ گیا پہلا اپنی راہ پر

اڈیہ صاحب جناب میر کا اس پہلی خلافت میں جنگ کرنا اور پھر عایشہ و ظور و تیر سے
 جنگ کرنا دونوں امر محض برض حمایت و حفاظت اسلام تھا چنانچہ پہلی خلافتوں کی نصیبت
 جو فرمایا ہوا ہے اسکیا سب معلوم ہوا اب اسکو سبھی بن لیجئے کہ عایشہ وغیرہ سے جو حضرت نے

جنگ کیا اسکی نسبت کیا فرماتے ہیں تاریخ کامل جلد ۲ صفحہ ۶۰۰ توحدت هذا لحدت الذي
 جزء على هذه الامه اقوام طليوا هذا الدنيا حسدا وامر ارفا ما الله عليه وعلى
 وارادهم والاسلام والاشيا على اديارها پھر یہ حادثہ پیدا ہوا جسکے بانی وہی لوگ ہیں
 جو دنیا کے طالب ہیں اور خدا کو عطا اور اسکی دسی جو فی فضیلت کا حصہ گنتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ
 اسلام و شریعت کو الٹیں۔ دیکھئے جو صحت وہاں جنگ نہ کر سکی تھی وہی یہاں جنگ کر سکی تھی
 دیکھتے ہیں میراث کے تلف ہونے پر رسول امیر زبیر زبیری وصیت کی تھی اسی حق تلفی کو یہاں خطبہ
 شتقیہ میں یاد فرماتے ہیں۔ چونکہ اڈیر صاحب نے جناب سیدہ کو خطبہ کے بعض فقرات کی نسبت
 کچھ اپنی ذلی آراء زوں کو ظاہر کیا تھا سو مجھے بھی اسقدر اجالا لکھنا پڑا۔ اگر انکو زیادہ شرح
 تفصیل ہو تو کتاب شتقی اہل سنت و خراج ملاحظہ کریں۔

باقی رہا اڈیر صاحب کا یہ جملہ اب با اصحاب ائمہ کا ائمہ سے مناظرہ کرنا وہ بھی اپنی کتاب میں
 مستعمل ہے۔ پھر جنگ یہاں اجالا لکھا ہے اور ۲۲ میں اصل عبارت کو لے لکھا ہے لہذا وہیں اس کا
 جواب بھی لکھا جائیگا کیونکہ آپ خود شمس کے جواب میں لکھتے ہیں مگر مقصود یہ ہے کہ ہم اگر ان
 عبارت کی طرف متوجہ ہو جائیں تو صل مقصود سے دور ہو جائیں۔ لہذا ہم بھی ان فضولیات میں
 پڑنا نہیں چاہتے کہ صل مقصود فوت ہو صرف اسقدر ایک اطمینان کیلئے کافی ہے کہ اگر آپ شمس کا
 جواب بھی نہ لکھتے تو شمس کے تناقض سے باز نہ آئیگا۔ اور آپ کے ہر جملہ کا جواب یا جائیگا انشاء اللہ
 اور ابوبصیر کے اس جملہ کو بعض اس جملہ کے تصور فرمائے جو خلیفہ دوم نے رسول امیر کو بارگاہ
 میں کہا تھا جسکے مجھے روز حدیث پیٹنگ ہوا کبھی ایسا شک نہ ہوا تھا اور آپ کے علی خلیفہ دوم
 کی مخالفت میں کئی کام شریعت میں فرماتے ہیں کہ جائز ہے ایک مجتہد دوسرے کی مخالفت کرے
 اگر ضرورت کے زمانہ میں کسی نے کہا بڈھا بیدار ع تو ممکن ہے بعد بختیرو متوبہ کرے اور
 امام سائرس مگر خیال تو فرمائے کہ حضرت عمر نے کسوف ان الرجل لھن کہا تھا جسیر حضرت
 قوم جاعنی کہہ کر کال دیا کہ انکی اس جملہ کا مقابل ہو سکتا ہے ہرگز نہیں۔

۲۲ میں اسی ضمنوں کے بقیہ میں حضرت زید شہید کے مناظرہ کا نام بھی لیا ہے مگر فرمیں
 ایسا جمل لکھ گئے ہیں بجز نکوت اس کا کوئی جواب نہیں کہو کہ حضرت زید کا مناظرہ تو ہشام

بن عبد الملک سے ہوا تھا جسکے بعد وہ شہید کے گنواہر انہیں کے شاگرد سے لیکے یہاں علم کلام کی ایجاد ہوئی علاوہ اسکے جو آپکے علم اور ائمہ سے ان حضرات کے مناظرہ ہوسکتے ہیں وہاں وسیع درج و گہر کسی دواغ کی تفصیل کرتے تو میں بھی جواب عرض کرتا

اڈیٹر صاحب نے چونکہ لکھا تھا کہ سنیوں کی مردم شماری نسبت شیعوں کے زیادہ ہے اسلئے اہل علم کا اوسط سنیوں میں زیادہ نکلیگا اسکے جواب میں عرض کیا تھا کہ یہ جملہ اسوقت ضرور وزن کہا جاوے کہ دونوں فریق کو اپنی سزا بہ اعتبار شرافت و نجابت یکساں ہونے الی آخرہ۔ اس فقرہ پر اڈیٹر صاحب کو بہت غصہ آیا و مگر انہوں نے ہماری تحریر کا ایک جملہ ایک لفظ بھی ایسا نہیں ہے جس سے تہذیب متانت کو صدمہ پہنچے یا جو کسی قسم کی معذرت کی ضرورت ہو کیونکہ یہ بدیہی ہے۔ ارزاں و اجلاں کی کثیر تعداد سنیوں اور اشراف کی کثیر تعداد شیعوں یہ تو بدیہی اور واقعی ہے جس سے کسی کو انکار ہی نہیں ہو سکتا۔ رابر جملہ حضرات حسین کے بعد مقتویاد و سو برس کے عرصہ میں جبکہ روز بروز نفوس خاندان اہل بیت کے ظہور میں آچکے تھے وہ دنیا میں آدھی ایسے جن جو نسبت علم شیعہ شیعوں کے باقی سب شیعوں کے مخالف اور سنیوں کے موافق تھے وہ عقول متوسط کے فہم سے بالکل خارج ہو کر کیونکہ اڈیٹر صاحب پر لازم ہے پچھلے روز ہزار نفوس کا خاندان رسالت میں پیدا ہونا ثابت کریں پھر سب کا سنی ہونا یا سنی کے موافق تب اسکی تحقیقات کیجئے۔

آپ نے کہا کہ سنیوں کے مابین المودتہ شیخ سلیمان بنی کو ملاحظہ کیجئے جو اس حکایت کے ناقل ہیں اہل ایمان اہل خلیفہ کے مال لاکھ تھے تقسیم سادہ کیلئے تو اسوجہ سادہ کو نہ کیا کہ وہ سب زمین کرتے تھے شبکو خواب میں جہاں رسالت لکھی کہ کیا جیتا سید اسکی حکایت کرتی ہیں کہ یہ ہماری اولاد کو مال نہیں دینا حضرت نے اس سوال کیا تو کہا یا رسول اللہ صا صعد کلا لا نذیب شیخین میں اسوجہ اس سید کو نہ کیا کہ وہ سب زمین کرتا ہوسکتے تھے بعد وہ شخص گیا ہوا اس سید کہاں حضرت مال زیادہ کہو روز اس وقت سے ایک معلوم ہو سکتا ہے کہ سادات کا مذہب شیعہ کیا تھا اور وہ کیوں پہلے درجہ خلافت میں قرار پاتے تھے کہ سب سے پہلے وہ تھے جو پہلے تو معلوم ہو رہا تھا کہ سنیوں پر بغض ہو رہا تھا کہ ان کے گناہ کا سبب نہیں بنیا تو اول کہنا مسلم پر اس طرح ان لوگوں کا حضرات شیخین کو ارزاں کہا مسلم ہو مگر یہاں بہت اسکی ہتھیاری چونکہ چونکہ آپ جو علمائی تھے لوہ زیادہ ہے فرقہ میں رہائی ہواسلئے عرض کیا گیا چونکہ شیعہ میں ارزاں تھا زیادہ تھا لہذا اہل علم پر اس طرح اور شیعوں میں زیادہ کیونکہ شیعوں کا اکثر شیعہ ہے جس سے ان کی تفریح مقصود ہے لہذا ان لوگوں کے ہتھیاری کے مطلق اڈیٹر صاحب کی توہم ختم ہوتی اور اسکی جواب بھی عرض کیا گیا۔ (باقی وار د)

شمس

مسد باب ماہِ جماد الثانی ۱۳۲۳ ھجری جلد

التاس (۱) رسالہ شمس کو فی معمولی رسالہ نہیں ہے بلکہ محض علمی رسالہ ہے جس میں مختلف مضامین متعلق علم کلام سلسلہ دار رہتی ہیں لہذا ہر شخص پر حفاظت ایسی لازم ہے کہ پہرہ پہرہ نہیہر ہلکنا (۲) چونکہ یہ رسالہ ایک سنی ہفتہ وار اخبار کے جواب میں نکلتا ہے لہذا خاکسار اہل سنتہ کے ماہِ خلد کی ضرورت ہی اسلئے رکھا چندہ ان سے عام طور پر لیا جائیگا کہ وہ بھی بظرف تحقیق تسلیم و کسب (۳) اڈیٹر صاحب سے بالخصوص عرض ہے کہ وہ مناظرہ میں اصول احقاق حق کو مد نظر رکھیں نہ محض پروری کیونکہ جو لوگ علماً دین سے ہوتے ہیں انکا فرض یہ ہے کہ عوام بچارہ کو راہِ غیرت و تنذات سے بچائیں یہ کہ بالخصوص ایسی باتیں کہیں جس سے گمراہ ہوں گے کہ کہیں عینی و بین اللہ کہیں اور کم سے کم وہ مضامین شایع کریں جس پر وہ عقائد کہتے ہیں نہ ایسے مضامین جو محض دوسرے کے دل دکھانے کے ہوں و درخوش عقائد سے قلبی بری ہوں اور جہاں کوئی امر لا جواب انکو لمجا یہ سخن پروری پر آمادہ نہ ہوں و ما علینا الا اللہ - اڈیٹر

ضوء شمس

اڈیٹر صاحب اپنی تحریر سابق کا اڈی جگہ شمس کی پالیسی ممبرانہ میں لکھتے ہیں سپر خاندان المہبت کے چشم و چراغ حضرت زید شہید ملت جگہ امام زین العابدین کے ساتھ ایک کویتویانہ نمبر کے مناظرہ کرنا اور لگوٹا دینا یہ سب مضامین اپنی کتابوں میں گورہاں ان مضامین کی آپ ذکر کرتے تو یقیناً آپ کے مضمون میں جان پڑ جاتی اور راجھی طرح معلوم ہو جاتا کہ شیون میں توجہ مناظرہ کی طرف بہت کامل ہے مگر اسدوس کہ خود تو اڈیٹر صاحب شمس کے مضامین کی نسبت لکھ چکے ہیں میں ہاں باتوں کا جواب لکھ نہوں گا کیونکہ میرے محبت سے خارج ہیں

مگر شمس کو خواہی خواہی ان پیش پا افتادہ مباحث الجمانا چاہتے ہیں بہ کون سا انصاف
 ہی اسکے متعلق ہم اگرچہ نمبر میں لکھ چکے تھے۔ مگر اس قدر عرض کرنا ضروری ہے کہ ڈیڑھ صاف
 حضرت زید کے کس مناظرہ کے مشتاق ہیں جو اس طریق سے اس کا یہاں تذکرہ کرتے ہیں
 کیا ایک حضرت زید کا وہ مناظرہ مطلوب ہے جو ایک خلیفہ سنی ہشام بن عبد الملک
 سے دوبارہ جناب ام محمد باقر علیہ السلام ہوا جسکی تفصیل مطابق عمدۃ المطالب یہ ہے محمد
 الباقون علی زین العابدین بن الحسين بن علی بن ابیطالب علیہم السلام لیکن اباجعفر
 و لقب بابا اتر مار و اولاد جابر بن عبد اللہ الانصاری عمر بن عبد اللہ انہ قال یا جابر
 انک ستعسجن حتی تدرك رجلا من اولادى اسمہ اسمی سقر العطل یقر اذ اذ اذ رایۃ
 فاقترہ من البسلام فلما دخل محمد الباقور علی جابر سالہ عرابہ فاخبرہ عما قام الیہ و اعنفقہ
 وقال له جدک رسول اللہ یقر علیک السلام و وفد خوة زید بن علی ہشام بن عبد الملک
 فقال ہشام ما فعل اخوک البقرۃ یعنی الباقور فقال زید لشدت ما مخالفت رسول اللہ
 سماہ رسول اللہ الباقور و سمیت ذنبا البقرۃ تحالفہ یوم العیامۃ بدخل هو الجنة
 و تدخل انت النار یعنی بایام محمد باقر اسوید ہو کہ حضرت جابر نے روایت کی تھی کہ رسول اللہ
 نے انکو تیر دی تمہاری زندگی اتنی تلوانانی ہوگی کہ تمہاری اولادت اس لڑکے کو تم دیکھو گے جو ہمارا ہشام
 ہوگا وہ علم کو شگافتہ کرے گا پورے طور سے تم جب سناؤ دیکھو تو میرا سلام پہنچا یا جب حضرت جابر
 پہنچا تو علیہ السلام کو دیکھا تو اس حدیث کو بیان کیا اور سلام رسول اللہ پہنچا یا جبھی سے حضرت کا
 یہ نام نہ ہو بلکہ فقہ حضرت ہشام ابن عبد الملک کی ملاقات کو گئے تو ہشام نے ام محمد باقر
 کی نسبت پوچھا تمہارا بہرائی بقرہ کیا کرتا ہے اسپر حضرت نے کہا چونکہ تمہارا منہ خرافت میں
 پر کمر باندھی ہے لہذا جس کا نام باقر کہا تو بقرہ کہتا ہے قیامت کے روز بھی تو انھرت کی مخالفت کریگا
 کہ وہ تو بہشت میں قشر پہنچا جائیگا اور تو جہنم میں ہشام کے انہ شاعر ابن سنیہ ہوئے کسی سنی
 کو نکار نہیں ہے دیکھو مناظرہ امجدیہ

۲۵۹

یا وہ مناظرہ مقصود ہے جس سے بقول شاہ صاحب حضرت زید نے ایک امام اعظم ابو حنیفہ کوئی کہ
 اپنا مقصد بنایا جیسا کہ شاہ عبدالعزیز صاحب تحفہ میں لکھتے ہیں امام اعظم ابو حنیفہ کوئی رحمہ اللہ

علیہ نیز بصحت امامت زید بن علی دانتا دین خروج تصویب می نمود و مردم را بر فاقادت و تخریب
 می گرد و لهذا اکثر زیدیه در فرج موافق مذہب سید لند و در اصول مطابقت اعتقاد و مقرر کرد کہ چونکہ
 اس شخص سے ہر شخص کو بخوبی ظاہر ہو کہ لیکے امام اعظم حضرت زید کو امام سنی جانتے تھے و انہیں
 کی تواریخ و تریغیب حضرت زید شام بن عبد الملک سے لٹے مگر لیکے امام اعظم نے اور انکو مستحور
 نے حضرت زید کو عین وقت پر دھوکا دیا جس سے وہ شہید ہو کر ارا بتک وہ اثر باقی ہو کہ زید فرج
 میں حنفیہ کے موافق ہیں۔ اور شاہی اسی کا اثر ہے کہ شیعہ کی مخالفت میں سید حنفی سرگرم ہوتے
 ہیں و سرفرد کتر مادہ ہوتے ہیں بوجہ اوڈی نے بھی امام زید شہید کہا حالانکہ شیعہ شاعشرہ کوئی
 انکی امامت کا قائل نہیں بہر حال اوڈی صاحب اپنے مطلب اگر کچھ توضیح سے ظاہر کریں تو حقیقت
 حال ظاہر کروں گیونکہ یہ تو سب معلوم ہوا اس زمانہ میں تمام فرق سلام مذہب بل بیت ظاہر میں کی
 مخالف تھو ان حضرات کو مختلف اوقات میں بہت اشخاص سے مناظرہ کرنا پڑا جو کہا تا تک اسکی تفصیل
 کی جا سکتی ہو اور پھر بوجہ مختار و خروج عن اجماعت ہم زیادہ تفصیل سے معذرت بھی ہیں
شرف و نجابت اہل سنت کے متعلق اجمالاً ہم میں کچھ چکے ہیں اس سے زیادہ کی ضرورت نہیں چونکہ
 اسی عالم غیض و غضب میں یہ بھی لکھ گئے ہیں "متبعین انبا کو اہل خلافت ہمیشہ از ال واجلالت کہا
 کرتے تھے۔ پس اگر آپ نے اہل سنت کی نسبت یہی الفاظ استعمال فرمایا تو انھیں شہنشاہ چاہئے
 کہ متبعین انبا کو جو خطاب کرتا تھا وہ انھیں ملا اس سے زیادہ اور کیا چاہئے۔ مگر انسوگ سبب
 تقریباً اسی غلط فہمی کی بنیاد پر ہے جسکی حقیقت ہم ظاہر کر چکے ہیں کیونکہ دونوں میں بہت فرق ہے
 کہ کسی وجہ خاص سے کوئی زویل کہا جا۔ یا در حقیقت زویل کو۔ زویل کہیں اگر یہی معیار قائم ہو تو پھر
 زویل ہی کہہ سکتا ہے کہ ہر کوئی زویل کہتے ہیں کہ جو فلان مذہب اختیار کیا اور سپر کو خون ہونا چاہو۔
 افسوس کہ حقیقت ایک ایوان خلفا ابوسفیان نے قیصر روم کو سامنے اہل اسلام کو صغفا کا خطاب
 دیا تھا تو تارمین شامی اسی جملہ سے خوش ہوسے بلکہ شخصین کو اس حلقہ سے خارج کر کے لے یا وایل
 کرنی پڑی کہ والہم را با کاشرف ہنا اهل العزوة والتکبر صغفا لکل شریف حتی بود مثل
 ابو بکر و عمر یعنی شریف سے مراد وہ لوگ ہیں جو صاحب کبر و نخوت تھے نہ کہ ہر شریف یہ جو ایسا
 کہ کوئی مثل ابو بکر و عمر کی شرافت پر نہ اعتراض کرتو۔ دیکھو تنقید سبب جلد اول ص ۱۳۷

پس اگر اس لفظ سے آپ حضرات خوش ہو تو میں تو اس قسم کی تاویل کیوں کی گئی حالانکہ حقیقت یہ تو کہ ایک کافر کا تہاجر اس وقت تو یقینی کافر تھا اور مدت العمر کافر ہی رہا اگر جواب حضرات کچھ ہی نہ فرمائی فرمائیں۔

اڈیر صاحب نے یہاں تک مضامین شمس کو منتخب کیا تھا اسکے بعد اس میں گھسٹوں میں تینوں رسالوں میں پیش نظر میں اسکے کہ شیعوں کا مناظرہ کیلئے مستعد ہونا اور مناظرہ کا طریقہ ان میں مانہ قدیم کو راجع پنا بیان کیا گیا ہے اور کچھ علماء کی قبح و جرح نقل کر دی ہے اور کچھ نہیں۔
آخر میں تاویل میں اب ہم ناظرین کو آگاہ کرتے ہیں کہ شمس کے متعلق ایک حرف بھی لکھنا ضروری نہیں تا وقتیکہ اڈیر صاحب ہماری اصلی باتوں کا جواب نہ دیں۔

اس مضمون کو شمس میں لکھ چکا ہوں مگر سلسلہ کی غرض سے پھر عادیہ کرنا پڑا تاکہ ناظر کو حقیقت اس اخبار کی معلوم ہو جاوے اس نام دعویٰ سے شیعوں کے مقابلہ میں لگایا گیا
ہم اس تحریر کو دیکھ کر بالکل نا افسوس ہو گئے تھے کہ اب لایق اڈیر کوئی جواب بھی لکھ کر خدا
کذیب ہو اور ۱۲ جمادی الاول میں وہ ملک کی رسید لکھتے ہیں اگرچہ کہ کتاب کی غلطی سے شمس تیسرا
نمبر لکھا گیا ہے مگر حقیقت وہ چوتھے نمبر کی رسید ہے کیونکہ وہ کل مطالبہ ہی کے ہیں چنانچہ خود بھی
مستتر میں اس غلطی کے مترادف ہو کر

(۱) میں پہلے تہذیب کے شاکھی میں گروہ میں آئی وہ تہذیب کہا چکو ہیں جسبیلہ کو معذرت کرنی پڑی
(۲) پھر اسکی شکایت ہو کہ اسکے اخبار کا نام نہیں لیا جاتا حالانکہ شمس کا نام اسکو ظاہر کر رہے
(۳) عدل خداوندی کا زبانی اقرار کرتے ہوئے کہتے ہیں اس جملہ کا تفصیلی جواب ہم پیش لکھ
دوسرے صحت چھڑ جائے مگر جملہ گونہوں کا یہاں اشاعرہ شمس میں پڑھے ہیں اسکی حقیقت کو خوب
جاننے میں ہر لوشی شاکھی صاحب رسالہ علم کلام ملاحظہ فرمائیں

ہم محض ایسی کی نسبت لکھتے ہیں ایسا کا معصوم نہو نہی آپ ہی کا مذہب ہو گا ہمارا مذہب
نہیں جب سطر آپ یہ پڑھا انکار کرینگے تو کیا جواب یا جاگیر کا فواید قادر شریح مفید
ملاحظہ ہو اما العصورۃ فی الذنوب فقالت للرافضہ انہ لا تنعم منہم الذنوب الا
الکبیرۃ ولا الصغیرۃ الا علی سبیل القصد ولا علی سبیل التهور ولا علی سبیل

الناس وبل والنظا وقالوا انهم معصومون مروی ہے مولانا رحمہ اللہ نے اس آیت سے بخوبی معلوم ہو کر عصمت انبیاء کا قول حقائق شیعہ سے اور اہل سنت کے خلاف میں پھر کہیں یہاں قلم نہ دعوئی کرتے ہیں ہاں قصہ حضرت آدم اس کا جواب تفصیلی اپنے موقع پر آئیگا لہذا نیز فقہیہ کی نسبت کفر کی نسبت کا الزام آئندہ مذکور ہوگا

(۵) جتنے بزرگوں دوستانہ و ایش کی تھی کہ انہما اظہار علیہم السلام کی نسبت اسی امر کو ظاہر کرنا جو حقیقتاً اپنا عقیدہ، اسکو متعلق کہتے ہیں آپ جانتے ہیں کہ جو معاہدہ اہل بیت کو لیکے قرآن نے لیکے مذہب کے راویوں نے بیان کو ہاں ظاہر نہ کر جاویں۔ وہ ضرور ظاہر کرنا چاہیے اور آپ حضرات محبت اہل بیت کے ذہانی دعویٰ کو ترک کر دیجئے اور جس طرح اصحاب نبی سے آپکو سوزن پر اہل بیت سے ظاہر کیجئے

انہوں کو اذیت دینا جسے میری تحریر کا مطلب لانا سمجھا میں اس کا مانع نہیں ہوں کہ روایات شیعہ جو آپ کے مطلب کے موافق ہوں انکو نہ پیش کیجئے یا اس پر اعتراض نہ فرمائو اسکا آپکو پورا اختیار ہو مگر اپنے یہاں کی وہ روایتیں کیوں پیش کرتے ہیں جو عقیدہ جمہور اہل سنت کو خلاف ہو اور اس سے سوظن پیدا ہو مثل روایت صحیح بخاری کے جسکے قائل ابن عمر میں صرف تین آدمی کی خبر متناظر اور ہیں ابو بکر عثمان عمر حالانکہ یہ روایت جس سے جناب امیر المؤمنین کو بعد عثمان بھی کوئی درجہ نہیں ملتا خلاف عقیدہ اہل سنت ہے جسکی تفصیل صلاح امیر اور شخص میں قوم ہوا و خود اشخاص میں بھی توضیح کی موجود ہے ہر ملاحظہ ہو صفحہ ۲

(۶) مسئلہ تحریف کے متعلق لکھتے ہیں "مسئلہ تحریف قرآن کو جتنے بیاطلے کر دیا کہ شاید اسکا کلام طے نہ ہوا تھا، مگر اسکی حقیقت تو اشخاص کے آئندہ نمبروں میں ظاہر ہوگی اور اگر اشخاص کو بغور پڑھتے ہوتے تو آپ بہت کچھ شرماتا کہوں کہ اس میں کی کارروائی کی ساری حقیقت کھول دی گئی ہو کہ آپ نے جو کچھ لکھا ہے توضیح الشیعہ سے اور انشاء اللہ بہت جلد اس مسئلہ کا جواب مفصل اسی اشخاص میں آتا ہے کیونکہ تمہید مطالبہ تمام ہیں اسیکے ساتھ آتا ہے جس سے ایک چشم پوشی بھی ظاہر ہو جائے۔"

(۷) جتنے نے بھی لکھا تھا کہ استفسار و معقات الانوار وہ کتابیں ہیں جس سے خود مولانا صاحب حسن خان اور مولوی عبدالحی صاحب جابجا استدلال کو ناچھنی ہے آپ ایک ہی مقام پر لکھا ہے

جب اڈیٹر صاحب نے کتابیں ہی نہیں دیکھیں تو میں سکا کیا جو اردو نواب صدیق حسن خان کی مولفات میں تو صد ہا مقام لیسے ملیں گے جو خوف طول میں سب نشان نہیں دیکھتا اسجد العلوم کا شمار لغات ۱۰۰ء ملاحظہ کریں جس میں حالات محمد بن اسماعیل صلح الامیر الصغاری کے لکھے ہیں اس میں فرماتے ہیں علی ما نقل السید حامد حسین المعاصرۃ کنا بعبقات الانوار فی امامتہ الامامہ الکھار پر خیر سطر کے بعد لکھتے ہیں وقد ذکرنا لہ ترجمہ فی کتابی التحاف النبلا ونقلہا عنہ السید المعاصر حامد حسین فی العبقات علی تشیعہ ما نطول الکلام ھھھنا بندہ ذالک الاملا

۱۰۰ء مولوی عبدالحی صاحب کا اسناد میں انکی تحفہ الاحیاء ملاحظہ فرمائیے جس میں منہجیت حدیث نجوم کے بیان میں مترسقا الانعام کے قول نقل کروں گے نام از راہ فرید و یا تشریح مگر اشعار کہ یا چنانچہ فرماتے ہیں وہ فی بعض شرف الشفا علی ما نقلہ ناقل العصرۃ علیہ السلام اڈیٹر صاحب جن عبارتوں کو دیکھ کر غالباً ایسا ہی قول واپس لیجئے یہ سبھی نواب صدیق حسن خان صاحب مولوی عبدالحی صاحب اسقفا وعبقات کے کیوں اسناد کرتے وہ حقیقت یہ لطیف مضامین بھی کے قلم کا حصہ ہے کیونکہ جن عبارتوں کا ابھی میں نے حوالہ دیا ہے اس سے اڈیٹر صاحب کے خود معلوم ہو گیا ہو گا کہ کتاب تک وہ اپنے قول صحیح اور راستگو ہیں کیونکہ آخر میں اسے غصے لکھتے ہیں بات توجہ ہی ہے کہ اب ایک ہی اور مقام پر اس کا اسناد دکھائیے

دیکھیں اڈیٹر صاحب ان مقامات کو دیکھ کر کیا فرماتے ہیں۔ کیونکہ ان مقامات میں محض اسناد ہونے پر رض و رد و اعتراض

اڈیٹر صاحب اتنا اپنی بات کے بڑے پوری ہیں مگر میں ہاں جتا بیٹک میرے نزدیک اسقفا وعبقات قابل التفات نہیں ہوا اور اس سے بھی زیادہ قابل التفات ایک تحریرات شریفہ ہیں۔ ہم سبھی اس کام کی پوری طور سے تصدیق کرتے ہیں کیونکہ قرآن میں اسکی تصدیق موجود ہے یقولون با فواہمہم ما لیس فی قلوبہم اگر کبھی آلو گے کہ ادل و زبان ایک ہوتا تو یہاں بھی ظاہر ہوتا مگر اسکی تو آلوگوں نے ابتداء سے قسم کہا لی ہے کہ کبھی امری کا اقرار نہ کرے گا پھر کہو کہ اس کا اقرار کرتے۔

اڈو صاحب! آخر ہفتہ اور عقیقات الازواج قابل التفات کیوں نہیں ہیں کیا سو اذیتاً
اہل سنتہ اور کئی روایت بھی اس میں لگتی ہے جو مرجع و ثناء علماء اہل سنتہ اور سبھی اہل سنتہ کی ہے کیا
یہی جرم لکھنے نزدیک قابل معافی ہے کہ کیوں دیا اہل سنتہ لکھی گئی کیوں علماء اہل سنتہ کی مرجع
سے تمام کتاب بہرہ دینی آخر کوئی وجہ تو معلوم ہو

رہا میری توہرات کا لکھنے نزدیک قابل التفات ہونا اس میں مجھے عذر نہیں کیونکہ جب میرے
اہتمام سے کتاب تنقید بخاری شایع ہو رہی ہے جس سے رگ و ریشہ بھی فساد کا دنیا میں
نہ بنے پایگا انشا اللہ تو اس پر بڑھ کر کیا جرم ہو سکتا ہے اور آپ کیونکر ادھر التفات کر سکتے ہیں
جس کے خواہی خواہی آپ کو اپنا ارادہ بدلنا پڑے

۳۳ سورۃ الاحزاب میں تنقید بخاری کی سند لکھتے ہیں میرے نزدیک اپنی تقدیر
اس قابل نہیں ہے کہ بالاستیعاب اسکے جواب میں وقت صرف لیا جا سکے جو اسکے جواب کی ضرورت
نہیں کیونکہ جب آپ لکھ سکتے ہیں کہ تو جواب کیا دینگے اور اسکی امید ہو نہیں سکتی کہ مثل اپنے خلاف
کے سچ بات کا اقرار کر لیجے پھر اخبار کی اشاعت کیونکر ہوگی

اسی میں لکھتے ہیں آپ اپنے امام ہمام جناب ولولہ حامد حسین صاحب نے لکھے انہوں نے
استقصا الاقسام میں منہی الکلام کی بعد و قبل دونوں کو تجزیہ و تامل و بیان کیا ہے کہ جو ایسا ہے
اگر یہ قدر ناز ہے چونکہ اڈو صاحب نے یہاں لفظ ہم بالکل اڑا دیا ہے جو کہ ہر امام بنا دیتے ہیں لہذا
جناحہ الاسلام لیتہ المدنی العالمین جناب تراہم لکھتے ہیں اس لفظ کی نسبت کہ وہی والا لکھتے تھے
اس لفظ کو بخیر لکھنا انشاء اللہ علیہم السلام اور کسیر طرف مہربان نہیں کرتا۔

بہر حال کیا استقصا اور کج تنقید بخاری کا جواب جنس امام ابو حنیفہ کا قیاس تو بہت مشہور
ہے مگر آپ کیسے حنفی ہیں قیاس بھی کرنا نہیں جائز۔ استقصا منہی الکلام کے مسلک ثانی کا ابتدائے
جواب ہے چونکہ اس حصہ پر لکھتے ہیں جو مولوی حیدر علی صاحب کو بہت ماز تھا لہذا اس حصہ کا جواب نے ضروری
ہو گیا تو یہاں مسلک یا بقیہ کا جواب لکھا گیا مگر طبع نہ ہوا۔ اس کا اور جواب تنقید بخاری سے کیا ہے اسط
مصنف تنقید کو اس پر ناز تھا جس کا اپنے جواب دینا نہ وہ بخت ایسی ہو کہ آرا تھی بلکہ حقیقت ہو کہ کلام
اسکی وہ ہے جس میں حدیث الاعمال بالنیات پر اعتراض لکھنے کو میں یا آخری روایت ابو سفیان جس کو

بخاری صاحب نے جو وہ مقام پر ملاحظہ ہو تنقید بخاری حصہ اول لغایتہ ۹۲
پہلے سے بھی تو خیال کئے ہوئے کہ مفتی الکلام کے ۳۶ ورق کا جواب ۱۷۰۰ صفحہ میں
دی گیا جس کی کتاب اور مفتی الکلام کے المضامعت ہو۔ تو کیا آپ خود یہی جواب تنقید
بخاری کا دیا ہو جو دونوں کو قیاس کرتے ہیں۔

یہ بھی ڈیڑھ صاحب کی بلند پروازی ہے جو فرماتے ہیں یقیناً مسلک اول حسن کا جواب
مولوی حمید علی صاحب نے نہیں یا سوت مشکل تھا اسکے متعلق وہ ایسی فضول باتیں کہنے کے
جیسے مسلک ثانی کو حید اور اق کے جواب میں انھوں نے ارشاد فرمایا ہے مگر انھوں نے اس وقت
آپ موجود ہو جبکہ مولوی حمید علی صاحب اپنے مسلک پر ناز کرتے تھے جس کا اشارہ خود دیا چہ
میں جو دی اور مفتی الکلام اسکا نام کہا گیا اور فضل خدا سے یہ کتاب درتہ چھپ کر
شایع ہو چکی ہے آپ نے اصلاح و بلا قیامت طلب کیے ہیں

اسکے بعد ڈیڑھ صاحب کہتے ہیں "ہمارے اس اعتراض کا جواب دینا چاہا ہے جو ہم رمضان میں
استقصا الافہام میں کیا تھا اس جگہ لکھ کر جواب دینے والے کی قابلیت اور تحقیق کا پتہ چلتا ہے
اور نے اختیار کیا ہے جو کبھی چاہتا ہے مناسب ہے کہ اسکے متعلق پورا مضمون ہم آئندہ ہفتہ
میں لکھیں تاکہ سب مضمون ایک ہی پر جمع ہو سکیں۔ ہم اس انتظار کی حالت نہیں بیان کر سکتے
جو اس آئندہ ہفتہ کے شوق میں تمام ہوا۔ مگر مضمون ۳۲ پر وعدہ ۲۶ جلد اول بالکل
کو رانگل گیا اور اگر کچھ بھی شمس کے متعلق نہ نظر آیا۔ اب ہر جگہ خلجان ہو رہا ہے کہ ڈیڑھ صاحب
اپنے کس وعدہ کو پورا کریں گے آیا وہ وعدہ جو مس ۳۲ میں کیا تھا۔ کہ اب ہم ناظرین کو آگاہ
کرتے ہیں کہ شمس کے متعلق ایک حرف بھی لکھنا ضروری نہیں ہے یا اس وعدہ کو مس ۳۲
میں فرماتے ہیں کہ اگر کسی صاحب نے اس کا ٹھیک جواب دیدیا تھا تو پھر ہم کبھی استقصا
الافہام پر قلم اڑتے نہیں گئے۔ یا اس وعدہ کا ایسا کئی گئے کہ ہم آئندہ ہفتہ میں لکھیں گے۔
جو گزر چکا (باقی آئندہ)

نقد التفتیح

سلسلہ کتبہ مکتبہ اسلامیہ لاہور صفحہ ۲۳۰

اور منہم ان لفظی بالقران مخلوق
فہو مبتدع لایجالس ولا یکلوم
ذہب ہذا الی محمد بن اسمعیل البخاری
فاہمویہ فانہ لایحضر مجلسہ الامن
کان علی مثل مذہبہ
اور مقدمہ فتح الباری میں ہے وقال
ابو حامد بن الشراقی سمعت محمد بن
یحییٰ الذہلی یقول القران کلام اللہ
معالی غیر مخلوق ومنہم ان لفظی
بالقران مخلوق فہو مبتدع لایجالس
ولا ینکلوم ومنہم بعد ہذا الی
محمد بن اسمعیل فاہمویہ فانہ لایحضر
مجلسہ الامن کان علی مذہبہ

انہوں سے کہ خود بخاری صاحب پر تو
انکے اساتذہ کرام نے جو دین کے امام الائمہ
تھے یہی ہو نیک حکم لگا یا کہ لوگوں کو
انکے پاس آجائے سے منع کیا۔ اور اب
انکے پیر و اہل حدیث تمام عالم کو عداوت
اور عنفیوں کو خصوصاً بدعتی بتاتے ہیں۔ اور مولوی عبدالشکور صاحب جو آئے اسکے

کہ شکر گزار ہوتے صرف اسوجہ سے کہ ناقد علام شیعہ ہیں مخالفت پر آمادہ ہیں
امام بخاری کی نسبت صرف یہی نہیں حکم ہو کہ وہ بدعتی ہیں کوئی انکے پاس آمد
در رفت نہ کرے بلکہ دربار امام المؤمنین سے یہ بھی فتویٰ صادر ہوا کہ بخاری فرقہ جہیمہ
سے بھی بدتر ہیں چنانچہ امام ڈیوہی سیرۃ النبلا میں لکھتے ہیں

قال الحاکم ابن ابی عبد اللہ محمد بن
یعقوب الاخری سمعت ابن علی الخلدی
کہا حاکم نے کہ خبر دی ابو عبد اللہ
محمد بن یعقوب الاخری نے سنا میں نے

سمعت محمد بن یحییٰ یقول | ابن علی غازی کو کہ وہ کہتے تھے کہ
قد اظهر هذا التجاردي قول | میں نے محمد بن یحییٰ کو کہتے تھے
اللفظية و اللفظية عندي | ہیں تجاری نے قول لفظیہ ظاہر کیا حالانکہ
شرف الجہمیۃ | لفظیہ میں نزدیک بدتر ہی جہمیہ سے ہے

کفر جہمیہ میں تو کسی کو اہل سنت سے عذر بھی نہ ہوگا کہونکہ وہی علامہ ذہبی خود ہم پر
صفوان کے حق میں لکھتے ہیں جہم بن صفوان ابو محرز و السمقندی الضال المبتدع
راہل الجہمیۃ ہا لک فی زمان صفوان النابین ما علنہ روی شیدا لکنہ ذمہ شرا
پس جب جہم بن صفوان ضال مبتدع ہا لک تھا تو امام بخاری کے حق میں کون سے
الفاظ وضع کئے جائیں کیونکہ بقول امام ذہبی وہ بدتر ہیں جہمیہ سے۔

امام ذہبی امام ابو زرعہ امام ابو حامد چونکہ اس زمانہ میں محافظ سنت تھے اور حدیث
تحقیقات کا دار و مدار انھیں لوگوں پر تھا لہذا صرف اسی پر اکتفا نہیں کیا کہ محکمہ حدیث
میں یہ سب احکام صادر کرنے جائز بلکہ اسکے اعلان کے لئے عام طور پر سنادی گئی اور
زمانہ شاہی صادر ہونے کے دور دراز ملک کے لوگ بھی اس حکم شرعی سے مطلع ہو
جائیں تاکہ پھر کوئی عذر نہ کر سکے کہ ہم اس حکم سے آگاہ نہ تھے چنانچہ یہ اعلام النبلاء میں
میں ہے الاستوطن التجاردي نیسا بورا کثر مسلہ بالحجاج الاختلاف الیہ فلو
بین الذہلی و بین التجاردي ما وقع فی مسئلہ اللفظ و نادی علیہ و ہم الناس
عندما قطع عنہ اکثر الناس غیر مسلہ فقال الذہلی یوما الاصر قال باللفظ
یحل ان یرضی بلسا فاخذ مسلہ و اذتوق علیا متد فاعلی روس الناس بعض
الی الذہلی کتب علی ظہر جمال و کان مسلہ یظہر القول باللفظ ولا یکتب
جب بخاری نے نیشاپور میں اکر قیام کیا تو مسلم کی ادورفت انکے پاس بڑھ گئی جب بخاری
اور ذہبی میں دوبارہ مسئلہ لفظ اختلاف ہوا اور مذاکرہ ای گئی تو اکثر لوگوں نے اکر
ورفت نہ کر دی مگر مسلم نے ایک روز ذہبی نے اپنی مجلس میں کہا کہ جو شخص قابل ہو یہ
اسیر جائز نہیں ہے کہ بخاری مجلس میں آئے یا سیر مسلم نے روا ہے علامہ پر ذہبی اور

اس وقت اس مجلس نے ذہلی کی مجلس سے اٹھ کر چلے گئے اور جو کچھ لکھا تھا وہ سب ایک عمامی
 کتاب پر لکھ کر ذہلی کے پاس بھیج دیا کیونکہ مسلم بھی قابل تھے مسئلہ لفظ کو اور وہ کتاب
 لکھتے تھے اس عبارت سے ایک اور اچھی طرح معلوم ہو گیا کہ امام بخاری پر جو احکام بدعتی و غیر
 عبادتہ وہ کوئی محضی راز نہ تھا بلکہ اسکی پوری تشہیر کی گئی کہ تو گو تو کو بدعتیہ زمان
 سے مطلع کیا گیا اور شہر میں منادی شہر ہوا۔

تو میں یہ حکم ہوا کہ امام بخاری جلاوطن کئے جائیں اور شہر خالی کر دیں چنانچہ جو مقدمہ
 صحیح الباری میں ہے کہ قال الذہلی لا یساکن فی هذا الرجل فی البلد فحسبنا البخاری و صحابہ
 صحیح بخاری ہمارے شہر میں نہیں رہ سکتے جس سے بخاری نے وہاں سے سفر کیا۔

مگر یہ سمجھئے کہ امام بخاری کا سفر وہاں سے ہوا تھا نہیں چھپکے جو رہی
 تھے ہن چنانچہ علامہ ذہبی سے الفیلا میں بذیل ترجمہ محمد بن سحنی ذہلی لکھتے ہیں کہ ان الذہلی
 شدید القسک بالسنہ قام علی محمد بن اسمعیل لکونہ اشار فی مسئلہ خلق افعال
 العباد الی ان تلفظ القاری بالقران مخلوق فلو ح و ما صحیح الحق اوضم و لکن آبی
 لبحث فی ذالک عمل بر جنبل و ابو ترعمہ و الذہلی و التوسع فی عبارات المتکلم
 سد للذریعہ فاحسنوا احسن اللہ تع جزا ہر و سا فر بن اسمعیل حقیقیات من
 فیما یور و تا لم یفعل محمد بن یحییٰ ما زال کلام المتعاصرین بعضہم فی بعض
 لا یلوی علیہ مفردہ و قد سقت ذالک فی ترجمہ ابن اسمعیل رحمہ اللہ الحمید و غیرہم
 ولنا امین یعنی تھے ذہلی شدید القسک ساتھ سنہ کے اسی وجہ سے قیام کیا محمد بن اسمعیل
 صحیح بخاری پر کیونکہ انہوں نے اشارہ کیا تھا مسئلہ خلق افعال میں کہ یہ صحیح لکھا لفظ اس قران
 کے مخلوق ہے پس اگر یہ اشارہ تھی ہو مگر امام محمد بن جنبل اور ابو ترعمہ ذہلی نے بغرض سدا
 سبابت میں کھنگرنے سے لگا کر کیا۔ اور خوب کیا تاہم اگرچہ خیر ہے۔ اور سفر کیا محمد بن
 اسمعیل نے چھپکے نیا پور سے اور ہمیشہ دردمند ہوئے فعل محمد بن سحنی سے اور ہمیشہ یہی قاعدہ
 رہا جو معاصرین کا اپنے معاصرین کے حق میں

اس عبارت کے جہاں چھپکے امام بخاری کا تینا پور سے بہا گیا۔ علوم ہوا وہاں چھپکے

ہوا کہ امام ذہلی کا یہ قیام دربارہ بخاری بوجہ شدت تک پہنچتا تھا کہ کسی طرح کی سختی کو جائز نہیں جانتے تھے اس لیے وہ بخاری پر سختی نہ کیا اور علامہ ذہبی لنگے اس تشدد پر دعای غولے پیر لیتے ہیں۔ جس سے معلوم ہوا کہ ذہبی کے نزدیک بھی یہ فعل ذہلی کا ناجائز نہ تھا بلکہ عین اتباع سنت تھا جس سے وہ مستحق دعا ہوئے تو پھر آخر میں یہ فعل ذہلی کا تجاسد معاصرین پر عمل کرنا کس درجہ قابل مضحکہ ہے۔ کہادہ شخص جو محض ازراہ حسد امام بخاری سے امام کو بدعتی بنا لے وہ پیر و سنت کہا جاسکتا ہے؟ حاشا وکلاہم گروہ نہیں۔ کلام خلف ونبی بخاری یہاں تک تو یہ کمال اختصار میں نے ان لوگوں کے اقوال لکھے ہیں جو بخاری کے اسلاف اور بزرگ اور استاد تھے۔ اگر تفصیل کا شوق ہو تو کتاب مطاب استقصاء الافہام اور عقبات الافوار ملاحظہ ہو کہ دیدہ بصیرت کہل جائے۔

اب ہم کچھ ان لوگوں کے اقوال لکھتے ہیں جو امام بخاری کے شاگرد تھے اور ان کے مابعد زمانہ میں پیدا ہوئے کہ وہ لوگ کن لفظوں سے یاد کرتے ہیں۔ سب سے پہلے تو آپ صمیم مسلم کا خطبہ ملاحظہ فرمائیے کیونکہ یہ امام بخاری کے شاگرد ہیں اور دونوں میں اس درجہ اختصار تھا کہ امام مسلم نے اپنے اور بخاری کے استاد امام ذہلی کی رفاقت ترک کر دی لیکن بخاری کا ساتھ نہ چھوڑا وہی مسلم اپنے دیباچہ میں لکھتے ہیں عمہ شرح مسلم ملاحظہ ہو۔ وقد شکل بعض من علی الحدیث من اهل عصرنا و تصحیح اسنادہ و تسقیمها بقول لوضربا عن جکایہ و ذکر فسادہ صفحا لکان رایا متبنا و ہمما صحیحھا اذا اعراض عن القول الموضح احسن الاماتہ و احوال ذکر قائلہ و احد ران لیکون ذالک تنبیہا للجهال علیہ غیرنا لما نھو قنا من شیء و ما العواقب و اعترار الجهلہ بحجرات الامو و اسر اعھم الخطا المخطئین و الاقوال الساقطہ عند العلماء اما کشف عن فساد قولہ و مر دمقالہ بقدر ما یلیق بها من الورد احدی علی الا نام و احد للعاقبہ فیہ انشاء اللہ و زعم القابل الذی انتھنا الکلام عن الحکایہ عن قولہ و الاحبار عن سب و س و بیہ سچ لکھتے ہیں و ہذا القول برحمت اللہ فی الطعن فی

الاسانید قول مختصر محدث غیر مسبوق صاحبہ الیہ سچ کتھے ہیں کہ
 فیقال المخرج هذا القول الذي وصفنا مقالته او للذاب عنه
 سچ کتھے ہیں ولن یجد هو ولا غیره الی ایجادہ سببلا سچ کتھے ہیں و
 كان هذا القول الذي احدثنا القائل الذي حكينا له في توهم الحديث
 بالعله التي وصفنا قل من ان يعرج عليه يتا ذكره اذا كان قولاً محدثاً و
 كلاماً حلفاً لم يقله احد من اهل العلم ويستنكره من بعدهم خلق فلا حتماً الی
 ردہ باكثر مما شرفنا اذا كان قد ر للمقاله وقائلها القدر الذي وصفنا
 والله المستعان علی رفع ما خالف مذهب العلم وعلیہ التكلان

اڈیر صاحب اس عبارت کو اپنے امام مسلم کے بقولہ ملاحظہ فرمائیے تو معلوم کہ امام مسلم
 نے امام بخاری کی کس درجہ عزت افزائی کی ہے پہلے تو انکو منقل حدیث کا لقب یا یعنی
 زبردستی وہ عالم حدیث بنا جا رہے ہیں۔ پھر فرماتے ہیں ان کا قول اس قابل ہو کہ ہم
 اگر اسکو نقل سوا اسکے ضار کے ظاہر کر بیسے سکوت کرتے تو بہتر تھا۔ کیونکہ جو قول
 مردود ہو تا سوا اس کا طرح ہی کرنا بہتر ہے کہ وہ قول نامید ہو جا اور اسکے قابل ذکر
 پوشیدہ ہو جا کہ کبھی جاہلوں کو اس سے تنبیہ کا موقع ملے۔ پھر انکو قول کو حدیث
 امور سے قرار دیتے ہیں۔ یعنی بدعت (اس بدعت کا خطاب پہلے ذہلی وغیرہ سے
 بھی مل چکا ہے) پھر انکو اقوال کو اقوال سابقہ عن العلماء کہتے ہیں اور انکو ضار
 اور رد مقالہ کو مفید سمجھتے ہیں پھر انکو مذہب کو سوریہ کا لقب دیتے ہیں۔ پھر ان کے
 قول کو قول مختصر مستحدث قرار دیتے ہیں۔ پھر انکو قول کو اس مت بل نہیں سمجھتے
 کہ وہ قابل وثوق اور اعتماد ہو کیونکہ وہ قول محدث (بدعت) ہے۔ اور کلام
 خلف پچھلے سے دعا مانگتے ہیں کہ وہ بخاری کے اس قول کو رفع کرے جو
 مخالفت تو اہل علم ہے

ہم نہیں سمجھتے کہ اس سے بڑھکر کوئی کیسی کیا تذبذیب کر لگا اور کیا تو ہیں کس طرح
 مسلم نے بخاری کے اقوال کو محدث اور بدعتی قرار دیا اس قابل نہ جانا کہ ان کا قول ذکر

بہت غلطی ہے کہ یہ سچ کتھے ہیں اور یہ سچ کتھے ہیں

پس جس کتاب اور اسکے مصنف کی یہ شان ہو اسکی نسبت ایسا دعویٰ نہایت
حیرت فیز ہو کہ اسکو اصح الکتاب بعد بہت جانچ پر تال کے دیا گیا ہو
یعنی عقلی امام سلمہ اسی ذیل میں اسکو بھی سن لیجئے کہ امام مسلم جو بخاری کے شاگرد ہیں
کئے ساترہ نے انکو بھی بخاری کی حد پر پہنچا دیا۔ روایت ان کی بھی متروک
ہوئی اور عقلی کا خطاب دیا گیا چنانچہ امام ذہبی سیر اعلام النبلاء میں ذیل ذکر محمد بن
یحییٰ ذہلی لکھتے ہیں قال ابو قریش کنت عند ابی ذر عہ فجا مسلماً من الحجاج فسلم
علیہ وجلس ساعتہ وتذاکرا فلما ان قام قلت لہ هذا قد جمع اربعۃ الاف
حدیث فی الصحیح قال فلن ترک الباقی ثم قال ہذا اللیس لہ عقل لوداری
تصحیح لہذا رجلاً یعنی ابو قریش راوی ہیں کہ ہم امام ابو ذر عہ کے پاس بیٹھے تھے کہ
امام مسلم آئے اور سلام کر کے بیٹھ گئے اور ایک ساعت تک مذاکرہ کرتے رہے۔ جب
اتنے تو بیٹھے ابو ذر عہ سے کہا اس نے چار ہزار حدیث جمع کیا ہے تو کہا ہر باقی کو کسکے
نے چھوڑا اسکو عقل نہیں ہو۔ اگر یہ مدار اگر تا محمد بن یحییٰ سے تو آدمی ہو جاتا
اور میزان الاعتدال میں بذیل ترجمہ احمد بن عیسیٰ لکھتے ہیں قال سعید البردعی
شہدت ابا ذر عہ ذکر عندہ صحیح مسلم فقال ھو لاقوم ارادوا التقدیم قبل
اوانہ فعلوا شیئاً یتسوقون بہ یعنی کہا سعید بردعی نے کہ میں اس وقت موجود تھا
کہ صحیح مسلم کا امام ابو ذر عہ کے سامنے تذکرہ ہوا تو کہا اس قوم نے ارادہ کیا ہے تقدیم
کا قبل از وقت اور ایسی کتابیں بنا ہے ہیں جس سے ان کا بازار گرم ہو بقیہ حقائق
ان کتاب کے آئندہ مذکور ہونگے انشاء اللہ

برالہذا صحیح میں ایک مضمون عقل اور اہل حدیث کا نہایت عمدہ نکل
چکا ہے۔ جس سے ہمارے اہل حدیث کا کمال عقلی ظاہر ہے مگر کچھ ایسا معلوم
ہونا ہو کہ تمام علمائے اہل حدیث کا یہی حال رہا ہے کہ وہ عقل سے خالی ہوتے
تھے کیونکہ علامہ سیوطی تدریب الراوی میں لکھتے ہیں ولام انسان احمد
مستور مجلس الشافعی و ترک مجلس سفیان بن عیینہ فقال

لہ احمد اسکت فان فاتک حدیث یعلو تجده نزول ولا یضربک
وان فاتک عقلک ہذا الفقی اخاف ان لا یجدہ مک
یعنی کسی نے احمد بن حنبل کی ملامت کی کہ تم نے صحبت سفیان بن عیینہ کو کیوں
ترک کی جو شافعی کی مجلس میں آیا کرتے ہو۔ تو امام احمد نے جواب دیا جب وہ کیونکہ اگر
کوئی حدیث بہ سند عالی نہ ملے تو یہ سند نازل مل سکتی ہے اور اس سے تیرا کوئی ضرر نہیں
بخلاف اسکے کہ اگر اس جو ان کی عقل کو فوت کرے گا تو مجھے خوف ہو کہ پہر تو اسے یہ سچا
جس سے بطور لزوم سمجھا جاتا ہے کہ امام احمد سفیان کو خارج از عقل سمجھتے تھے
پس اگر سفیان بن عیینہ کا یہ حال تھا تو اور کوئی اہل حدیث سے عقل کا کیوں نہ
دعویٰ کر سکتا ہے۔

احوال صحیحین اب ہم اجمالاً کچھ حالات صحیح بخاری و صحیح مسلم کے ایک ساتھ لکھتے ہیں
تا کہ معلوم ہو دونوں کتابوں میں جو اس درجہ مشہور و معروف ہیں حقیقت میں کس
عظمت کی مستحق ہیں کیونکہ جس قدر ان کتابوں پر فخر و مباہات کیا جاتا ہے اور شیور کے
مقابلہ میں جس جلالت سے ان کا نام لیا جاتا ہے کس قدر مخفی ہے۔

ہم انکو اور عقلموں سے بوجہ اختصار اعراض کرتے ہیں اور صرف اس جملہ پر اکتفا
کرتے ہیں کہ شاہ ولی اللہ صاحب اپنی کتاب دررہین فی مشیرات النبی الامین میں لکھتے ہیں
الحدیث الثالث الثلثون اخیر فی شیخ ابو طاهر قال اخبرنا الشیخ احمد العیسی
قال اخبرنا شیخنا السید السن احمد بن عبد القادر قال اخبرنا الشیخ جمال القیری والی
عن شیخ الشیخ یحییٰ بن خطا الدالکی قال اخبرنا عن الشیخ برکات الخطا عن والدہ
عن جده الشیخ محمد بن عبد الرحمن الخطا شارح مختصر الخلیل قال شیخنا مع شیخنا
العارف بالله نعم الشیخ عبد المعطی التوتسی لزیارۃ النبی فلما قربنا من
الدرونتہ الشریفہ ترجلنا فحجل الشیخ عبد المعطی ہمیشی خطوات ووقف حتی
وقف تجاه القبر الشریف فکلمنا بکلام ہل نفہم فلما انصرفنا سألنا عن
وقفہ فقال کسبت اظلمت لاذن من رسول اللہ فی العکرم علیہ السلام

قال لی اقدم فدمت ساعة ثم وقفت حتى وصرت اليه فقلت يا رسول الله اني
 روى البخاري عنك صحيح فقال صحيح فقال له اروي عنك يا رسول الله قال نعم
 عن وقد اجاز الشيخ عبد المعطي نعم به الشيخ محمد بن الخطيب ان يروي عنه
 هكذا اكلوا حيا من بعده واجاز السيد احمد بن عبد القادر القحطاني ان يروي
 عنه هذا السند واجاز القحطاني لابي طاهر وابوطاهر لنا ووجدت هذا الحديث
 بخط الشيخ عبد الحق الدهلوي باسناد له عن الشيخ عبد المعطي بمخاضه ووفيه فلما
 فرغ من الزيارة وما يتعلق بها سألته ان يروي عنه صحيح البخاري وصحيح مسلم
 فسمع الاجازة من الشيخ فذكر صحيح مسلم اليف اس عبات اب كوستوم موگا كة شيخ
 عبد المعطي جب روهه رسول كے قریب پہونچے تو پیادہ پاچنے لگے تھوڑی تھوڑی دیر
 پر تھم جانے پر لگے بڑھتے یہاں تک کہ تشریف کے قریب پہونچے تو ایسا کلام کیا کہ ہم
 لوگ نہ سمجھے جب زیارت سے فارغ ہو کر پھرے تو پوچھا یا بابا آپ کھینچو جانے
 تھے جواب کیا کہ ہم خود انحضرت سے اذن حاضر فرمایا طلب کرتے تھے جب حضرت اجازت
 دے تو میں لگے بڑھتا پھر تھم جاتا اور سطرچ پوچھتا یہاں تک کہ حضرت کے قریب پہنچا
 تو عرض کیا یا حضرت بخاری نے جو کچھ آپ سے روایت کی ہے وہ صحیح ہے، حضرت نے فرمایا ہاں
 صحیح ہے پھر عرض کیا آپ سے روایت کروں، فرمایا ہاں مجھ سے روایت کرو
 اسکے بعد شیخ عبد المعطي نے شیخ محمد خطاب کو اسی طرح روایت کرنے کا اجازہ دیا اور
 جس کو اجازہ دیتے اسکے بعد اسی طرح اجازہ دیتے اور سید احمد بن عبد القادر القحطانی کو
 اسی طرح اجازہ دیا اور انھوں نے ابوطاہر کو اور ابوطاہر نے بکو (شاہ ولی امر) اس
 حدیث کو میں نے بخط شیخ عبد الحق دہلوی بھی پایا ہے اور اس میں یہ بھی تھا کہ جب زیارت
 سے فارغ ہوئی تو ان سے سوال کیا کہ اسی سلسلہ سے روایت کریں صحیح بخاری صحیح مسلم
 دونوں کو تو اسکی اجازت بھی رسول اللہ سے انکو مل گئی جسکے بعد ذکر کیا صحیح مسلم کو
 اس سے تو ایک اور بھی طرح معلوم ہوگا کہ صحیحین کا لکچہ یہاں کیا ہے جو کہ خود رسول اللہ نے
 صحیح بخاری کی صحت پر لکھا اور اسکی اجازت دی کہ بلا واسطہ کسی کے خود اپنے حایت

کینہتے چنانچہ اسکے بعد یہی سلسلہ جاری رہا اور اسی سلسلہ سے شاہ ولی امر بھی روایت کرتے ہیں اور صحیح مسلم۔ بھی یہی روایت ہے تو اب اسکی عظمت و جلالت میں کسکو شک کیا سکتا ہے کیونکہ یہ بیان شیخ عبد العطلی بر بنیاد کسی خواب کے نہیں ہے بلکہ خود حضرت کے سنا کر انہوں نے کسی نے ان صحابہ رسول میں داخل نہ کیا۔

یہاں درگتہ قدم نہ رہا تو آپکو معلوم ہو کہ اگر یہ کتابیں انکی بیکار ہو جائیں تو پھر نزدیک اللہ ہی باطل ہو جائے۔ چنانچہ علامہ عبد الروف منادی فیض القدر میں بذیل شرح حدیث انشراق فرماتے ہیں فان قيل ما وثوقك بان تلك الفرقة الذميمة هلست والجاء مع ان كل واحد من المذنبين بزعامة هرون وغيره قلنا ليس ذالك بالادعاء والشبهة استعمال الوجود القاصر والقول الزاعم بالقتل هو جهابذة اهل الصنعة وائمة اللہیت الذين جمعوا اصحاح الاحادیث فی امر المصطفیٰ وعلیہ واغفالہ وحرکانہ و مسکانہ واحوال العجب. التابعین ک الشیخین وغیرہما المشافہین لاذین اتفق اهل المشرق والمغرب علی صحتهما فی كتبهم یعنی اگر کوئی یہ کہے کہ اہل سنت کے فرقہ ناجیہ ہو نیکی کیا دلیل ہے حالانکہ فرقہ یہی گمان کرتا ہے کہ ہم حق پر ہیں نہ دوسرا تو اس کا ہم یہ جواب دینگے کہ اہل سنت کا یہ دعویٰ محض ادعا نہیں ہے جو استعمال وہم قاصر و قول ناہم سمجھا جا بلکہ بذریعہ نقل ہے جہاں نہ اہل سنت و ائمہ حدیث سے جھگڑائی جمع کیا ہے صحیح صحیح حدیثوں کو میرت رسول امداد انکے صحابہ و تابعین میں مانند شیخین (بخاری و مسلم) کے جو ان ثقافت مشاہیر سے ہیں کہ اتفاق کیا ہے اہل مشرق و مغرب نے صحت بیان ہدوتوں کے جو ان کتابوں میں ہے

اس عبارت سے بخوبی معلوم ہوا کہ اگر یہ کتابیں کل یا جزواں کا غلط ہو تو اہل سنت کا مذہب ہی باطل ٹھہرے کیونکہ اس کی حقیقت اسوہ سے معلوم ہوتی ہے کہ ایسے ایسے ائمہ انکے ناقل ہیں جنکی کتابوں کی صحت پر اہل مشرق و مغرب کا اتفاق ہے۔

اب تصویر کا درمیان فریق ملاحظہ ہو کہ خود علماء اہل سنت نے ان کتابوں کے حتیٰ میں کیا کیا ارشاد فرمایا ہے اور کسی پوست کندہ حالات بیان کئے ہیں

مسلم و ابن سیرین و ابن جریر و غیره و غیره

و وقع في الصحيحين حديث متنازع لا يمكن الجمع بينهما والقطع لا يقع المتنازع
 فيه وقد نقى البخاري مسلم على اخراج حديث محمد بن بشر بن ابي رباح واكثر من
 الاحتجاج بحديثه وتكرار غيره واحد من الحفاظ ائمة الجرح والتعديل ونسب
 الى الكذب حلف عمرو بن علي الفلاس بشيخ البخاري ان بنابر يكذب في
 حديثه عن النبي وتكرار فيه ابو موسى وقال علي بن المديني في الحديث الذي رواه
 في السجود هذا حديث كان محكي لا يعاب به ويستضعف وكان القواريري لا
 يرضاه واكثر امر اجاد بن عبد الرزاق والاحتجاج به وتكرار فيه ونسب الكذب
 واخرجه ايضا عن سبائك بن حرب واكثر عنه وتكرار فيه غيره واحد من الائمة امام احمد بن
 حنبل هو مضطرب الحديث وضعفه امير المؤمنين في الحديث شعبة سفبان التور
 وقال يعقوب بن شعبة لم يكن من المتثبتين وقال النسائي في حديثه ضعف قال
 شعبة كان يقول في التفسير عكرمه ولو شئت لقلت لسابرعاس لقاله
 وقال بن الماركة سماك ضعيف في الحديث وضعفه ابن حزم قال وكان يلقن فيلقن
 وكان ابو ذر عنه يذم وضعف كتابه وسئل ويقول كيف تسمية الصعير وبنه فلا في فلا في
 عجم واما ان ذلك يستغرق او را قاتلك احاديث تتهما ولم يتلفوها بالقبول و
 ان اراد ان غلابيا فيهما اسالم من ذلك لم يبق له حجة ۱۲۵ عبقات الانوار
 ۱۲۰ علامه محي الدين عبد القادر بن محمد القرشي النعماني المتوفى سنة ۵۰۰ جواهر تبيينه في طبقات الخفية يروى
 بين - فابن له حديث ابى حميد الساعدي في صفة صلوة رسول الله صلى الله عليه
 وسلم في مسلم وغيره يشتمل على انواع منها التورك في الجلسة الثانية ضعفه الطحاوي
 لجيشه في بعض الطرق من اجل عن ابى حميد قال الطحاوي هذا منقطع على اصل
 عن الفينا وهو يريدون الحديث باقل من هذا اذ لا لا يحنق علينا الجيئة
 في مسلم فقد وقع في مسلم اشياء لا تقوى عند الاصل طلاح فقد وضع الح
 الرشيد الطحار كنا با على الاحاديث المقطوعة المخرجة في مسلم سماه بغير ارفوا
 الجمع عنه في بيان ما وقع في مسلم من الاحاديث المقطوعة سمته على شيخنا

اتمام حجت

سلسلہ کے لئے ملاحظہ ہو الششمین نمبر صفحہ ۳۲

ترجمہ کلام غزالی یعنی اختلاف کیا جو علمائے ترقیب خلافت اور اسکی تحصیل میں
 یہ خلافت علی بعض نے گمان کیا ہے کہ از روئے نص ابو بکر خلیفہ ہوئے اور دلیل میں اس
 امر کے یہ قول باری ہے کہ تو نے پیغمبر خلیفین سے کہ قریب ہے بلا جو حادث اور اس
 قوم کے جو صاحب باس شدید ہے الخ پس بلایا انکو ابو بکر نے بعد وفات آنحضرت کے
 طرف طاعت کے اور انلوگوں نے اجابت کی پس معلوم ہوا کہ یہی خلیفہ ہیں
 دوسرے یہ کہ بعض معشرین نے تفسیر آیہ اذا اسس النبی میں کہا ہے کہ حضرت نے فرمایا کہ
 ضرورتاً پانچ خلیفہ ہو گا میرے بعد اے حمیرا اور ایک عورت نے پوچھا کہ اگر اہم
 آپ کو نیا میں تو کس کی طرف رجوع کریں تو حضرت نے ابو بکر کی طرف رجوع کیا
 جو تھے یہ کہ ابو بکر نے حضرت کی زندگی ہی میں امامت نماز کی اور شمار خود دین ہے جو
 لوگ ابو بکر کے بار میں نص کے مدعی ہیں ان کی یہی دلیلیں ہیں اس کے بعد
 انہیں معیمان ابو بکر نے تاویل کی اور کہا اگر علی خلیفہ اول ہوتے تو سب کے
 سب ہلاک ہو جاتے اور یہ فتوح نہ ہوتی اور حضرت کا آخر خلفا ہونا قاضی نہیں کر
 جیسا کہ جناب رسالتا کا آخر الانبیا ہونا قاضی نہیں ہے اور جن لوگوں نے اس
 راہ نص سے عدول کیا وہ اسکے قایل ہوئے کہ یہ سب عقاید فاسدہ اور تاویل
 بارہ میں حتی یہ سو کہ امر خلافت میں بھی میراث جاری ہوئی جیسا کہ اور امور
 میں میراث جاری ہوئی۔ داؤد و ذکریا و سلیمان و یحییٰ علیہم السلام کو
 نبوت میراث علی اس روئے ازواج کو بھی ثمن ترکہ خلافت کا پہنچتا ہے سگریہ
 دعوتے بھی باطل ہے کیونکہ اگر میراث ہوتی تو حضرت عباس زیادہ مستحق خلافت
 تھے لیکن آپ حجت و برہان الہی کا نقاب چہرہ سے ہٹ گیا کیونکہ اجماع کیا ہے جو
 محمد بن علی اور پھر حجت من حدیث کہ حضرت نے با اتفاق خطبہ خم غدیر میں فرمایا کہ من
 کنت مولاً ہذا فانی مولاً ہذا جس کا میں مولاً ہوں اسکے مولاً علی بن ابی طالب ہے

الى اسحاق ابراهيم بن محمد بن عبد الله الطاهري سنة اثنى عشر و
 سبع مائة لسماوة من مصنفه الحافظ رشيد الدين بقراءة الشيخ فخر الدين
 ابى عمر وعثمان المقابلي وبينها الشيخ عمى الدين في اول شرح مسلم وما
 يقول الناس ان مروى له الشيخان فقد جاز الفطرة هذا ايضا من
 التحق ولا يقوى فقد مروى مسلم في كتابه عن ابي اسلم وغيره من
 الضعفاء فيقولون انما مروى في كتابه للاعتبار والشواهد والمناجاة
 وهذا لا يقوى لان الحافظ قالوا الاعتبار والشواهد والمناجاة والاعتبار
 امر يتغير فون بها حال الحديث وكتاب مسلم التزم فيه الصحة فكيف يتعرف حال
 الحديث ووقع في مسلم بطرق ضعيفة واعلم ان عمر مقتضية للانقطاع عند
 اصل الحديث الذي فيه والنجارى مرهذ النوع شئ كثيره فيقولون على
 سبيل التحق ما كان مرهذ النوع في غير الصحيحين منقطع وما كان
 في الصحيحين محمول على الاتصال وسروى مسلم في كتابه

عن ابي الزبير عن جابر احاديث كثيرة بالغنمة وقال الحافظ
 ابو الزبير محمد بن مسلم بن تدر بن المكي يدس في حديث جابر فما كان بصحة
 بالغنمة لا يقبل وقد ذكر ابن خرم وعبد الحق عن الليث بن سعد انه
 قال لا يابى الزبير علمى احاديث سمعتها من جابر حتى اسمعها منك فجل الى
 احاديث اظن انها سبعة عشر حديثا سمعتها منه قال الحافظ فما كان من
 طريق الليث عن ابي الزبير عن جابر احاديث وقد مروى في كتابه ايضا عن
 جابر وابن عمر في حجة الوداع ان النبي صلى الله عليه وسلم توجه الى مكة يوم الفريضة
 طواف الافاضة ثم صلى الظهر بمكة ثم رجع الى منى وفي الرواية الاخرى انه طاف
 طواف الافاضة ثم رجع فصلى الظهر بمكة ثم رجع الى منى ويقولون انها رواها البيان الجوزي
 وغير ذلك من الباطل ويلاط ولهذا قال ابن خرم في هاتين الروايتين احداهما كاذبة
 بلا شك مروى مسلم ايضا حديث الاسراء وفيه ذلك ان يوحى اليه وقد تكلم

طريق الليث عن ابي الزبير عن جابر

الحفاظ فی هذه اللفظہ وینواضعفها وروی مسلم ایضاً خلق الله التریبہ یوم السبت والفق الناس علی ان یوم السبت لم یقع فیه خلق وقد روی مسلم عن ابی سعید انہ قال فی النبی صلی الله علیہ وسلم لما اسلم یا رسول الله عطنی ثلاثاً تزوج ابنتی ام حبیبہ وابنتی عاتبہ واجعلہ کاتباً وامرنی ان اقاتل الکفار کما قاتلت المسلمین ما عطا النبی صلی الله علیہ وسلم ما سألہ والحدین مرث و مشہور فی هذا امر الوہب ما لا یخفی فام حبیبہ ترفہا رسول الله صلی الله علیہ وسلم وہی بالمحبشہ واصدقها العجاشی عن النبی صلی الله علیہ وسلم امر بعمادۃ دینا وحضر وخطب اطعم والقصۃ مشہورہ و ابو سفیان اما اسلم عام الفتح وبن الهجرة والحشہ والفتح عدۃ سنین ومنغویہ کان کاتباً للنبی صلی الله علیہ وسلم قبل واما امام الاہل ابی سفیان فقد قال الحافظ الخیر لا یرفوہا ینحیون علی سبیل المحقق باجوبہ غیر طایلہ فیقولون فی نکاح ابنتہ اعتد ان نکاحها بغیر انہ لا یجوز وهو حدیث محمد بکفر فاراد من النبی صلی الله علیہ وسلم یخدی فیہ السکاک ویدکون عن الزبیر بن بکار باسانید ضعیفہ ان النبی صلی الله علیہ وسلم امر کفی ببعض الغزوات من الایبیرت وما حملہ علی هذا کلام الایبیرت العقبہ وقد قال الحافظ ان سلما وضع کتاباً یصحح عنہ علی ابی ذر عنہ الی ذر عنہ فانکر عنہ وقال سمیئۃ الصحیح جعلت سالما لاهل البدۃ و غیرہم فان روی طم انہ لکن حدیثاً یقولون هذا الیسر صحیح مسلم فرحم الله تم ابان عنہ فقد نطق فی حصولہ بقصد وقم بلیغ وبن بعض الحافین بحث فی مسئلۃ التورک فان شریک حویش لشمیۃ المذكور ولا قاجبہ بتضعیف الطحاوی فما لفظ وذل سلیم صحیح والطحاوی یضعف الله تعالی بفرنا اولد امین صلاۃ عقیقتہ

صحیح ابی سعید کہت ذالک کلام اکا انہ وقم

فایر و حدیث ابی حمزہ صحیحی سنتہ صلوۃ صحیح مسلم وغیرہم واقع
 ہو مشتمل بر چند نوع پر جس سے ایک تورک کہ طبعہ ثانیہ میں کہ تضعیف اس کی کو وطحاوی
 نے کیونکہ بعض طرق میں یوں آیا ہے جس میں حمید کہا طحاوی سے کہ یہ منقطع ہے
 بنا بر اصول ہمارے مخالفین کے حالانکہ وہ لوگ اس سے کم درجہ کی جرح پر بھی کہ

روایت ہے میں قلت (قول عبدالقادر) مارا انکا کوئی اسوجہ نہیں گھونٹ سکا کہ حدیث صحیح مسلم میں آگئی ہے کہ چونکہ صحیح مسلم میں بہت سی ایسی حدیثیں ہیں جو عند الاطلاق قوی نہیں کہیں گے حافظ رشید مظاہر نے ایک کتاب تصنیف کی ہے جس میں صحیح مسلم کے احادیث موقوفہ کر بیان کیا ہے اور نام اس کا غرہ نواید مجموعہ عشر بیان ما وقع فی مسلم من الاحادیث الموقوفہ علیہا کی سماعت کی ہے پچھلے شیخ ابو اسحق ابراہیم بن محمد بن عبدالعزیز طاہری برصغیر میں اور خود انھوں نے اسکی کتاب کی اس شرح مصنف کتابارون سید الدین پر بقرات شرح فی الدین ابی عمر عثمان عاقلی اور بیان لیا ہے اسکو شرح محی الدین لوزی نے اول شرح مسلم میں اور جو لوگ یہ کہتے ہیں جسکے لئے روایت کی شرحیں وہ مسلم نے قبل ہو گیا۔ پس یہ زبردستی ہے اور گلا گھومتا جو کسی طرح درست نہیں کہ مسلم نے روایت بن مسلم وغیرہ سے روایت کی ہے جو ضعف سے تھے اسکا جواب وہ لوگ یہ دیتے ہیں کہ ایسوںکی روایت بغرض اعتبار ثرواہد و متابعات ہے مگر یہ بھی درست نہیں کیونکہ کہا حفاظو اعتبار و ثرواہد و متابعات ایسے امور ہیں جن سے حال حدیث معلوم ہوتا ہے اور کتاب مسلم تو وہ ہے جس میں التزام صحت کیا گیا ہے تو جو روایت اس میں بطریق ضعیفہ وارد ہو کہیوںکر انکی معرفت حاصل ہو سکتی ہے یہ بھی جان کہو کہ علم ناقصی ہے منقطع حدیث محدثین کے نزدیک اور صحیح بخاری و مسلم میں اس طریق کی بہت سی حدیثیں ہیں جن میں جو امیر وہ لوگ یہ زبردستی کرتے ہیں کہ جو روایت بطور ضعفہ غیر صحیحین میں موجود ہے منقطع ہے بلکہ جو صحیحین میں ہے وہ انصال پر محمول ہے۔ اور روایت کی ہے مسلم نے اپنی کتاب میں جن ابن الزبیر عن جابر بہت سی حدیثیں بطور ضعفہ کہا حافظ نے کہ ابو الزبیر نہیں کرتا ہے اور روایت جابر میں نہیں جو روایت بطور ضعفہ نہ ہونہ قبول کیا سکتی۔ ابن جنم و عبدالحق نے لیث بن سعد سے ذکر کیا ہے کہ کہا ابو الزبیر نے حکم تعلیم کر وہ حدیثیں جو تم نے سنی ہیں جابر سے کہ میں سچا ہوں۔ اس نے چند حدیثیں بتائیں گمان کرتا ہوں کہ وہ سترہ ہوں گی جن کو میں نے اس سے سنا کہا حافظ نے کہ جو روایت بطریق لیث بن ابی الزبیر عن جابر وہ تو صحیح ہے اور صحیح مسلم میں اس طریق سے بہت سی حدیثیں ہیں۔ مسلم نے جابر روایت سے حجۃ الوداع میں یہ روایت کی کہ حضرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم نے جو طرف سے کہے ہو تم انکو طوائف کیا پھر نماز پڑھی کہ میں بھی گئے (باقی آئندہ)

(١) علامه ابو الفضل جعفر بن الشلوبان في شافعي الموثوق في نسخة كتاب الاستماع في احكام السماع من شرح
 ابن ثور اقول ان الامة تأملت كل حديث صحيح وحسن بالقبول وحملت به عند عدم العلم
 وحديثه لا يختص بالصحيحين وقد تلت الامة الكتب الخمسة والسنة بالقبول واطبق
 عليها جماعة اسم الصحيم ورجح بعضهم بعضها على كتاب مسلم وغيره قال ابو سليمان
 احمد الخطابي كتاب السنن لابن داود كتاب شريف لم يصنف في حكم الدين كتاب
 مثله قد رزق من الناس بالقبول كاذباً فضلاً عما يبرئ من العلم وطبقات الفقهاء
 على اختلاف مذاهبهم وكتاب السنن احسن وضعاً واكثر فقهها من كتب البخاري و
 مسلم وقال الحافظ ابو الفضل محمد بن طاهر المقدسي سمعت الامام ابو الفضل عبد
 محمد الايضاري يهزأه يقول وقد جرى بين يديه ذكر ابي عيسى الترمذي وكناه
 فقال كتابه عندي انفع من كتاب البخاري ومسلم وقال الامام ابو القاسم محمد بن
 علي الزنجاني ان لابي عبد الله السائي شرط في الرجال اشد من شرط البخاري
 ومسلم وقال ابو زرعه الرازي لما عرض عليه ابن ماجه السنن كتابه اظن ان
 وقع هذا في ايدي الناس تقطعت هذه الجوامع كلها وقال اكثرها وورام
 هذا بحث آخر وهو ان قول الشيخ ابي عمرو بن الصلاح ان الامة تلت الكتابين ^{باعتبار}
 ان اراد كل الامة فلا يخفى فساد ذلك اذ الكتابان انما اصنفا في المائة الثانية
 بعد عصر الصحابة والتابعين وائمة المذاهب المتبعة ومرس الحفاظ الاحياء و
 نقاد الانار المتكلمين في الطرق الرجال المتكلمين بين الصحيم والسقيم وان
 اراد بالامة الذين وجدوا بعد الكتابين فيهم بعض الامة في السبق له دليل
 الذي قد لا من تلقى الامة وثبوت العصمة لهم والظاهريه انما يعتنون باجماع
 الصحابة خاصة والشيعة لا تعقد بالكتابين وطعن فيهما وقد اختلف في اعتبار
 قولهم في الاجماع والنعقاد ثم ان اراد كل حديث فيهما تلقى بالقبول من الناس
 كاذب غير مستقيم فقد تكلم جماعة من الحفاظ في احاديث فيها فتكلم الدارقطني
 في احاديث وعلها ونكرا بن خرم في احاديث كحديث شريك في الاسراء قال انخط

دی اور کہا مبارک ہو مبارک ہو اور علی کہ آج صبح کی اپنے اس حالت میں کہ وہاں ہو
 جاکر مدخل حرمین و مومنین کے پس یہ قول عمر بن مسلم درضا ہمساتہ امامتہ جناب امیر کے
 کے اور اظہار ہے اسکا کہ حضرت امیر کی خلافت اور حکومت منظور ہو مگر اسکے بعد چھ ماہ
 نے قلمبہ کیا واسطے تحصیل ریاست اور حکومت کو ایک ریاست عظمیٰ کا ماتمہ آنا اور
 خلافت کے جھنڈوں کا شہر و دیار میں گر جانا اور علم کے پھر روکا ہوا پر ہر جگہ آنا
 اور بیوقوفوں سے ہوا کا پلٹنا اور سواروں کا دو طرفہ جلو میں چلنا اور کھوڑ و کئی تاجوں کا
 مثال جال کے چوگرد معلوم ہونا اور ملکوں اور شہروں کا فتح کرنا ان سب
 خیالات نے ان لوگوں کو جام خواہش نفسانی پلا کر متوالا کر دیا اور اسی مدہوشی نے
 خلیفہ بنا دیا اور جیسے قبل اسلام کے تھے ویسے ہی پھر ہو گئے اور پچاس عہد مبارکباد
 کو پس پشت ڈال دیا اور اس عہد پیشکنی کیساتھ ادنیٰ چیز کو کہ حکومت چند روزہ دنیا ہے
 خرید لیا پس کیا بری چیز مولیٰ نلوگوں نے (تمام ہوا ترجمہ کلام غزالی)
 اس عبارت میں امام غزالی نے جہتوں کی رائے اور دلائل کو ٹکبہ اپنا اصلی عقیدہ بھی
 ظاہر کر دیا اب ہل سنتہ کو اختیار ہے جس دین کو چاہیں اختیار کریں کیونکہ جہالت اور
 علم کا دونوں رخ اس میں دکھایا گیا ہے۔

اسکے بعد امام محمد بن ازی المتوفی سنہ ۲۴۱ کا زمانہ آیا جبکی نسبت مولوی شبلی
 لکھتے ہیں امام صاحب یا تو بالکل تنگ حال تھے ایک ولعتمند ناجر کی لڑکیوں سے اپنے
 لڑکوں کی شادی کر کے اس قدر مال وافر جمع کیا کہ شہاب الدین غوری فاتح ہندوستان نے
 ان ایک تم کثیر قرض لی جب قرضہ ادا کیا تو اپنی طرف سے صلہ کی طور پر بہت بڑی
 رقم سپر اضافہ کی۔ امام غزالی نے ان کی کو اہل سنتہ کے یہاں رتبہ ملا ہے کہ عام طور پر جب
 لفظ امام بولا جاتا ہے تو یہی مراد ہوتے۔ علم کلام کی جو گت انھوں نے بنائی ہے
 اس کا کچھ تفصیلی حال ذیل کی عبارتوں سے معلوم ہو سکتا ہے جو مولوی شبلی صاحب
 اپنے رسالہ علم کلام میں لکھتے ہیں۔

(۱) علم کلام کے متعلق نکا بہت بڑا کارنامہ فلسفہ کار دی لیکن در طبع کی وجہ اس میں

انہوں نے استدلال کیا کہ ضروری وغیر ضروری کی کچھ تیز نہ رکھی بلکہ تمام فلسفہ کو اعتراضات کی تیروں سے چھلنی کر دیا فلسفہ کے سیکڑوں مسائل فی نفسہ صحیح تھے اور مذہب کے مخالف بھی نہ تھے۔ امام صاحب نے ان کو بھی نہ چھوڑا یہاں تک کہ جن مسائل پر اعتراض کرنا ممکن نہ تھا۔ مثلاً اثبات باری و توحید باری وغیرہ ان پر اس پر ایہ میں اعتراض کرتے ہیں کہ یہ مسائل فی نفسہ گویا صحیح ہیں۔ لیکن فلاسفہ کا استدلال صحیح نہیں اگرچہ امام صاحب اس عالم گیر حلقہ میں کامیاب نہیں ہو سکتے تھے جیسا پچھتوں طوسی۔ باقر دادا اور غیرہ نے ان کے مقابلہ میں فلسفہ کی حمایت کی۔ علامہ علم کلام

اس تعریف سے امام فخر الدین ازہری کا حال بھی اسی طرح معلوم ہو گیا کہ بوجہ تعصب صحیح باتوں کو بھی غلط بنایا اور جو امر محال تھا اس کی رو سے تصد کیا یہ ایسا شخص کہاں تک حق کا پیرو ہو سکتا ہے اہل فہم کیلئے کافی ہے۔

(۲) پہر مولوی شبلی صاحب لکھتے ہیں امام صاحب نے علم کلام کی بنیاد اشاعرہ کے عقاید پر قائم کی اور اس سینہ زوری سے اس کی حمایت کی کہ اشاعرہ کے جو مسائل تاویل سے محتاج تھے۔ ان میں تاویل کا سہارا بھی نہ کہا اور یہ ان کی صحت پر سیکڑوں دلیلیں قائم کیں مثلاً اشاعرہ اس بات کے قائل تھے کہ انسان اپنے افعال پر قدرت، سوشل اور دیگر رکھتا تاہم جبر سے بچنے کو لے انہوں نے کسب کا پردہ لگا کر کہا تھا یہ یہ یہ۔ وہ بھی امام صاحب نے اٹھا دیا اور صاف صاف جبر کا دعویٰ کیا جیسا پچھتوں نفسیہ کبیر من باجوا اسکی تصریح کی ہے اور اسپر دلیلیں قائم کیں۔

اہل سنتہ غور کر سکتے ہیں کہ ان کے مسائل دین ایمان کے اگر قرآن میں بیشک ماخوذ ہوتے تو استدلال کتر ہوتی کی ضرورت کیوں ہوتی اور جب سینہ زوری ہی پر مدار ہو تو یہ حق تو ہر شخص کو حاصل ہو کر وہ ہادی اور راہبر کیونکر ہو سکتا ہے میں ان کی نسبت اپنی طرف سے کچھ کہنا پسند نہیں کرتا کیونکہ خود مولوی شبلی صاحب اس کا فیصلہ اپنے ہلانے سے یوں نقل کرتے۔

امام صاحب نے اگرچہ مغفول کے مقابلہ میں مغفول کا پہلا بہاری رکھا اور معتزلہ

وغیرہ کی رد میں مستقل کتابیں لکھیں تاہم فقہاء محدثین نے انکے متعلق یہ رائیں قائم کیں
 علامہ ذبیحی میزان میں لکھتے ہیں العجزین
 الخلیفین صاحب القضاہ راس فی الذکا
 والعقلیا لکنہ عری من الاثار ولہ
 تشکیکات علی مسایل من عالم الدین
 تورث حیرۃ نسأل اللہ ان یتثبت
 الایمان فی قلوبنا
 ایمان کو قائم رکھے

حافظ بن جبرسان المیزان میں ابن اریطیک کے حوالہ سے لکھتے ہیں

وکارہ یاب یا براء المشبہہ اپنی یہ عیب لگایا جاتا تھا کہ وہ نہایت قوی شہادت
 الشدیدہ و یقصر فی حلما حتی کرتے تھے۔ اور ان کے جواب میں عاجز ہو جاتی ہیں
 قال بعض المغارہ یور السبۃ چنانچہ بعض مغزیوں نے کہا کہ انکے اعتراضات فقہ
 نقداً و محیداً نسبۃ ہوتے ہیں اور جوابات اور دہار

پھر کفر فیہ صول التفسیر کے حوالہ سے لکھتے ہیں

عمر شیخہ سراج الدین الرصاصی
 المعزنی انہ سنہ کتاب الماخذ فی
 مجلدین بنین و بہاء او تفسیر النفس
 من الزینف والہرجہ کان ینتمو
 علیہ کثیراً و یقول یور دشبہہ
 الخالفین فی المذہب الدین
 علی غایۃ ما یکون من التحقیق ثم
 یور مذہب اهل السنۃ الحق علی
 غایۃ من الہی قال الطوفی و
 لعمری ان هذا ادابہ و کتبہ
 سراج الدین منزلی نے ایک کتاب جس کا نام
 ماخذ ہے دو جلدوں میں لکھی ہیں انھوں
 نے امام رازی کی تفسیر کی فروگرداشتیں اور
 غلطیاں ظاہر کیں وہ امام رازی پر سخت اعتراض
 کرتے تھے اور کہتے تھے کہ مخالفین مذہب کے
 اعتراضات نہایت قوت اور زور دیکر
 بیان کرتے ہیں اور اہل سنت کی طرف سے
 جوابے تیر ہیں تو نہایت کمزور طوفی کہنے میں
 کہ یہ ان کا انداز ہے جو انکی تمام کتب کا یہ
 میں پایا جاتا ہے چنانچہ اس بنا پر بعض

الکلامیہ حقیقہ بعض الناس - لوگوں نے انہیں بدگمانی کی
حافظ ابن حجر نے اس عبارت کے بعد طوفی کا یہ قول نقل کیا ہے کہ امام فخر الدین
پر بدگمانی صحیح نہیں کیونکہ اگر انکے کچھ اور خیالات ہوتے تو اسکے ظاہر کرنے میں انکو ڈر
کسکتا تھا۔ لیکن طوفی کو یہ معلوم نہیں کہ امام فخر الدین پر یہ کچھ بھی جو حافظ ابن حجر اسی کتاب میں
میں لکھتے ہیں وہو ابدن مستدر لوگوں نے انکے دار و کثیر کا قصد کیا لیکن وہ روپوش ہو گئے
امام صاحب کی بردہ نبی کے ثبوت پر انکے جن مسائل سے استدلال کیا گیا جو انکو حافظ ابن
حجر نے اسی کتاب میں ابن خلیل کی زبانی نقل کیا ہے

ان مذہب الخبر هو الذہب الصحیح قال
ابوہریرہ مذہب صحیح ہے اعراض باقی رہتو میں خدا کی
بصحة بقا الاعراض و بنی صفا لله
صفا صرف نسبت و اضافات کا نام ہے جیسے کہ
حقیقہ و حکم انا مجرد نسبت اضافات
كقول القلاء و سلک طریق ارسطوفی
فلسفہ کہتو میں نیز یہ کہ امام ہادی نے براہ
تماغ میں ارسطو کا طریقہ اختیار کیا ہے یہ بھی
منقول ہے کہ وہ کہا کرتے تھے کہ عالم کے حادث ہونے
پر مجھکو موافقتراض ہیں۔

كدنا و كذا ما یہ شیخہ علی العقول
بحدوث العالم

یہاں تک فخر الدین ازی کے حالات تھے جیکے نام نامی پر تاملی السنۃ کو فخرنا سو اد
ان سے بڑھکر کوئی محقق علم کلام کا یہاں پیدا ہوا تو اب اور کسی عالم کی نسبت علماء و کلام
لکھنے کی کچھ ضرورت نہیں کیونکہ خود مولانا شبلی لکھتے ہیں امام غزالی کے بعد امام ازی نے
ان مسائل کو زیادہ فضا کیا۔ امام ازی کی بددب تکفیر کو خوش چین مہتے آسے
پس جب اصل جرم کلام اہل سنۃ کا بہ تامل ہو کہ تمامہ تکفیر بہ دہ یعنی سوہ الامال ہو
تو خوشہ چین نکا کیا حال ہوگا کہ تو کہ خود شبلی صحابہ کہتے ہیں

قاضی محمد غلام گفتارانی ز غیر دے علم کلام میں بڑی تیزی سے تھک گیا
اور انہیں کتابوں کے چند اجزا جو اہل کمال دوس نفاقی میں داخل ہیں کتابتہ عملا کا یا یہ کمال میں
اور انکو کچھ ہی امام رازی اور امدی کی خوشہ چین ہی پر دوسرے ان کتابوں میں فلسفہ کو

کے خالص مضامین اس قدر شامل کر دی گئی ہیں کہ فلسفہ و کلام میں فرق نہیں معلوم ہوتا تھا۔ یہاں اب اس سے کلام کیا جاوے اور اب کون شخص علمائے اہل سنت سے اس قابل ہو کہ جو مشکل بزرگوں کے سامنے آئی اور ایسے علم کلام سے خواہیں عوام کو کیوں کر دل چسپی ہو سکتی ہے کیونکہ اگر عقوبت بے عقل نہیں پیدا ہوگی۔ سب بہت اہم ہیں بجز ان علمائے جو زبردستی بات بنایا کریں۔ مذہبی امور تو بالکل سیدھے سادہ طریق پر واقع ہو رہے ہیں عام طور پر جو عقیدے ہیں جمعی توجو جو لوگ اسلام میں داخل ہوئے اور اس کے محاسن و محامد پر فریفتہ ہوئے۔

اب ہم یہ دیکھ بیٹے تہہ دل و آہ صاحب کون ان علمائے کلام قاضی خدو و علمائے اہل سنت کے متعلق نقل کرنا چاہیں یہ کہ اشمس جلد اول میں انہوں نے اسی شہ جیوں کو مفسد تسلیم کیا کہ خطاب دیا جو اسکو پہر بغور ملاحظہ فرمائی اسکے بعد مودی تبلیغی صاحب کی اس تحریر کو ملاحظہ کیجئے جس میں ذکر تہہ تمیہ

علم کلام جہ ایک مفسد ہے۔ حالت پر چلا آتا تھا اور جسکے بیسیوں غلط مسائل اصولوں کے جوہر پر سقذ سلسلہ ہوئے کہ کیسکا انہوں نے حیرت کی حیرت ہنس ہو سکتی تھی علمائے اہل سنت نے نہایت دلیری اور زور سے اس علمائے ان کی مخالفت کیا اور ظاہر کیا کہ انکے کلموں میں مزید کو مذہب کی نامہد سمجھتے ہیں وہ درحقیقت مذہب کو اور نقصان پہنچانے والی ہیں اور علی المنطق میں کہتے ہیں

خدا کا ممکن الرویہ ہونا بلا من عقلی سزا بہت ہے
 لیکن وہ دلیل نہیں ہے جو ابو الحسن اشعری
 وغیرہ نے قائم کی ہے یعنی یہ کہ جو یہ ہو جو وہ ہے
 ممکن الرویہ بھی ہے۔ ابو الحسن اشعری وغیرہ
 اس سے بڑھ کر اس بات کے بھی مدعا ہیں کہ
 جو چیز جو وہ ہے وہ جو اس قسم سے جو ہوس
 ہو سکتی ہے نہ اسکا کہ یہ وہ ہے یہاں یہ غلط ہے

و امکان رویہ تعلم بالذہن العقلیہ
 اطلاق لکن سیر هو الذلیل الذی سئل
 طائفہ مراہیل الکلام کالی الحسن
 وامثالہ حین دعا وان کل موجود
 یکن رویہ بل قالوا ویکان متعلق
 بلحاظ الحسن فان ہذا اماما یعمل
 فسادہ بالضرورہ و ہذا امر بالغلیط

بعض المتکلمین کا غلط تصور ہے کہ وہ علم
ان الاعراض میں قائم رہتا ہے اور ان
الاجسام مماثلہ وانما مرکبہ
من الجواهر المفردہ وکذا
غلطاً من غلط المتکلمین وادعی ان الله
لم یخلق شیئاً بسبب ولا حکمہ
لا یخص شیئاً من الاجسام بقوی
وطبایعہ وادعی ان کل ما یحدث
فان الفاعل الھنار الذی یخص
احد المتماثلین بلا تخصیص یحدثہ
انکر ما فی مخلوقات الله وما
فی شئ من المخلوقات الذی خلق وامر
لا یجلیھا فان غلط ہو لادما سلسلہ
اولئک المتفلسفہ وظنوا ان ما یقولہ
ھو لادما مثالہم ھو دین المسلمین
و یقول الرسول واصحابہ

اور یہ اس قسم کی غلطی جو حسب طرح متکلمین غلط
دعوی کرتے ہیں کہ اعراض کا بقا ممکن نہیں
اور یہ کہ تمام اجسام یکساں ہیں اور یہ کہ تمام جسمیں
جو ایک موزوں ہو کر مرکب ہیں اور حسب طرح متکلمین کی یہ
بھی غلطی ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ خدا نے کسی چیز کو
کسی چیز سے اور کسی نعمت کو کسی چیز سے پیدا کیا اور
یہ کہ اگرچہ ہر شے اپنے تئیں اور اپنے تئیں
نہیں کہی ہے اور اسے جو چیز سے پیدا ہوئی ہے
قائم عمل شمار کرنا کہو جاتا ہے۔ ایسا کہ یہ اگر خدا
ہے اور یہ کہ خدا کی مخلوقات میں رشتہ رشتہ
فاضل صریح اور حکم لکھنا نہیں ہے جبکہ وہ جسے
وہ دنیا میں آئی ہے یا ان احکام کا حکم دیا گیا
متکلمین کی ان غلطیوں نے فلسفیوں کو چیرہ
کہ دیا ہے اور وہ لوگ سمجھتے ہیں کہ جو کچھ
یہ متکلمین کہتے ہیں وہی مسلمانوں کا مذہب ہے
اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

تلازم ہوتے اگرچہ نہایت متصحب فقہانہ اور فلسفہ کے سمجھتے ہیں کہ
تاہم جو کچھ تقلید کے پابند تھے اور حقیقی و باطل میں تمیز نہ تھی اس لئے کہ وہ
کے مقابل میں ہر جگہ نہایت الفاضل سے ای سی۔ ایک جگہ کہتے ہیں

واما فیما یقولونہ فی علوم الطبیعیۃ
والفویاضۃ فقد لیکون جوا المتفلسفہ
الذین صوابہم یحکم علیہم
اہل الکلام فان اکثر کلام
باقی حکامی یونان نے علوم طبیعیہ اور طبیعیہ
کے متعلق جو کچھ کہا ہے تو ان علوم میں ان کے
اقوال میں نسبت متکلمین کے زیادہ صحیح ہوتے
ہیں کیونکہ ان علوم میں متکلمین کا اکثر کلام

اہل الکلام فی ہذا الامور
بلا عقل ولا مشرع

ذہم پیچھے نہ عقل پر نہ شریعت
پر -

اکثر لوگوں کو خیال تھا اور اب بھی ہے کہ اشاعرہ کے عقاید کو دلائل عقلی کے لحاظ سے
مضبوط نہیں لیکن اکابر سلف کے یہی عقاید تھے۔ علامہ موصوف نے اس قلعی کا یہی
اکثر جگہ اظہار کیا مثلاً عام خیال ہے کہ قرون اولیٰ میں لوگ حسن و قبح عقلی کے قابل نہ
تھے۔ اور اس بنا پر احکام شرعی کا مصالح عقلی پر مبنی ہونا ضرور نہیں سمجھتے تھے
لیکن علامہ موصوف لکھتے ہیں کہ تمام اکابر سلف حسن و قبح عقلی کے قابل تھے
سب سے پہلے اس کا انکار امام ابو الحسن اشعری نے کیا اور وہی اس خیال کے موجد ہیں
چنانچہ اس پر مفصل بحث کے بعد لکھتے ہیں

بل ہو لا ذکر وان نفی ذلک
مومن البیع التي حدثت فی الاسلام
فی زمن ابی الحسن الاشعری لما
ناظر المعتزلة فی القدر
بلکہ لوگوں نے بیان کیا ہے کہ حسن و قبح عقلی کا انکار
سنجملہ ان بدعتوں کے ہے جو اسلام میں ابو الحسن
اشعری کے زمانہ میں پیدا ہوئے جبکہ انھوں نے تقریباً
سے مسئلہ قدر کے بار میں مناظرہ کیا تھا

علامہ موصوف نے جیسا کہ مقررہ ہے نے تاریخ نصر میں لکھا ہے کہ عقاید اسلامی
کو حشو اور زوائد سے پاک کر کے پورا پورا وہ نمونہ قائم کرنا چاہا جو قرون اولیٰ میں
تھا۔ لیکن کچھ فقہاء کے رشک و حسد اور کچھ خود علامہ موصوف کی درستی تقریر کی وجہ
سے، تمام لوگوں میں اس قدر برسی پیدا ہو گئی کہ علامہ موصوف کو مدت تک قید خانہ
میں بندگی بسر کرنی پڑی اور ان کا اثر دہر کر رہ گیا تاہم ان تلامذہ ابن القیم و غیر
نے ان کی پیروی کی، اور گو علم کلام کے متعلق کوئی مفید خدمت انجام نہ دے
تاہم سیکڑوں بدعات کی بنیادیں جو مدت سے قائم ہو چکی تھیں۔ ان کے
زور قلم کی وجہ سے تیز لزل ہو گئیں۔ رسالہ علم کلام ص ۱۷۱

چوں کہ ابن تمیمی کی عقل اور فہم کے متعلق ہم پہلے لکھ چکے ہیں۔
لہذا اس کی ضرورت نہیں رہی کہ جو شخص اس فہم و فراست کا ہو گا۔ وہ

بہا کیونکر ان لغت ملاط کی اصلاح کر سکتا ہے جو تدریم الایام سے

چلا آتا ہے

افسوس کہ ان علما ہی شکلیں سے کوئی متنقل اس الزام سے بیجا کفر و زندہ کا
الزام سپرد نہ کیا گیا ہو۔ دیکھو امام غزالی جن کی اس قدر مدح خود مولوی شبلی صاحب نے
نے کہی ہے ان کی نسبت لکھتے ہیں لولا تخبط فی الاعتقاد و میلہ
الی اهل الذریعہ و الاحقاد لکان هو الامام فی الاسلام لکن انک
اعتقاد میں تخبط نہوتا اور محدودوں کی طرف مایل نہوتے تو وہ اسلام کے امام
ہوتے ۷ ص ۶ علم کلام

وہ اشاعت علم کلام اہل سنت | یہاں اس حیرت کا دفعہ بھی ضروری ہے کہ جو علم کلام ایسا
مکرم و مہوار اسکے مسائل و اصول اس قدر عقل و مشاہدہ کے خلاف ہوں اس نے
اتنی ترقی کیونکر پائی۔ اس کا جواب بھی خود مولوی شبلی صاحب سالہ علم کلام
میں لکھتے ہیں

فلما ملک السلطان سلاح الدین کان هو و قاعد المذاب علی ہذا المذہب و حفظ اصلاح الدین فوصیاء حقیقۃ الفہالہ قطب الدین وصار محافظہ اصغرا و لادلا فلدک عقد و الخاضر و شد و اللبان علی مذہب الکاشعری و جملا و فی ایام و ہنتمہ کافذ علی الترامہ فتمادی الحال علی ذلک و جمع ایام الملوک من جمالی ب شر فی آیام	جب سلطان صلاح الدین بادشاہ ہوا تو وہ اور اسکے دربار کا قاضی عبد الملک اسی مذہب اشعری پر تھے صلاح الدین نے تجربین میں مجموعہ عقاید حفظ کیا تھا جو قطب الدین نے لکھتے تیار کیا تھا صلاح الدین نے اسے ہی جو جو حفظ کرتے تھے۔ اسی کا اثر تھا کہ صلاح الدین اور اسکے خاندان نے اشعری مذہب کی ترویج پر کمر باندھی اور تمام لوگوں کو اس کے قبول کرنے پر مجبور کیا یہی حالت تمام خاندان نبی ایوب اور ان کے ترکہ داروں کا
---	--

موالہم الملوك من الاجراءك
 واقفق مع ذلك توجه
 محمد بن تومرت و
 اخذاه عن ابى حامد
 الغزالي مذهب
 الا اشعري فلذلك تصار
 دولة الموحدین ببلاد
 المغرب ^{لغزالي} و ما من حاققه
 بن تومرت فخر ارقوا بسبب لك من
 و ما خلاق لا يصيها الا الله فكان
 هذا هو السبب في اتهمها مذهب الاشعري
 وانتشار الامم في امصار الاسلام

غلاموں کے زمانہ سلطنت میں قلم
 لپی۔ اس کے ساتھ اور ضرور بہت
 اتفاق پیش آیا کہ محمد بن تومرت
 نے امام غزالی سے اشعری
 مذہب سیکھا تھا اس کا یہ
 اثر ہوا کہ موحدین کی سلطنت (ابن
 تومرت نے یہ سلطنت قائم کی تھی جس
 انکو گونگا خون حلال سمجھا تھا جو ابن تومرت کے
 مخالف عقیدہ رکھتے تھے چنانچہ اس پر انکو تڑ
 اس قدر ہتھیاروں کو کو قتل کیا جس کی تعداد بجز
 خدا کوئی نہیں جانتا یہ سبب تھا جسکو وہ
 اشعری مذہب تمام ممالک اسلامیہ میں پھیل گیا۔

ایک اور موقع پر مورخ مذکور امام اشعری کے عقاید کو نقل کر کے کہتے ہیں
 فخذہ جملہ من اصول عقیدۃ التي یہ اشعری کے عقاید کے چند اصول ہیں اور آج تمام دنیا اسلام
 علیہا الا ان جاہلہ اهل الكفر کا یہی عقیدہ ہے اور جو شخص اسکی مخالفت کا اہل کفر ہے
 الا سواد التي من جملہ مخالفانہ قد نقل کر دیا جاتا ہے رسالہ علم کلام صفحہ ۸۶
 اس تصریح سے لیکو بھی اچھی طرح معلوم ہو گیا کہ جس طرح خلافت مطلقاً شریعہ بزور شمشیر منوانی گئی ہے
 پہلے خود رسول اللہ کا وہ گہر جلا گیا یا آگ لگائی گئی جا کر جلائی گئی وہی جسکی بارہ جگہ
 زیر صلوات اللہ و سلامہ علیہا مع اپنے دونوں پشت جگر حسن و حسین کے خدمت خراب ہو گئیں
 ششدر ہیں قرآن کے سورات کو جمع کر رہے تھے اور اسکے بعد صد مسلمان قتل کر کے جلا دیے گئے
 اسی طرح علم کلام اہلسنت نے بزور شمشیر رواج پایا کہ جو شخص اس خلافت کو اسکا خون بہایا جسکو
 سنا کلا خون ہوا کہ خدایا اسکو گن گنا جو میں اشاعت اسلام کا بندقہ شمشیر و لازم قائم کیا جاتا ہے
 اسکے باعث ہی حضرات اہلسنت ہیں جسکی کارروائیوں نے اسلام پر یہ اثر قائم کیا۔ (باقی وارو)

عید میلاد جناب امیر المومنین، مبارکباد

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

الشمس

نمبر باب ماہِ حَبِ الْمَرْحَبِ سلسلہ جلد

مقدمہ فوجیاری

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اس مقدمہ کے متعلق اصلاح کا ایک غیر معمولی غیر شائع ہو چکا ہے اور رسالہ اشیدہ اور اخبار اشاعہ شری دہلی میں تو حیرت انگیز شائع ہو چکی ہے۔ یہ کہ ایک کسی شیعہ کو اگرچہ مذہبی مقدمات کو کسی طرح کی دلچسپی کہتی رہی کیونکہ ہم ہمیشہ کے مظلوم ہیں، اس لیے جو سے مقدمہ جو پور تک ہم نے کچھ نہ لکھا مگر اس دفعہ ضرورت ہی ایسی ہے کیونکہ اس دفعہ مدعی وہ لوگ ہیں جو بہر حال ناقصیت جو لاہر مشہور ہیں ان کا ایسا۔ ان کا اتفاق سب کے معلوم ہو۔ مقدمہ کی سات پیشانی، چلنے اور ماہ تا تاریخ ۲۶ تا ۲۶ ستمبر مقرر ہے۔ چونکہ اسلام پر ان جو لاہر کے بہت سخت حملے ہو چکے ہیں اور خاندان رسالت پر جو کچھ گزرا اس کے بانی وہی لوگ تھے جن کا زیادہ آج تک مشہور زیارت گاہ ہے اور امام اعظم کا پیشہ ہی خزانہ تھا جو کپڑوں میں ایک اعلیٰ قسم ہے لہذا ضرورت ہے کہ مومنین اس مقدمہ کو منبسط بقا راست نہ دیکھیں اور پوری توجہ سے کام لیں کیونکہ اگر ہم ذرا جو کے تو پھر ہمیشہ روزگار کا اور کچھ نہیں آئے گا۔ برعکس اگر منبسط کے چیزوں سے اگر متنع ہونا ہے تو اپنی آپ مدد کر کہ ہوں کہ مظلوم کو ہر مقدمات کی کثرت ایک طرف ہے اخبار و رسائل کی ناصدیت آئینہ کو تیرین ایک طرف جس سے دل پاش پاش ہو۔ مگر حق حق ہے باطل باطل سمجھو ہی ہی توجہ سے کل مرحلے میں آپ کی مستعدی و آمادگی شرط ہے۔

مقدمہ ہذا کے مصارف کا اندازہ تاج محل کی کم سے کم چار ہزار معلوم ہوتا ہے جس کے مقابلہ میں وہ رقم بہت کم ہے جو اب تک وصول ہوئی اور چونکہ وقت بہت ہی کم رہ گیا ہے لہذا مومنین کو نہایت محنت اور نہایت ترقی اور سرگرمی سے اس میں کوشش کر کے کل نوچندہ چہار ہزار اسی تیس تیس صاحب نام خطہ خاص لکھنؤ کے نام سے روانہ کرنا چاہئے کیونکہ دفتر اصلاح دیا اور کمین نے سے نا حق طرہ الٹ ہوتی ہے اور دوا دوا دوا کی منی اور زمین پر باری جس پر وہی سے ہمارے غریب بھائی لکھنا وہ آمادہ زمین ان فیصد ہی ایک بھی نہیں آتا وہ اعادہ جانا تو آج ایک نوبت نہ لگی مگر اس سے ان کی توجہ ایسے ہو کہ ایک طرف ہر جس دین و دنیا دونوں کا نقصان ہو

ضوء الشمس

الحمد للہ کہ جو خوف ہو کہ اس وجہ سے پیدا ہوا تھا کہ ایڈیٹر صاحب نے آئندہ ہفتہ میں جواب کا وعدہ کیا تھا اور وہ خالی گیا۔، جمادی الثانی کو دور ہوا کہ اوہوں نے بیان تحریر میں اپنی داخلگی مگر اس وجہ سے افسوس ہو رہا ہے کہ ناسخ ہماری اوقات عزیز ضائع ہو رہی ہیں کیونکہ جواب اجالی ہم حجۃ بالغدین لکھ چکے ہیں اور جواب تفصیلی اتمام حجت ہمز میں ہے آئندہ چھپنے گا۔ اور پھر ہو گیا ہے نظر اور ٹھکانا پڑا جس سے ناسخ کی طوالت پیدا ہوتی ہے اور آپ کو یا علی باتوں میں دیر ہوتی ہے۔

ایڈیٹر صاحب نے اپنا پورا زور اس بحث میں ختم کیا ہے اور جہاں تک ہو سکا خوب بسط دیا ہے مگر اس سبب کی بات صرف اس قدر لکھی ہے: ”بیشک امام سیوطی نے ان دونوں حدیثوں کی متن کو ایک کہنے میں غلطی کی، کیونکہ جب تحریر کا مدار اسی پر رہ گیا کہ فلان امام نے غلطی ڈال دی اور پھر ہم کہہ رہے ہیں وہ صحیح ہے تو پھر کیا ہم ظور ہو سکتا ہے۔“

اگرچہ ناظرین کے سمجھنے کے لئے یہی کافی ہے کہ جب امام سیوطی کی غلطی کو صاف صاف ظاہر کر رہے ہیں اور امام مسلم کی تحریر کو بمقابلہ ابن حجر ناجیز سمجھتے ہیں تو پھر جواب دینے سے کیا حاصل مگر چونکہ ان کو اس جواب پر بہت کچھ ناز ہے اور نہ معلوم سہارا بنو۔ دیوبند کے کج کن قبائل کی شرکت سے یہ جواب لکھا گیا ہے لہذا مختصر طور پر جواب اس کا عرض کیا جاتا ہے۔

مگر قبل از ابتدا سے جواب یہ امر ذہن نشین کر لیا جاتا ہے کہ اصل بحث کیا ہے مولوی حیدر علی صاحب نے منتہی الکلام میں کتاب سلیم بن قیس کی قدح کی تعقی جو رواۃ شیعہ سے ہیں اور ابو ہانی کی کتاب سب سے پہلی کتاب ہے جو اسلام میں لکھی گئی ہے اور سب سے پہلے جو اب میں جناب حجۃ الاسلام طاب ثراہ نے پہلے ان کے اعتراضوں کا جواب تحقیقاً لکھا پھر بطور معارضہ بالمثل کتب اہل سنت کی حجج و قدح کو مٹوا اور صحیحین کی حجج کو ختم کیا چنانچہ ذرات میں ”محب نامہ“ کہ چون بغضیات ربانی و توفیقات یزدانی از جواب کتاب سلیم فراغ حاصل شد مناسب چنانچہ نامہ ایک کتب حدیث اہل سنت را مقصود و مخرج سلیم بس پایدار است کہ خود ائمہ اہل سنت صحیح و سنن و مسانید و مجامع حدیث خود را مخرج و مقصود ساختہ اند و از اثبات احادیث موضوعہ و

باطل معنوںہ خالی نکلے۔ اور اگر فقید الادراک ماد اوعیہ ظہار عوار و تہک استار و کشف اسرار
 اسفار این حضرات بنویسند، لیکن چون مخاطب مضحکہ و طعن و غمزہ عیب و درم سبب قبح کتاب سلیم نجات
 قصہ سے رسانیدہ لاجرم مناسب ہی منیم کہ درینجا تمخیل و تفتیح ائمہ سفید نجات تصور ہی رسالہ حکم
 اس عبارت سے ہنس سچھ سکتا ہوں:۔ ب حوالہ اسلام طالب نراہ کا مقصد اصلی ان کتابوں کی
 بحث کا نہ تھا بلکہ چونکہ مولوی حمید علی صاحب نے کتاب سلیم پر جو کتب قدیمہ شیعہ سے ہے
 بے حد مضحکہ۔ طعن۔ غمزہ عیب۔ رمز کیا تھا لہذا جناب حجۃ الاسلام کو اس کی ضرورت ہوئی کہ بعد
 جواب اعتراضات منہجی الکلام صحیح ستہ اہل سنت کی قطع کھولیں۔

مگر افسوس ہے ایڈیٹر صاحب کی دیانت پر کہ انہوں نے نمبر ۲ اور پھر اس نمبر ۳۶ میں نقل عبارت
 میں دی کارروائی کی جس سے لائق توبہ و صلوات کی مثال صادق آئی کیونکہ ابتداء کلام سے شرط کو
 غائب کر دیا اور صرف اس کی جزا لاجرم مناسب ہی منیم لہذا سے نقل شروع کی جس سے یہ معلوم ہو۔
 کہ جناب حجۃ الاسلام اصلاً اور قصداً ہی بحث شروع کر رہے ہیں حالانکہ وہ بصراحت فرماتے ہیں:۔
 اگرچہ فقید الادراک راد اوعیہ ظہار عوار و تہک استار و کشف اسرار و اسفار این حضرات بنویسند۔
 ایڈیٹر صاحب کی غرض اس کارروائی سے صرف اسی قدر ہے کہ عوام کو بھڑکائیں تاکہ ان میں باوجود
 اشتغال طبع معجزوں۔ بوجہ پنچ مرزا حیرتہ، سائنس جس نے مدت العریضی شاید استقصا کا نام
 نہ سنا ہوگا اپنے اختیار مورخہ ۱۰۳۳ گشت میں ان فقرات پر ایسا مشتعل ہوا کہ نہ معلوم کیا اول
 قول لکھ گئے۔ انہیں فقرات لاجرم مناسب ہی منیم کو نقل کر کے لکھتے ہیں:۔ ”سب سے پہلے مولوی محمد حسین
 صاحب کو روکنا تھا کہ انہوں نے سنی کتب حدیث اور محدثین کی نسبت کیوں یہ بازار ہی
 حملے استعمال کئے۔“

تریا جرت یا دون سے اور بازار ہی اشخاص کا یہ اشتغال حالانکہ یقیناً انہوں نے خود میں
 ہی استقصا کو دیکھا ہوگا صرف اسوجہ سے ہے کہ ایڈیٹر صاحب نے سچ ادھر سے عبارت استقصا
 کاٹ کر لکھی ورنہ اگر وہ پوری تقریر لکھتے تو ان بازار میں کو بھی ہرگز جوش نہ آتا کیونکہ وہ
 سمجھتے یہ تو مولوی حمید علی صاحب کی زبان درازوں کا جواب ہے جو انہوں نے کتب
 شیعہ پر کیا تھا پھر اس کا جواب تو ایسا ہی ہونا چاہئے بلکہ اور سخت کیونکہ حمید علی صاحب کی

زبان درازی و درشت کلامی سے تو خود اہل سنت بھی خوش نہیں اور جناب حجۃ الاسلام
 طاب غزاه کی ممانت تقرر اور تہذیب تحریر کا تو خود اہل سنت کو اس درجہ اعتراف ہو کہ اپنے
 کتب مذہبی میں ان کی تحقیقات سے استدلال کرتے ہیں جیسا کہ شمس بہار میں اجمالاً مرقوم ہوا
 جناب حجۃ الاسلام نے اسی عبارت میں یہ بھی لکھ دیا کہ خود ائمہ اہل سنت صحاح و سنن و مسانید و
 مجامیع حدیث خود را مجرد و مقدوح ساختہ اند و از اثبات احادیث موضوعہ و اباطیل مصنوعہ خالی
 تہ است۔ جس سے بصراحت معلوم ہوا کہ اثبات موضوعیت احادیث اہل سنت
 یہ خود اپنے غلط فہمی سے کوئی کلام نہ کریں گے بلکہ تصریحات صریحہ علماء اہل سنت لکھیں گے
 یہ سچا طریقہ جناب کی یہ تقریر کیسی مضحک ہو جو فرماتے ہیں ”ہم تو یہ جانتے تھے کہ مولوی حامد حسین
 صاحب نے جب اتنا بڑا دعویٰ کیا ہے تو جو اعتراضات انھوں نے کتب حدیث پر کئے ہیں وہ
 اپنی محنت و تحقیق سے کئے ہوں گے۔ یہ کیا معلوم تھا کہ یہ اعتراضات اعلیٰ علمی تحقیقات کا نتیجہ نہیں
 ہیں بلکہ انہوں نے جو کچھ لکھا ہے وہ دوسروں کی تقلید پر اور تقلید بھی کسی شخص عامیہ نے“
 جس سے ہر شخص اس نتیجہ نکالنے پر مجبور ہو کہ انھوں نے بھی استقصاء الانعام کو بچشم خود نہیں دیکھا
 بلکہ دوسروں کے کہنے سننے پر لکھا ہے۔ ہن کیوں کہ اگر وہ دیکھتے ہوتے تو یہ نہ فرماتے ”ہم تو یہ جانتے تھے“
 کیونکہ اس کو تو حجۃ الاسلام نے شروع ہی میں لکھ دیا ہے کہ خود ائمہ اہل سنت نے اپنے صحاح مستند
 وغیرہ کی احادیث کو موضوع کہا ہے۔ پھر اس کے خلاف کا علم آپ نے کس ذریعہ سے اور کیوں حاصل
 کیا اور ایسا علم کس لقب کا مستحق ہے۔

مگر اس کا مطلب میں نہ سمجھا دو وہ اپنی محنت و تحقیق سے کئے ہونگے، کیونکہ محنت و تحقیق تو ظاہر
 ہے کہ انھوں نے جو کچھ لکھا آپ کی ہزاروں کتابوں اور لاکھوں علمائے اقول سے۔ مگر اپنی محنت

و تحقیق سے کیا مراد ہے؟ بینوا۔ تو حروا

پھر سپر کیوں تنغی ہے ”بلکہ انھوں نے جو کچھ لکھا ہے وہ دوسروں کی تقلید پر، کیونکہ
 آپ تو مقلدین سے ہیں اور بلا تقلید آپ کے یہاں عمل کرنا حرام ہے پھر اگر جناب حجۃ الاسلام نے آپ کا
 مولوی حمید علی صاحب کی رد میں آپ ہی کے دوسرے علماء اعلام کی تقلید کی تو آپ کیوں جاننا
 ہوتے ہیں؟ کیا اس کے بارے میں بھی کوئی حدیث نیکی ہے کہ علم کلام میں صرف مولوی

حیدر علی صاحب کی تقلید لازم ہو اور کسی تقلید جائز نہیں اگرچہ شاہ عبدالغفر صاحب ہوں یا شاہ ولی اللہ صاحب یا رشید ہتکلیں وغیرہ وغیرہ وغیرہ۔

یہ بھی آپ کے افادات جدیدہ بلکہ اجتہادات سے ہو کہ معرض استدلال میں بھی نقل آیات و احادیث و اقوال علماء مجربین داخل تقلید ہے۔

افسوس صد افسوس کہ ایڈیٹر صاحب اس پر اکتفا نہیں کرتے کہ اسکو تقلید فرمائیں بلکہ یہ بھی کہتے ہیں "اور تقلید کبھی کیسی محض عامیانہ، اب مرزا قادیانی اور مرزا حیرت کو مبارک ہو کہ ایڈیٹر صاحب نقل علماء اعلام اہل سنت کو تقلید عامیانہ کا خطاب دیتے ہیں۔ پس یہ دونوں مرزا بڑے خوش قسمت ہیں جو اس تقلید عامیانہ سے نکل گئے۔ دیکھئے دیگر حضرات اہل سنت کو عموماً اور ایڈیٹر صاحب کو خصوصاً کب یہ منصب ملتا ہو کہ تقلید عامیانہ سے نکلیں کیونکہ ابھی تک جو کچھ لکھا ہو نقل قول الی سکن اہل سنت سے کتر خالی ہے دیکھئے کشف۔ الہام۔ وحی کا نزول کب سے شروع ہوتا ہو۔

اب ملاحظہ ہو

کہ ایڈیٹر صاحب فقرہ لاجرم مناسب می بینم کو لکھ کر فرماتے ہیں "اسکے بعد صحیح بخاری کی اس حدیث کو دیکھیں جسکی نسبت مولوی حامد حسین صاحب نے لکھا ہو کہ ابن جوزی نے اس حدیث کو جو بروایت عایشہ مروی ہو موضوع کہا ہو۔ پھر مولوی حامد حسین صاحب پر جو اعتراضات ہمنے کئے ہیں ان کو ذہن نشین کریں، اگر اس کی وجہ ہم کو نہ معلوم ہو سکی کہ لاجرم مناسب می بینم والا فقرہ تو اقتصاد کے صفحہ ۸۶۲ میں ہے اور یہ حدیث جسکو ابن ابی حوزی نے موضوع کہا ہو صفحہ ۹۴۲ میں تو ایسی بات دیکھنے کا کیوں حکم ہوتا ہو درمیان ایک سو دس صفحہ کیوں نہ دیکھا جائے جس میں صحیحین بلکہ صحاح ستہ کے اجمالی و مفصیلی حالات خود علماء اہل سنت کی تحریرات سے ہیں کہ اگر کوئی

تغصب کی عنیک اوتار کو دیکھے تو اس کو معلوم ہو جائے کہ تمام عالم میں عموماً اور اسلامی دنیا میں خصوصاً ایسی کوئی کتاب نہیں تصنیف ہوئی جیسے کبھی قدر اعتراضات خود ان کو یہ پر لے کے ہیں اہل سنت کو معلوم رہے کہ اگر انہوں نے ایڈیٹر صاحب کی تقلید کی اور صرف انہیں کے بتائے ہوئے فقروں کو دیکھیں گے تو چند روز بعد خود ایڈیٹر صاحب آپ کے اس تعین حکم کو محض عامیانہ تقلید کا خطاب دین گے لہذا مناسب ہو کہ نظر انصاف اس پورے ہی بحث کو دیکھ جائے

پھر بھی لگے آپ پر راہ حق نہ دروغ ہو تو میرا ذمہ۔

اڈیٹر صاحب نے الحمد للہ استقصا کو بین اولہ الی آخرہ دیکھا ہے اور آپ کے اعتراضات بھی سنا
وہ جس سے یاد ہیں کہ حج تک دنیا میں ایسا فقہا اعتراض کیسے نہیں کیا تھا اور جواب معقول بھی انھیں
میں اجلا لا من کر چکا جس پر آپ کو پھر جوش آیا اور محض عوام کی تسکین کے لئے یہ لکھ رہے ہیں مگر انھیں
خبر سے آپ کے عوام بھی وہ نہیں ہے جو پہلے تھے بلکہ اب بہت سمجھدار ہو گئے ہیں لہذا ان کی تکرار
کو وہ سب سمجھ رہے ہیں کہ محض نادانوں کے دل خوش کرنے کو اس قدر طولانی تقریر آپ کر رہے
ہیں۔ ورنہ آپ کا

”پہلا اعتراض یہ تھا کہ مولوی حامد حسین صاحب نے صحیح بخاری کی حدیث کو اور اس حدیث کو جس پر
ابن کجوزی نے حرج کی ہے ایک کہہ دیا حالانکہ دونوں میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ نہ سند ہی کا اعتبار
سے وہ دونوں ایک ہو سکتی ہیں نہ متن ہی کے اعتبار سے۔“

اسکا جواب انھیں ملے میں یہ دیا گیا تھا کہ ان دونوں حدیثوں کو صرف حجۃ الاسلام ہی نے
ایک نہیں کہا ہے بلکہ آپ کے امام سیوطی نے بھی دونوں کو ایک ہی کہا ہے جو چنانچہ بعد نقل حدیث ابن کجوزی
فرماتے ہیں قلت الحدیث اخبرجہ البخاری فی صحیحہ بھذا اللفظ میں حدیث ابن عباس
رضی اللہ عنہ جس سے بصراحت معلوم ہوا کہ سیوطی نے ان دونوں حدیثوں کو ایسا متحد سمجھا
کہ اخبرجہ البخاری فی صحیحہ بھذا اللفظ فرمایا جس سے اتحاد لفظی ان دونوں حدیثوں کی پیدائش ظاہر ہے
یہ جواب ایسا معقول اور دندان شکن تھا کہ صاحبان غیرت تو سر ڈال دیتے اور معترف ہو جاتے
کہ خود غلط ہو وہ ایچہ ما پنداشتم مگر ماشا اللہ اڈیٹر صاحب ایسے کمزور دل کے نہیں ہیں کہ وہ سر جھکا
بلکہ فرماتے ہیں ”علامہ سیوطی کے لکھ دینے سے یہ دونوں حدیثیں جہاں مختلف و متغیر ہونا ثابت ہوتی
معلوم ہے ایک نہیں ہو سکتیں بیشک امام سیوطی نے ان دونوں حدیثوں کے متن کو ایک
کہنے میں غلطی کی اور اصل وجہ غلطی کی یہ معلوم ہوتی ہے کہ چونکہ وہ کثیر التصانیف ہیں اور اکثر اپنے
حفظ کے اعتماد پر لکھا کرتے ہیں جیسا کہ اکثر متقدمین کا دستور تھا صحیح بخاری کی حرابت کا اس وقت
ہوں کو اتفاق نہ ہوا ہے ان کے خیال میں یہ ہو گا کہ صحیح بخاری کی متن میں صرف اسی قدر جملہ ہے کہ
ان اصح ما احدثتم علیہ اجر الکتاب اللہ اسی بنیاد پر بندہ اللفظ بھی کہہ دیا ورنہ اگر صحیح بخاری کی

حدیث میں اور عبارت بھی اون کے خیال میں ہوتی تو بہذا اللفظ کہہ ہی نہکتے۔

الحمد کہ اس عبارت سے بھی ہمارا مطلب بخوبی ثابت ہو گیا کہ فرماتے ہیں ”بیشک امام سیوطی نے ان دونوں حدیثوں کے متن کو ایک کہنے میں غلطی کی، جس سے بصرحت معلوم ہوا کہ امام سیوطی نے دونوں کو ایک کہا ہے و اکھمد مدباقی رہا سیوطی کا غلطی کرنا آئندہ مرقوم ہو گا۔ پھر اسکا بھی اقرار کرتے ہیں ” اسی بنا پر بہذا اللفظ بھی کہہ دیا، جس سے اور بھی میری تصدیق ہوئی کہ سیوطی نے دونوں کو مستحق اللفظ کہا۔ پھر یہ جملہ بھی ہمارے مؤید ہے ”تو بہذا اللفظ کہہ نہکتے“ جس سے یہ تو بخوبی معلوم ہوا کہ سیوطی کے نزدیک بھی دونوں ایک ہے۔ رہا آپ کا یہ کہنا کہ امام سیوطی نے غلطی کی۔ پس آپ کی سعادت مندی کی دلیل ہے اور میں کیا کہوں کیونکہ جب آپ حضرات خلفاء و صحابہ کو خاطر و گنہگار مانتے ہیں تو کسی عالم کا خاطر ہونا کون سا امر اہم ہے۔ مگر اس کی وجہ نہیں معلوم ہوتی کہ ابن الجوزی اور سیوطی کی تو غلطی ثابت کی جاے اور بخاری کی معصومیت۔ با اینہم دلیل آپ نے ایسی دی ہے کہ خود آپ کے ہم مذہب اور پیغمبر مگر اس نے کہ جب اونہوں نے کتاب المتقبات علی ابن الجوزی لکھا جس میں ابن الجوزی کے اون اعتراضات کا جواب دیا ہے جو خیال سیوطی حدیث میں صحیح تھیں تو پھر کون عاقل قبول کر سکتا ہے کہ محض اپنے حفظ پر اعتماد کر کے اونہوں نے یہ لکھ دیا کہ اس حدیث کو بخاری نے بروایت ابن عباس ذکر کیا ہے۔

کیا اس سے بھی بڑھ کر کوئی مقام تحقیق ہو سکتا ہے کہ ایک عالم حدیث کے موضوع کہہ رہا ہے اور دوسرا اوس کی براءت و ضعیفیت سے ثابت کیا چاہتا ہے اور پھر نگہ بند کر کے حکم لگا رہا ہے اور صحیح بخاری کو دیکھ نہیں لیتا۔

ایضاً صاحب اپنے استاد اعظم ابوالکسناٹ مولوی عبدالحی صاحب کی سعی مشکوٰۃ کے ملاحظہ فرمائے جس میں مولوی بشیر صاحب کا یہ قول لکھتے ہیں ”دو چونکہ ذہبی نے اس حدیث کو منکر کہا ہے اور مظاہر یہ ہے کہ مراد منکر سے وہی ہے جو اسباب حج سے ہے۔ پس یہ قول منافق اوس قول کے ہے جو مقاصد اور وفاء الوفا اور در منظم سے منقول ہوا اوسو اسطے یہ نقل قابل اعتبار نہیں پس چاہئے کہ یہ بات ثابت کی جائے کہ ذہبی نے یہ کس کتاب میں نقل کیا ہے۔ اس کے جواب میں مولوی صاحب فرماتے ہیں ”کچھ ضرورت اس کے اثبات کی نہیں کیونکہ ایک جماعت عظیمہ محدثین کی اس امر کو

نقل کر رہی ہو اور ہر ایک اور میں سے معتد علیہ ہر مثل سیوطی و سخاوی وغیرہ کے رد قافی کی شرح
مواہب میں بحث خصائص محمدیہ میں ہر سیوطی حجتہ فی النقل صفحہ ۳۲۸۔

کیونکہ ایڈیٹر صاحب مولوی بشیر سہسوانی کا یہ مطالبہ کہ بتاؤ ذہبی نے کس کتاب میں نقل کیا ہے؟
اس بنیاد پر اولاً دیا جاتا ہے کہ چونکہ سیوطی وغیرہ نے نقل کیا ہے لہذا اثبات کی ضرورت نہیں سیوطی
حجتہ فی النقل اور حجتہ الاسلام کے مقابلہ میں یہ بیٹھ دھری جاتی ہے کہ ابن الجوزی اور صحیح
بخاری کے لفظ لفظ کا مقابلہ بھی کر دے سنداً بھی متناسباً بھی۔ یہ کون سا انصاف ہے۔

ایڈیٹر صاحب! اٹھس کا صفحہ ۱۶ تو ملاحظہ فرمائے جس میں سیوطی کا قول بتدائے تعقب سے
نقل کیا گیا ہے وہ عبارت یہ ہے

اور سیوطی نے صدر کتاب التعقیبات میں بھی اسکی شکایت کی ہے چنانچہ ذکر کتاب الموضوعات
میں لکھتے ہیں ووجدت فیہ حدیثاً من صحیح البخاری من رویہ حماد بن تسارک وأخر
متنہ فی البخاری من رویہ صحابی غیر الذی أوجح لاعنہ یہ اسی حدیث کی طرف

اشارہ ہے کہ اس کو بخاری نے ابن عباس سے نقل کیا ہے اور ابن الجوزی نے بروایت عائشہ
دارو کیا ہے۔ اور یہ شکایت اور علمائے بھی نقل کی ہے چنانچہ علامہ ابراہیم کردی نے المسائل
الدینی میں یہ ذکر کتاب الموضوعات نقل کیا ہے ووجدت فیہ حدیثاً من صحیح البخاری

کیونکہ ایڈیٹر صاحب کیا یہاں بھی وہی جملہ فرمائے گا کہ بیشک امام سیوطی نے غلطی
یہاں تو امام سیوطی نے اجمالی حالت سے بحث کی تھی جس سے آپ سوجھ سکتے ہیں۔

حدیثوں کا اتحاد ایسا یقینی اور حتمی تھا کہ امام سیوطی اس پر قبل از تفصیل
علامہ ابراہیم کردی نے جو اوسے قول کو لکھا تو کیا اونکی نسبت بھی یہی دعویٰ کیجیگا جس جہاں

کے علمائے قدر غلطیاں کر نیکی تو سمجھیں کہاں تک اونکی اصلاح کر سکتے ہیں۔

پھر ایڈیٹر صاحب لکھتے ہیں ”ابھی تک تو یہی تھا کہ مولوی حامد حسین صاحب نے خود غلطی کی ہے
سعلوم جہاں اس غلطی میں انہوں نے امام سیوطی کی عامیانہ تقلید کی ہے ایک تو خود غلطی کرنا

دوسرے کسی دوسرے کی غلطی میں اوس کی تقلید کرنا یہ البتہ ایک بڑا عیب ہے۔“
انہوں نے کہ ایڈیٹر صاحب ایسا لائق درمہذب شخص یہ جملہ لکھے۔ مناسب ہے کہ آپ دستاورد

کے سبق کو پھر یاد کیجئے اور امام سیوطی کے حق میں تو ایسا نہ فرمائے ورنہ اپنے استاد کی بیعت کو کیا جواب دیکھنا
 کیونکہ وہ بجا بلکہ حکام سیوطی پھر اثبات کی ضرورت نہیں سمجھتے اور جب آپ کے علماء و محققین کا نقل قول
 موجب تقلید علیانہ ہو تو پھر اس سے کون بچ سکتا ہو کیونکہ سلف سے خلف تک تو یہی قاعدہ چلا آیا
 ہے کہ ہر فریق اپنے دعوے کی تصدیق و توثیق کے اقوال و اسلئے سے ثابت کرتا ہے اور اسکو آپ تقلید علیانہ فرماتا
 ہیں تو اب مناظرہ کی کیا صورت ہو سکتی ہے کیونکہ آپ کے ہر عالم کی نسبت یہی کہا جا سکتا ہے۔ بقیہ تحریر مع
 جواب ابتداء میں لکھ چکا ہوں لہذا دوبارہ اعادہ کی ضرورت نہیں۔

مگر اس قدر عرض کرنا ضروری ہے کہ آپ کے استاد ابو اخطات رسالہ آثار اللوحیہ میں لکھتے ہیں و ثانیاً
 ان الذاکرین لہذا لا المناقب لیسوا ممن لا یعمد علیہ او ممن لا یکنون حججاً فی النقل
 بل ہر ائمة الاسلام و عمدۃ الافنام الذین یرجع الی اقوالہم فی المہمات و یجعل
 اخبارہم من القطعیات کافی نعیم ابن کنیر و السمعانی و ابن حجر المذنبی و ابن حجر
 العسقلانی و السیوطی و علی القادی و شمس لائمة اللردی و اسود و عبد الوہاب
 الشعرانی و شیخ الاسلام الذہبی و من یخذ و خذ و ہم و تروی ہو کلاء فدا و حوا
 فی نفسانہم ما یری انہ کذب او اعتمد و علی نقل ما نقلہ ارباب الکذب کلا
 و اللہ ہم ائمة محاطون لا یناقشون فیما ینکتون فان تمکلت فی ذلک فادع الی الطبقات
 ینکشف لک احوال صدق ہو کلاء الشقات و ان اعتبر مثل ہذا الشک اذ قفع
 الایمان من کتب النوادیخ و اسماء الرجال فانہم غالباً ینکتون ما ینکتون فی
 تراجم العلماء بغیر سند مسلسل بل بالاختصار و الا رسالہ فارسیہ فی ذلک شاک
 علم قطعاً انہ متعصب خارج عن حد الخطاب لا یلیق معہ الا ابرہ الغناب و ہر
 یہ کہ جن لوگوں نے ان مناقب کو ذکر کیا ہے وہ ان لوگوں سے نہیں ہیں: نیز اعتماد نہ کیا جاوے یا وہ
 حجتی نقل نہ ہوں بلکہ وہ ائمہ اسلام سے ہیں اور عمدہ انام ہیں جنکے اقوال کی طرف رجوع کیا جاتا
 ہے و بہت میں اور ان کے اخبار قطعیات یقینات سے شمار کئے جاتے ہیں مثل ابو نعیم ابن کثیر
 سمعانی۔ ابن حجر عسقلانی۔ ابن حجر سیوطی۔ علی قادی۔ شمس لائمة اللردی۔ لؤوی شعرانی
 شیخ الاسلام ذہبی وغیرہ کے اور جو ان کے مانند ہوں کیا تمہاری ہر اسے میں انہوں نے
 صحیح باتیں کہیں کہیں یا انہوں نے اعتماد کیا اور ان باتوں پر جسے ارباب کذب

نقل کرتے ہیں۔ ہرگز نہیں۔ والدیہ ائمہ صحیحین میں اور نہیں مناقشہ کیا جاسکتا اور باتوں میں جسے یہ لکھتے ہیں۔ اگر تم کو شک ہو تو رجوع کرو طرف کتب طبقات کے جس سے مدق کا حال ان طبقات کو منکشف ہو جائے۔ اگر اس قسم کے شکوں کا احتمال کیا جائے تو پھر کتب تواریخ و اسما للرجال وغیرہ سے امان مرتفع ہو جائے اور کسی کا اعتماد نہ ہو کیونکہ جو کچھ یہ لکھتے ہیں بلا سند بغیر خوار اب اگر کوئی اس بارے میں شک کرے تو وہ متعصب ہو اور لائق خطاب نہیں بلکہ قابل زجر و عقاب ہو۔

ایضاً صاحب اپنے استاد کے اس سبق کو اچھی طرح سے یاد فرمائے کہ آئندہ بہت کام دیجا کیونکہ صاحب آپ نے محترم امام سیوطی میں شک کیا تو حسب التقریر اپنے استاد کے لائق خطاب نہیں ہے بلکہ قابل زجر و عقاب ٹھہرے کیونکہ یہ حکم محکم اور ان کا مطلق منقولات امام سیوطی وغیرہ کی نسبت ہو جس کو وہ قطعیات و یقینات سے فرماتے ہیں اور اس میں شک کرنے سے پھر کسی پر اعتماد نہیں رہتا۔ اور یہاں تو اس سے درجہ بڑھا ہوا ہے کیونکہ ابن الجوزی کی ردیرامادہ ہوئے اور جن حدیثوں کے نسبت او کو وصحت کا گمان ہو اس کے تصحیح کے درپے ہیں۔ پھر کیونکہ ممکن ہے کہ صحیح بخاری کی تو حمایت کریں اور ابن الجوزی کے قول کی رد کریں اور یہ نہ دیکھیں کہ درحقیقت ابن الجوزی والی حدیث وہی جو صحیح بخاری میں ہے بقول مولوی عبدالحی صاحب کلا والذہم ائمہ صحابون لاناقتنون فیما لکبتون۔

اب آئے حسب التقریر آپ کے استاد کے آپ کو طبقات کی بھی سیرکراؤں جس سے امام سیوطی کی جلال شان کا حال آپ کو معلوم ہو اور اس پر بھی نہ مانے گا تو وہی کہا جائے گا جو آپ کے استاد کہ چکے ہیں علم قطعاً نہ متعصب خارج عن حد الخطاب لایلیق معہ الا الزجر والعقاب اگر آپ کو فضائل و مناقب علامہ سیوطی کے مطالعہ کا شوق ہو تو کتاب مستطاب عنقات الانوار مجلد حدیث مدینہ ملاحظہ فرمائے جس کے چند فقرات یہاں ہی لکھے جاتے ہیں جس سے آؤ بخا پتہ ہند فی علم الحدیث ہونا آپ کو معلوم ہو۔

امام شعرائی لوائف الانوار میں لکھتے ہیں وکان رضى الله عنه يقول قد رزقني الله تعالى البصيرة في سبعة علوم التفسير والحديث والفقه والتجويد والمعاني والبيان والبدیع علی طریقہ العرب والبلغا پھر لکھتے ہیں وکان يقول قد استبعدت جماعة بلوغی مرتبة الاجتهاد المطلق فی الفقه والحديث والعربیة لظنهم بانفرادی بذلك بعد الاثمة المجتهدین وغاب عنهم انه کان محتمداً فی التبحر فی اللغۃ

السبكي وقبله جماعة تصنفوا بالاجتهاد المطلق لكن في الفقه فقط بغير كسبة بين
والاجتهاد في الحديث هو المرتبة التي اذ بلغها الانسان سمى في عرف المحدثين
بالحافظ وقد صحت بالاجتهاد المطلق من لم يوصف بالحافظ كالشيخ ابي اسحاق
الشيرازي وابي نصر بن الصباغ واما امام الحرمين والغزالي

بغير كسبة بين وكان الحافظ ابن حجر يقول الشروط التي اذا اجتمعت في الانسان
سمى حافظا هي الشهرة بالطلب والاخذ من اقوال الرجال والمعرفة بالبحر
والتعديل بطبقات الروايات وراية تميز الصحيح من السقيم حتى يكون
ما يستحضره من ذلك اكثر مما لا يستحضره من استحضار الكثير من المتون فهذا
الشروط من جمعها فهو حافظا قال وكان الحافظ ابن حجر يحفظ ما يريد على ما
الف حديث وكان عثمان الديلمي يحفظ عشرين الف حديث قال واما انا
فاحفظ مائتين الف حديث ولو وجدت اكثر لم تحطه وبعده لا يوجد على وجه الارض
الآن اكثر من ذلك

بغير كسبة بين واخبرني الشيخ سليمان ايضا قال بما انا جالس في اخضرية على باب
الامام الشافعي اذ رايت جماعة عليهم بياض وعلى رؤوسهم عمامة من نور يقصدون
من ناحية الجبل فلما قربوا مني فاذا هم النبي ٢ و١ صحابه فقال النبي ٢ مض معنا
الى الرضفة فذهبت مع النبي ٢ الى بيت الشيخ جلال الدين فخرج الى النبي ٢
وقبل يديلا وسلم علي ٢ صحابه ثم ادخل الدار وجلس بين يديه فصاد الشيخ
جلال الدين يسئل النبي ٢ عن بعض الاحاديث وهو يقول هات يا شيخ الستة
بغير كسبة بين واخبرني الشيخ عبد القادر الشاذلي انه رأى بخط الشيخ جلال الدين
ورقة كتبها لبعض الصحابه حين سألته ان يقض له حاجة عند السلطان الغوري
ياخي اني اري النبي ٢ يقظه واخاف ان اجالس الغوري فيحجب عني عقوبه ولكن
انا اسالك النبي ٢ فقلت له يا سيدي كبريت النبي ٢ يقظه فقال بصعوا
سبعين مرة قال ولقد الف الشيخ كما بان في ذلك تنوير الملاك في رويته النبي
والملاك صفح ٣٢٠ عبقات الانوار

ان عبارتوں سے آپ کو اچھی طرح معلوم ہو گا کہ آپ کے امام سیوطی کو بالخصوص سات علم میں
تحریر تفسیر علم حدیث - علم فقہ - نحو - معانی - بیان - بدیع - اور لوگوں نے ان کے بلوغ و برہنہ
سے ان علوم میں اس وجہ سے انکار کیا تھا کہ وہ جانتے تھے یہ درجہ تو بعد ائمہ اربعہ کسی کو نہ ملا حالانکہ
ان کو یمنین معلوم کہ نقلی الدین سبکی بھی مجتہد مطلق تھے اور ان کے قبل اور لوگ بھی مجتہد ہوئے
مگر وہ فقہ میں - اور حدیث کا درجہ اجتہاد یہ ہو کہ لقب حافظ سے لقب ہو محمد بن کے نزدیک ابن حجر
عسقلانی کوچہ اور ہر لاکہ حدیث کے حافظ تھے اور عثمان دیمی ۲۰ ہزار حدیث کے اور یمن یعنی سیوطی تو
دو لاکہ حدیث کا حافظ ہوں اور اگر اس سے زیادہ یا اتنا تو اس کو بھی حفظ آرا اور شاید دنیا
میں اس سے زیادہ حدیثین یابی بھی نہ جائیں شیخ سلیمان راوی ہیں کہ میں خضرہ میں قریب
دروازہ مقبرہ امام شافعی بیٹھا ہوا تھا کہ خواب میں کچھ لوگوں کو آتے دیکھا جن کے چہرے سفید اور
عمامی اون کے نورانی تھے جب قریب پہنچے تو معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جن حضرات
شیخ سلیمان کو بھی ساتھ لیا اور مکان امام سیوطی میں آتے فرمایا ہوئے سیوطی آپ سے
حدیثیں پوچھتے تھے اور آپ ان کو بقیع شیخ انسہ با - زیادے - ایک ورقہ سے معلوم ہوا
کہ سیوطی جناب رسالت آپ کو عالم بیداری میں بھی دیکھتے تھے - سوال پر کہا کہ شہر مرتبہ
سے زیادہ حضرت کی زیارت بیداری میں کر چکا ہوں -

کیونکہ اڈیٹر صاحب جب آپ کے امام سیوطی خاص علم حدیث میں بھی مجتہد مطلق تھے
پھر کیوں ان کے حکم سے سر تابی کی جانی ہو کہ اس غرض سے کہ جناب حجۃ الاسلام طاب ثراہ پر
آپ اعتراض کریں ان کی غلطی کا دعویٰ کر سکتے ہیں - ممکن ہو کہ سیوطی نے خود حضرت سے سنا ہو
کہ یہ دونوں حدیث ایک ہے جسے بخاری نے لکھا اور ابن الجوزی نے اس سے موضوع کہا -
اڈیٹر صاحب کا ہزاروں و شورش پر ہو کہ سندین دونوں حدیثوں کی ایک نہیں ہیں بلکہ
روایت بخاری میں سیدان - ابو معشر - عبدالمد بن حسن - ابن ابی ملیکہ راوی ہیں ابن عباس
سے اور ابن الجوزی کی روایت میں عمرو بن محرم - ثابت جفار - ابن ابی ملیکہ راوی ہیں حضرت
عائشہ سے - مگر افسوس کہ اڈیٹر صاحب کو یہ ہی نہیں معلوم کہ بخاری صاحب نے اس حدیث
کو کے مقام پر لکھا ہے کیونکہ صحیح بخاری میں یہ حدیث چار طریق سے ہو تین باب میں اور ہر ایک
کے راوی بدلے ہوئے ہیں - دو روایت تو بذریعہ ابو سعید خدری ہو اور دو روایت بطریق

ابن عباس جس میں سے ایک مقطوع ہو۔ پھر کوئی کڑوہ دعوے کر سکتے ہیں کہ یہی چار راوی اس روایت کے راوی ہیں مگر قصہ ایک ہی ہے چنانچہ علامہ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں واما حامل بعض الشارحین ذلك على تعدد القصص ان ابا سعيد راوى قصتين كان في احد هاتهما في الاخرى كان الراقى غيرا فبعيد جد ولا سيما مع اتقان المخرج والسباق والسياق ويكفي في رد ذلك ان الاصل عدم التعدد ولا حامل عليه ص ۲ جلد ۲

جس سے بصرحت معلوم ہوا کہ قصہ واحد ہے خواہ ابو سعید راوی ہوں یا ابن عباس یا عائشہ اور خواہ بخاری اس کو تین باب میں لکھیں یا چار باب میں لکھیں تو جب اصل قصہ واحد ہے سبب اہل فوج و احاد حکم واحد پھر یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ عالیشانہ والی وہی حدیث تو موضوع ہو اور ابن عباس و ابی حدیث صحیح۔

ایڈیٹر صاحب وہ زمانہ بھول سھلیان کا اب نہیں رہا جو نادان مقلد بن کو سمجھا دیتے تھے اب روشنی کا زمانہ ہے دیکھئے کیسی کیسی تحقیقات کا دروازہ کھل رہا ہے اور کس طرح راہ است پر لوگ چلے آ رہے ہیں۔ اس قسم کی ترکیبیں اور ایسی نبدشیں نہیں حل سکتیں۔ آپکو طوعاً کرہاً ایمان لانا ہو گا کہ صحیح بخاری کی حدیث کو ابن الجوزی نے منع کیا اور دونوں حدیث کا متور اللفظ ہونا بقول سیوطی ثابت ہے جو حیرت انگیز یا اعتراض کرنے والا بقول مولوی عبدالحی صاحب قابل خطاب نہیں۔

ولو فرضنا اگر آپ ہی کا قول مان لیا جائے کہ دونوں حدیث ایک نہیں ہے بلکہ متغایر ہے تو اس سے آپکو کیا نفع ہو گا اور جناب حجۃ الاسلام کا کیا ضرر کیونکہ اون کا مقصود تو صرف اس قصہ ہے کہ اس کی ثابت کریں کہ خود ائمہ اہل سنت نے احادیث صحیحین کو موضوع کہا ہے وہ بہر طور ثابت ہوا کیونکہ اگر ابن الجوزی نے اس کو موضوع نہیں کہا ہے تو امام سیوطی نے تو اس کا اذکار کیا کہ حدیث صحیح بخاری کو ابن الجوزی نے موضوع کہہ دیا فقہت المطلوب واحدہ۔

اب آپ اپنے اوتاد مولوی عبدالحی صاحب کی سعی مشکوٰۃ میں یہ بھی دیکھ لیجئے کہ خود مولوی صاحب فرماتے ہیں فلخصم بقول لقد اخطا ابن الجوزی فی

ذکر لافى الموضوعات ولا عجب منه فقد ادرج كثير من الصحاح والحسان فى الموضوعات وبلغ افراطه الى ان ادرج حديثا من صحيح مسلم واحاديث مسند احمد فى الواهيات الملكذوبات صفحہ ۲۹۲

جس سے بصرت معلوم ہو کہ ابن الجوزی نے بہت سی احادیث کو داخل موضوعات کیا ہیں یہاں تک کہ صحیح مسلم کی حدیث کو بھی واہیات و مکذوبات میں داخل کیا اب اڈیٹر صاحب بینی و بین الد فرمائیں کہ جناب حجۃ الاسلام کا دعویٰ کہ احادیث صحیحہ کو خود علماء اہل سنت نے موضوعات سے شمار کیا ہے ثابت ہوا یا نہیں۔

اور آج کو اس درد سہری سے کیا نتیجہ ملا کیونکہ آپ کا مطلب کو ہی خاص اس حدیث سے متعلق نہ تھا کہ اس کی صحت یا عدم صحت کو ثابت کریں بلکہ جناب حجۃ الاسلام کی غلطی دکھانی منظور تھی اس میں یقیناً آپ ناکامیاب ہے۔

ریا یہ امر کہ استقصاء الانعام کا حجم فضول بڑھا دیا گیا ہے پس یہ مقولہ آپ ایسے لوگوں کے لئے ضرور زیادہ ہے جو فضل خدا سے علم و کلام سے معرا ہیں ورنہ مولوی عبدالحی صاحب مولوی صدیق حسن صاحب کا استدلال اسناد کرنا اس کتاب سے اور نوحد و فریاد کرنا جو اب پہنچے یہ مرتوم ہو چکا ہے متذکر۔

یہ بھی آپ کی خوش فہمی ہے جو فرماتے ہیں کہ ”علامہ سیوطی کا حوالہ ظاہر کرتے ہیں، کیونکہ ان کو یہ کہان سے معلوم تھا کہ آپ ایسے لوگ اس کے مقابلہ میں آئیں گے جن کو خود اپنے گہر کی خبریں علامہ سیوطی کے نہ ملتی کرنے کی دلیل کیسی خوبصورت خنایت ہوتی ہو، امام عظیم طوسی جن کے تلامذہ تین سو سے زیادہ مجتہد بناے جاتے ہیں انکی تصانیف اغلاط و اوہام سے پر ہیں“ مگر وجہ لزوم نہ معلوم ہو کہ اگر بالفرض شیخ طوسی سے اغلاط و اوہام ہوئے تو امام سیوطی کی تصانیف کا اغلاط و اوہام سے ملبو ہونا کیونکر لازم آیا۔ آخر دونوں میں کس قسم کا لزوم ہو۔ علمائے شیعہ کو تو آپ کا فرم تہ سب ہی کچھ کہتے ہیں تو کیا اس سے آپ کے علماء بھی کافر خاست ہو جائیں گے۔ فکر خود کن فکر بیگاد کن۔

بہر حال جناب شیخ طوسی یا قاضی نوادہ شومستری رضی اللہ عنہم کے متعلق چونکہ یہ تحریر خارج از بحث ہے اس لئے ہم جناب نہیں دیتے کیونکہ سہو یا غفلت ہو یا جو لازم بستریت سے ہے

دوسری بات ہے اور یہ کہہ دینا کہ امام مسوطی نے حدیث بخاری و ابن الجوزی کے ایک کلمے میں غلطی کی دوسری بات ہے کیونکہ یہاں وہ کلام ابن الجوزی کو رد کر رہے ہیں جس نے بخاری کی حدیث کو موضوع کہا تھا تو یہاں کیونکر ممکن ہے وہ بلام اوجه بخاری ایسا دعویٰ کر دیں بجائے دوسرے مقامات کے جہاں صرف نقل اقوال ہوتا ہے یا ذکر حالات و سنہ و وفات وغیرہ کہ وہاں اس قسم کی تحقیق کی ضرورت نہیں ہوتی لہذا وہاں غلطی ممکن ہے۔ مگر فرق مراتب کنی زہد تقی آپ اپنے امام بخاری و مسلم کو پکارتے جن کے صحیحین کے احادیث کی موضوعیت تمام عالم پر روشن ہو رہی ہے اور اسکا دعوئے جناب حجۃ الاسلام نے کیا تھا کہ میں خود تصریحات علمائے اہل سنت سے اسکی موضوعیت ثابت کر دوں گا جس میں وہ فضل خدا سے پورے طور پر کامیاب ہوئے جسکی سبب بڑھ کر دلیل ہے کہ اس حدیث کے قبل بخاری کی اسٹجہ حدیثوں کی موضوعیت ثابت کر چکے ہیں اور آپ کو بھی اون میں کچھ کلام کرنے کا موقع نہ ملا بغور ملاحظہ فرمائے استقصاء الافہام صفحہ ۸۶۲ لغایت ۹۷۲ جہاں آپ الی حدیث لکھی گئی ہے۔

دوسرا اعتراض

دوسرا اعتراض یہ تھا کہ جناب حجۃ الاسلام نے دد عرف ابن الجوزی کی حرج پر صحیح بخاری کی حدیث کو مجروح کر دیا مانا کہ وہ خود اسکی تصریح کر چکے تھے کہ ابن جوزی کی حرج قابل اعتبار نہیں ہے، الشمس میں اس کا یہ جواب دیا گیا کہ (۱) بقاعدہ اقرار العقل، علی نفسہم صحیح ہماری حجت اون پر تمام ہے (۲) جبکہ خود آپ کے علائق مثل ابن تیمیہ و فاضل ابن رفر بہاں و ابن حجر مکی اور شاہ ولی اللہ اور شاہ محمد الغزالی اور بجز العلوم مولوی عبدالعلی و امام شعرانی و ملا علی قاری و محمد مان مصری اور امام شوکانی عام طور سے اسی ابن الجوزی کے قول سے مقام تحقیق من استدلال کرتے ہیں (کیونکہ شیعوں کے مقابل میں تو کسی سنی عالم کا قول الزما بھی نہیں پیش ہو سکتا) بلکہ اوس غریب پرانہام لگا کر اوسکا فرضی قول معروض استدلال میں لاتے ہیں۔ تو پھر علمائے شیعہ کیوں نہ اس کے قول سے بمقابلہ اہل سنت الزامی مقام میں استدلال کریں۔ ملاحظہ ہو الشمس ص ۹۔

ایٹیر صاحب چونکہ ایک تجزیہ کار آدمی ہیں اپنے کمزوری کو بخوبی جانتے ہیں کہ اس عمر میں میں تو اتنا ہی دم نہیں ہے جو پہلے اعتراض میں تھا لہذا جواب بجا اب میں وہ روش

انتقاری کی جو تہذیب اور انسانیت کے بالکل خلاف ہو کہ جناب حجۃ الاسلام کی شان میں وہ الفاظ لکھے جو بازاری الفاظ کہے جاسکتے ہیں مثلاً اسکے ”یہ اعتراض مولوی حامد حسین صاحب کی مبارک روش پر لوری روشنی ڈالتا تھا“ یہ اعتراض مولوی حامد حسین صاحب کی کوئی غلطی یا لاعلمی خطائین ثابت کرتا بلکہ اونکی عادلانہ کارروائی کو ظاہر کر رہا ہے۔ جو شخص اس قسم کی کارروائیاں کرنا ہو اسکی تصانیف کسی طرح اہل علم کے توجہ و التفات کے لائق نہیں ہو سکتیں، وغیرہ وغیرہ

ان فقرات کو دیکھ کر شخص کہہ سکتا ہو کہ ایڈیٹر صاحب سے چونکہ جواب نہیں بنا لہذا ایسے مضامین لکھ رہے ہیں کہ اشتعال طبع پیدا ہو اور ایک بہانہ اذکومل جائے اسی لئے بہت کچھ خارج از بحث و خارج از تہذیب تقرری۔ مگر ہم ان سب فضولیات سے کچھ بحث کرنا نہیں چاہتے اور اہل مطلب کا جواب دیتے ہیں تاکہ غلط سمجھت ہو کر احمق محض نہ ہو جائے جو غرض اصلی ایڈیٹر صاحب سے بہر حال ایڈیٹر صاحب لکھتے ہیں وہ تحقیق و الزام کا فرق مجھے سمجھ معلوم ہو اور اقرار العقل علی نفسہم حجۃ بھی مسلم ہے لیکن یہ مجھے آج تک معلوم نہ تھا کہ مقام الزام میں ہر طرف یا بس کا پیش کرنا درست ہے کہتنا متناقضین اور متضادین کو بھی جمع کر دینا صحیح ہے یہ بات صحیح آج اپنی توجہ سے معلوم ہوئی شکر خدا کہ ایڈیٹر صاحب بے خبر نہیں ہیں وہ قاعدہ اقرار العقل علی نفسہم حجۃ کو تسلیم کرتے ہیں۔ مگر یہ سہارا فیض ہے کہ اذکوم معلوم ہوا متناقضین و متضادین کو جمع کر دینا صحیح ہے لہذا ہم لوگوں کے اس اعتراض کو شکر یہ کہ ساتھ قبول کرتے ہیں اور یہ عرض کرتے ہیں کہ پھر آپ نے ناقص سا لڑا کا نام لیا اور اس درد سری میں مبتلا ہوئے۔ پہلے آپ کو مناسب تھا کہت درسیہ کو پڑھتے رہنا برا نکالتے۔ دیکھتے آپ کے علامہ بجز العلوم شرح مسلم الثبوت میں فرماتے ہیں۔

فروع ابن الصلاح وطایفة من الملقبین باہل الحدیث ذموا ان دواية التیخین
محمد بن اسماعیل البخاری و مسلم بن الحجاج صاحبی الصحیحین یفید العلم للفظ
للاجماع علی ان الصحیحین مزینة علی غیرہما و تلقت الامة بقبولہما و الاصل قطع
و هذا بصحت فان من داجع الی وجد انه یعلم بالضرر دلا ان مجرد دوایتہما لا
یوجب الثمن البتہ و قد روی فیہما اخبار متناقضہ فلما قدر دوایتہما علما
لہما تحقیق المنقضین فی الواقع۔

قوت استدلالیہ تو موجود ہے ترجمہ خود کر لیں گے کہ ابن الصلاح وغیرہ نے اس کا دعویٰ کیا تھا کہ

صحیح بخاری صحیح مسلم کی حدیثیں مفید علم یقینی ہیں کیونکہ ان کو اور کتاؤں پر برتری ہے اور تاہی امت نے قبول کر لیا ہے اس کے جواب میں بحر العلوم صاحب فرماتے ہیں یہ محض بہتان ہے کیونکہ جو شخص اپنے وجدان کی طرف رجوع کر لگایا وہ کو معلوم ہو گا بے اہتہ کہ محض انکی روایت سے تو یقین ہو نہیں سکتا۔ حالانکہ اس میں تناقض روایتیں بھری پڑی ہیں پس اگر ان کی روایت سے یقین حاصل ہو جائے تو لازم آتا ہے کہ اجتماع یقینین فی الواقع ممکن ہو،

کیونکہ ایڈیٹر صاحب جب صحیحین میں جمع متناقضین و متضادین صحیح ہو تو مقام لازم میں کیوں نہ صحیح ہو گا جسکا مدار صرف اسپر ہے کہ آپ کے اقوال کو آپ کے معارف میں پیش کریں۔ ایڈیٹر صاحب میں نے شرح مسلم التبیوت کی عبارات اس لئے نقل کی ہے کہ وہ آپ کے یہاں کتابت کے میں داخل ہو مگر انیسویں پوری نہیں پڑھائی جاتی ورنہ آپ اس سے ناواقف نہ رہتے۔ اب دوبارہ شکر ہے الشمس اور فرماتے کہ جو مسئلہ انکو نہ معلوم تھا وہ معلوم ہوا۔

انیسویں آپ نے الشمس نمبر ۱۹ کا صفحہ ۱۹ نہیں دیکھا جس میں آپ کے علماء جو غیرین ثعلب انقوی کا یہ قول درج ہو و وقع فی الصحیحین احادیث متعاضدہ لا یحکمون کجمع بینہما و القطع لا یقبح التعاضد فیہ کہ صحیحین میں ایسی حدیثیں واقع ہیں جو باخود یا ایسی متعارضین ہیں کہ کسی طرح اول میں جمع ممکن نہیں اور جو چیز قطعی ہوتی ہے اس میں تعارض نہیں ہوتا۔

کیونکہ ایڈیٹر صاحب جب خود صحیحین میں احادیث متعارضہ موجود ہیں جسپر وہ حدیثیں قطعی سمجھتی جاتی ہیں تو پھر ہم پر کیوں نہ کر اس بنیاد پر الزام دے سکتے ہیں کہ جہاں آپ کے علمائے احادیث مقبولہ مستدر شیعہ کا بقول ابن کثیر جو مزی موضوع ٹھہرایا ان کے علمائے قول سے اسکی جرح کی بجائے اعتبار کیا دکھا کر آپ کے دعوے کو چیل کیا۔ اور جب آپ نے اپنی کسی حدیث سے استدلال کیا تو ابن کثیر کے قول سے اسکی موضوعیت ثابت کر دی۔ اپنے استاد مولوی عبد الحمی صاحب کی سعی مشکورہ ملاحظہ فرمائے جس میں وہ لکھتے ہیں وہ عینی کی عادت شرح ہدایہ و شرح صحیح بخاری میں کثرت ایراد شرح پر ہے اور شرح حدیثین کی کلام پر کہ بوجہ من الوجوہ مورد ایراد ہو ایراد کرنا گو دفعہ دو سکا سہل ہو گا ملتزم ہو بہت سے مضامین عینی اپنی تصانیف میں درج کرتے ہیں اور اچھا سخن آرناتے ہیں اور وہ بھی مضامین جب شرح ہدایہ وغیرہ سے صادر ہوتے ہیں انکو مقدم حسب طرح ممکن ہو کر دیتے ہیں۔ صفحہ ۱۶۹

کیونکہ صاحب جب آپ کے امام عینی خود اپنے مذہب مخالف کو بھی صفتِ اسوہ سے کہہ کر تشریح و تفسیر
 کی ہے اسکے قابل ہونے کا حبطہ ممکن ہو (یعنی زبردستی) مقدوح کرتے ہیں تو پھر آپ جناب جو اسلام
 پر کیوں اعتراض کر سکتے ہیں جو حسب تصریحات صریحہ آپ کے علماء کہتے ہیں تو ابن الجوزی کی حج کو
 نامعتبر کہتے ہیں اور کہتے ہیں اسکی حج سے صحیح بخاری کو مقدوح کرتے ہیں کچھ تو انصاف فرمائے
 حالانکہ معلوم ہے ابن الجوزی کے کسی کلام سے اون کا استدلال بغرض الزام ہونے نہیں
 استدلال۔

اب آپ کو معلوم ہو گیا ہو گا کہ جناب حجۃ الاسلام ہی پہلے متکلم نہیں ہیں یعنی تصانیف میں
 یہ لطیف کاروائی دیکھی گئی بلکہ سب سے سب سے مراد آورہ آپ کے امام عینی ہیں جو صرف اس بنیاد پر
 کہ دو سے تشریح یا بحثی کا قول ہے خود اپنے مذہب مخالف کو بھی رد کرتے ہیں۔

ایڈیٹر صاحب پر اس افادہ جدیدہ کا بھی شکریہ لازم ہے جو اون کے استاد کا سبق ہے اور
 الشمس کی بدولت ان کو معلوم ہوا۔ سچہ کہتے ہیں ”میں تو یہ جانتا تھا اور یقیناً ہر عقلمند کی
 شہادت دیکھا کہ مقام الزام میں وہ باتیں پیش کی جاتی ہیں جو حریف کے نزدیک مسلم ہوں
 اور اسکے اصول مسلم پر سچ اور ترین جو باتیں اصول خصم کے موافق راجح ہوتی ہیں اسی سے الزام
 دیا جاتا ہے نہ ان باتوں سے جو موجود ہوں،، مفاد خلطو اعملا صحابہ و آخر سنیان۔ یہاں
 آپ نے خلطو بلا خطبہ کر دیا کیونکہ اگر آپ کا یہ اصول مان لیا جائے ”وہ باتیں پیش کی جاتی
 ہیں جو حریف کے نزدیک مسلم ہوں،، تو پھر لازم آتا ہے کہ نہ ہم خدا کی توحید کو بمقابلہ مشرکین
 ثابت کر سکیں نہ رسالت آن حضرت ص کو بمقابلہ یہود و نصاریٰ نہ جناب میر علی کی خلافت
 امامت کو بمقابلہ اہل سنت کیونکہ یہ باتیں ان کے نزدیک مسلم نہیں ہیں۔ یہ جملہ بیشک صحیح ہے
 ”اسکے اصول مسلم پر صحیح اور ترین،، جو بحدہ یہاں بخوبی حاصل ہے کیونکہ خود آپ کے علماء باکر
 علماء ابن الجوزی کے قول سے استدلال کرتے ہیں۔ یہ سچ صحیح ہے جو باتیں اصول خصم کے موافق
 راجح ہوتی ہیں اسی سے الزام دیا جاتا ہے نہ ان باتوں سے جو موجود ہوں،، گریہ بھی طوطا ہے کہ اصل
 خصم کے موافق راجحیت کی آپ نے شرط لگائی ہے نہ کہ خصم کے نزدیک راجح ہوں کیونکہ دونوں
 میں بہت فرق ہے اس قاعدہ کو خیال کر کے زیادہ یہاں کون سا قول پیش کیا گیا ہے جو اصول
 مسلم پر حریف کے خلاف ہے کیونکہ اگر آپ کے علم نے جیسا کہ زبانی اقرار کیا ہے کہ ابن الجوزی کی حج کو

اعتبار نہیں ہے۔ اگر علماء بھی اسکے پابند رہتے کہ استدلال میں یا الزام میں اسکا قول نہ لیتے تو ممکن تھا کہ شیعہ بھی اسکے پابند ہوتے جب آپ نے ایسا نہ کیا بلکہ اوس کے اقوال کو مسترد کیا اور الزام پیش کیا تو بنا برآپ کے اصول کے علماء شیعہ بہت اچھی طرح مجاز ہوئے کہ اوس کے اقوال کو آپ کے سامنے پیش کریں اور آپ کو اوس کے قبول پر مجبور کریں۔ اور آپ تو کسی طرح اس کے مجاز نہیں ہیں کہ اپنے کسی عالم کا قول شیعوں کے مقابلہ میں پیش کر سکیں کیونکہ آپ فرما چکے ہیں دو مقام الزام میں وہ باتیں پیش کی جاتی ہیں جو حریف کے نزدیک مسلم ہوں اور اسکے اصول مسلمہ پر صحیح اور ترین۔

یہ طرہ صاحب نے اسکے بعد خارج از بحث اختلاف فریقین وغیرہ کی نسبت کچھ لکھا ہے جو حسین عہدت ائمہ علیہم السلام اور قاضی نور اللہ شہسوری اعلیٰ المد مقامہ کی توسیع دائرہ شیعہ اور قصہ حدیث آدم و غیرہ کا تذکرہ کیا۔ جب کاجواب نظر انداز کیا جاتا ہے تو کیونکر ان مباحث کو کرے وہ اپنے اخبار میں لکھ چکے ہیں وہیں اسکا جواب دیا جائے گا۔ اور یہاں نہ اختلاف سامنے کی بحث ہے نہ اختلاف فریقین کی نہ اسکا کہ شیعوں کے یہاں اختلاف زیادہ ہے یا سنیوں کے یہاں بلکہ بحث تو اس قدر ہے کہ آپ نے جو اصول بنایا ہے کہ ابن الجوزی کی جرح غیر مجرب ہے اسپر آپ کے عمل نے عملی کیا یا نہیں اگر کیا تو خیر تبرعاً ہم بھی پابند ہوتے ہیں اور اگر نہیں کیا تو ”یجزیہ“ نہ لیںدی بر دیگرے پسند کے مطابق ہمیر کیوں زبردستی کی جاتی ہے ہاں یہ بھی دعویٰ نہیں ہے کہ آپ کے یہاں ”علامہ ابن الجوزی کی جرح کے متعلق دو قول کیے بلکہ یہ دعویٰ ہے کہ مفاد ”یقولون ما یقولون“، آپ اپنے کسی قول پر عامل نہیں اور جو آپ کا قول ہے اور جو عمل ہے اوس سے ہمارا بھی بمقام الزام استدلال ہے۔

یہ جملہ دو تو کیا ہم آپ کے یہاں کے مختلف اقوال سے ایک الزام نہیں دے سکتے، جب فرما سکتے تھے کہ اسپر آپ کا عمل نہ تھا۔ ”تھنا عشریہ“ اوستھا کر دیکھئے تو کن کن فرقوں کو شیعہ قرار دیا گیا ہے کہیں زید کا قول ہے کہیں سبائیہ کا کہیں غرابیہ کا کہیں اون کتابوں اور کتاب کا نام ہے جو نکلا۔ وکے دنیا پر وجود نہیں ہے جالیہ شیعوں کے یہاں اونکا وجود ہے جب آپ دو ضرور دے سکتے ہیں، تو پھر ہمارے الزام سے کیوں روٹے ہیں حالانکہ آپ کا الزام محض غلط ہے اور میرا درست ہے۔

انسوس ایڈیٹر صاحب مجھ پر یہ اتہام لگاتے ہیں دو اور آپ فرما لیں کہ مقام الزام میں حریف کے تمام اقوال بغیر امتیاز راج و مرجوح صحیح و سقیم کافی ہیں اور دو مختلف و متضاد قولوں میں ہر ایک کے لئے قائم ہو سکتا ہے۔

خدا کی واسطے ایڈیٹر صاحب آفتاب کے سامنے خاک نہ اڑائے اللہ و کلا راج الثلثہ بتاؤ
میں نے کہا ان لکھا ہے: در مقام الزام میں حریف کے تمام اقوال بغیر امتیاز راج و مرجوح صحیح و سقیم
کافی ہیں، اللہ! صفحہ میں اس کی بحث ہی اوسکو بغور ملاحظہ فرمائے اور بتائے یہ جملہ میں لکھا
کہا ان لکھا ہے۔

میری عبارت بجز یہ ہو دو جناب آیتہ العذاب شراہ کلام ابن الجوزی بلکہ کسی عالم اہل سنتہ کے
کلام کو اگرچہ کہے۔ بات یہ مقام تحقیق میں کچھ نہیں سمجھتے البتہ کلام ابن الجوزی دو دیگر علمائے
اہل سنتہ کو الزام اہل سنت کے لئے پیش فرمایا کرتے ہیں لہذا اگر جناب مدوح نے استقصا میں ابن الجوزی
کا کلام کتاب الموضوعات سے نقل فرما کر اوس کی بنا پر حدیث صحیح بخاری کو موضوع ظاہر فرمایا تو بھی
درست ہے اور اگر عیقات الانوار مجلد طیر میں بنا برافادات علمائے اہل سنت یہ ارشاد فرمایا کہ ابن
الجوزی کی تضعیف جو اوسنے حدیث طیر کے متعلق کتاب اعلل میں کی ہے قابل اعتبار نہیں
ہو تو بھی درست ہے اسلئے کہ دونوں کلام مقام الزام خصم میں واقع ہے۔

اللہ اس عبارت میں یا دوسری عبارت میں کہیں بتا دیجئے کہ یہ لکھا ہو دو مقام الزام میں
حریف کے تمام اقوال بغیر امتیاز راج و مرجوح صحیح و سقیم کافی ہیں۔
انسوس جب مناظرہ کا یہ اصول قرار پایا گیا کہ اتہام کر کے تقریر کی جائے گی تو کیا مناظرہ ہو
ہو ایڈیٹر صاحب غور کیجئے اور سمجھئے خدا کے سامنے جانا ہو۔ دنیا چند روزہ ہو۔

اس میں مجھے کوئی عذر نہیں دو دو مختلف و متضاد قولوں میں ہر ایک کے الزام قائم ہو سکتا ہے
کیونکہ اگر ایسا نہ ہو تو پھر اصول مسلمہ خصم سے استدلال کیونکر ممکن ہے کیونکہ یہ تو اسی صورت میں
ممکن ہے جب کسی طرح کا تغایر و تضاد ہو تب ایک فریق ایک قول سے استدلال کرے گا دوسرا
دوسرے سے اسی لئے تو امام بخاری و امام مسلم نے آپ پر یہ احسان کیا کہ مناقض روایتیں
داخل صحاح کیں۔ اور امام عینی یہ بدوش تباہی کہ خود اپنے مذہب مختار کو اس بنیاد پر رد کر دو

کہ دو سلسلے شایع یا محشی اوس کا قائل ہے۔

پھر کہتے ہیں دو اب فرمائے کہ مولوی دلدار علی صاحب اور مولوی سید محمد صاحب غلطی پر ہیں یا آپ اگر وہ غلطی پر نہ تھے اور درحقیقت مقام الزام میں بھی خصم کے یہاں کے انہیں اقوال اور روایات کو ذکر کرنا چاہئے جو راجح ہوں مرجوحات کا ذکر ہرگز جائز نہیں مولوی حامد حسین صاحب نے ابن جوزی کی حرج کی معتبری و نامعتبری دونوں سے کیوں الزام دیا انکو خیال کر لینا چاہئے کہ ان دونوں میں ایک راجح ہو گا ایک مرجوح لہذا راجح سے الزام دینا چاہئے مرجوح کو ترک کرنا چاہئے۔ اگر ان کے نزدیک حرج کا معتبر ہونا راجح تھا تو حدیث طبر میں انہوں نے حرج کو غیر معتبر کیوں بنایا اور اگر حرج کا غیر معتبر ہونا راجح تھا تو صحیح بخاری کی حدیث کو ان کی حرج کی بنا پر موضوع کیوں کہا،

انجو اب ممکن ہے ایکو اپنی تحقیقات پر افتخار ہو مگر آپ کے سمجھ دار لوگ تو غیرت سے گٹھے جاتے ہوں گے کہ یہ کیسی تقریر کر رہے ہیں۔ کیونکہ راجح مرجوح کا استعمال احکام میں ہو کر فلانا قول راجح ہر فلان مرجوح۔ خواہ وہ احکام متعلق فقہ ہوں یا حرج و تعدیل روایہ میں اور احادیث کی نسبت صحیح۔ موضوع۔ یا قومی ضعیف یا حسن ضعیف کا اطلاق ہوتا ہو اسی بنیاد پر جناب مخفر ان ماب یا سلطان العلماء تراجم نے قصہ حسد حضرت آدم ۲۴ میں یہ تقریر کی کہ ہول دین میں اخبار احاد پر اعتماد نہیں یا ضروریات دین میں عمل قطع و یقین پر ہوتا ہو نہ اخبار احاد پر۔

یہاں تو کوئی بات نہیں ہے صرف اس قدر ہے کہ ۲ اصول حدیث میں یہ بتایا گیا ہے کہ صرف ابن الجوزی کی حرج پر اعتماد نہ کرنا چاہئے بلکہ تنقید کرنا چاہئے مگر علمائے آپ کے اسپر عمل کیا بلکہ ہر جگہ اس کے قول سے استدلال کیا اسی بنیاد پر جب آپ کے شاہ عبدالعزیز صاحب نے حدیث طبر کی حرج کی بنا پر قول ابن الجوزی تو مجہد الاسلام نے آپ کے علمائے اقوال اس مادہ میں نقل کئے کہ ابن الجوزی کی حرج معتبر نہیں اور چونکہ کل علمائے استثنائے قول ابن الجوزی سے استدلال کرتے ہیں لہذا ان کے قول نے صحیح بخاری کی حدیث کو مجروح کیا یہاں راجح و مرجوح کو کیا دخل۔ کیونکہ آپ کے علمائے ترکیب کہ احادیث فضائل جناب

امیر المؤمنین علیہ السلام کے بارے میں قول ابن الجوزی سے استدلال کرتے ہیں بقول آپ کے
 آپ کی دو کوئی غلطی یا انکی خطا نہیں ثابت کرتا بلکہ ان کی عبادت و معاندانہ کارروائی کو ظاہر کرتا ہے
 کہ یہ اس درجہ معاند نفس رسول ہیں کہ خود اپنے قول و قرار کے بھی پابند نہیں کہان تو صفت لفظ
 اور سلی ترح کو نامعتبر کہتے ہیں۔ اور یہاں اس بناشت سے انھیں جرح و نکرہ مقابلہ شیعہ پیش
 کرتے ہیں۔

ایڈیٹر صاحب اب بھی کچھ نہیں گیا ہے آپ ایک اعلان اس مضمون کا دیدین کہ جن حضرات
 کھانا مین نے لکھا ہے اور انھوں نے، نثار فضائل جناب امیر المؤمنین علیہ السلام میں قول ابن الجوزی
 سے استدلال کیا ہے۔ وہ سب معاند تھے اور کار خاصہ شاہ عبدالعزیز صاحب جنھوں نے
 حدیث طبرہ میں نے جواب میں ابن الجوزی کا قول لکھا ہے جو درحقیقت غلط بھی ہے۔ تو اس قصہ
 سنیہ ہو جاتا ہے۔ میں بھی جناب حجۃ الاسلام طالب نراہ کی طرف سے اعلان دید و نگاہ کہ
 چونکہ تیار اہل سنت اقرار کرتے ہیں کہ ابن الجوزی کی جرح نامعتبر ہے لہذا میں صحیح بخاری کی
 اس حدیث کو حکم موضوع سے لٹکے آزاد کر رہا ہوں۔

اسکے یہ لکھتے ہیں اور اور آپ نے جو فرمایا ہے کہ مگر یہ تو بتائے کہ آپ کے علما کا یہ کیا حال ہے
 اول تو یہ کلام آپ کو اذیت دے تا رہتا ہے جبکہ آپ کے یہاں کسی قول و روایت میں اختلاف
 نہ رہتا اور جبکہ آپ کے یہاں ہمارے یہاں سے بدرجہا زاید اختلاف ہے جسکی وجہ سے آپ کے علما
 بلکہ اصحاب ائمہ خود پریشان ہیں تو آپ کو ہرگز ایسا کہنا زیب نہیں دیتا۔

افسوس کہ ایڈیٹر صاحب سب سے خارج از بحث ہے کیونکہ میں نے تو آپ کے اس اعتراض پر کہ
 میں ابن الجوزی کی ترح سے موضوعیت حدیث صحیح بخاری ثابت کی گئی اور عقبات حدیث طبرہ
 میں اسکی جرح کی بے اعتباری دکھائی گئی۔ یہ عرض کیا تھا اور مگر یہ تو بتائے کہ آپ کے علما
 کا یہ کیا حال ہے کہ خود ہی تو ابن الجوزی کی قبح کو قابل اعتبار نہیں جانتے اور پھر خود ہی اسکی
 قبح پر اعتماد کرتے ہیں بلکہ اذرا کمال خوشنہی بمقابلہ اہل حق اس سے احتجاج کرتے ہیں اس
 سونٹی غلطی کا آپ کے پاس کیا جواب ہے دیکھو ۲ الشمس نمبر ۱۰ صفحہ ۱۰

مگر ایڈیٹر صاحب نے اس کا کچھ جواب نہ دیا بلکہ یہ کہا کہ شیعہوں کے یہاں بھی اختلاف ہے اس

جواب کو اس سوال سے کیا ربط ہمارے یہاں لاکھ اختلاف ہو اس سے آپ کو کیا مطلب
 جب اس کا اعتراض کیجیگا تب جواب میں لگا اسوقت تو اسکو طوطی کہے کہ آپ کے علم کی یہ بات
 کس قسم میں داخل ہے کہ ابن الجوزی کی حرج کو نامقبہر بھی کہتے ہیں اور پھر اسکی حرج سے بقابل
 شیعہ استدلال بھی کرتے ہیں آخر اس میں کون اجماع ہے کون مرجوح اسکی حقیقت تو بتائے۔
 یہ سب کے نزلی بات ہے کہ فرماتے ہیں دو آپ کی عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ جن علماء نے ابن الجوزی
 کی حرج کو قابل اعتبار نہیں جانا اور محققین نے انکی حرج پر اعتماد کیا ہے حالانکہ ایسا نہیں ہے بقابل
 اعتبار کہنے والے اور لوگ ہیں اور قابل اعتبار سمجھنے والے اور لوگ ہیں، انکی ایسا مضمون
 ہے کہ اس کے طلب نہیں معلوم ہوتے کیا آپ نے اسکو بھی داخل حکم حرج و تعدیل روانہ کر دیا
 کہ ایک تعدیل لیتا ہے دوسرا حرج حالانکہ ایسا نہیں ہے کیونکہ یہ مسئلہ علم اصول حدیث سے متعلق ہے
 جو علوم یقینیہ میں داخل ہے۔

ایڈیٹر صاحب تو کہتے ہیں کہ نامقبہر کہنے والے اور ہیں اور مقبہر کہنے والے اور حالانکہ ابن الجوزی
 نے اصول حدیث میں کتابین لکھی ہیں وہ دونوں کے قابل ہیں۔ ابن حجر عسقلانی اور سیوطی کا
 قول خود نبرہ میں لکھ چکے ہیں وہ کہ علماء ابن جوزی کی حرج قابل اعتبار نہیں ان کے مزاج میں
 سختی بہت تھی، مرفوعہ آپ کے استاد ابو الحسنات ظفر الامانی میں لکھتے ہیں قال شیخ الاسلام
 ای الحافظ ابن حجر، الذی مافی کتاب ابن الجوزی موضوع والذی ینسب علیہ
 بالنسبۃ الی ما کایۃ قدما قلیل یعنی کہ ابن حجر نے غالب اوسکا جو کتاب ابن الجوزی میں
 ہے وہ موضوع ہے جسکی تنقیح کی ضرورت ہے وہ کم ہے بہ نسبت اوسکے جسکے تنقیح کی ضرورت
 نہیں اور قول سیوطی سے نقل کرتے ہیں قال ونقلت من خط السیف احمد بن ابی العبد
 قال صنف ابن الجوزی کتاب الموضوعات فاصاب فی ذکر الاحادیث، بشعہ
 مخالفۃ العقل والنقل ص ۲۶

کہا نقل کیا میں نے خط سیف احمد سے کہ ابن الجوزی نے کتاب الموضوعات میں جو احادیث لکھی ہیں
 مخالف عقل و نقل لکھے ہیں اس میں او انکی اسے صواب پر تھی۔

کیوں ایڈیٹر صاحب اب تو معلوم ہے کہ جنہوں نے اس کے بے اعتباری کا حکم دیا ہے اور شمسن

نے اعتبار کا بھی حکم دیا اور یہ بھی کہا جو حدیثین قابل تنقید ہیں وہ کم ہیں نسبت ان کے جو تنقید کی محتاج نہیں۔ تو کیا اب بھی آپ اپنا اعتراض و ایش لین گے کیونکہ سیف احمد بن ابی الحد کے قول کو تو خود آپ بھی آئندہ چیل کر نقل کر رہے ہیں۔ تو کیا آپ کو کچھ شرم نہیں آتی کہ ہم تو تمامی علماء سے ابن جوزی کی جرح کے بے اعتباری کے مدعی ہیں اور خود سیف احمد کا یہ قول نقل کر رہے ہیں کہ ابن جوزی بہت سہی روایتوں کی جرح میں صواب پر ہیں۔

ایڈیٹر صاحب! شرم!!!

باقی رہا اختلاف علماء شیعہ جو دربارہ ابوالفضل آپ نے یہاں لکھا وہ خارج از بحث بھی ہے اور اسکو کچھ ربط بھی نہیں کیونکہ رواۃ کی جرح و تعدیل کی یہاں بحث نہیں ہو۔
رہا یہ سوال کہ در ابن جوزی کی جرح کو معتبر کن علماء نے کہا ہے ذرا ان کے نام بھی تو بتائے، پس اس کا جواب تو آپ کو الشمس زیرہ میں مل چکا ہے سب کی عبارتیں لکھ دی ہیں اور یہاں کبھی خود مستقلانی کا قول اور نقل سیوطی لکھا گیا۔

یہ بھی خوب لکھا، اس کے جواب میں غالباً آپ علامہ ابن تیمیہ وغیرہ کی عبارتیں پیش کرینگے کہ اوکھوں نے ابن جوزی کی جرح کو محال استناد میں نقل کیا ہے مگر یہ امر آپ کے مدعا کے لئے ہرگز کافی نہ ہوگا کسی عالم کے قول کو محال استناد میں نقل کرنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ اس کے جمیع اقوال معتبر ہوں اور یہ تو پہلے ظاہر کر دیا گیا ہے کہ علامہ ابن جوزی کی کتاب موضوعات عارف فی حدیث فائدہ اوٹھا سکتا ہے۔ غیر عارف فائدہ نہیں اوٹھا سکتا۔

الجواب یہ تقریر ایسی ہے کہ اگر تمام عالم اسپر مضحکہ کرے تو کم ہے کیونکہ آپ الشمس میں کا جواب لکھ رہے ہیں اور پھر سوال کرتے ہیں، ذرا ان کے نام بھی بتائے کہ حقیقت حال معلوم ہو، اور پھر یہ لکھتے ہیں کہ غالباً آپ علامہ ابن تیمیہ وغیرہ کی عبارتیں پیش کریں گے، حالانکہ الشمس میں کل مراتب طو ہو چکے ہیں۔ صفحہ ۱۰، انبایت صفحہ ۱۳ ملاحظہ ہو۔

معلوم ہوتا ہے تناسی کا بتان و ناقصان قرآن مجید آپ کو بھی بیک عارض ہوتی ہے جو آنکھ بند کر کے لکھتے ہیں۔ یا جسا کہ علامہ سیوطی کی نسبت آپ لکھ چکے ہیں در صحیح بخاری کی مراجعت کا اس وقت آپ کو اتفاق نہ ہوا ہوگا، آپ بھی بلا مراجعت الشمس لکھتے ہیں۔

شعر

گرنہ بنید بروز شہر چشم پو چشمہ آفتاب را چہ سخاہ۔ کیونکہ اوس میں ایک اجمالی فہرست
اوں لوگوں کی دیدی گئی ہے جنہوں نے بالخصوص شیعوں کے مقابلہ میں ابن الجوزی کے کلام
سے استدلال کیا ہے اور اس میں ابن حجر مکی کا یہ قول بھی موجود ہے فیما عدا علیہ منہ موضوع
منہم ابن الجوزی والنووی وناہیات ہما معرفہ بالحدیث و طر قہ
دیکھئے تو یہ قول کس درجہ کی عظمت جمع ابن الجوزی کی تبارہا ہے حالانکہ بقول شاہ ولی اللہ
آپ صحیحین سے ہی بمقابلہ ہمارے استدلال نہیں کر سکتے۔

یہ جملہ سب زیادہ قابل قدر ہے کسی عالم کے قول کو عمل استناد میں نقل کرنے سے لازم
نہیں آتا کہ اسکے جمع اقوال معتبر ہوں، کیونکہ اس کو تو کوئی عاقل نتیجہ قبول کر سکتا ہے جس
عالم کے قول سے آپ بمقابلہ اپنے حریف کے سند لائیں یا حریف اوس عالم کے قول سے آپ کے
مقابلہ میں بھی نہ استدلال کرے اور جمع اقوال کے معتبر ہونے کی بحث تو بالکل فضول ہے نہ اسکا
دعویٰ ہے نہ اس سے بحث اور جمع اقوال تو کسی کے ہی آپ کے یہاں معتبر نہیں تھے کہ خلفاء
صحابہ کے اقوال بھی وہی مانے جاتے ہیں جو آپ کی غرض کے موافق ہوتے ہیں یہاں تک کہ امام
ابو حنیفہ کے احکام بھی دو حصہ سے زیادہ غیر قابل قبول ٹھہرے۔ بلکہ خیر قول
رسول اللہ بھی دنیاوی احکام میں نہیں مانے جاتے۔ مولوی عبدالحی صاحب لکھتے ہیں
اسیوجہ سے آنحضرت کا قول در اسے امور دنیویہ میں کہ محض ہاے و عقل سے ہوں
اور از شرعی سے متعلق ہوں ملازم الاتباع نہیں۔ صفحہ ۲۳۲ سنی مشکور۔

پھر لکھتے ہیں بلکہ بہ نسبت اوس شخص کے بھی جس نے بالمشافہ ان حدیثوں کو سنا ہے کہ
سکتے ہیں کہ اوس پر بھی طاعت جملہ اقوال نبویہ فرض نہ ہو و سے صفحہ ۲۳۳۔

پس جب جمع اقوال رسول اللہ بھی آپ کے یہاں معتبر نہیں تو پھر ابن الجوزی
کس شمار میں ہے جس کے بارے میں عالم طور سے حکم ہی جاری ہے مگر عمل اوس کے خلاف ہے
ایڈیٹر صاحب آپ نے اس پر تو جنوبی غور کیا ہے کہ اطاعت قول نبی سے انکار کرنا آپ کے
خاصہ مذہب سے ہے۔

یہ بھی لفظوں میں ابن الجوزی کے جمع کی بابت کوئی اختلاف صرف اس امر سے ثابت

نہیں ہو سکتا کہ بعض علمائے ان کی جمع کو محل استناد میں نقل کیا ہو، کیونکہ اختلاف کے مدعی تو آپ ہیں اور ہمارا تو یہ عموماً ہے کہ سب نے زبانی اوس کے جمع کی نامعتبری کا اقرار کیا ہے اور عملی طور پر سب نے اوس سے عموماً اور شیعوں کے مقابلہ میں خصوصاً استدلال کیا ہے لہذا جناب شیخ الاسلام کا استدلال - طرح سے درست ہے۔

ایڈیٹر صاحب اس کے بعد اس کے مدعی ہیں کہ ابن الجوزی کی جمع اس وجہ سے نامعتبر ہے کہ وہ انہوں نے عمر و راوی پر یہ جمع کی جو کہ وہ زانیہ مذاکرہ ہے اور کسی حدیث کو منکر کہنا جمع مبہم ہے اور کسی راوی کے راوی مذاکرہ ہو۔ نہ سے وہ روایت موضوع نہیں ہو سکتی یہ ایسی تقریر ہے کہ اس کے جواب کی بھی ضرورت نہیں کیونکہ جو مذہب مہول ہوا وہ اس کی یہی حالت ہوتی ہے کوئی بات اوسکی درست نہیں رہتی آخر آپ کے اوں علما کو کیا ہو گیا تھا جنہوں نے اسی ابن الجوزی کی جمع سے شیعوں کے مقابلہ میں احادیث صحیحہ فضائل جناب امیر المؤمنین کو موضوع بنایا اور جب اوسے ابن الجوزی کے کلام سے صحیح بخاری کی موضوعیت دکھائی گئی تو یہ لمبی چوڑی تقریریں نکلنے لگیں۔ افسوس!

مگر ہم نہیں سمجھتے اس فضول تقریر کا اور کھنوں نے کیا نتیجہ سوچا ہے کیونکہ جناب الاسلام کا دعویٰ تو شروع میں میں لکھ چکا ہوں۔ صرف اس قدر جو میں احادیث صحیحہ اہل سنت کی موضوعیت خود اوں کے علماء کے اقوال سے ثابت کروا چکا تھا پھر آٹھ حدیثیں تو بہت سی علماء کے اقرار سے موضوع ثابت ہوئیں تو بن حدیث بتیوال بن الجوزی موضوع ثابت ہو گیا اس کے جواب میں ایڈیٹر صاحب کا فرض یہ تھا کہ وہ دکھائیں صحیحین کی حدیثیں علماء اہلسنت کے اقرار سے موضوع نہیں ثابت ہوئیں۔ اسکے متعلق جو کچھ وہ لکھتے قابل قبول تھا اور اس کے علاوہ جتنی بحثیں ہیں سب فضول ہیں کیونکہ اس کی تو شروع سے بحث ہی نہیں ہے کہ فلاں کی جمع مقبول ہے یا نہیں بلکہ بحث اس قدر ہے کہ فلاں نے جمع کی ہے یا نہیں۔

ایڈیٹر صاحب پہلے اعتراض میں تو آپ یہ لکھ چکے ہیں کہ روایت ابن الجوزی اور بخاری سنداً و متناً مغاڑ ہے جس کا اتمام قبول سیوطی - میں ثابت کر چکا ہے یہی اعتراض آپ نے

ابن تیمیہ پر کیوں نہ کیا جبکہ قول الشمس نمبر ۴ میں لکھ چکا ہوں کہ آیہ والجم اذا ہوی کے جواب میں اونہوں نے لکھا ہذا الحدیث ذکرہ اشیح ابو الفرج فی الموضوعات لکن لسانہم کیونکہ خود ابن تیمیہ اس کا بھی اقرار کر رہے ہیں کہ اوس حدیث کا سیاق دو سرا ہے جو ابو الجوزی نے موضوع کہا مگر یہ جو سننا صبیحہ عداوت بخار بلیمہ المؤمنین عن حدیث کو بھی موضوع بنا تے ہیں۔

کیوں صاحب جب لفظ غیر ثابت و منکر کرج مبہم ہے اور وہ مقبول نہیں تو شاہ عبدالعزیز صاحب نے حدیث انامیۃ العلم و علی بابہا کے جواب میں یہ کیوں لکھا تھا ابو الجوزی انہیں

ولیس لہ وجہ صحیح وقال الترمذی انہ منکر غریب و ذکرہ ابن الجوزی فی الموضوعات اگر آپ حضرات یہ دیکھیں شاہ صاحب وغیرہ کے مقابلہ میں صرف کئے ہوتے تو جناب جو الاسلام کو کیوں اہل ضرورت پڑتی کہ عیقات الانوار حدیث مدینہ تالیف فرمائیں۔

اگر ابن الجوزی کا قول کسی روایت کی صحیح میں اس بنیاد پرنا مقبول ہو کہ وہ راوی کے ضعف و لیس بالقوی کی بنیاد پر اوسکو موضوع کہہ دیتے ہیں تو حدیث اناعبداللہ و اخو رسولہ کے بار میں ابن تیمیہ نے یہ کیوں لکھا قال ابو الفرج ہذا حدیث موضوع و اہم بہ عباد بن عبداللہ۔

ایڈیٹر صاحب غور کرنے کی بات ہے کہ صحیح بخاری کی ایک حدیث کی موضوعیت میں جسکی صحت سے نہ کسی سنی کو قطع ہو نہ کسی شیعہ کا ضرر نہ اس ایک حدیث کے بچ جانے سے احادیث صحیحین صحت کو عموماً ثابت کر سکتے ہیں۔ آپکو یہ جو سننا آ رہا ہے کہ ۱۴ رمضان سے آج تک امین جان کہا پارہ ہیں مگر کسی وقت آپکو اسپر نہ جو سننا آیا کہ ان علماء سے اہل سنتہ کو کیا ہو گیا جو خود توجیح ابن الجوزی کو نا مقبر کہیں اور فضائل جناب امیر المؤمنین عہد میں اوسی ابن الجوزی کے قول سے مقابلہ شیعہ استدلال کرتے ہیں یہ کو سنی عقل ہے اور کون سی دیانت بلکہ جو بات ابن جوزی نے نہیں بھی کہا اور کو بھی منسوب کر دیتے ہیں۔

ایڈیٹر صاحب کو یہ تماشا معلوم ہوتا ہو وہ عجب تجاوت ہو کہتے ہیں کہ ابن جوزی کی صحیح کو مقبر بنا کے بھی ہم الزام دین گے اور اس کے غیر مقبر ہونے سے بھی ہم احتجاج کریں گے دو مختلف قولوں میں راجح و مرجوح کے دیکھنے کی کبھی حاجت نہیں دونوں سے الزام دین گے،

ذوق انک انت العزیز الکریم کی تفسیر ملاحظہ فرمائے تو معلوم ہو گا ان الزام کیسا درست ہو کہ کسی طرح آپ سرزمین ہلاکت اگر ابن الجوزی کی جمع کو آپ نامعتبر کہتے ہیں تو منہاج السنہ ابن تیمیہ اور البطل الباطل اور صواعق محرقة اور قرۃ العینین شاہ ولی اللہ اور تحفہ ثنائی عشریہ شاہ عبدالعزیز صاحب البدر شرح شامی مولوی دوم جو العلوم عبدالعلی اور کتاب البیواہیت والجر اہرہ و تذکرۃ الموضوعات الجواتی اور شرح مشکوٰۃ ملا علی قاری اور اسعاف الراغبین محمد جبران مصری اور فوائد مجموعہ شامی اور غیر لا ینجو۔ ہزاروں کتب سے ایک دوست بردار ہونا لازم آتا ہو اور او کی اس بددیانتی کا اعلان دینا کہ فضائل جناب امیر المؤمنین ص کے انکار میں ان علمائے اوس قول سے استدلال کیا جو آثار قابل اعتبار میں ہیں۔ اس میں بھی ہماری فتح ہے۔

اور اگر اوس کے جمع کا اعتبار کرتے ہیں تو اصح الکتاب الباری صحیح البخاری کے لقب سے درست برداری لازم ہو جو بہ طور ضروری ہو کیونکہ ایک ہی روایت میں ہو چھوڑ دہو کہ آپ کچھ اشتباہ پیدا کریں۔ اسکے قبل آٹھ حدیثیں موضوع بنادی گئیں جس سے آپ تعریف بھی کر سکتے اب آئے ایک اور تماشا دیکھئے کہ آپ کے استاد ابراہیم کثافت لاملالی من لکھتے ہیں شمران من العجب ایراد ابن الجوزی و کتابہ العلل المتناہیہ فی الاحادیث الواہیہ کثیرا ما اوردہ لا فی الموضوعات کما ان فی الموضوعات کثیرا من الاحادیث الواہیہ بل قد اکثر فی تصانیفہ الوعظیہ و ما اشبهہا من ایراد الموضوع و شبہہا کلام السخاوی علیٰ بعض مجاہد کے ہو کہ ابن الجوزی علی تصاہیر میں اون حدیثوں کو وارد کرنا جو جسے موضوعات میں لکھ چکے اسی طرح موضوعات میں اوسکو لکھتا ہو جو علی تنابیر میں داخل ہو چھوڑ کر تصانیف عظیمہ میں اپنے احادیثوں سے سند لاتا ہو جو موضوع ہے۔ کہنے ایٹھ صاحب اس سے بڑھ کر تاشا کیا چاہتا کہ ایک دفعہ اوس کو بوجہ کہ ایک دفعہ اوسکو علی تنابیر میں داخل کرے ایک دفعہ خود اوس استدلال کرے افسوس کہ یہ تقریر ایک ایسی روایت کی نسبت ہو رہی ہو جس سے فخر فقیر کی ضروری نہ نفع۔ درتہ میں بتا دیتا کہ مذہب اہل سنت کسی اصول کا پابند نہیں۔ خود تو کہتے ہیں مدلس کی روایت قابل قبول نہیں۔ پھر سفیان ثوری۔ امام مالک۔ امام بخاری سب کی روایت قبول کرتے ہیں حالانکہ یہ بھی لکھتے ہیں کہ وہ مدلس تھے۔ دیکھو ہر سالہ الوصو۔

خود ہی تو یہ اصول بناتے ہیں کہ حدیث ضعیف اگر حدیث طریق سے آجائے تو وہ حسن ہو جاتی ہے
حکم صحیح میں مگر احادیث چہرہ لہر اللہ جو تائیس طرق سے خود اہل سنت کے یہاں منقول ہیں
کسی طرح نہ حسن بنتی ہو صحیح حالانکہ اوسین صحیح سنائی کی بھی روایت داخل ہو پھر ان سے پابندی
اصول کی کب امید ہو سکتی ہے۔ دیکھو رسالہ البسم اللہ

ایڈیٹر صاحب اگر آپ کے یہاں کے معارضات و مناقضات کا شمار کیا جاوے تو کڑو روک
پڑھ جائے آپ صرف اپنے اوستاد ابو الحسنات کے اس تعارض و مناقض کو ملاحظہ فرمائے کہ
الحججین فرماتے ہیں و سبقہ الی ذلک الخطیب و ما ادراک ما انخصیب و اللہ قطن
و ما ادراک ما اللہ اذ قطنی اما مان حدلان مستندان معتمد ان غیرھا
جس سے کسی فضیلت خطیب و اذ قطنی کی ظاہر ہو۔ پھر بھی مولوی عبدالحی صاحب رسالہ
احکام القنطرو میں فرماتے ہیں اما الخطیب و ما ادراک ما انخصیب فهو قد جاوہ
اکھد و سلاک مسلاک التعصب و احتج فی کثیر من المواضع بالاحادیث اللو
مع علمہ بذلک ۲۵۹ دیکھئے اس عبارت سے جو خطیب کی کیسی قبح ہو کہ او کو کافر کہہ دیا کیونکہ
اصول مسلمہ اہل سنت سے ہو کہ حدیث موضوع کا راوی مع العلم کافر ہے۔

پھر علامہ ذہبی کے پاس سے من اسی آقاۃ الحجج میں فرماتے ہیں و هذا الذہبی شیخ الاسلام
المعتمد فی نقلہ عند الافام مشا پھر اسی آقاۃ الحجج میں فرماتے ہیں و هذا شیخ الاسلام
ابو عبد اللہ الذہبی لہ تفریط فی حق کلمہ الصوفیہ و اجلہ الا شعریہ حیث
یطعن علیہم فی تصانیفہ جانی ما صد دعوتہم مما ینبئ بادی النظر انہ خلاف الشریع
ولذا اقلی تاج الدین السبکی فی طبقات الشافعیہ هذا شیخنا الذہبی لہ علم و
حیانتہ و عندہ کا علی اہل لسنۃ عمل مفراط فلا یجوز ان یعتقد علیہ مفعولہ

کیون صاحب آپ کے اوستاد ذہبی کو ایک دفعہ تو شیخ الاسلام احمد بن محمد بن عبد اللہ انام فرماتے
ہیں پھر لکھتے ہیں کہ وہ تقریباً کرتے ہیں کلمہ صوفیہ و اجلہ شعریہ میں کہ او پر طعن کرتے ہیں
پھر سبکی کا یہ قول نقل کرتے ہیں کہ اوسکے اقوال پر اعتماد نہ کرنا چاہئے۔

کچھ ایڈیٹر صاحب تماشکی باتیں ہیں یا وہ مگر جناب حجۃ الاسلام صاحبین جو ذہبی کی

جمع سے صحیح بخاری کو مجموع کر دیا اور حدیث طبر کو اذکی جمع سے اسوجہ سے بچا لیا کہ آپ کو علما نے اقرار کیا ہوا بن جوزی کی جمع مقبر نہیں۔

ایڈیٹر صاحب نے پھر خط بحث کے لئے جمع و تعدیل روایہ کافی کی بحث نکالی جس کو اس تقریر سے کوئی ربط ہی نہیں کیونکہ یہاں جمع و تعدیل روایہ کی بحث نہیں ہو بلکہ صرف اسکی بحث ہو کہ ہمارا استدلال اور الزام قول ابن الجوزی سے دونوں درست ہو کیونکہ علما اہل سنت نے بھی بالساواۃ دونوں طرح سے اس کے قول سے استدلال کیا ہے۔

ہلکو بہت افسوس ہو کہ ایڈیٹر صاحب الشمس کی پوری تقریر کا جواب نہیں دیتے نہ اس کے استدلال کو دیکھتے ہیں کہیں تو غالباً کیا استعمال کرتے ہیں کہیں سوال کر کے یہ دکھاتے ہیں کہ اس کا جواب ہلکو نہیں ملا اور پھر خود خارج از بحث باتیں پیش کرتے ہیں جس سے بجز تشنیع اوقات اور کوئی نتیجہ نہیں حالانکہ میں مکرر عرض کر چکا ہوں کہ مناظرہ کی غرض احقاق حق ہونی چاہئے نہ سخن پروری مگر افسوس ایڈیٹر صاحب کسی طرح نہیں مانتے۔

الحکل چونکہ فضل خدا سے اڈیٹر صاحب اس کا بھی جا بجا اقرار کرتے جاتے ہیں کہ یہ بات ہلکو الشمس کے ذریعہ سے معلوم ہوئی لہذا اب اسکی وجہ بھی مختصر اوان کو بتا دیتا ہوں کہ جمع بن جوزی کی مقبری ذنا مقبری کی کیا وجہ ہے اگر آپ خود اپنی عبارات منقولہ میں ہمیں کچھ ذکر کرتے تو حقیقت اسکی معلوم ہو جاتی کیونکہ آپ کے علمائے یہ نہیں کہا ہو کہ ابن جوزی کا قول مطلقاً قابل قبول نہیں ہے بلکہ یہ کہا ہو اور سپر ایٹما دکلی نہیں کرنا چاہئے لہذا اسکی تنقید و تحقیق لازم ہو چنانچہ عبارات سابقہ سے معلوم ہو چکا اور آپ بھی خود فرماتے ہیں اور یہ تو پہلے ظاہر کرنا گیا ہو کہ علامہ ابن الجوزی کی کتاب الموضوعات سے عارفین حدیث فائدہ اوٹھا سکتا ہے غیر عارف فائدہ نہیں اوٹھا سکتا، اسی اصول پر جناب حجۃ الاسلام نے ان کے دونوں قول سے فائدہ اوٹھایا کیونکہ حدیث طبر یا حدیث مدینہ کی بحث و تواتر کو اوٹھون نے صرف اسی بنیاد پر نہیں ثابت کیا کہ جمع ابن جوزی نام مقبر ہے بلکہ ہر قاعدہ سحر او سکی صحت ثابت کی اور پھر بہت سے علمائے معتدین کے اقوال صریحہ پیش کئے جس سے اسکی صحت ثابت ہوئی اور جمع ابن جوزی نام مقبر ٹھہری اور یہی مقولہ آپ کے علم کا بھی ہے

اگر ان کے حکم بالوضع پر اعتماد کلی نہ کرو بلکہ تنقید کرو۔ آپ کے علماء کو چونکہ فضائل جناب امیر سے عطا
کلی ہو لہذا وہ سب نے بلا تنقید حکم ابن جوزی کو پیش کیا اور اس کا نہ خیال کیا کہ ہم خود انکی
جرح کو ناممکن کہ چکے ہیں۔

ربا جرح صحیح بخاری پس چونکہ آپ کے علمائے اس کو بھی بیان کیا ہو کہ ابن جوزی کی جرح زیادہ
تر صحیح ہوتی ہے لہذا بخاری کی روایت اسکی جرح سے موضوع قرار پائی اگر آپ کو جو صلہ ہو تو جرح
صحت حدیث طبر و مدینہ ثابت کی گئی ہو اور یہ طرح اسکا بھی ثابت کیجئے تب البتہ جو کچھ چاہئے فرمائے
کیونکہ آپ اس حدیث کی صحت پر بالخصوص کوئی دلیل نہیں لاسکتے بجز اس کے کہ عام طور پر آپ کے علمائے
صحیحین کو صحیح مانا ہو جسکا جواب یہ ہے کہ پورا صحیحین کو گون نے صحیحین کو مجموع بھی تو کیا ہو تو آپ
جب تک خاص اس حدیث کی صحت ثابت فرمائیں کچھ بات نہیں بنا سکتے۔

پس اگر آپ غور کریں گے تو جناب حجۃ الاسلام نے قولین متناقضین سے نہیں استدل کیا ہو
بلکہ آپ کے علماء کے حکم کی تعمیل کی ہے کہ قول ابن الجوزی پر اعتماد کلی نہ کرنا چاہئے بلکہ تنقید کرنی
لازم ہے۔

تیسرا اعتراض :- ایڈیٹر صاحب نے یہ کیا تھا کہ ابن الجوزی نے تو صرف اس جرح میں کہ
تشریح کیا تھا مولوی حاجہ حسین صاحب نے موضوع کہنے کی نسبت ابن جوزی کی طرف کیوں کی
اس جواب اشمس کے میں یہ دیا گیا تھا کہ جناب حجۃ الاسلام نے تو کوئی حکم خاص دیا ہی نہیں
بلکہ یہ فرمایا کہ ابن جوزی نے اس کو موضوعات شنیعہ میں داخل کیا ہو اور ابن الجوزی اس
حدیث کو کتاب ابوہنوہ میں داخل ہی کرنا اسکی دلیل ہے کہ ان کے نزدیک موضوع ہے اس پر
میں نے دو سند دی تھی ایک قول سیوطی سے دوسرے فتح الخیث سے کہ کتاب ابوہنوہ میں
یہی عرض ہے کہ اس میں احادیث موضوعہ داخل کی جائیں مگر اس پر بھی ایڈیٹر صاحب فرماتے
ہیں دو اشمس کے ایڈیٹر صاحب سے ان کے اس جواب کے متعلق کسی دلیل کا طلب کرنا تو بالکل
فضول ہے، جس سے اور بھی ہمارے معروفہ سابقہ کی تصدیق ہو گئی کہ دس عالم کا نام میں لکھنا
اور ایڈیٹر صاحب فرمائیں دو ذرا ان کے نام ہی تو بتائے کہ حقیقت حال معلوم ہو،

میں تو صاف صاف مکرہ بارین ابن تیمیہ ابن حجر علی شاہ ولی اللہ و شاہ عبدالعزیز کی لکھنا

اور آپ فرمائیں دو غالباً آپ علامہ ابن تیمیہ وغیرہ کی عبارتیں پیش کر نیگی، یہی نقشہ یہاں ہو کہ میں سیدو علی اور فتح الملیث کی عبارتیں نقل کروں اور آپ فرمائیں کہ کسی دلیل کا طلب کرنا مقبول ہے، لازم برین عقل تو۔ مگر اڈیٹر صاحب نے لکھا ہے اسطرح کہ اگر کوئی مواخذہ کرے تو کہہ دین کہ بیٹے یہ نہیں لکھا ہے کہ دلیل نہیں لکھی۔

بہر حال ڈیڑھ صاحب اس کو نزاع لفظی کہتے ہیں کہ حجۃ الاسلام نے یہ نہیں فرمایا کہ ابن الجوزی نے اسکو موضوع کہا ہے بلکہ یہ کہا ہے کہ موضوعات شیعہ میں داخل کیا ہے۔ یہ بحث خود الشمس میں طو کر دی گئی ہے جو خطہ ہو وہاں مگر چونکہ ضرورت ہے اور کو بسط کلام کی لہذا اس کو بھی پھیلا دیا دیکر لکھا حالانکہ وہ کا حکم کہہ سکتا ہے یہ نزاع لفظی نہیں ہے بلکہ یہ ہے تو حیمات اس کی شکل سکتی ہے۔

یہ بھی تسلیم کرتے ہیں، در کہ اس کتاب موضوعات میں کسی حدیث کا درج کرنا اس امر کی دلیل ہے کہ جو حدیث ابن جوزی کے نزدیک موضوع ہے؟

پھر تو تقریباً کسی دو مگر جہاں کہیں قرینہ اسکے خلاف شہادت دیتا ہو وہاں یہ امر لازم آئیگا، کہ یہ نہ کہ جو قرینہ آپ قائم کرتے ہیں لفظ منکر کا خود ادوات وضع سے ہے اور یہ تو جب ہوتا کہ ابن جوزی کی کتاب موضوعات میں دون حدیثوں کو بھی ذکر کرتے جو خود دون کے نزدیک صحیح ہیں اور غیروں نے انکو موضوع کہا ہے حالانکہ ایسا نہیں ہے بلکہ اس میں تو وہی حدیثیں لائی گئی ہیں جو ان کے نزدیک موضوع ہے اسی پر محدثین نے اعتراض کیا ہے کہ پھر یہ خط کیوں ہوا کہ ایک ہی حدیث کو موضوعات میں بھی لائے اور عقل متناہیہ میں۔ یہ فقرہ وہ اس حدیث کو لکھ کر اس کے منکر ہونے کی تصریح کر دی ہے جو اسکے موضوع ہونے کی وجہ منافی ہے ایسا جست فقرہ ہو کہ آپ کے یہاں داری کی پوری شہادت سے رہا ہے مگر انہوں نے آپ کے علماء سلف پر جو اس نکتہ کو نہ سمجھے اور امام سیوطی اعتراض کرتے ہیں کہ کیوں اسکو موضوعات میں لکھا حالانکہ بخاری نے اس کی تحریف کی ہے۔

دو سرا جواب الشمس میں یہ دیا گیا تھا کہ ترجیح نے تو اس کو موضوعات میں داخل کیا ہے مگر اس میں سے منکوت کا قول نقل کیا ہے۔ اس پر ایڈیٹر صاحب لکھتے ہیں وہ ابن عدی کے کلام کو محل استدعا میں نقل کیا ہے اور وہ اس کلام کے موافق نہ تھے تو اسکو نقل کیوں کیا اور اگر بعض تردید نقل کیا تھا تو اسکی تردید کیوں کی گئی مگر انہوں نے کہ وہ سنی سنائی باتیں ہے ربط صرف کر دیتے ہیں اس کا کون منکر ہے کہ ابن عدی کا قول محل استدعا میں ہے بلکہ منکر محل استدعا میں ہے مگر اس کے یہ مطلب نہیں ہیں کہ ابن جوزی کے قائل ہیں

بلکہ وہ اس سے درجہ اعلیٰ کے قابل تھے اور اسکی دلیل یہ ہے کہ اگر وہ اس کو موضوع نہ سمجھتے یا منکر کو
 مرادف موضوع نہ قرار دیتے تو کتاب الموضوعات میں نہ لاتے بلکہ اعلیٰ قناہ میں پس موضوعات میں
 داخل کرنا اسکا قرینہ ہے کہ یہ حدیث جو ابن عدی کے نزدیک منکر ہے وہ ان کے نزدیک موضوع ہے اور
 نزدیک کی حاجت توجب ہوتی کہ منکریت منافی موضوعیت ہوتی۔

اشمس میں تیسرا جواب اس کا دیا گیا تھا کہ منکر و موضوع اصطلاح قدما میں ایک ہے جو پہلے اسلام
 کا قول صحیح مسلم سے لکھا گیا تھا۔

اسکے جواب میں اڈیٹر صاحب فرماتے ہیں ”صحیح مسلم کے دیباچہ سے جو آپ نے یہ عبارت نقل کی ہے
 دولت علیہ رضی روایۃ المنکر من الاخبار اس کو یہ نہیں لازم آتا کہ تمام قدما یا امام مسلم کی اصطلاح میں منکر
 یعنی موضوع ہے امام مسلم نے بیان لفظ منکر سے مراد معنی لغوی لئے ہیں جو موضوعات اور صنفا سب کو شامل
 ہے عجب بات ہے کہ آپ ہر جگہ اسی قسم کی بات بناتے ہیں کہ اس سے یہ نہیں لازم آتا اس سے یہ نہیں
 ہو۔ بات تو اتنی ہے کہ اس عبارت کو دیکھئے احادیث موضوعہ مکذوبہ پر امام مسلم نے منکر کا اطلاق کیا ہے یا
 نہیں اگر کیا ہو تو مانئے در نہ اس کا ثبوت دیجئے کہ یہ نہیں ہے اور جب اصطلاح کی تاویل ہے کہ منکر سے مراد
 معنی لغوی ہیں تو پھر اس قدر ناسمج کی نزع نزع لفظ لفظ سے کیا حال یہی کہہ دئے ہوتے امام ابن
 الجوزی نے جو اپنی کتاب کا نام الموضوعات لکھا تو اس سے موضوعیت اور احادیث کی نہیں لازم
 آتی بلکہ معنی لغوی مراد ہے۔

ادیٹر صاحب اگر اس سے تسکین نہ ہو تو اپنے استاد ابو الحسنات کی خلف الامانی دیکھئے قال الخجا
 کل من قلت فیہ منکر الحدیث لای صحیح بہ ولا یجیل الرایۃ عنہ ص ۳۳ ابوجعلوم ہے کہ اصطلاح
 قدما میں یہ لفظ منکر الحدیث کس پایہ کا ہے کیونکہ اسپر تو آپ لوگوں کا اتفاق ہے کہ امام بخاری نے جمع
 میں جس سے زیادہ احتیاط کیا ہے مگر منکر کا یہ درجہ ہے کہ فرماتے ہیں لایکل الروایۃ عنہ پھر اگر امام مسلم کو
 موضوع کہیں تو کیونکر آپ اعتراض کر سکتے ہیں۔

ادیٹر صاحب یہ فرمائش کہ اصول حدیث کی کتابوں میں اس اصطلاح کو کہا و نہایت حیرت خیز ہے
 کیونکہ سب اصطلاحیں جدید ہیں۔ پھر ان اصطلاحات و قواعد کی پابندی علماء سلف کیونکر کر سکتے
 تھے ابو علامہ تھمالی کی شرح ترمذیہ الفکر میں پڑھا ہے گا کہ اصطلاح اہل حدیث میں سب سے پہلے جو مصنف ہے

وہ قاضی ابو محمد راہر مزی ہوا دوس کے بعد امام حاکم ارون کے بعد ابو نعیم مہمانی پھر خطیبی اوی پھر قاضی
 اعراض وغیرہ جس کے بعد سلسلہ تدوین چلا تو امام مسلم کمینو کران اصطلاحات کے پابند ہو سکے ہیں۔ اور اگرچہ
 کہ خود ایشیہ طبر کے استاد کی نظر الامانی سے جو اصل حدیث میں پیشینہ ثابت رویا کہ امام بخاری کے نزدیک ہی لفظ منکر
 اوی معنی میں ہے جو امام مسلم کے نزدیک ہو کیونکہ لاجل الروایت عمدہ موضوع ہی کی شان ہے نہ ضعیف کی حالانکہ سب
 مؤرخگان یانہن متاخرین کی جو فضول تاویلات ہیں اور اصلیت ہو انکو چھوڑنا ہی سہہ نہیں۔

اڈیٹر صاحب نے اس پر بھیجے خاک اوڑایا ہو کہ لفظ منکر جو کلام ابن عدی سے نقل کیا گیا ان کے نزدیک اس کا قرینہ ہی
 کہ ابن جوزی کے نزدیک یہ موضوع نہیں ہو بلکہ منکر جو وجود دوسری چیز ہی ہو کہ سیوطی کے کتاب التتقیات کے
 آخری فقرے اسو بتا دیتے ہیں کہ بیشک ابن جوزی نے اسکو موضوع کہا ہو چنانچہ علامہ سیوطی فرماتے ہیں تنبیہ
 هذا اخر ما اوردتہ فی هذا الكتاب من الاحاديث المتعقبۃ التي لا سبيل فی ادراجها فی
 مسلك الموضوعات مضمومہ یعنی آخر اسکا جو جسے میں نے وارد کیا اس کتاب میں اون احادیث متعقبہ
 سے جس کے موضوعات میں داخل کرنا کسی طرح جائز نہیں جس سے معلوم ہوا کہ ابن جوزی نے ان سے شیونکو
 جس میں یہ حدیث متنازع فیہ داخل ہے۔ موضوعات میں داخل کیا اور سیوطی نے اس پر تعقب کیا پھر لکھ کر
 اڈیٹر صاحب انکار کر سکے ہیں کہ ابن جوزی نے اس کو موضوعات میں نہیں شمار کیا۔

عرض ہوتا ہے اعراض اڈیٹر صاحب نے استقصاء الاحكام پر ارد کے تھے اگرچہ وہ سب سچا خود لکھے مگر شمس نے
 پوری حقیقت اوکل کہہ دی اور او سپر جو اعتراضات اڈیٹر صاحب نے کئے تھے اسے تحریر میں کا لہ طور پر دیا جاوے
 یا لا اختصار دیدیا گیا کیونکہ ان اعتراضات کو نہ اصل نہ یہاں بل سنتہ سے تعلق ہے نہ اصول نہ یہاں سے یہ پختہ ہی کہوں
 اور دوسری کیجائے۔ اڈیٹر صاحب کا منت اصراف اس قدر تھا کہ جناب حجۃ الاسلام طالب نراہ کی استقصاء الاحكام کے
 دو سطرہ اعتراض کئے کہ اپنی قوم میں سر ملندی حاصل کریں جس سے اوکے اخبار کی شاعت میں ہی ہو مگر چونکہ نیت اوکے
 نہ تھی خدا نے بہت جلد ان کا وہ بن ظاہر کر دیا وہ ان کما الشیطان کان خدیفا۔

اب دیکھنا چاہئے کہ مذکورہ عزت جو سچا عینت کے حکم میں ہے اذکو کس بات پر لکھا وہ کرتی ہو کیا پھر جواب دیتے ہیں جو مجال ہے
 یا اپنی فطرت کا اعتراف کرتے ہیں جو ان کے اصراف پرستی اور استیلازی کا مقصد تھا ہی یا
 سطلقی مسرت سے کام لیتے ہیں جس کی جذبہ بارہ وہ بھی دیکھتے ہیں کیونکہ یہ اعتراضات ایسے نادر و غیب میں کہ جو
 طالب علم کسی کو وہ کیسا ہی عجیب نہیں ملتا لیکن یعنی نہ ہو نہیں کر سکتا چہ جائیکہ جو شیون کے مخالفت میں ایہ فتنہ
 دار اخبار کما لہ نور تمام عالم پر ظاہر کرے جو ہرگز کون سے نہ ہو سکا وہ ہم کو دکھائے ہیں۔

وهذا اخر الكلام فی هذا المقام واخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمین والصلاة والسلام علی
 سید المرسلین والہ الطیبین الطاهرین ۵۵

نقد النقطہ

(سلسلہ کے لئے ملاحظہ ہواشمین نمبر ۶ صفحہ ۲۲)

طرف نئے کے اور دوسری روایت میں ہے کہ حضرت نے طوائف افاضہ کیا بعد اوس کے رجوع کیا اور
سہنی امین نماز ظہر پڑھی اس پر وہ لوگ (محدثین) زبردستی کر کے کہتے ہیں کہ حضرت نے اعادہ کیا واسطے
بیان جواز کے اور ایسی ہی دوسری تاویلین ہیں حالانکہ اسی وجہ سے ابن حزم کہتے ہیں کہ ان دونوں
روایتوں سے ایک ضرور کذب ہی بلاشک۔

مسئلے حدیث اسرار معراج) بھی لکھا ہے اور اس میں یہ بیان کیا کہ یہ واقعہ قبل از نزول وحی ہے
حالانکہ حفاظ نے اس لفظ میں کلام کیا ہے اور اس کا ضعف ثابت کیا ہے۔

مسلم نے یہ بھی روایت کی ہے کہ خدا نے تربیت کو خلق کیا بروز سبت (دشنہ) حالانکہ سبک اتفاق ہے
کہ بروز سبت خلق واقع نہیں ہوا۔

مسلم نے ابوسفیان سے اس کی روایت کی ہے کہ جب ابوسفیان اسلام لایا (مشہ) تو عرض کیا یا حضرت
ہلکوتین باتین مرحمت ہوں۔

(۱) میری بیٹی ام حبیبہ سے عقد کیجئے (۲) میرے بیٹے معاویہ کو کاتب بنا لے (۳) مجھ کو سردار بنا
کہ کافروں سے جنگ کروں جیسا کہ مسلمانوں سے جنگ کیا تھا۔ حضرت نے تینوں باتیں قبول کیں
یہ حدیث بہت مشہور و معروف ہے حالانکہ جس قدر اس میں وہم ہے سب کو معلوم ہے کیونکہ (۱) حضرت
ام حبیبہ سے اس وقت نکاح کیا جاتا تھا جب وہ عدسہ میں تھی اوس کا مدبر نجاشی نے دیا سبب سوال
چار سو اشرفی اور جوہر حاضر ہوا اور خطبہ پڑھا اور ولیمہ دیا جس کا قصہ مشہور ہے اور ابوسفیان فتح مکہ کے
بعد اسلام لایا اور درمیان ہجرت و عدسہ و فتح مکہ چند سال کا تفاوت ہے۔

(۲) اور معاویہ اس سے قبل سے حضرت کا کاتب تھا (پھر کیونکر اس کی درخواست کی ابوسفیان)۔

(۳) رہا ابوسفیان کا سردار بنایا جانا پس یہ ایسا امر ہے کہ کہا حفاظ نے حفاظ حدیث اسکو نہیں جانتے
اسپر کبھی وہ لوگ گلا گھونٹتے ہیں اور اجوبہ لاطائف دیتے ہیں کہ اگرچہ حضرت نے ام حبیبہ سے پہلے
عقد کیا تھا مگر چونکہ وہی (ابوسفیان) کا اذن نہ تھا لہذا ابوسفیان جو جدید العہد تھا اس نکاح کو

باطل جانتا تھا اس لیے حضرت سے اسکی استدعالی کہ تجدید نکاح فرمائے اور وہ لوگ زہیر بن بکار کی روایتیں باسائید ضعیفہ اسکی بھی لاتے ہیں کہ حضرت نے بعض غزروں میں ابو سفیان کو امیر لشکر بنایا حالانکہ یہ ایسا امر ہے کہ کوئی اس کو نہیں جانتا یہ سب باتیں محدثین نے محض تعصب سے بنائی ہیں کہا حافظ نے کہ جب مسلم نے اپنی کتاب صحیح بنائی تو اسکو عرض کیا ابو زہرہ رضی اللہ عنہما کہ جس پر او نہیں ہے بہت انکار کیا مسلم پر اور کہا کہ تم نے اس کا نام صحیح رکھا ہے حالانکہ یہ سنا ہے کہ جو اہل بدعت وغیرہ کے لئے کہو تو کہ جب کوئی روایت خلاف اون کے لائی جائے گی تو کہیں گے یہ حدیث صحیح مسلم نہیں ہے پس خدا رحم کرے ابو زہرہ پر کہ اونہوں نے لفظ کیا یہ صواب کیونکہ ایسا ہی واقعہ ہوا یہ تقریباً اس دور سے لکھی کہ مجھ سے اور بعض مخالفین سے مسئلہ تورک میں بحث ہوئی تو اسے حدیث ابو سعید کا ذکر کیا جو پہلے مذکور ہوئی تو میں نے جواب دیا کہ اس کی تضعیف کی ہے علیٰ اسی نے ہشتر کچھ نہ بولا اور کہا کہ مسلم تو اسکو صحیح کہتے ہیں اور علیٰ اسی اس کو ضعیف بنا تے ہیں خوارجم کہے۔

(۳۴) اور جناب مولوی عبد العلی صاحب بحر العلوم شرح مسلم الثبوت میں فرماتے ہیں: ہندو عمارہ فرج ابن الصلاح وطائفة من الملقبین باہل الحدیث زعموا ان رواية یقین محمد بن اسمعيل البخاری ومسلم بن الحجاج صاحبی الصحیحین یفیدا العلم النظری والاجماع علی ان الصحیحین مزید علی غیرہما و تلقت الامة یقبولہما والاجماع قطعی وهذا بحت فان من رجع الی وجدانہ یعلم بالضرورة ان مجرد رواية یقین الیقین البتة وقد روی فیہما اخبار تناقضہ فلو افادوا یتما علیا لزم محقق النقیضین فی الواقع وهذا ہی ما ذهب الیہ من الصلاح واتباعہ بخلاف

ابن الصلاح اور ایک گروہ نے جو لقب اہل حدیث ملقب ہیں یہ گمان کیا ہے کہ شیخین محمد بن اسمعیل بخاری اور مسلم بن حجاج (جو صاحب صحیح ہیں) کی وہ روایتیں صحیح علم نظری ہیں۔ کیونکہ اجماع ہوا گیا ہے ان دونوں کتابوں کی بزرگی پر اور امت نے قبول کر لیا ہے اور اجماع یقینی امر ہے۔ حالانکہ یہ سمجھتاں ہے کیونکہ جو شخص اپنے وجدان کی طرف رجوع کرے گا اس کو معلوم ہو گا کہ محض ان دونوں کی روایتوں سے البتہ کسی طرح یقین ہو سکتا ہے حالانکہ ان دونوں میں متناقض حدیثیں بھی ہیں پس اگر ان کی روایت سے یقین حاصل ہو تو لازم آتا ہے جو اجماع نقیضین فی الواقع ممکن ہو جاوے جو غیر ممکن ہے اور

ما قالت الجھور من الفقہاء والمحدثین
لان انعقاد الاجماع علی المنزۃ علی غیرہما
من مرویات ثقات اخرین ممنوع
والاجماع علی منزۃہما وانفسہما لا یفید
ولان جلالۃ مشائخہما و تلقی الامۃ
بکتابہما لا یستلزم ذلك القطع والطم
فان القعد المسلم المتلقی بین الامۃ ایس
الا ان رجال مرویا کما جامعۃ للشرط
اللی اشتراطہا الجھور لقبول فرایہم
وہذا لا یفید الا الظن وامان مرویا
مقبولۃ عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
فلا اجماع علیہا صلاکین ولا اجماع علی
صحۃ جمیع ما فی کتابہما لان روا
منہم قد رویون وغیرہم من اهل البدع
وقبول روایۃ اهل البدع مختلف فیہ
فاین الاجماع علی صحۃ مرویات القدرۃ
غایۃ ما یلزم ان احادیثہما اصح الصحیح
یعنی انہما مشتملۃ علی الشرط المعتبرۃ
عند الجھور علی الکمال و ہذا لا یفید الا
الظن القوی ہذا ہوا حق المتبع و نعم
ما اکل الشیخ ابن الہمام ان قولہم بتقدیم
مرویا کما علم مرویات الامۃ الاخرین
قول لا یعتد بہ ولا یقتدی بل ہون

یہ رائے جو ابن الصلاح اور اسکے اتباع کی ہو غلط
اور اسکے ہو جو قول جھور پر محدثین و فقہا کا کیونکہ
ان دونوں کے فضیلت پر اجماع ہونا بایسبت دوسرے
ثقات محدثین کے ممنوع ہو۔ اور خود ان کی ذاتی
فضیلت پر اجماع ہونا کسی طرح مفید نہیں اور ان
کی حیثیت شان یا امت کا قبول کر لینا کسی طرح
اسلوب نہیں مستلزم ہے کہ اس سے علم و یقین حاصل
ہو سکے کیونکہ اگر امت میں مسلم ہو تو معرفت استعدا
کہ اس کے راویوں میں وہ مشائخ یا علمے جاتے
ہیں جو جھور نے قبول روایت کے لئے مقرر کئے
ہیں۔ اس سے اگر حاصل ہو گا تو ظن و گمان نہ
علم۔ راہ امر کہ ان کی روایتیں نہایت ہیں
رسول اللہ سے پس ہرگز اس پر اجماع نہیں ہو
کہ جو روایتیں ان کتابوں میں ہیں وہ صحیح ہیں کیونکہ
اکثر راوی ان کے قدری و غیرہ ہیں اپنی اہمیت ہو
جن کے قبول روایت میں اختلاف ہو تو پھر صحیح
کہاں ہو اسپر کہ قدریوں کی روایتیں صحیح ہیں
مشہور امر یہ ہے کہ حدیثیں اسکی اصح الہم ہیں
یعنی شامل ہیں اون مشائخ پر جو جھور کے
نزدیک مقبرہ ہیں علی وجہ الکمال جس سے پھر
بھی وہی ظن قوی حاصل ہوا اور یہی حق
متبع ہے۔
اور کیا خوب کہا ہے شیخ ابن الہمام ان لوگوں کا

تکھا تکھا الصرفة كيف لا وان الاصححة
 من تلقاء عدالة الرواية وقوة ضبطهم
 واذ اكان سر و الا غيرهم عادلين ضابطين
 فھما وغيرھا على سواء لا سبيل للحكم بھما
 على غيرھا الا التحکم والالتکام لا يلتفت اليه
 فافهم۔

یہ کہنا کہ صحیحین کی روایتیں مقدم ہیں غیر قابل
 پر۔ ایسا قول ہے جو قابل شمار نہیں نہ قابل اقتدا
 بلکہ اونکی زیر دستیاں سے ہے کیونکہ صحیح ہونا
 روایت کا تابع عدالت راوی اور قوت ضبط
 ہے۔ اور جب ان کے سوا اور حدیثوں کے راوی
 بھی عادل و ضابط ہوں گے تو یہ صحیحین مساوی

ہوں گے۔ تو اب یہ کہنا کہ ان کتابوں کو دوسروں پر فضیلت ہے محض حکم ہے جو کسی طرح
 قابل التفات نہیں۔

اگر اس پر بھی استکین نہ ہو تو اپنے امام المتکلمین مولوی حیدر علی صاحب کی تحقیقات کو سنئے
 منتهی الکلام میں فرماتے ہیں: دواز تبیع و تصنیف مقالات جناب بوعنوج میگر ایہ کہ تریبیب کہ
 صحیحین مقرر کردہ اندوین ہر دور ابرو دیگر کتب مقدم داشتہ اند بر السنہ اتباع صحیحین
 من التکلیف جاری میشود والا زائمر اور بجز چیز سے درین باب منقول نیست و چگونہ تصویب
 کرد حالانکہ علم غیب خاصہ الوہیت و نزو شیدہ از خواص علمت است پس اگر شیخ بعد از ایضاً کتب بہ پایہ
 اجتہاد میرسد و تیز صریح از عقیم نزد او مناد اعتبار شدہ در باب جمع و تعدیل بلاد اسطہ سنیہ گشت ضرر نبود
 کہ بر قرار داد صحیحین در باب اتخار روایت میرفت و مخالفت ایشان از بیہ کونہ مبالغہ نبی دانست آخرین بزرگان
 ہم از جملة اشہر بودہ اند کہ در صحیح حدیث بغایت قصور سے کوشیدہ باشیہ سیمہ محمد بن اسمعیل بخاری کہ درین
 امور گوئے سبق از اشمال القرآن بود و لیکن باندیم جاے اجتہاد بھوتہ میں باقی است گیادہ داری کہ در بارہ چندے
 از روایتش محض از علما و فقہا بحث و اندو شارحین در جواب آن وجہے نقل میکند کہ بعضے از ان غالی از
 غرائب نیست و از مطالبہ صحاح مستہ دیانت می شود کہ اکثرے از جامعین تقلید کسے از بھوتہ ترین بلکہ خود اجتہاد
 می نمودند تا میر مجتہدات خود را درین کتب غایبہ نظر داشتہ اند۔

ابین اسن مبحث کو ختم کرتا ہوں

کیونکہ یہ بحث کتاب مستطاب متقصد الا انجام و حقیقات الانوار میں نہایت شرح و بسط سے لکھی جا چکی ہے
 جسکا استقصا بیان دشوار ہے۔ اور چونکہ تقید بخاری کا سلسلہ فضل خدا سے جاری ہے جو صحیحین صحیح بخاری

کے ہر ہر حدیث اور ہر ہر لفظ سے کافی بحث ہو رہی ہو جس سے ہر ہر روایت کا اوس کے حال معلوم ہوتا ہو لہذا ضرورت بھی نہیں کہ چونکہ اسکی ضرورت تو تب تھی کہ بخاری وغیرہ پر اجمالاً بحث کی جاتی۔

یہاں تک جو کچھ مرقوم ہوا ایڈیٹر صاحب کے اوس جملہ کے جواب میں تھا جو انھوں نے نمبر امین فرمایا تھا وہ صحیح بخاری کو اہل سنت نے صحیح الکتب کا خطاب بہت کچھ جانچ پڑتال کرنے کے بعد دیا جو صحیح بخاری کی تصنیف کے بعد جماعت محدثین صدیوں تک اسکی تنقید کرتی رہی اور ہر ہر حدیث اسکی جانچی گئی۔

جسکی تصدیق عبارت صدر سے ظاہر ہو چکی کہ اساتذہ بخاری سے لیکر اسوقت تک حدیثوں نے اوس پر اعتراض کیا اور اوس کی صحت سے انکار کیا اساتذہ نے تو بخاری کو بدعتی کا خطاب دیا اور قابل روایت بھی نہ سمجھا اور امام مسلم سے تا بہ مولوی حمید علی سب اوس کے صحت سے انکار کرتے آئے پھر بہت کچھ جانچ پڑتال کے بعد صحت کا خطاب کہاں عطا ہوا۔

ایڈیٹر صاحب نے نمبر ۱۹-۲۰-۲۱ میں احادیث شیعہ سے بحث کی جو جبکا جواب انشاء اللہ اشمس کے آئینہ نبیوں میں دیا جائیگا یہاں صرف تنقید بخاری کی نسبت جو کچھ لکھا ہو اوس کے متعلق عرض کرنا ہوں کیونکہ اوس پر چند مرتبہ استخارہ کر چکے ہیں یا خود ایڈیٹر صاحب نے بھی شامین بخاری کے اعتراضوں سے چشم پوشی کر لی ہے اور اس کو خارج از بحث کا خطاب دیا ہے تو احادیث شیعہ کے بحث کا ترک کرنا بدرجہ اولیٰ مناسب ہے جو بقیدنا خارج از بحث ہے۔

لائق ایڈیٹر نمبر ۲۲ سے تنقید بخاری کی طرف متوجہ ہو کر حسب ذیل رقمطراز ہیں۔

اصلاح میرے پاس نمبر ۱ سے پہنچا ہے اس سے پہلے دو ایک پرچے میں لے دہی میں سرسری نظر سے دیکھے تھے وہ میرے پاس موجود نہیں تھے جو پرچے میرے پاس موجود ہیں اوس میں حسب ذیل اعتراضات صحیح بخاری پر ہیں انکی حالت ظاہر کرتا ہوں ناظرین اسی پر قیاس کریں،

الجواب اس عبارت سے خود معلوم ہو سکتا ہے کہ ایڈیٹر صاحب نے یہ جواب ازراہ درودین لکھتے ہیں نہ ازراہ تحقیق بلکہ اصلاح کے طعنہ پر کچھ اون کے ہم نمبر ہوں نے غیرت دلایا جسے انھوں نے ناپ شناب لکھنا شروع کر دیا کیونکہ اگر وہ حقیقت تنقید بخاری کا جواب لکھنا تھا تو شروع کتاب سے ابتدا کرتے جو نمبر ۶ اصلاح سے شروع ہو رہا ہے نہ کہ نمبر ۱ جلد ۱ سے۔ بلکہ یہ غلطی ہے کہ ابتدا ہی نمبر موجود نہ تھے تو یہ غلطی ہوا کہ ۲ انگور لکھے ہیں کون لکھا ہے کیونکہ وہ خود ایڈیٹر اصلاح سے مطلب

کر سکتے تھے۔ غایت الامر یہ ہے کہ قیمت طلب کرتے۔ حالانکہ میں خوب جانتا ہوں کہ دفتر اصلاح سے
 علاوہ اسکے کچھ اور مسائل بھی روانہ ہوئے بلکہ حکم الثقلین خاص طور پر بھیجا گیا جس میں نماز
 امام ابو حنیفہ کی نہایت وضاحت سے تصحیح ہو گئی آج تک اوس کا بھی جواب نہ ہو سکا۔ بہر حال
 جب آپ نے قیاس کا حکم دیا تو ہم نے اس تحریر پر قیاس کر لیا کہ آپ کے جواب کا کیا رنگ ہو گا اب سدا
 آتھا نذر و پیچ سے کوئی جملہ لے لیا اور نام اوس کا جواب لے کے دیا۔

پھر کچھ تین دو ایڈیٹر اصلاح نے جو اعتراضات صحیح بخاری پر وارد کئے ہیں ان میں سے کچھ تو
 شارحین بخاری پر ہیں جن کو تنقید بخاری میں شامل کرنا ایک درجہ خلاف موضوع اور خارج از بحث
 کہنا ناموزن یا نہیں لہذا ہم بھی ان اعتراضات کو بالفعل نظر انداز کرتے ہیں۔

الجواب یہ پہلی ہوشیاری ہے جس سے راہ تحقیق کو چھپانا منظور ہو گیا کہ نہ تنقید بخاری کو
 جعلی گونے دیکھا ہو اور نہین خوب معلوم ہو جتنے اعتراضات ہیں وہ خود شارحین صحیح بخاری نے
 وارد کئے ہوئے ہیں۔ ناقد علامہ ام ظلم کا بذات خاص شاید ہی کوئی اعتراض ہو آپ نے جب نہین
 اعتراضوں سے چشم پوشی کر لی تو سب جواب کس کل لکھے گا۔

ایک کا قلم راستی پر چلا ہوا مگر زبردستی سے آپ نے کج رو بنادیا کیونکہ قلم یہ لکھ رہا تھا وہ ان میں
 سے کچھ تو شارحین صحیح بخاری کے اعتراضات ہیں، اور آپ نے بزور لکھ دیا وہ ان میں سے
 کچھ تو شارحین صحیح بخاری پر ہیں، مگر یہ حقہ بھی اصل میں اوسی مطلب کو ظاہر کر رہا ہے کیونکہ
 شارحین صحیح بخاری پر تو اعتراض جب ہی ہو گا جب وہ غلط راہ چلین گے اور اکثر ایسا ہی ہوا ہے
 کیونکہ اکثر شارحین نے تو کھلے کھلے لفظوں میں صحیح بخاری پر اعتراض کر دیا۔ مگر بالخصوص من عا نفا
 ابن حجر نے حمایت بخاری میں ان سب کو رد کرنا چاہا جس پر وہ نہ قادر ہو سکے۔

ناقد علامہ نے ایسی ہی مقام پر ان کے کلام کی حقیقت ظاہر کر دی اور بتا دیا کہ یہ جواب
 غلط ہے۔ مگر آپ نے تو وہ کارروائی شروع کی جس سے آپ کے ناظرین کو کچھ نہ معلوم ہو
 کر کیا لکھا اور کیا کہا۔ صرف جلی قلموں سے ”تنقید صحیح بخاری کا جواب“ لوگ پڑھ لیں
 اور معلوم غل مچائیں کہ تنقید بخاری کا جواب ہو گیا پھر بتائے حق کیونکہ موضوع
 ہو۔ کتابے۔ باقی وارد

بابت ماہ شعبان الموعظہ ۱۳۲۳ھ مجری جلد ۱

عرض ادریس

الحمد للہ کہ شش کی توثیق ثانی ایک عالم کو اپنے انوار سے فیضیاب کر رہی ہے اور خدا کے فضل و کرم سے اسکی اشاعت میں دینی ترقی ہو رہی ہے۔ (۲) ہمیں یہ الزام دیا جاتا ہے کہ ابھی تک پورا جوہر زہرہ کا جو نہایت صحیح الفاظ پر مگر صلیت اسکی یہ ہے کہ اس نوزادِ اخبار کے مضامین عام طور پر دو قسم کو لیا کرتے وہ جو بزرگ پیر و خواجہ حاصل کیا ہے کیونکہ جو حصہ انصاف نے مناظرہ کا مقرر کیا ہے اس میں صرف نصیحتہ لیشیعہ کا مسرورہ نما ہے یہاں تک وہی سرخی وہی بکج عبارت رہتی ہے۔ اسکا جواب چوکہ انصاف اللہ تعالیٰ اور روشنی میں ہو چکا ہے۔ لہذا ابھی تک اسکا جواب سے ہم۔ ایک میں اس پر سلسلہ بھی اسی کا متفق ہی ہے دوسری قسم وہ ہے جو ادریس کا طبع مزاج و مضمون ہی میں کچھ تو تنقید بخاری کا جواب انصاف نے دینا چاہا ہے جس کا جواب نقد انقید میں دیا جاتا ہے کچھ کتاب کتاب تصابیر تصابیر اقرامین تہا میں جواب بھی تمام ہو چکا اب آئندہ تہرہوں سے اس کا جواب بھی شروع ہو گا جو فیضیاب اللہ سے مسرورہ نما ہے (۳) تہنہ وعدہ کیا تھا کہ ہر سالانہ چندہ میں ایک دو ماہ اور دیگر۔ مگر تاہیں کو معلوم ہو گا کہ ایک ٹک سے شش کا حجم ۳۲ بلکہ ۴۰ صفحہ ہوتا ہے اور یہ مقدار کبھی نہیں ضرورت ہو کہ ہم چھو کر دیا جائے تاکہ اس سال میں ایک محقول حصہ کا جواب شائع ہو سکا لہذا آج ہم تہنہ سے ۱۰۰ صفحات بھی چندہ کی تعداد میں لیکر پیشہ فاضلہ کر دیں تو بخوبی ممکن ہے کہ جو رسالہ تہرہ بار آجائے۔

التاسعاً

چوں کہ ادریس دو تین ماہ سے جناب الدعلام فخر الحکماء دام ظلہ کی طبیعت نے لطف چلے جانی جو ادریس دردم محمد سلہ بھی علیہ میں لہذا تمامی مومنین سے التماس دعا ہو کہ صحت

کے لئو دعا فرمائیں۔

ضیوع شمس

اصلاح کے غیر معمولی مدد میں مولوی انشاؤ اللہ مددخان صاحب ادریس اخبار وطن کی نئے تصنیف دکانی لگی تھی پھر سہارگرم نوبہ بہت زور سے بھر کے ہیں فرماتے ہیں "ہمارے مفرد موم لوی انشاؤ اللہ مددخان صاحب ادریس وطن باوجودیکہ ایسی صلح پسند طبیعت کہتے ہیں۔ لیکن اصلاح کی کامیوں سے وہ کبھی نہیں بچ سکے کی مرتبہ ادریس صاحب ادریس اخبار وطن کے غیر معمولی نبر میں ادریس سخت جملہ کیا گیا اور وہ حلا آخر میں ان کی ذات سے متجاوز ہو کر دوسرے سینہ نبر بھی ادریس ادریس" اس تقریر کا بھی خمیری مادہ وہی فتنہ و فساد ہے جس سے آپ مسلمان میں جنگ چھیڑا جاتا ہے انکے حادہ میں گئی یہی ہے کہ جو بات انکے خلاف کہی جائے کہ ہم کسے مولوی انشاؤ اللہ مددخان صاحب اس سراج کے آدمی نہیں کہ وہ اس قسم کی خوشامیاد تحریروں میں خوش ہو جائیں وہ مستقل لائے ہیں برگزائن زمانہ میں شیعہ سنی کے مناظرہ کو وہ نہیں پسند کرتے آپ انکی ایسی در حکم کے خلاف چلے ہو میں اب شاید خوش ہوں ہوں مگر مولوی

عزیز گزشتہ صفحہ

انشاء اللہ خداں صاحب گھمبھی اس سے خوش نہونے کہ خون الرفیق پاشا حرم شریف کعبہ چڑھنے کے مطلق العنان فرمانروا اور
فرعون کہہ کے لقب سے یاد کو جائیں۔ اسی کے متعلق اصولاً سونے اپنی دوست کو چوکا پاتا کہ وہ حق سے خیز پریدہ تیرا
یہ لفظ ایسے بزرگ کی شان میں شائع ہونے کی طرح مناسب نہیں تو ایسے خیال میں رہات گالی ٹھہری اس کا کیا اطلاق
ہو۔ وطن شمس پورہ ۱۰ ستمبر کا یہ جیل بھی جو بارہ امام زیدین شائع ہوا قابل منسوس ہو گیا ساتھ ہی کمان ریخ و قلع ہجر
کلاس کیمفٹ امام کی جہالت اور بواہوسی سے ہزار باسلمان کا خون ریاگان گیا ایسے نابکار اور دشمن
ملت کو بگڑ زندہ نہ چھوڑنا چاہئے اگر خیال محبت سول لنگے اولاد کا پاس و ادب کیا تھا تو اس خیال سے بھی ادب کو لازم
تھا کہ وہ ایک اسلامی فرقہ کے امام بن سکتا تھا۔ ادب نہ کرے تو وہ ان ماموں کا کیوں ادب کرے گی جو کسی دوسرے فرقہ کو امام
ہیں بہاری بیعت بھی دوستانہ اور خیر خواہ تھی ورنہ فرقہ زدہ کو ویسا ہی تصور کرتے ہیں جیسا کہ دوسرے فرقوں کو بلکہ اگر سچ
پر سمجھے تو زیدیاں اور معتزلیوں میں خاص لکھا تھا کہ امام ابوحنیفہ حضرت زید کو اپنا امام جانتے تھے ایسے وجہ سے احکام
نہیں ہیں دونوں متحد ہیں بہ حال زیدیت کا مطلق بننا چاہئے کہ انکا جادو ذیققل ہوش لوگوں پر نہیں چلیگا دیکھو زیدیت صاحب
وطن کو اپنی زمین کہا نصرت کے پر ہیں سنت جامعہ کی طرف مولوی مشیر احمد صاحب شیعہ پر مقدمہ تو ہیں مذہب دایرہ پر مدد
فرقہ و کلا پیزار لاد پر ضلع کہہ رہی ہیں اور کچھ جس طرح اگے بہ خوب تیل تان رہی ہیں یہ نفاق و نفرت ہماری تقریباً تمام سطحوں کا
سناٹا ہے کچھ کیا بھاری مہربان قومی وجہ کو بھی فنا کر کے دم لینگے اور جیسا بخور تو فرما سہ مولوی انشا واد خداں تھا کہ یہ خطاب
کس سے ہو گا ہمارے والا کون ہے ہزار بار دیکھ سکی بدولت اور کس کا برباد ہو رہا ہے۔ وہ جھوٹوں میں جو اس طبعی آگ میں تیل تان رہی ہیں
کیونکہ تو دیکھو مسلم ہوا کچھ اخبار کی ہر طرف سے بنا دی اس قومی تفریق پر قائم ہوئی۔ آپ در جزا حیرت کو سوا اور کون تھا جس میں اس قس
مناہ کو مشعل کہہ رہی ہیں نہ کہ اب بھی ہے اور قوم کی حالت پر رحم فرما سو ورنہ سمجھ کیے۔ اب نہ ہی امید کا دور ہے نہ بیچ جاس کا جو
راضی کی قیمت لگا کر ہزاروں بیگیا ہوں کا خون کر دلا۔ ہم یا کوئی مافل نہ رہی تحقیقات کا مانع نہیں ہو گا اگر ازادیا اور دشمن شعی
سے نہ ہر طرح جو آپ کا اور آپ کے ہم قالب مرزا حیرت کا طرفہ ہی جو سیکے نزدیک قابل نفرت اور مختار ہے۔ ہمارا کہہ مٹانے اسپر تھی شعی
تلا ہے کہ جو کا اخبار و تیل لنگے لنگے نہ گمانے لکھا ہے در سالہ اصلاح کو اس جھگڑے کے کر زندہ کر لینگا اگر باقی کہا تھا تو جملہ قوم کا گمراہ
نہیں سمجھتے اگر اس نے لنگے لنگے اس جہاں لایا کیا حق ہو تو لنگے کو خوب معلوم ہو اصلاح کی اشاعت اس وقت شروع کیلئے جو کچھ سنی
ہو گیا ہے اس پر وہ جگہ لگ گیا اور زبان نہ تھا کہ کوئی عامی نہ تھا اسی ذیل میں آپ سر شریا زیدیت اور کلام شعیل شیعہ دوسری مکتبہ کی بنیاد پانچ
ہیں مگر ہوس کہ وہ وہ شعیل گیا جو سر شریا نے اپنی مائل سکینہ بنت العین سے ایک نیا طائفان قائم کیا تھا جسکے بدولت حیرت آمنا چھوڑنا
چاہتا ہوس کہ انہی میں ہر طرف سے جو ہیں مگر وہ لنگے کے کا نام کہ وہ شہنشاہے دل ہو دیکھ رہی ہیں حضرت اہل بیت طاہرین کی
شان میں کہیں یہ وہ سنی سے خدا میں گریں اور تمام اسلامی صحابہ میں مثل دکن جسے اخبار اہل بیت انکی غلط بیانی دیکھائی جا رہی ہے مگر
انہی کے خلاف نہیں ہیں۔ انہی کے خلاف ہی ہوس نہیں تاخیر اس جگہ تمام اہل اسلام کا ایمان درست کرے۔ اللہ اعلم۔

یہ کہہ لیتے ہیں کہ وہ اعتراضات جو انہوں نے احادیث پر کہے ہیں انکی حالت یہ ہے کہ جب میں ان اعتراضات کو نقل کروں گا تو ناظرین خود سمجھ لیں گے کہ یہ اعتراض کس درجہ کی وقت کہتے ہیں۔ ایک اعتراض بھی اصول حدیث کے موافق صحیح نہیں اور تاہم عقل سلیم اسکو قبول کرتی ہے۔

الجبوا اگر جب ناظرین آپکے ایسے ناہم ہیں کہ خود سمجھ لیں گے تو اپنے یہ زحمت نہ کریں اور انکی وہ تو پہلے سے سمجھے ہوئے ہیں کہ آپکے یہاں کوئی اصول پر نہ عقل سلیم کو دخل ہے کیونکہ اصول کی پابندی تو خدا و رسول و ائمہ اہل ہمارے اقوال سے پیدا ہوتی ہے نہ ہر نیک و بیک کے قول اور عمل سے اور عقل کا حال تو اصلاح کے مضمون عقل اور اہل حدیث سے سب کو معلوم ہو چکا ہے زیادہ کہنے کی ضرورت نہیں۔

پھر لکھتے ہیں ”صحیح بخاری کی دوسری حدیث پر تیسرا اعتراض جس مقام سے شروع ہوا ہے وہاں اصلاح کا پرچہ میرے پاس موجود ہے۔ تیسرا اعتراض اڈیٹر نے یہ کیا ہے؟ اڈیٹر صاحب قدر فرمائیں اس تحریر سے ان عوام کو جو آپکے اخبار گرانار کے ناظر ہیں کیا فائدہ ہو سکتا ہے۔ وہ بجائے کیا جانتے ہیں صحیح بخاری کی دوسری حدیث کیا ہے اس کا مطلب کیا ہے جو آپ کی تحریر کا مطلب سمجھتے اور ناقدہ علم کو اعتراض اور اس کے جواب کو معلوم کرتے۔

مگر یہ سب توجہ ہوتا کہ آپ کو حق کی جستجو ہوتی یا بجائے عوام کو سمجھانا اور انکو فائدہ پہنچانا مقصود ہوتا۔ آپکو تو اپنے حلوے ہاتھ سے کام ہے مردہ دوزخ میں جایا میں تھب کو ظاہر کرنا عوام میں مشہر کر دینا کہ تنقید بخاری کا جواب ہو گیا! منوس جب اہل علم اس طرح کا معاملہ کریں تو عوام کیونکر ہدایت پاسکتے ہیں۔

ہاں لائق اڈیٹر کی یہ علامت بھی قابل غور ہے کہ وہ لکھتے ہیں ”صحیح بخاری کی دوسری حدیث پر تیسرا اعتراض جس مقام سے شروع ہوا ہے وہاں اصلاح کا پرچہ میرے پاس ہے۔ تیسرا اعتراض اڈیٹر کا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ پرچہ دیکھ کر لکھتے ہیں ہلاکہ ایسا نہیں ہو بلکہ بقول حضرت ام المومنین جو قہر کے بارے میں فرماتی ہیں۔ اڈیٹر نے پیگ کے

کہ عالم میں کہا ہو کہ یہ اعتراض نہ دوسری حدیث پر ہے نہ اس کا تیسرا جواب نہ اس حدیث سے اسکو کچھ واسطے نہ سروکار۔

اڈوٹھ صاحب خدا کی واسطے آنکھ کہول کر لکھتے اگر اصلاح کے ابتدائی ذریعے صحیح بخاری میں دیکھ لیتے یہ حدیث کس نمبر کی ہے۔ دیکھئے دوسری حدیث وہ ہے جس میں اس کا بیان ہو کہ وحی کی آواز مثل صلصلا جس آتی تھی تنقید کے صفحہ ۴۴ سے شروع ہو اور تیسری حدیث صفحہ ۴۴ سے شروع ہو چہرہ تیسرا اعتراض ہے۔ ناظرین اسی جملہ سے اڈوٹھ کی عجز دانی کو سمجھ لیں اور پہلے جواہروں کی حقیقت کو اسپر قیاس کریں

اگر اڈوٹھ صاحب یہ فرمائیں کہ پہلی حدیث انما الاعمال بالنیات کو ہم اس سے خارج کر گئے ہیں تو اسکا کوئی حق نہیں۔ اور جب ناقد علام نے اسکو بتریق بخاری تیسری حدیث بنایا تو اصلاح کا آپکو کوئی حق نہیں کیونکہ آپ ناقل ہیں اور اس صورت میں اعتراض کر سکتے تھے کہ اسکو تیسری حدیث کیوں قرار دیا وڈاؤ لیس فلیس

تنقید بخاری صفحہ ۷۷ سے یہ فقرہ کہ ہوا التقب جملہ حدیث نہیں ہے بلکہ زہری نے شرح یحییٰ میں کہا تھا "نقل کر کے لکھتے ہیں میں پوچھتا ہوں کہ اسمیں کیا عیب ہے کہ اگر کوئی شیخ بعض الفاظ حدیث کی شرح و تفسیر کرے اور وہ حدیث معان تفسیری الفاظ کو روایت کیجے بلکہ حقیقت یہ بہت مفید اور کارآمد چیز ہے

الجواب پہلے میں اس حدیث کی حقیقت بتاتا ہوں پھر اعتراض کی پہر اس جواب کی تاکہ ناظرین کو بھی معلوم ہو کہ کس قسم کی کارروائی ہو رہی ہے

صحیح بخاری کی تیسری حدیث طولانی کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت عائشہ بیان کرتی ہیں کہ آنحضرتؐ فارغ ہیں تشریف فرمائے کہ خدا کا فرشتہ آیا اور آپؐ سے ہم کلام ہوا حضرتؐ نے کہا کہ سارا حال حضرتؐ خدیجہ سے بیان کیا آپؐ پہلا اعتراض تمامی اہل حدیث کا یہ ہے کہ جن وقت یہ واقعہ پیش آیا نہ حضرتؐ عائشہ موجود تھیں نہ پیدا ہوئی تھیں۔ نہ حضرتؐ نے ان سے بیان کیا نہ اس شخص کا نام لیا جس سے اسے سنا ہو پھر حدیث صحیح کیونکر ہو سکی دیکھو صفحہ ۷۴ تنقید بخاری حصہ اول

دوسرا اعتراض یہ ہے کہ راوی اول کے نام میں بخاری صاحب نے تدریس کیا ہے جس کے
پر روایت قلط ہو گئی ہے۔ پھر صفحہ ۸۴ جلد اول

تیسرا اعتراض یہ ہے کہ راوی نے اسے بلکہ زہری نے شرح میں بیان کیا ہے تاہم زہری
کو دیا اسی اعتراض سے جواب میں اٹوٹہ صاحب یہ کہتے ہیں

جب آپ پوچھتے ہیں تو میں بنا ہوں عیب اس میں یہ ہے کہ عبارت حدیث خطا ہو گئی اور
مطلبیے ربط دیکھنے والا یہ سمجھ رہا ہے کہ یہ زہری حدیث حضرت عائشہ کی ہے حالانکہ یہ کلام زہری
ہے اور اس کا کوئی اشارہ نہیں کہ یہ کلام کس کا ہے اور کہاں سے شروع ہوا اور کہاں ختم ہوا
اس سے بڑھ کر کیا چاہتے ہیں

شیخ کا لفظ یا اسکی عبارت بیشک وایت کیجا سکتی ہے مگر اسکی طرف اشارہ کر دیا
جاتا ہے لفظ قال سے یا یعنی یا اس سے کہ سننے یا دیکھنے والیکو معلوم ہو یہ کلام دوسرے
کا ہے۔ اسی وجہ سے ابن حجر اور قسینی سے یہاں اختلاف ہوا اسکے بڑھ کر کیا خرابی چاہتے
ہیں اپنے اس جملہ کو جس میں ابن حجر اور قسینی کا اختلاف درج ہے۔ اسی عرض سے حذف
کر دیا کہ کسی پر آپ کی اور آپ کے صحیح بخاری کی قلمی نکلے مگر تنقید بخاری نے وہ کام
کیا ہے کہ آپ کوئی چال نہیں چل سکتے۔

آخر میں آپ خود چونکے "ماں اگر وہ تفسیری الفاظ اس طرح مغلط ہو جائے کہ پہل
حدیث سے انھیں امتیاز نہ باقی رہتا تو بیشک فی الجملہ اعتراض کی گنجائش تھی۔"

الحجواب یہاں بھی معاملہ ہے جیسے خود آپ کے علما کو استفادہ عرض ریزی کرنی پڑی۔ ذرا
فتح الباری دیکھئے کہ یہاں کس قدر انکے دماغ پر بوجھ پڑا ہے اور پھر کھمبہ
بنا سکے ان یصلح العظاما افسدہ الدہر

یہ جملہ اور بھی مضحکہ خیز ہے مگر بھی چونکہ احادیث کے باللفظ کا التزام نہیں ہے
چندان خرابی میں کیونکہ یہ تو قدیم اعتراض ہے کہ جو حافظ حدیث ہو گا وہ
بالغی نکلے گا اور یہ سب تقریر اس وقت چل سکتی کہ ایک حدیث میں ایک
لفظ ہو تا دوسری میں اسی کا ہم معنی دوسرا لفظ تب یہ کہا جاتا کہ روایت

بالمعنی جو یہاں تو معاملہ بالکل برعکس ہے دونوں لفظ ایک ہی حدیث میں ہو اور شرح
 پر معلوم ہو کہ ایک ہی قابل کا دونوں لفظ ہے حالانکہ وہ دونوں لفظ دو شخصوں کے ہیں اور
 بظاہر صورت کسیکو معلوم نہیں ہو سکتا یہ لفظ کس کی ہو وہ لفظ کس کا ہے
 یہی وجہ ہے کہ عینی کو اسکی شرح کرنی پڑی کہ الیالی ذوات الحدیث تخیل سے متعلق ہے
 نہ تعبیر سے جو کلام نہری ہے

روایت بالمعنی کی بدولت جتنی غلطیاں بخاری صاحب نے کی ہیں انکی حالت
 تو ایکو تنقید بخانہ ہی سے بخوبی معلوم ہو جائیگی اور اگر اس کا شوق ہو کہ شیخ کی تفسیر
 یا شرح کو راوی کس طرح بیان کرتے ہیں دیکھنا چاہیں تو کتب الحدیث فرقہ حقہ شیعہ
 کو ملاحظہ فرمائیں جہیں کہیں آخر حدیث میں کہیں زبیر بن حدیث میں توضیح کر دی گئی ہے
 بصراحت اسکے کہ قابل اس کا کون ہے

یہ جملہ اور بھی متعجب ہے کہ آپ حضرات تو قرآن کی آیتوں کے ساتھ ائمہ کے تفسیری
 الفاظ کریں، کیونکہ یہاں پر شیعوں سے بحث کرنے انکی روایتوں سے۔ بقول آپ کے اسکے
 تو کل علوم و فنون نامکمل ہیں یا وہ مفسری و کذاب ہیں ان سے آپکو یہاں کیا بحث
 اچھوگوں کا تو دعویٰ ہے کہ صحیح الکتب بعد کتاب الباری صحیح البخاری
 اس صحیح الکتب میں کیوں مقدار غلط ہو رہی ہیں جس سے یہ لقب غلط ہو اچھا ہے
 پھر یہ اعتراض شیعوں کا ہے کہ انکو اس سے کچھ مطلب ہے جو جواب انرا ہی سے کچھ
 کلام چل سکے بلکہ یہ قول عینی جو جہیز بن محمد نے کہا "کوئی دلیل ملنی نہی" اور پھر لکھا کہ
 "ان دوسری روایت سے اسی بخاری کے معلوم ہوتا ہے کہ مد مرجم ہے"

اوپر صاحب نے جو یہاں روایات شیعہ پر دوبارہ تفسیر تشریح کی ہے جیسے عذر اس کا
 جواب ترک کیا کہ غلط سمجھتے ہو جائے جسکے وہ متن میں انشاء اللہ اس کا جواب ہے جو
 مقام پر مذکور ہوگا۔ یہاں صرف صحیح بخاری سے مطلب ہے جسکے استقام کا حال
 اچھی طرح معلوم ہوا کہ اس طرح کی خوابیاں جمع میں جنگی کس طرح اصلاح ممکن نہیں۔
 پھر لکھتے ہیں اور چونکہ ہمارا فن حدیث کامل و مکمل ہے مگر صرف نام کہنے میں

کہیں مسلسل تحریک اشفاق نام رکھا کہیں کچھ۔ در نہ جن لوگوں نے تنقید بخاری کی زیارت کی ہے ان میں اس عوی کی غلطی بخوبی منکشف ہے کہ کوئی صاحب اسکو مدح کر کے ہے اور دوسرا کہتا ہے کہ اسکی کوئی دلیل نہیں تیسرا کہتا ہے کہ یہ جملہ معترضہ ہے چھٹا کہ عینی میں ہے تو اب کہنے کے نام ہونے اور کسدر جہاںکا اصول حدیث کامل و مکمل ہے۔

کرم فرمائیے من۔ حدیث یا اصول حدیث وہ کامل و مکمل کہا جاتا ہے جس سے قائل مشکلم کا کلام پورے طور پر لوگوں کو معلوم ہو اور وہ اس سے نتیجہ نکال سکیں اور عمل کر سکیں نہ یہ کہ ایک حدیث کے سو گزٹے کر دیں اور سو اب میں لکھ دیں جس سے نہ یہ معلوم ہو سکے کہ پورا کلام کیا تھا اور کس موقع پر کہا گیا۔ اور کیا مطلب ہے نہ یہی معلوم ہو سکے کہ فلاں حدیث کس باب میں ہے جیسا کہ بخاری صاحب کا طریق ہے۔ اگر ایک باور نہ ہو (اور کیوں نہ ہو گا خوب معلوم ہے) تو اسے صرف ضعیف بخاری اور صحیح مسلم ہی کو لیکر بیٹھ جائے تو آپکو معلوم ہو جائیگا بخاری صاحب نے کس طرح قطع برید کی ہے۔ اور مسلم صاحب نے کس طرح آن حدیث کو لکھا ہے ضد اور تعصب کبھی چھوڑے بخاری و مسلم کی حمایت سے کیا فائدہ سنت رسول کی حمایت کبھی کہ عوام و خواص کو حضرت کا ارتقا صحیح ملے کہ لوگ عمل کر کے مستحکم ہوں۔ اور یہ قوی اختلاف دفع موقتہ و فساد موقوف ہو۔

مگر ہاے آپ یہ کیوں چاہتے لگے؟

پھر لکھتے ہیں اسکے بعد اذیہ صاحب نے آنحضرت کا حالت ابتدائی وحی میں خایف ہونا جو اس حدیث میں مذکور ہے اسکی وجہ میں شارحین سے بارہ قول نقل کئے ہیں اور اس کے بعد فرماتے ہیں افسوس کہ ان بزرگوں کو نہ خوف کی حالت معلوم ہے نہ اسکے اسباب حالانکہ خوف ایک فطری امر ہے جو ہر امر اجنبی سے پیدا ہوتا ہے نہ یہ کہ غور و فکر کا ناچ ہو اور سوچنے کے بعد ہو حالانکہ یہی حالت میں غرور و فکر کا موقع نہیں ملتا مگر چونکہ سب کے امام بننے کا شوق تھا لہذا ایک ایک مضمون گڑبڑ دیا چاہئے اذیہ تیرے یا سیدھا در نہ اگر کچھ بھی غور کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ اسقدر احتمال کی ضرورت نہیں افسوس! ذی صاحب نے یہ بھی معلوم نہیں کیا عالم اسباب ہے یہاں کوئی چیز تو بلا سبب کے ہوتی نہیں ہے چیز کے لئے سبب اور ہوتا ہے جو مان و دوسری بات ہے کہ کسی وجہ سے اس سبب پر سبکو اطلاع نہ ہو۔ یہ ہم مانتے ہیں کہ ایسی حالت میں غرور

فکر کا موقع نہیں تھا مگر یہ کیوں کر معلوم ہوا کہ غور و فکر کا موقع ہی نہیں ملتا تو کوئی سبب اس کا نہیں ہو تا ضرور کوئی نہ کوئی خاص سبب ہوتا ہو گا مگر چونکہ طبیعت اس وقت مضطرب ہوتی ہے اس سبب سے حکم اور اک اس سبب کا نہیں ہوتا ملا وہ ازین یہ اعتراض اگر ہو تو شاید صحیح ہے تغذیہ صحیح بخاری سے اسکو کیا واسطہ؟

الجواب: ہاں اس جملہ کے متعلق کچھ کہنے کی ضرورت نہیں کیونکہ اڈیو صاحب علامہ ناقل دام ظلہ کے اس قول کو خود مانتے ہیں۔ خوف ایک فطری امر ہے جو ہر اجنبی سے پیدا ہوتا ہے نہ یہ کہ غور و فکر کا تابع ہو اور سوچنے کے بعد ہو حالانکہ ایسی حالت میں غور و فکر کا موقع نہیں ملتا۔

پھر کیوں آپ پر ہم ہونے بیشک دنیا عالم اسباب ہو اور اسپر غور و فکر مضموع نہیں مگر جو شخص فطری امور پر غور کرنے میں مشغول رہے وہ صحیح العقل نہیں سمجھا جاتا کیونکہ آپ اسکے اسباب کو یہی سوچتے ہیں کہ ٹکے ٹوکے کیوں خوشی ہوتی ہے۔ آواز بولناک سنکر کیوں خوف ہوتا ہے۔ اگر انہیں فطری امور کی تشریح آپ کسی اخبار میں کیجئے تو لوگ یا کچھ اور خطابینگے یا یہ کہیں گے کہ آج کوئی مضمون نہیں ملا تو یہی ترملیات لکھنے لگے۔ یہی اعتراض ناقد غلام کا جوان شارحین پر جنہوں نے محض تصنیع اوقات کہا اور بیکار کو کاغذ سیاہ کیا۔

رہا یہ جملہ کہ "یہ اعتراض ہے تو شارحین پر جو تغذیہ بخاری سے اسکو کیا واسطہ؟ اس وقت صحیح ہوتا کہ مصنف تغذیہ بخاری کی وہ غرض ہوتی جو آپ کے جواب کی غرض ہو کہ کچھ لکھدو عوام میں مشہور کر دو کہ جواب ہو گیا چاہے غلط ہو یا صواب

علامہ ناقد کی یہ غرض نہیں ہے بلکہ وہ احادیث صحیحہ رسول کی جانچ پر تامل کیا چاہتے ہیں اور فریقین کو حضرت کے صحیحہ ارشاد سے مطلع کیا چاہتے ہیں اور حکم مطلب اور مقصد کو بیان کیا چاہتے ہیں لہذا وہ ہر حدیث کے متعلق جملہ امور کو بکمال تو صیح دکھایا چاہتے ہیں مگر یہ کہتے ہی اختصار کیوں نہ ہو چنانچہ دنیا تغذیہ میں کل امور کی توضیح کر دی گئی ہے۔ ملاحظہ ہو صفحہ ۱۰ نوائت ۸ حصہ اول تغذیہ بخاری

قولہ اس کے بعد ایڈیٹر صاحب نے ورقہ بن نوفل کے اسلام کی بحث لکھی ہے اور آخر میں یہ بھی فرمایا ہے کہ طبری میں ہے کہ حضرت ابو بکر ۵۷ھ آدیون کے بعد اسلام لائے۔ اگر ایڈیٹر صاحب کو خواہ مخواہ اس مقام پر حضرت ابو بکر صدیق کا متاخر الاسلام ہونا ثابت کرنا منظور تھا تو کم از کم ان روایات کا جواب دیتے جن سے اولیت اسلام حضرت ابو بکر صدیق کی ثابت ہے۔ ان روایات کی وجہ ترجیح بیان کرنے سے ان کا متاخر الاسلام ہونا اور آخرین معلوم ہوا ہے۔

الجواب گرانسوس کہ آپ نے بھی وہ دلائل نہ لکھے جس سے اولیت اسلام خلیفہ اول پر روشنی پڑتی کیونکہ یہ بحث تو خاص طور پر آپ کی دل چسپی کے لائق تھی اور علماء کے اعلام شیواہم اللہ اللہ نے تو اس کی ایسی قلمی کھول دی ہے کہ پھر کسی کو دم مارنے کا یار ہی نہیں۔ اس سبب سے علامہ ناقد نے مختصراً اشارہ کر دیا اور آپ پر اعتراض کر کے اور کچھ نہ بنا سکے۔

ناقد علامہ نے اس جگہ کو خواہ مخواہ نہیں لکھا ہے بلکہ یہ مقام شرح کا یہی اقصا تھا کیونکہ جب ابن مندہ ورقہ کے ایمان کے قائل ہوئے اور علامہ عینی اس حدیث کو بھی لکھتے ہیں اور انہی اول من آمن بی وصدقہ، تو پھر خلیفہ اول کی اولیت اسلام کہاں رہے یا اس حدیث کو غلط بنا کے یا اول کی اولیت اسلام سے دست بردار ہو جائے۔

یہ بحث تمام ہوئی مگر ہم پھر کر رشک یہ ایڈیٹر کا ادا کرتے ہیں جنہوں نے ناقد علامہ کی تصدیق میں یہ جملہ فرمایا رہے ہم ملتے ہیں کہ ایسی حالت میں حوزہ فکر کا موقع نہیں ملتا، کیونکہ یہی جملہ ناقد اسلام نے بھی فرمایا تھا۔ خدا آپ کو توفیق دے اور کہیں کہیں تو انصاف پسندی کا ثبوت دیا کریں

اس فقرے سے ناظرین کو بھی طبع معلوم ہو گیا ہو گا کہ ایڈیٹر صاحب کے اعتراضات

تسقیذ بخاری برکے ہیں۔ پھر تعجب ہے کہ ان کو اپنی تحریر کیوں استقدر تانا ہے۔

قولہ پھر صحیح بخاری کی جو تھی حدیث ایڈیٹر صاحب نے نقل کی تو اس سے پہلے صحیح بخاری کے اعتراض کیا ہو کہ درود بخاری سے اور ابن شہاب زہری سے تو ملاقات ہی نہیں ہوئی

جو خود سنتے اور اگر دوسروں سے سنا تھا تو اس کی اسناد کو نہیں بیان کیا، جناب
 اعلیٰ صاحب اس قسم کی احادیث کو جب کی اسناد کا پھلہ حصہ مذکور ہو معلق کہتے ہیں جیسا کہ
 آپ نے خود کہا ہے یعنی سے نقل کیا ہے معلوم نہیں اس میں اعتراض کی کیا بات ہے ہاں اگر آپ
 یہ اعتراض کرتے کہ اس قسم کی حدیثوں میں یہ پتہ کس طرح چل سکتا ہے کہ اولیٰ اولیٰ سنہ
 میں کون راوی تھے اور ان کا کیا حال تھا تو ایک بات بھی ہوتی مگر آپ جانتے تھے کہ
 یہ اعتراض کسی طرح نہیں چل سکتا کیونکہ صحیح بخاری میں کوئی ایسی معلق حدیث نہیں ہے جو
 جس کو خود امام بخاری نے کسی دوسرے مقام پر موصول نہ کیا ہو یا کسی دوسرے
 محدث نے اس کے اولیٰ سند کے راوی نہ بیان کئے ہوں اب بتائے، میں آپ
 کیا اعتراض کرتے ہیں۔

الجواب افسوس کہ یہاں بھی آپ نے وہی روش اختیار کی جس کے نسبت عرض
 کر چکا ہوں کہ محض تعصب سے نہ کام لیجئے بلکہ وہ طریق اختیار کیجئے کہ عوام کو فائدہ ہو
 کیونکہ پھلے تو آپ کو مختصراً مضمون حدیث بیان کرنا چاہئے کہ حدیث کیا ہے۔

مطلب اس حدیث کا یہ ہے کہ حضرت کہین اشرف لے جاتے تھے آسمان سے
 ایک آواز آئی سراوٹھا کر دیکھا تو جو فرشتہ غاجر میں آپ پر آیا تھا اوس سیکو ایک کے سی
 پر طہوہ گر پایا اوس سے خوف زدہ ہو کر گھرا کے جس پر خدا نے یا ایہا الکرہ نازل کیا
 اس میں جو اعتراضات ہیں وہ سب تمہید بخاری میں بحال تصریح موجود ہیں پھر
 کیا پوچھتے ہیں۔

اس میں وہی اعتراض ہے جو کرمانی نے کہا معلق ہے اور عسقلانی نے کہا غلطاً
 اور عینی نے کہا صورت تو تعلق ہی کی ہے اور جب معلق ہوئی تو حدیث صحیح سے
 خارج ہوئی جس میں انفصال سند ضروری ہے۔

کاظم

اور اس سے بڑھ کر اعتراض کی بات کیا چاہتے ہیں کہ اس حدیث سے اور
 اس حدیث سے جو کتاب التفسیر میں ہے اس قدر ظن پیدا ہوا کہ کوئی اس کا قائل
 ہوا کہ سورہ اقراس سے پہلے نازل ہوا کوئی اس کا قائل ہوا کہ سورہ مدثر

پہلے نازل ہوا۔

کیونکہ ایڈیٹر صاحب اس سیرے کے ایک لپچا تھے ہیں کہ امام بخاری کے اس طرح بے قاعدہ حدیثوں کے لانے سے یہ سب قباغ پیدا ہوئے دیکھیے فتح الباری کو بغور۔

رہا وہ اعتراض جسکی آپ تعلیم کر رہے ہیں پس اگرچہ تقید میں اسکا اشارہ موجود ہے تاہم اسکی ضرورت نہیں کیونکہ جب بخاری صاحب کی صریحی تعریف خود کلام اللہ میں درست کر دی جاتی ہے تو معلق کا مسند کر دینا وہ بھی نہ خوب بخاری بن بلکہ دوسرے محدثین کی کتابوں کا کون مشکل کام ہے۔

رہا یہ امر بخاری نے یا دوسرے محدثینے اوسکو موصول کر دیا ہو پس آپکو مفید نہیں کیونکہ ان سب کرنے پر بھی حکم وضع سے نجات نہیں دیکھیے نظر الامانی اپنے استاد کی جو اسی بحث تعلق میں لکھتے ہیں قال ابن حزم فی المحلی ہذا حدیث منقطعہ لوتصل ما بین البخاری وصدقہ برخالل ولا یصح فیہذا الباب شیء وکل ما فیہ موضوع مطلقاً یعنی کہا ابن ابن حزم محلی میں کہ یہ حدیث منقطع ہے کیونکہ بخاری اور صدقہ بن خالد میں انفصال نہیں اور اس باب میں کئی حدیث صحیح نہیں بلکہ جو کچھ اس باب میں جو موضوع ہے۔

کیونکہ ایڈیٹر صاحب اگر صحیح بخاری کی کل حدیثیں صحیح ہوتیں یا اوس کے تعلقات میں موضوع نہ ہوتے تو امام ابن حزم انفصال سے کیونکہ انکار کرتے اور کہتے کہ موضوع کھتے۔

ایڈیٹر صاحب تو یہ فرماتے ہیں ”صحیح بخاری میں کوئی ایسی معلق حدیث نہیں جو جسکو خود امام بخاری نے کسی مقام پر موصول نہ کیا ہو، مگر اوسے استاد مولوی عبدالرحمن صاحب نظر الامانی میں فرماتے ہیں ”وان لم یذکر فیہما مع موصولاتی موضع الخرب لوبذکرہ الا لتعلقہا“ ہوا کثیر فی صحیح البخاری طویل فی کتاب مسلم صفحہ ۶۹ میں معلوم ہوا کہ بخاری کی تعلق اکثر ایسی ہی ہے کہ کہیں اوس کو موصول نہیں بیان کیا بلکہ ہر کچھ تعلق پر اور یہ بات صحیح بخاری میں زیادہ ہے اور صحیح مسلم میں کم تو اب میں کس کی تصدیق کروں ایڈیٹر صاحب کی یا اول کے استاد کی۔

رہا آخر کا پتھر ”میں ایڈیٹر صاحب اسلح سے پوچھنا ہوں کہ کیا آپ اصول حدیث کی

کتابوں دکھا سکتے ہیں کہ متابعت کی ضرورت غیر صحیح احادیث کے لئے ہوتی ہے صحیح احادیث کے لئے متابعت نہیں لاتے،

ظرف فقہہ کیونکہ بحث تو اس کی ہے کہ جس کتاب کی عوض یہ ہو کہ حدیث صحیحہ اور صحیح جمع کچھ ایسے جنہیں اتصال سند ہوتا ہے اون کی تائید اون روایتوں سے کیونکر ہو سکتی ہے جو مقطوع السنہوں یا معلق ہوں۔

یہ تو یہی بات ہے جس کے انکار کرنے یا سنا دینے سے کمال عقل نمایاں ہو گیا آپ کے مزید اظہار کے لئے میں سند بھی دے سکتا ہوں اور ایسی سند بھی دے سکتا ہوں کہ جو چارہ نہ رہو کیونکہ علامہ محی الدین عبدالقادر مصنف کتاب جو ابرہ صنیہ کا پورا کلام مذکور ہو چکا ہے جس میں وہ فرماتے ہیں اور جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ جس کے لئے روایت کی یحییٰ (بخاری و مسلم) وہ پل یا رہ ہو گیا پس یہ زبردستی ہے اور کلام گھوٹنا جو کسی طرح درست نہیں کیونکہ مسند لیث بن ابی سلم سے روایت کی ہے جو ضعف سے تھے۔ اس کا جواب وہ لوگ یہ دیتے ہیں کہ اس روایت اس شخص اعتبار و شواہد و متابعات ہو گریہ بھی درست نہیں کیونکہ کہا ہے فنا نے اعتبار۔ شواہد متابعات ایسے امور ہیں جن سے حال حدیث معلوم ہوتا ہے اور کتاب مسند تہذیب ہے۔ جس میں ان تمام صحت کیا گیا ہے تو جو روایت اس میں بطرق ضعیف وارد ہو کر کیونکہ اون کی معرفت حاصل ہو سکتی ہے۔ ملاحظہ ہو الشمس خبر جلد ۱

اب کمال ادب لائق ایڈیٹر صاحب سے دریافت کرتا ہوں کہ صحیح فرماتے ہیں آپ کا حکم کی تعمیل کی ہے اور ناقہ حلام کے قول کی تصدیق آپ کے علامہ عبدالقادر کے قول سے ثابت کی یا نہیں۔
یہ نہ سمجھے گا کہ اس جگہ کے قائل صرف علامہ عبدالقادر مذکور ہیں بلکہ آپ کے ملا علی قاری ہی اپنے کتاب الرجال میں لکھتے ہیں جو قریب اسی عبارت مذکورہ بالا کے جو ما یقولہ اننا ان من روی له الشیخان فقد جاز القسطه هذه ایضا من التجاھل والتساھل فقد روی مسلم في کتابہ عن اللیث عن ابی مسلم وغیرہ من الضعفاء فیقولون انما روی عنہم في کتابہ للاعتبار والشواہد والمتابعات وهذا لا یقوی لان الحفظ اقلوا الاعتبار

امور معروفہ بحال الحدیث و کتاب مسلم الترمذیہ
الصحة فلیف یعرف حال الحدیث الذی فیہ بطرق ضعیفة
مطلب اس کا بھی وہی ہے کہ شواہد و اعتبارات کی ضرورت تو شناخت حدیث کیلئے ہے
اور جب اس کی کتاب میں جو مترجم الصحیحہ ہو ضعیف روایتیں لائی جائیں گی تو پھر شناخت
کیونکر ممکن ہے۔ اسی مطلب کو علامہ ناقہ قد دام ظلہ نے بیان کیا تھا جو پر آپ نے کہ مطالب ہو
کہ مفرمانے میں اپنے ناحق اس وادی میں قدم رکھا ہے جس سے رہا سہا پر وہ بھی
فن حدیث کا اڑھ جائے گا اور تمام عالم پر آپ کی احادیث کا طلسم کھل جائے گا جس پر
اس قدر آپ لوگوں کو نازشس ہے۔

سابقہ مضمون کو تمام کر کے لکھتے ہیں اور پھر اصلاح کے ایڈیٹر صاحب نے متابعت میں جن
چھ ماہوں کا تذکرہ بیان میں ایک کا جوہول اور دوسرے کا مجروح ہونا ظاہر کیا، یہاں پہلا
افسوس یہ ہے کہ آپ ایڈیٹر اصلاح اور مصنف تنقید بخاری کو ایک سمجھ رہے ہیں حالانکہ خود ملاحظہ
اس اصلاح سے آپ کو معلوم ہوگا کہ تنقید بخاری کو ایڈیٹر سے تعلق نہیں۔ دوسرا افسوس یہ
ہے کہ راویوں کی مجہولیت اور مجروحیت کے اظہار کی نسبت ایڈیٹر کی طرف دی حالانکہ اس میں
نہ ایڈیٹر کا تصور ہے نہ ناقہ علامہ کا بلکہ یہ سب شیخ عینی سے منقول ہے جس کا حوالہ بھی دید گیا ہے۔
رہا متابعت و اعتبار کے متعلق آپ کا استدلال قول شیخ نووی اور مولوی عبدالحی صاحب سے
یہ سلی سلی حالت پہلے مذکور ہو چکی کہ خود آپ کے علامہ عبدالقادر اور ملا علی قاری نے ہی اعتراض
کیا ہے کہ جب کتاب مترجم الصحیحہ میں اقوال ضعیفہ و مجروحین مذکور ہوئے تو پھر کیونکر اس کا
حال معلوم ہوگا کہ یہ نکتہ سب تو معرفت احوال حدیث کے لئے لائے جاتے ہیں۔ اور قول بن
حزم مذکور ہو چکا کہ بخاری کی تعلیقات میں موضوع بھی داخل ہے تو جب موضوعات سے بھی
آئیے یہاں اعتبار ہوتا ہے تو ضعیفہ کیوں نہ ہوگا۔ بلکہ ایسی کتاب صحیح کیونکر کہی جاسکتی ہے
حالانکہ خود آپ کے یہاں ہی یہ اصول مقرر ہے و اما الضعیفہ فلذبح ساویہ و
فسقہ لا ینجیہ متعدد طریقہ جیسا کہ مختصر جالبی میں ہے۔ پھر یہاں کیونکر راویوں ضعیفہ
سے صحت حاصل ہو سکتی ہے اور اگر صحت حاصل تھی پھر ان ضعیفہ کے ذکر سے کیا فائدہ

ذرا اپنے استاد کی سعی مشکور صفحہ ۱۳۱ میں ملاحظہ فرمائے قال المنووی فشرح مسلم انما يفعلون هذا ای اذخالی لضعفاء المتابعات والشواهد لا المتابعه الاعمال علیہ وانما الاعتقاد حلیما قبلہ انتھکما نووی نے کہضعفا کو شواہد اور متابعت میں اسوئہ سے داخل کرتے ہیں کہ متابعت پر اعتماد نہیں۔ اعتماد اس پر ہے جو قبل اس کے ہی پھر امر کے لانے سے کیا فائدہ کہہ سکتا ہے اور پھر اعتماد ہی نہیں جو توثیح کیا ہوا۔ اس پر صاحب فتح المغیث فرماتے ہیں ولا انحصار لہ فی هذا ابل قد یکون کل من المتابع والمتابع الاعمال علیہ۔
 جناجتماعہما مختص اللغو تبس و معلوم ہوا کہ کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ دونوں میں کسی پر اعتماد نہیں بلکہ اجتماع سے قوت حاصل ہوتی ہے تو پھر ایسی حدیث یا ایسی کتاب صحیح کہاں رہی۔ ایڈیٹر صاحب! خدا کہہ واسطے کچھ تو عقل سے کام لیں پھر بے صدا اور تعصب متا نہیں۔!

بجستہ تردد و تکرار حدیث

پھر لکھتے ہیں دو صحیح بخاری میں جو ایک حدیث کی کئی مقام پر آئی ہے اس پر بھی ایڈیٹر صاحب نے اعتراض کیا ہے۔ ایڈیٹر صاحب! اصلاح کو معلوم نہیں کہ اس تکرار حدیث میں بہت سے فوائد ہیں سنئے حافظ ابن حجر عسقلانی مقدمہ صحیح بخاری کی فصل ثالث میں لکھتے ہیں اس میں کئی مطالب ہیں مجملوں کے یہ کہ وہ ایک حدیث کو کئی صحابی سے روایت کرتے ہیں پھر اس کو دوسرے صحابی سے روایت کرتے ہیں اور مقصود یہ ہوتا ہے کہ حدیث عزابت کی حدیث سے نکل جائے اور اسطرح دوسرے طبقے کے راویوں میں اپنے مشائخ تک وہ کرتے ہیں جو شخص فن حدیث سے بیگانہ ہے وہ اس کو تکرار سمجھتا ہے حالانکہ ایسا نہیں ہے اس لئے کہ اس میں بہت سے فائدے ہیں ایک فائدہ یہ ہے کہ امام بخاری نے اس طریقے سے بہت سی حدیثوں کی تصحیح کیا ہے۔ دوسرا فائدہ یہ ہے کہ بعض حدیثیں ایسی ہیں جنکو بعض راوی پوری روایت کرتے ہیں اور بعض مختصر روایت کرتے ہیں تیسرا فائدہ یہ ہے کہ بعض حدیثوں کے موصول اور مرسل ہونے میں اختلاف ہے جو تھا فائدہ یہ ہے کہ بعض حدیثوں کے موقوف اور مرفوع ہونے میں اختلاف ہے۔ پانچواں فائدہ یہ ہے کہ حدیث کو راوی بلفظ سے روایت کرتا ہے لہذا امام بخاری کی دوسری سند جس میں سلسلے کی تصریح ہو اس حدیث کو لاتے ہیں یا مختصراً

الجواب بیشک یہ سب باتیں آپ کے علمائے بنائی ہیں بلکہ اس سے بڑھ کر بنا گئے ہیں کیونکہ تنقید بخاری میں آپ نے ملاحظہ کیا ہوگا کہ ہر قتل والے قصہ میں امام بخاری صاحب نے آیہ کلام اللہ کو غلط لکھا ہے اور اسکی تاویل بھی آپ کے علمائے کر دی ہے پھر اس تاویل پر کچھ تعجب ہو سکتا ہے۔ مگر اس روشنی کے زمانہ میں آپ کو کیا ضرور چکر ویسی ہی باتیں بنائے جو خارج از عقل ہوں کیونکہ پچھلے غرض تصنیف صحیح بخاری کو ملاحظہ کیجئے پھر اس نثر اور حدیث کے نتیجہ کو ملاحظہ فرمائے تو خود آپ کو معلوم ہوگا اس نثر اور حدیث نے کیا نقصان پہنچایا۔ مقدمہ فتح الباری میں ہے "قال ابو عبد اللہ محمد بن اسمعيل البخاری کان عندنا حق بن راهويه فقال لوجعتم کتبنا مختصرا لصحيح سنة النبي قال فوقع ذلك في قلبه فخذت في جمع الجامع الصحيح صحت يعني مير بن اسمعيل بخاری بیان کرتے ہیں کہ جہلوگ اسحاق بن راہویہ کے پاس بیٹھے تھے تو انہوں نے کہا کہ کاش تلوگ کتاب مختصر جمع کرتے جس میں صحیح سنت نبوی ہوتی۔ کہا بخاری نے کہ اس قول نے ہمارے دل میں اثر کیا اور ہم جامع کے جمع پر آمادہ ہوئے۔"

پس جب یہ باعث تالیف یہی ہو کہ اسحاق بن راہویہ نے ایک کتاب مختصر کی فرمائش کی جو جامع ہو احادیث صحیحہ کی تو اب ایک ایک حدیث کو دوش و دوش مرتبہ لکھنے سے آپ خود خیال کر سکتے ہیں کس قدر اوس فرمائش کی تعمیل ہوئی اب اسکے نتیجہ کو ملاحظہ فرمائے کہ امام سیوطی تدریب الراوی میں لکھتے ہیں "وواختص مسلم بجمع طرق واحد يشق مكان واحد باسائة المتعددة والفاظه المختلفة فسهل تناولها بجلاذ البخار وفانه قطعها في الابواب بسبب استنطاقه الاحكام ومنها واوشكت ان يرا منها غير مظنته قال شيخ الاسلام ولهدا اثر في كتاب امر صنف في الاحكام من المغاربة بعد علم كتاب مسلم في سياق اللتون دور البخاری لتقطيعها قال واذا امتاز مسلم بحد البخاری في مقابلته من الفضل ما ضمت في ابوابه من الترجمو التي حوت الاحكام صفحہ ۲۷۔ یعنی صحیح مسلم مختص ہے ساتھ جمع طرق احادیث کے ایک جگہ پر ساتھ اسانید متعددہ و الفاظ مختلفہ کے جس سے تناول اوس کا آسان ہوا

بخلاف بخاری کے جس نے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اور احادیث کو بابوں میں بسبب سببناط
 کرنے احکام کے اوس سے اور وار د کیا اکثر حدیثوں کو غیر محل میں کہا شیخ الاسلام نے اسویو
 سے تو اکثر تصنیفیں کو علم و مغرب سے کہتا ہے کہ جن لوگوں نے احکام میں کتابیں تصنیف
 کیں اور انکا اعتماد صحیح مسلم پر ہوتا ہے متون احادیث میں بخاری پر جس نے حکمہ ٹکڑہ کر ڈالا
 حدیثوں کو۔ کہا جب مسلم اس فضیلت میں ممتاز ہوئی تو بخاری کو اس کے مقابلہ میں
 یہ فضیلت حاصل ہے کہ انہوں نے قطعاً حدیث کو ایسے ایسے بابوں میں لکھا ہے جس نے
 حیرت میں ڈال دیا افکار کو صحیح بخاری کی یہی عیوب نہیں ہیں جو مذکور ہوئے بلکہ آپ کے
 اوستاد مولوی عبدالحی صاحب تکررہ الراشدین فرماتے ہیں **ودلائق ان اشتمال**
الکتب الحدیثیہ علی نفس الاخبار من دون خلط ارباب الاخبار بجمعها علی
صاعدھا من الکتب المختلطہ بالاحادیث والراء الاھمۃ المبتوعۃ
لذالك فضل جمع منہم صحیح مسلم والنسایوسری علی صحیح البخاری وانکان
صحیح البخاری مفضلاً علیہ بحسب الصحیحۃ والوجودۃ ۶۹ سب کا خلاصہ یہ ہے کہ جس
 کتاب میں صرف احادیث رسول اللہ ہوں وہ افضل ہے اوس صحیح میں اور آئمہ کے آری بھی شریک
 ہوں اسویو بہت سے لوگوں نے صحیح مسلم کو صحیح دی صحیح بخاری پر بس بحسب تصریح آپ
 کے اوستاد کے صحیح بخاری کتب مخلطہ مخلولہ سے ہے۔

یہاں ہر ذی عقل سمجھ سکتا ہے کہ عالم کا کام رفع ہے اسی غرض سے تصنیفیں ہوتی
 ہیں اجتہاد کیا جاتا ہے ابواب فضول مقرر ہوتے ہیں کہ طالبان علم کو سہولت ہو۔ آسانی
 ہو حیرانی و پریشانی رفع ہو اور امام بخاری کی تالیف یہ غرض ہے کہ ہر شخص حیرت
 ضلالت میں ڈوبا رہے جبکا آخری نتیجہ یہ ہوا کہ صاحبان عقل و شعور نے بخاری سے
 حدیثیں یعنی چھوڑ دیں اور صحیح مسلم پر نقل احادیث کا دار و مدار رکھ لیا۔

اڈیٹر صاحب! اس تکرار بیکار نے یہی نہیں کیا کہ صحیح مسلم کا رتبہ اس سے اعلیٰ قرار پایا بلکہ
 جامع ترمذی کو بھی اوس پر فضیلت دی گئی۔ جامع الاصول ابن اثیر جزئی میں یہ بذیل ذکر ترمذی
فہ تصانیف کثیرہ و فعال الحدیث و هذا کتبیہ صحیح حسن الکتب و اکثرھا فائدتہ
و احسنھا قریشا و اقلھا انکارا فیما لیس غیر من ذلک الذہب و وجوہ الاستدلال

اگر اخصاً کا خیال نہ ہوتا تو تاریخی حیثیت سے بتا دیا جاتا کہ اہل سنت کے جتنے مذاہب ہیں
 اوہنوں نے جس قدر روز پنجامرف بزور شمشیر سلطنت دیکھو امام ابو حنیفہ کے
 شاگرد ابو یوسف دربار خلافت مہدی عباسی میں قاضی مقرر ہوئے عیض دارون رشید
 نے انکو قاضی القضاة بنا یا اب جو تادمی مقرر ہوئے ان کے حکم اور مشورہ ہی کہ سوا
 حنفی کے کسی کو دخل نہیں سنا علیہما بن فلکان لکھتے ہیں قال عمار بن ابی صالح ما
 کان فی اصحاب ابی حنیفہ مثل ابو یوسف لولا ابو یوسف ما ذکر ابو حنیفہ الا
 محمد بن ابی ایلی ولكنہ هو الذی نشر قولہما وبت علمہما یعنی شاگردان ابو حنیفہ
 میں کوئی شخص ہمسرا ابو یوسف نہیں ہوا اگر وہ ہوتے تو ابو حنیفہ کا نام بھی کوئی بیستا
 اسکا نام جو قومی منصب کہ امام ابو یوسف نے پور شاگردان امام اعظم کسی کو چھڑا تھا میں نہ
 رہنے دیا۔ مگر خود اپنے استاد کے مجہود کو درست کرنے لگے جیسا کہ امام غزالی سخول
 میں فرماتے ہیں استنکف ابو یوسف و محمد عن اتباعہ فی تلغی مذہبہما را یا فیہ
 ہن کثیرۃ الخبط والخط والتوسط فی الفنا اقصاۃ یعنی ابو یوسف اور محمد میں
 شبہائی نے دولت مذہب ابو حنیفہ سے انکار کیا بسبب اسکے کہ دیکھا او بخون نے کثر خبط و
 خلط کو اور کثرت تفاققات کو ان مسائل میں۔

یہ تسلط انکا ایسا قوی ہوا کہ مذہب امام مالک کا قدم اسلامی دینا سے بالکل اوکھڑ گیا
 حالانکہ خود منصف و رواۃ حنفی دو صدیوں سے عیاضی حلیفہ نے اس مذہب مالکی کی
 سرپرستی کی تھی اور اسی مشورہ کی ہدایت بقنیم کے مطابق امام مالک نے صوطا
 القنیفہ کی آئیگی تو اسوجہ سے کہ امام مالک مدینہ کے رہنے والے تھے کچھ اسوجہ سے
 کہ امام ابو یوسف کبھی بیت پرورد تھے بلکہ عیاضی سے مدینہ امام مالکی کے قریب
 اور غزالی کے ارادہ سے میں جا کر اوس کو پتہ ملی حوثانہ عیاضی سے خارج ہوا تھا
 الامامان ابن خلکان میں جو صفحہ ۲۱۶ جلد ۱۱۱ جلد ۱۱۱ جلد ۱۱۱ جلد ۱۱۱ جلد ۱۱۱
 الحکم اندلسی مذہبان انتشار فی سبۃ ۶۶۶ جلد ۱۱۱ جلد ۱۱۱ جلد ۱۱۱ جلد ۱۱۱
 ابو حنیفہ قضاۃ اولی تصناء القضاۃ ابو یوسف یعقوب صاحب ابو حنیفہ

كانت القضاة من قبيل من كان لا يولى قضاء البلدان من اقصى المشرق لخصي
 الاحصاف والمذمومين اليه والحنزب ومن ذهب مالك بن انس عندنا بلاد
 زانده فانه بن يحيى كان ملتمعا عند السلطان مقبول لبقول في القضاة فكان
 لا يوافق في اقطار بلاد الاندلس الا بمشورته واختياره ولا يشير الا باصحابه و
 من كان عليه حنزب والناس سماع الى الله بما قبلوا اعلم ما يجوز بلوغ اعيانهم
 به في المذمومين بن يحيى فبول قضاء قطرا لا اجاب اليه وكان ذلك زلتا في
 جلالتهم عندهم وداعيا الى قبول رايه لديهم يعني كما امام ابن حزم في ذكره في انباء
 امره بزيارته واست وكموت رواجها اليك نزيب ابو حنيفة في ذكر ابو يوسف وجماسا كرو
 حركه بغداد قاضي القضاة مقرر هو لهذا بلاد مشرق من افريقية كوني قاضي بلا ان ك
 نيرة او حكم في مقرر يوتا اوريا او بنين لوكون كوقر كرتي جو نزيب ابو حنيفة يرونه
 دوسر نزيب مالك بن انس من بلاد اندلس من رواج يابو نيكه يحيى بن يحيى كوني
 سلطان من بهت دخل نهايت كچي محكمه قضا من اسكا قول وكم تولى بها لهذا تاعي بلاد اندلس
 من جو قاضي مقرر يوتا اوريا مشوره من رواج او بنين لوكون كوقر كرتي جو نزيب
 نزيب مالكي يوتا لهذا تمام سلطانون في بطيح دينا اسي نزيب كوقول كيا او ماسيا كروي
 علامه مقرر يوتا نوان مغربن باديس حل جميع هل فريقة علمه است
 بل نزيب مالك ونوا اعدا من المذاهب فرج اهل فريقة واهل الاندلس
 كلهم الى مذهب مالك الى اليوم رعيه اعدا سلطان وحوصا على طلب
 للمينا اذ كان القضاء والافتاء في جميع تلك المدن وسائر افرقي لا يكون
 لمقتضى الفقهاء علم مذهب مالك فاضطرت اعدا اذ احكامهم وفتاؤهم
 ففتاؤهم المذهب هنا اخصوا بطريقه الا هذا اذ افسا مذهب ابا حنيفة سبل الاندلس
 يعني مغربن باديس في تمام اهل فريقة كوجو كيا اسي نزيب امام مالك كوقول كين
 اور ديكير مذهب كوتوك كرين جس سے تمام اهل فريقة واندلس نے اسی مذهب كوقول
 كيا اسي نزيب طلب دينا كير كوا قاضي يا قضي وبي شخص مقرر يوتا جو نزيب امام مالك كوني

لہذا رعایا مضطر ہوئے طرف قبول کرنے مذہب مالک کے جس سے اس مذہب نے وہاں
 ویسا ہی رواج پایا جیسا کہ مذہب ابو حنیفہ نے بلاد مشرق میں رواج پایا تھا
 اسکے بعد امام شافعی کا دورہ آیا جنہوں نے مذہب امام مالک اور امام ابو حنیفہ کو مخلو ط کر کے
 ایک نیا مذہب بنایا جیسا کہ ابن خلدون لکھتے ہیں **وفقوا بعد مالک بن انس محمد
 بن ادریس المطلی الشافعی رحل الى العراق من بعد مالک ولقى اصحاب
 الراء ابو حنیفة واخذ عنهم وخرج طريقة اهل الحجاز بطريقتهما ههنا العراق
 واخص بذهب وخالف مالک في كثير من مذهبه**
 چونکہ امام ابو یوسف کی بدولت تاحی مالک عراق میں مذہب حنفی کا چرچہ مٹا اسلئے امام
 شافعی کی امامت نہ چلی سکی۔ وہ مصر میں تشریف لائے جو اگرچہ خلافت کا تابع تھا
 مگر عیشہ سے ایک عمدہ حصہ سمجھا جاتا۔ مگر انوس کہ یہاں نبی حسب خواہ فریق انکو نہ پورا
 کیونکہ چند ہی روز میں مصر پر خلفائے اسمعیلیہ کا قبضہ ہو گیا جس سے فقہ اہل بیت کا
 عمل و دخل مٹ گیا اور پچھ اور دو سو برس تک یہی حالت رہی۔ مگر سلطان صلاح الدین نے
 جو عذر میں بے قطر پر ۶۷۰ھ میں آثار دولت اسمعیلیہ کو مٹانا شروع کیا اور چونکہ
 بن درباس بارانی شافعی کو قاضی مقرر کیا اوسنے۔ **بہب الشافعی کہ مذہب رواج پایا
 کیا علامہ مقرر فرمایا لکھتے ہیں** **وخطا من الون اربعة عباد بن ابي حنيفة المذاحم
 المناصير صلاح الدين بن يوسف بن ايوب في حكاية الامامة سنة اربع مائة
 وخمسة و سبع في تغدير الدولة وجم على العاصم ووقع باحوال الدولة ثم عدا الكو
 والشاذلية مصر ودرسها الفقهاء الشاذلية ويدررسها للعقبة المالكية
 وصرف قصاة مصر الشيعة كلهم فوض القضاء لصلح الدين عبد الملك بن
 درباس المائني الشافعي فلم يستتب عنه في اقليم مصر الا من كان الشافعي
 المذهب فظاهر الناس من سيرة بذهب مالک والشافعي واخص مذہب
 الشيعة والاسمعية والاهلية حتى فقد من الرض مصر كلوا المستط
 مصر وروج بيسمى الاشعور سلطان صلاح الدين نے دنا رستہ کو سنبھالا اور**

شروع کیا تیسرے دولت اسپیلی میں اور عائد باندہ لو مجبور کیا اور امر اور سعادت و سرکار کان
 لشکر کے قلع وقع میں مشغول ہوا اور مصر میں ایک مدرسہ فقہاء و شافعیہ کیلئے بنایا اور ایک
 مدرسہ فقہاء مالکیہ کیلئے۔ اور زہرہ شہید کے جتنے قاضی و اہل علم تھے ان کو علی ہر گز دیا اور صدر الزمان
 عبدالملک شافعی کو قاضی بنایا جو صرف اربعین لوگوں کو منصب فقہاء پر مامور کرنا ہوتا تھا
 جس سے مرہب مالکی و شافعی نے وہاں رونق لایا اور چھٹی ہو گیا اور شہید و اسمعیل و امیر بہا
 ملک تمام مصر سے یہ مذہب اوٹھ گیا۔

ان واقعات سے جہاں یہ معلوم ہوا کہ ہر مذہب نے اپنی سنت کے بزور وساطت و حکومت سے رواج پانا
 اور مجبور کرنے کے گا اس کا دایا گیا وہاں بھی معلوم ہوا کہ انہوں میں مذہب شافعی کی تبلیغی سر
 بھی پوری کوشش کی گئی کیونکہ صاحب الدین نے اپنے ہتھے رہنے ہی سے مرہب
 شیعہ کو اٹھا دیا حالانکہ خلفاء اسمعیلیہ کی روٹ پائی ہوئی تھی۔

اسی سے بھی معلوم ہو سکتا ہے کہ کسی کس قدر متعصب ہیں اور شیعہ کس قدر کونکے نامی تاریخ
 کو آپڑھ جائے تو انہیں آپکو کوئی واقعہ ایسا نہ لگا لطفاً یا سزا طین شیعہ نے کسی کو قبول نہ
 شیعہ پر مجبور کیا ہو کیونکہ لاکھا فی الدین پر ان کا عمل ہی مگر اہل سنت ہر جگہ اور
 زبردستی سے کام لیتے ہیں کہ بزور شیعہ قبول مذہب پر مجبور کرتے ہیں۔

امام احمد بن حنبل کی ولادت ۱۵۰ھ اور وفات ۲۴۱ھ میں ہو سو وقت تک انکا
 درجہ ایک محدث کا تھا کہ علم حدیث میں کامل تھا۔ ۱۵۰ھ سے اس فرزند کا ظہور بحقیقت مذہب
 ہونے لگا کیونکہ امام محمد بن جریر طبری نے حسب فرمائش معتق بن ابی نزار نے حسب سنی حدیثوں
 کتاب لکھی تھی جس کا نام احکام العلماء تھا اس میں نمایاں ہے کہ ان کے قول تھے کہ امام
 احمد بن حنبل کا نام نہ لکھا کہ کسی قول کو؛ کئی طرف منسوب کیا کیونکہ ان کے خیال میں یہ حدیث
 تھے فقہ نہ تھے۔ لہذا طرف اہل ان امام احمد بن حنبل ان سے ناراض ہوئے اور انکو کفر میں بند
 کیا آمدورفت لوگوں کی بند کر دی۔ اسی زمانہ سے اس فرقے نے ہی لباس شہرت پہنا اور
 لوگوں کو معلوم ہونے لگا کہ دنیا میں یہ ہی کوئی فرقہ ہے۔

۱۵۰ھ میں بغداد میں اسپرقت قائم ہوا کہ ابو بکر مروزی حنبلی کے معتقدین نے

عسی یک ان سینگ مقام محمود کی قبر میں بیان کیا کہ خداوند عالم ہر وقت ہر شے پر
رسول اللہ کو اپنے ساتھ بھیجا اور دوسرے لوگوں کو بھیجا یہاں تک کہ مراد اوس ہی لقاعت اس وقت
سے فتنہ ظلیقہ قائم ہوا اور طرفین سے بے انتہا لوگ مارے گئے جسوقت ہمارے کمال جلدہ
۳۲۰ھ میں خاص بغداد میں مخالف کار زیادہ ہو گیا وہاں فرعون عجیبے اپنی باور
شورش برپا کی کہ قال شہر بہت کچھ کوشش کی کہ وہ اپنی حرکتوں سے باز آئیں مگر وہ منہ نہ ہوئی اور
اون کے فتنہ و حساد سے لوگ اگر خلیفہ راضی بائیں نے تبدیلہ اون کے متعلق ایک فرمان جاری
کیا جس میں زجر و تہج کے بہت سے مضامین درج تھے از اجلہ جناب کے اعتقاد تشبیہ و تجسیم کا
نہی یہ ذکر کیا کہ اسے گردہ حساباً تھار مکان فاسد ہے کہ تھاری بھونڈی صورت اور کج شکل
مثالی رب العالمین ہے اور تھاری ہڈی بہت مثالی ہیئات ضرابی تھارا اعتقاد ہے کہ خدا
کے ہتھ اور اونکے ان او باؤں اور زرد زردی جو تھوڑے اور گھوڑے والے بال ہیں اور وہ بھی آسمان پر
چڑھتا ہے اور کبھی دنیا کی طرف اور تھارے بغور ذباختہ میں ذلک تعالیٰ عما یقولون لفظ اللہ
والجاحدوں علو اکبر ارفع ذلک تھارے یہ شعار ہے کہ برگزیدگان است محمدیوں تشبیح
کرتے ہوا اور پیروان و ہوا خواہان دو دران رسول اللہ (یعنی مطیعان بحسبہ و علویہ) کو کلمہ کی
طرف منسوب کرتے ہوا اور مسلمانوں کو اپنی اولیٰ کھلی ہوئی بیعتوں اور پرچور طریقوں کی طرف بلاتے
ہو جو بالکل مخالف قرآن ہیں۔ آمد سلف کی زیارت قبول کہ تو منع کرتے ہو اور خود ایک ایسے شخص
کی زیارت قبر کے لیے مجرم ہوتے ہو جو محض عوام میں تھانڈی شہرت تھانہ عالی نسب جناب
سعادت کری اوس شیطان پر جیسے تھارے لئے ان منکرات کو زینت ہے اور وہ ہیں بہکار کتب
سنو امیر المؤمنین جن ابی قوم کھاتے ہیں کہ اگر تم اپنے ان ناشائستہ اقوال و افعال و باز
نہ آئے تو تلوار تھاری گردنوں پر چلیگی اور تھارے مخلوق اور گھروں میں آگ لگا دی
جا سگی اور جلا وطن کئے جاؤ گے۔

اس واقعہ نے اس قسم کے صدمہ پانہ فتنات نہ جو اس کے بعد پورے پورے ہو گئے اگرچہ
اس وقت کو شہرت دی مگر اسلامی سلطنت تباہ ہوئی اور خلافت بعد ازاں ہمیشہ کھٹکتا رہا
یہاں تک کہ آٹھویں صدی میں ابن تیمیہ نے اس مذہب کو از سر نو زندہ کیا۔ اگرچہ قیدی میں

مرے گمراہوں کے شاگرد اور پیرو تازہ کرتے گئے پھر تیرہویں صدی میں عبدالوہاب نجدی نے اس مذہب کی اشاعت میں جو کچھ کر دیا وہ کہ بلا میں بدعتیں لیکن تاخرین تواریخ پر ظاہر ہے اس کے بعد شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ تعالیٰ شہید وغیرہ ہندوستان میں اس کے مروج ہونے آخرو میں نواب صدیق حسن خان کو بھوپال میں تسلط ہوا اور ان کی حکومت وقت سے اس فرقہ کو وہ قوت حاصل ہوئی کہ اب حنفی پر وہی لوگ غالب ہیں۔

الغرض اہل سنت کے آج جتنے مذاہب دین میں پھیلے ہوئے ہیں اسی زور اور زبردستی کے دعوے سے کہ جہاں انکو صریح ملامتوں نے خور تزی کی کہ اپنے مذہب کو پھیلایا۔

غرض اہل سنت کا کوئی مذہب ایسا ملے گا جس کے شہرت و رواج میں فتنہ و فساد۔ زور و سلطنت اور تیز و تلواریں نہ مدد دی ہو۔ اگر کچھ تفصیلی حالات دیکھنا ہو تو ہمارے قائل دوست مولوی غنیمت علی صاحب کار سالہ کشف الغائب عن حدود المذہب ملاحظہ فرمائیں

تقصان علم کلام اہل سنت یہاں تک تو اپنے علم کلام کے وجود کی ضرورت بغرض پردہ داری خلفا ابی امیر اور اسکی اشاعت کی وجہ بذریعہ خونریزی ملاحظہ کی کہ ہر فرقہ کی اشاعت محض

بزر و سلطنت ہوئی اور یہی دیکھا کہ ہر زمانہ کے جدید علموں نے اپنے اپنے عہد کے مطابق اس علم کلام کو درست کرنا چاہا کج مضمون بڑھتا گیا جیوں جیوں دوا کی گئی کج

بنا اور الفاسد علی القاسم کے مطابق غلط اصول قائم کرنے کے اور غلط رفتار پر چلے رہے جس سے

بجو خرابی کوئی نتیجہ پیدا ہوا۔ یہی سبب ہے کہ مولوی شبلی صاحب کو صاف صاف گھدینا پڑا اور علم کلام نے اگر بارہ سو برس کی پائی لیکن کمال کے رتبہ تک نہ پہنچ سکا پیدا ہونے

کے ساتھ ہی اس کو سخت مخالفت کرنی پڑی تمام محدثین بلا تکرار مجتہدین (عجب امام ابو حنیفہ) اس کے دشمن بن گئے۔ دولت عباسیہ کی حمایت کی بدولت وہ برباد ہونے

سبب کی ایک مقبول عام نہ ہو سکا جو محدود فرقہ اس کا طرفدار تھا اور سکو ترقی دینا چاہتا تھا وہ اعتدال کے نام سے بدنام تھا۔ اہل سنت و جماعت مدت کے بعد اویکی

طرح متوجہ ہوئے لیکن وہ فلسفہ و عقلیات کے آشنا نہ تھے کیونکہ اس گروہ میں اب تک..... فلسفہ تو فلسفہ منطقی کا سیکھنا ہی ناچار تھا، امام

غزالی نے جرات کر کے منطق، کونویزی، گروہ میں روشناس کیا۔ اسے تعلق سوسلف کو بھی اس بزم میں پارہیابی ہوئی۔ رفقہ اور عقلیات کی آمیزش سے علم کلام نے ایک دوسرا قالب اختیار کرنا شروع کیا تھا اور امام، رازی و آندی جیسے لوگ پیدا ہونے شروع ہوئے تھے کہ دفعہ تاتاری کی طرف سے اس زور کی آندھی اٹھی کہ اسلام کا نام دفتر براگندہ ہو گیا۔ مشرق نے تو پھر سنبھلا ہی نہیں لیا۔ شام و روم میں ملکی طاقت سنبھل گئی لیکن وہاں کی خاک، مشرق کے سے دل و دماغ کیان سدا کر سکتی تھی، اس کے ساتھ اجتہاد ہی قوت تمام قوم سے منسوب ہو چکی تھی ایشاعہ کی فرسٹ عمارت کے کچھ آنا رہا باقی رہ گئے تھے متاخرین اسی پر اوسے رکھتے گئے وہی عمارت سر آج پرستش گاہ عام بنتی ہے، امام غزالی اور ابن ارشد نے جو مینا کاریاں اور جواہر نگاریاں کی تھیں اسکی آپ کو خبر بھی نہیں۔

علم کلام کے ناقص رہنے کی سبب بڑی وجہ یہ ہوئی کہ حیالات کا آزادی سے ظاہر کرنا ممکن نہ تھا اور دولت جہاں کے آزادی پسند ہوئی ہم تعریف کرتے ہیں لیکن یہ آزادی صرف حکومت تک محدود تھی عوام کا ہر زمانہ میں یہ حال رہا کہ جو بات اونکے فہم اور جنال سے باہر ہوتی تھی اوسکے اظہار و وہ جان کے دشمن بن جاتے تھے۔ سلطنت کی روک تھام سے صرف اس قدر ہو سکتا تھا کہ کسی کی جان کو خطرہ نہ پہنچنے پائے لیکن صرف اس بندش سے کیا کام چل سکتا تھا عوام جس کو چاہتے مرد و عام کر سکتے تھے۔ سب و دشنام دے سکتے تھے، امام و راحت سے سبر کرنے میں خلل انداز ہو سکتے تھے اس سے بڑھ کر یہ آفت تھی کہ ظاہر رست فقہاء بھی عوام کے ساتھ ہو جاتے تھے اور کھڑے فتوؤں سے انسان کا زندہ رہنا مشکل ہوتا تھے امام غزالی، آندی، رازی، ابن ارشد، شہرستانی اور ابن تیمیہ کے حالات اور پڑھ آئے ہوں میں ایک بھی فقہاء کے فتوؤں کے حملہ سے بچ سکا، حالانکہ ان ہر گونے بہت کم آزادی سے کام لیا تھا اور کچھ کہتے بھی تھے تو سوجھ بوجھ کر کہتے تھے۔ امام غزالی وغیرہ کی تصنیفات پڑھو تو صاف نظر آتا ہے کہ سیکڑوں حیالات دل میں بھر رہے ہیں لیکن زبان تنگ نہیں لاسکتے جو اہر انقرات میں لکھتے ہیں کہ بعض کتا بو نہیں ہے کچھ جلی

جیالات بیان کے ہیں لیکن قسم دلائی سے کہہ کر ظاہر ہے کہ لوگوں کے دیکھنا میں اور کسی کے ہاتھ میں نہ جانے پائین اہامہ صاحب اور اور بزرگوں کے اس قسم کی تصویحات، ہم کتاب کے دوسرے حصہ میں نقل کریں گے۔

یہ اسباب تھے جن کی وجہ سے آئمہ فن کے اہل جیالات، یا سب سے ظاہر ہو سکے یا ہوئے تو اس طرح کسی نے سمجھا اور کسی نے نہ سمجھا۔

محقق نے البتہ جو کہنا تھا کہیں کر کہا جسکی وجہ تھی کہ وہ کو عوام سے سروکار نہیں ہونا تھا یعنی نہ وہ واعظ ہوتے تھے۔ نہ فتویٰ دیتے تھے، نہ امامت و خطابت کرتے تھے، لیکن اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ آئمہ کی ایک تصنیف بھی موجود نہیں، کتابوں میں اگر ان کے حالات اور اقوال مذکور نہ ہوتے تو یہ نہ لگتا بھی مشکل تھا کہ وہ دنیا میں یہی تھے ہی یا نہیں۔

علم کلام ابتدا میں اگرچہ ایک مختصر اور سادہ علم تھا لیکن رفتہ رفتہ اس میں جو چیزیں اضافت ہوتی گئیں اوس کے لحاظ سے اب علم کلام دو چیزوں کے مجموعہ کا نام ہے۔

(۱) اسلامی عقائد کا اثبات (۲) فلسفہ مطابقت اور دیگر مذاہب کا رد، (۳) رسالہ کلام یہ ہیں وہ حالات علم کلام اہل سنت کے جو آج تک عوام سے مخفی رکھے گئے اور بولوی شہلی نے اسے اس آنا دی سے اوس کو ظاہر کیا ہے لیکن اہل علم اور اہل سنت سے جو اس علم کلام کا شیعہوں کے بقا بل میں نام لے کر کہہ کر کوئی انکا عالم کفر و تہذیب کے الزام سے پاک ہے نہ کوئی اصل ان کے اصول و قواعد سے دوست ہو بلکہ تہمت جانتے جہالت بی عقلی کا مجموعہ ہے اور عوام کے خوف سے کوئی ولی راز اپنا نہیں ظاہر کر سکتا اور وہ سچا فرسودہ عبارت پر روکے رکھتے چلے جاتے ہیں جو تیز ہوا کے جھونکے میں ایک منٹ کے لئے بھی نہیں ٹھہر سکتا جس سے آخر دست برداری ہونا پڑتا ہے بولوی شہلی صاحب شاہ ولی اللہ صاحب کے حالات لکھتے ہیں۔

شاہ صاحب کے زمانہ میں علم کلام کا جو سرمایہ موجود تھا وہ صرف متاخرین ایشیاء کی تصنیفات تھیں شاہ صاحب کی تربیت و تعلیم اسی طریقہ کے موافق ہوئی تھی لیکن انکی ایجاد و طبیعت پر ان چیزوں کا کچھ اثر نہ ہوا اور انھوں نے علم کلام کے مسائل

بالکل نئے اصول کے موافق ترتیب دئے۔ اشاعرہ کے جو میراث مسائل میں شاہ صاحب

ان کے عموماً مخالف ہیں، صفحہ ۱۱۵ علم کلام

اس عبارت سے ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ یہ اصول اشاعرہ کے کسی کمزور اور بوسے تھے کہ آخر شاہ ولی اللہ کو طلسم کوڑنا پڑا اور نئے اصول بنائے پڑے اور کل مسائل اشاعرہ جو مخالفت کرتی تھی انہوں نے اختصاراً کجاہاں ہمارے قلم کو اس طرح روک رہا ہے کہ کچھ لکھ نہیں سکتے ورنہ بتا دیتے کہ شاہ صاحب نے جو اصول قائل تھے ان میں وہ کس دہرہ غلط ہیں اور جب تک حکم خدا اور رسول کی طرف نہ رجوع کریں گے کسی طرح نہ ان کے اصول درست ہو سکتے ہیں نہ فروع اور وہ ٹھہرے علم کلام فرقیہ شیعہ اثنا عشریہ ایچ ایم اللہ بن۔ یہی وجہ ہے کہ شاہ ولی اللہ صاحب کو یہی وہی خطاب اب عطا ہوئے جو ان کے برہمن شہرہ دوان کر طے تھے۔

اصول علم کلام شیعہ اب ہمہ زبان سمجھیں یہاں جملہ مسائل خواہ اصول دین کے ہوں یا فروع دین کے و دریک ایہ مسئلہ سلسلہ میں نہیں بال بھر کا فرق نہیں صحرا ط مستقیم ایک یہ بات نا بدیاری چہرہ اندھا بھی اٹھ نہ کرے نہ چلا جائے۔ کیونکہ اس کی ابتدا رسول اللہ سے ہے جو خدایت بذریعہ نبی و الہام لائے اور اس کی استقامت و ماصون پرچوں کی خلقت اس کو تھی جو رسول اللہ کا نورا تھا اسی وجہ سے نہ اس میں تبدیل کی ضرورت ہے نہ تغیر کی۔ نہ کہیں غلطی ہو نہ کہیں اصلاح۔ نہ کہیں اشاعرہ کی شکوہ ہے نہ اعتراض کی عزت گری۔ نہ ہر صدی پر علم کلام کا نیا نسخہ شریع ہوتا ہے نہ ہر عالم کی آدیت یا دورہ۔

قرآن کو پڑھو۔ احادیث صحیحہ رسول اللہ کو دیکھو۔ کچھ البلاغت و بلاغ جو جناب امیر المؤمنین کے خطبوں کا مجموعہ ہے آئندہ اظہار کی دعاؤں۔ اور حدیثوں خصوصاً صحیفہ کاہل سے نقلیں دو تو ایک کچھ بلا بال برابر ہی فرق نہ پاؤ گے۔ نہ کہیں عقل کے خلاف ہے نہ کہیں زبردستی کی تاویل۔ نہ کسی کو اس میں بائی کا منہ ہے۔ نہ موجب ہونا کا وجہ سب کے سب ایک ہی ایک خاصہ کے پابند ہیں نہ کہیں کمزوری ہے جو دوسرا شہ زور کا۔ نہ کہیں ہر ایک سے بڑھ کر پلایا جائے۔ نہ کہیں فرق نہ ہو سکتا ہو

جو علم خدائے ویا رسول شہرے پہنچایا۔ آنکھوں نے اسکی نیسل کی اور مرعبا کو بتایا نہ کہیں ہو اور
کی کتاب تصنیف ہوئی ہے اپنے لئے علیہ ذہ اور عوام کیلئے علیہ۔ نہ سلطنت کی وقت دوسرا
حکم سے نہ زوالِ حکومت کی وقت دور۔ قاعدہ۔ نہ ذہب کے لئے جنگ جو نہ جہاں نہ
خون نری کہ ہمارا علم کلام نہ مانو گے تو خون بہائیں گے۔

جو کچھ ہے وہ خدا اور رسال کی تعلیم ہے۔ اسی وجہ سے آج تیار کا سو برس گذرنے پر بھی ان کے
دوبی عقائد میں جو خاص جہد رسول اور آئمہ اطہار کے تھے۔ انکا وہی معمول ہے جو اب وقت تھا
شان کی شریعت کا پیکر خدا و رسول و امام کو نبی بانی ہے۔ ان کے علم کا کلامی درست کرنے
والا جو طریقہ چلے تھا وہی اب بھی ہو لاکم و کاست۔ کیونکہ سب خرابیوں کا منشا جہات ہے اور
جہاں اس کا چشمہ علم۔ وہاں وہ لوگ عالم بنائے گئے جو ایسا جہاں بھی نہ جاتے تھے
وہاں وہ لوگ خلیفہ قرار پائے جو ایک ایک مسئلہ میں دیر پوزہ لڑی کرتے۔ ان سے اونٹ
پوچھ کر تو قصداً فیصل کرتے اور مسائل میں فتوے دے جاتے اور جہاں جہاں سے مسئلہ کیا گیا
تھا ملکہ اس کے ارشاد و ہدایت کے مقابل میں اسی اپنی اپنی رائے لیا جاتی۔ ان کا نتیجہ ہوا
کہ ہر وقت اس میں جدت لے لے کی رہ رہتی رہی۔

اگر وہ عالم علم لدنی نہ موجود ہو تا تو یہی انکی ناستی یہی تہی تہی کیوں کہ سب جاہل ہے جو اب تک
یا اس عالم کی طرف رجوع کرتے تب سب بائیں درست ہو جاتیں مگر خدائے اتمام حجت کے
لئے اس عالم علم لدنی کو اس وقت تک زندہ رکھا جیتا کہ اسکی مصلحت تھی جس سے
ان جاہلون کی جہالت کھلتی رہی۔ اور یہ شیطان ہے ان کے نفوس پر بند کیا
عس و ریافت نے جھٹلے نہ دیا جو ہر امر کی حقیقت کو دریافت کرتے۔ انکی بائیں سنتے تھے۔ اور
اپنے علوم کو اسی کے پیرانا چاہتے تھے کہ ماہہ کرد و سوسطریقہ سے اسی جو خرابی بہتی لئی
اور کیسی طرح درست نہ کر سکے۔

تیب قرآن مجید اگر صرف قرآن مجید ہی پر غور کر تو سب عقائد کھل جائے کیونکہ باعناق پر تہ
نہایت ہے کہ حضرت علی نے عہد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ سے خدا
اکلام حضرت پر اور تھا اس کو جناب امیر سے لکھا دینے تھے اور جو کچھ اسکا مطلب ہے

مفہوم ہوتا وہ بھی بتا دیتے تھے جس پر حضرت نے صد مرتبہ فرمایا تبارک فیکم القلین کما انشد
و عترتی۔ یہاں تک کہ رسول اللہ نے دنیا سے انتقال کیا اور جناب شیرواں میں مشغول ہو گئے
کہ ان پر زون پر زون کو لیک جا کر بن۔

اب بتاؤ وہ قرآن حضرت سے کیوں نڈیا گیا اور اس پر جملہ ائمہ کبار نے کیا کیا جواب دیے
نوبت آئی کہ یہ خلافت میں ترتیب قرآن کی ضرورت پڑی اور فریضہ ویدل کی نوبت آئی
یہاں تک کہ حضرت عثمان نے آخری دور میں اسکو مرتب کیا اور باقی نسخوں کو منسوخ کر دیا اور
خود تصحیح انصاف کر دیا کہ آخر حضرت علی والا قرآن کیوں نہ لیا گیا کیا اس سے انکی خلافت
مجھن جاتی۔ یا خلافت میں نفی آجانا کیا معاذ اللہ حضرت علی نے اس میں کچھ تحریف کیا
تھا جب ان باتوں سے کوئی بات نہ بنی تو پھر لیا وجہ ہوئی کہ جو قرآن اس قاعدہ کو مرتب
ہو کہ ہر روز رسول اللہ لکھوا ہیں اور وہی تفسیر تائیں۔ وہ تو پوچھو بیجا آدمی اور اس کے
حکیم سادات، سو حافظ قرآن جنگ ید میں لگے ہو چلے پوچھ پوچھ کر مرتب کیا جاتا تو پھر لکھو
ایسا مجھو نہ کامل صحیح جاسکتا ہی اور جو انیم یا اعتراض پر وارد ہوتے ہیں اس کا کرانہ دھماکہ
ہو گا قرآن کے متعلق جتنے اعتراضات ہوتے ہیں اصلی وجہ تو اسکی یہی ہے کہ جو عورت اسکا
مجھو ڈیو گیا۔ اور چند جہاں لے، بیٹا لکھ ایک ایک آئی کو دو دو چار چار آئی کرادھر اور دھر سے لیکر
لکھا میں نہ ترتیب کا خیال ہی نہ تقدیم کا نہ تاخیر کا پھر اس میں اعتراض نہ ہو گا تو کیا ہو گا۔

شیخ الفین اسلام کے مقابلہ میں نہ یہ اعلیٰ ماننا ظاہر کیا جاتا ہے کیونکہ پھر شیعہ چڑھ بیٹھے
ہیں نہ بوری طور سے جواب دے سکتے ہیں پھر اس کے کہ سیدہ زوری سے کچھ بات بنائیں اور
نیا معنیوں کا شمعین جسے وہ سنسکر یا مصحح کہے یا خاموش ہو جائے

مکتبہ کی بے رہائی قرآن سے [مواہی شبلی صاحب لکھتے ہیں کہ علم کلام کا بیٹ بڑا نفیس
یہ تھا کہ قرآن مجید کے متعلق جو مخالفوں کے شبہات تھے ان سے بہت کم تعرض کیا جاتا تھا شرح مواہی
و غیرہ میں صرف قرآن مجید کی بلاغت و فصاحت کے متعلق جو اعتراضات تھے ان سے تعرض
کیا ہے۔ حالانکہ مخالفین کو الفاظ سے زیادہ مطالب کے متعلق اعتراضات تھے ان میں سے
بعض اعتراضات تفسیر کی کتابوں میں مذکور ہیں لیکن یہ بات جو ہوئے وہ مشافی نہیں بننا چھتا

نے ان تمام اعتراضات کو نہایت خوبی سے رفع کیا۔ صفحہ ۱۱۵
پھر لکھتے ہیں: "تج کل ایک بڑا اعتراض یہ کیا جاتا ہے کہ قرآن مجید میں کسی قسم کی ترتیب
و نظام نہیں۔ ایک مضمون شرح ہو یا وہ اپنی تمام سیرکہ دو سر شروع ہو گیا۔ فرائض کے مسائل
بہان کرنے کے لیے جین میں نماز عصر کا ذکر آتا ہے ایک مضمون کے متعلق معلومات فراہم کرنے ہوں
تو سیکڑھوں مختلف مقامات کی ریزہ چینی کرنی پڑے گی۔"

قدرا میں سے کسی نے اس اعتراض کا جواب نہیں دیا بلکہ خود اعتراض سے تعرض نہیں کیا۔
حالا لکن کل یہ ایک مشکل اعتراض خیال کیا جاتا ہے کہ اولاً جبل جو آنحضرت کی نسبت نہایت
عقدہ خیال رکھتا ہے۔ اور جو اسلام کی تمام باتوں کو سن نین کی نگاہ سے دیکھتا ہے۔ قرآن مجید
کے اس انتشار مضامین سے گھرا گیا اور اس کی تاویل کوئی نہ کر سکا۔

شاہ ولی اللہ صاحب نے اس اعتراض سے تعرض کیا اور نہایت خوبی سے جواب دیا ص ۱۱۱
پہلی عرض نہ شاہ صاحب کی بیخ سرائی متعلق ہے نہ مخالفین اسلام کے اعتراضوں سے
بلکہ صرف یہ دیکھنا ہے کہ یہ اعتراض کیوں وارد ہوئے اور آج تک ادھر سے کون نہ تعرض کیا گیا کیونکہ
شاہ ولی اللہ تو مسئلہ اللہ میں پیدا ہوئے اور سن ۱۱۰۰ھ میں انہوں نے وفات پائی۔ اس زمانہ تک
یہ اعتراضات لاجواب رہے۔

اصل سبب وہی ہے کہ علم اپنے غیر ماخذ سے لیا گیا عالم کو چھوڑ کر جاہل کو عالم بنایا۔ قرآن
منزل من اللہ مرتب تھا مگر اس سے روگردانی کی گئی جس سے ہر قسم کے اعتراضات پیدا ہوئے اور انہیں
لوگوں نے جواب بھی دے کر اصل امر کی طرف نہ رجوع کیا نہ حق کی جستجو ہوئی۔
اسی وجہ سے اہل سنت کا دل کھلا اس طرح ٹرہتا گیا کہ ہر مطلب و باب سے وہ زمین بھرتے گئے
اور وقتاً فوقتاً اس کے اصلاح کی ضرورت پڑتی گئی حالانکہ اللہ اور رسول کی طرف وہ متوجہ
ہوتے اور علوم کو اپنے ماخذ سے لیتے تو کبھی یہ جواب مان نہ ہوتے۔

کیونکہ قرآن ہی جو وقت نزول سے تمام عالم کو مخاطب کر کے کہا ہے۔ قالوا بسورة
من مثله ان کنتم صادقين
جس میں وہ اس طرح تمام عالم کو غیرت دلا رہا ہے کہ اگرچہ ہوتے ایک سورہ کے مانند بلا کو

اگر تم سب ملکر ہی چاہو تو اس کا ایسا لالو تو نہیں ممکن ہے اگرچہ ایک دوسرے کا معین و مددگار ہی نہ ہو۔ تو کیا جس قرآن پر اتنے اعتراضات ہو سکتے ہوں وہ کبھی ایسا دعویٰ کر سکتا ہے۔ ہرگز نہیں۔ بس معلوم ہو کہ جو کچھ اعتراض ہیں وہ اصل قرآن پر نہیں ہیں بلکہ ہماری نالیٹی اور سرسرات نفس پر ہے کہ ہم اپنی نفسانیت اور جہالت سے قرآن سرور گردان ہوئے اور اس کی تیبگی اولٹ و پابے سمجھے بوجھے آیات کو مرتب کیا۔ اور اب یہی نہیں کہتے کہ یہ سارا قصور ہمارا ہے بلکہ سینہ زوری سے یہ بات بناتے ہیں۔

یہی وجہ ہے کہ شیعوں کا علم کلام ہر نفس و عیب سے پاک ہے نہ وہ کسی کی طرف ذاری کرتا ہے نہ کسیہ جرم کا اخفا بلکہ جو حق ہے اس کا پیر ہے اگرچہ اس میں جان جائے یا آبرو۔

اب تم شیعوں کے علم کلام کی اون کتابوں کو جو تیر ہو میں تصنیف ہوئیں اور

اون کتابوں سے ملا وجود دوسری صدی میں تصنیف ہوئیں۔ یا جو روزِ اظہار نبوت کلام کیا گیا

وہ سب تم کو ایک سلسلہ میں لگی ہاں برابر کا فرق نہ ہوگا نہ عقل ہی مخالفت ہوئی نہ جس سے

اوسکا ابطال بلکہ جو طریقہ رسول اللہ کا تھا وہی اون کے خلفا اور جانشینوں کا اور وہی طریقے

علی کا نہ کسی ملکی ضرورتوں سے مسلح ہو گئے نہ آزادی طے سے اعتزالی کارنگ دیکھو گے

بلکہ لاجر و لائقین بل امین الامرین پر عینہ سے عمل ہے نہ تشبیہ باؤ کے نہ تجسیم

بلکہ اصل لدین معرفتہ و کمال معرفتہ التصدیق بہ و کمال التصدیق بہ توحیدہ و کمال توحیدہ

الاخلاص لہ و کمال الاخلاص لانی الصفات عن شہادۃ کل صفتہا غیر الموصوف و شہادۃ کل موصوفہ انہ یثقفہ۔ پر ابتدا سے آج تک اعتقاد ہے اور عمل۔

یہاں تک اجمالی حال تھا مناظرہ اور علم کلام اہل سنتہ کا جسکے نسبت وہ خود فرما

کرتے ہیں کہ بے زنیہ فن ان کے یہاں ناقص ہے اور کلام اللہ سے انکو کسی طرح مرہ کا نہیں۔ پھر

وہ کیونکر مناظرہ کر سکتے ہیں اون لوگوں سے جو حکم رسول اللہ متسک بالفقہین ہیں کتاب اللہ

و عترت طہرہ کے احکام پر اون کے اعمال کا داؤد ہوا ہے۔

اب ہم متوجہ ہوتے ہیں اٹھارہ صاحب کے دوسرے نمبر جس کو وہ خود اپنے

مناظرہ کی جانب سمجھتے ہیں

اتمام حجت

مبشر

ڈاکٹر صاحب نے فرمایا کہ میں لکھتے ہیں کہ مذہب کی سچا ہدایت کے نمونہ میں دو ایک مثالیں ہم پر بیان پیش کرنے ہیں جن کو دیکھ کر ہر شخص سچی لگے گا کہ اس قسم کے جوابوں کی طرف وہی شخص متوجہ ہو گا۔ جس کو دیر با و آخرت میں کوئی کام نہ ہو یا وقت کی قدر سے ناواقف ہو۔

پہلی مثال جناب مولوی صاحب نے فرمائی کہ مولوی صاحب نے مشہور مناظر بلکہ حضرات شیعہ کے مناظرین کے امام جن کے علم و فضل کا اسلحہ جس کے گھنٹوں میں جلتا ہے اس سے بھی زیادہ ایران میں راجہ پری اتام علما ایران ان کے پیشوا جانتے تھے۔ ماہ ذی القعدہ اور ماہ مالک ایران کے علما جو ان کے ساتھ جناب مولوی صاحب کو مصروف نام بھیجے تھے۔ ان کے جواب میں مولوی صاحب نے ایک کتاب کی صورت میں طبع کر دیا ہے جس کا نام ”سوادع الادوار فی تقریرات الاستفتاء و بحقائق الادوار“ ہے اس کتاب کے میں نے دیکھا تو مجھے مولوی صاحب کی توفیق کی قدر و منزلت معلوم ہوئی اور اس سے پہلے میں اولیٰ اللہ ایف کے لحاظ سے اوہیں معمولی درجے کا شیعہ عالم سمجھتا تھا۔

مولوی صاحب مکتوب نے اپنی عمر بھر میں دو کتابیں تصنیف کیں ایک بحقائق الادوار تھے آٹھ سائز مصنفہ جناب لانا شاہ عبدالغفور صاحب محدث دہلوی کے جواب میں دوسری استفتاء الادوار الامام منتہی النظام مصنفہ مولوی جبار علی صاحب کی رد میں بحقائق کی دوسری جلد میں بیان کی جانی ہیں جن میں فلسفہ چھپ چکی ہیں اور ان کو میں نے جدید چھپرہ مقامات سے دیکھا ہے۔

استفتاء الادوار دوم و ضخیم جلدوں میں ہے۔ استفتاء الادوار پر جناب مولوی صاحب صاحب کو ٹرانس لائن پر حضرت شیخ نے لکھا ہے کہ یہ کتاب مولوی جبار علی صاحب کی زندگی میں چھپ کے تیار ہو گئی تھی اور ان کے پاس پہنچ رہی تھی مگر وہ اس کا جواب دینے سے عاجز رہے حضرت شیخ کے کہے انتہا مبالغہ آئیے نظر فرمادیں کہ اس میں سن کے مجھے نہ رہا گیا اور میں نے زمانہ طالب علمی میں اس کا جواب لکھنا شروع کیا تھا

آدم ربیہ طلب الاستفتاء الامام میں مولوی صاحب نے ایک بیسیطہ بولیو ایسٹسٹ کی کتب حدیثہ الصکرہ صحیح سنہ ۱۰۰۰ میلاد ام مالک پر کیا ہے اور سب سے زیادہ توجہ صحیح بخاری کی

طرز استدلال فرمائی جو جسکو مسلمانوں کے سوا اور عظیم کثیر سے صحیح الکتب و کتابوں کا لقب ملا ہے مولوی صاحب مدوح نے اپنے نزدیک اہل سنت کی تمام حدیثوں کی کتابوں کو بیکار کر دیا اور فن حدیث کی بنیاد ملا دی،

یہ پوری عمارت تینے اس عرض کو نقل کر دی ہے کہ اڈیٹر صاحب یہ نہ کہہ سکیں کہ ہمارے مطالبہ کو رد و بدل کر دیا یا کسی قسم کی تحریف ہوئی آپنے پہلے فقرہ میں خود اپنے جواب کی حقیقت کھول دی کہ اس قسم کے جوابوں کی طرف تین شخص متوجہ ہو گا جسکو دینا و آخرت میں کوئی کام نہ ہو یا وقت کی قدر سے ناواقف ہو یا کوننا آپنے اسلاف سے جو علماء تھے وہ تو بخوبی جانتے تھے کہ جن امور کا جواب محال ہے اور کسی طرف متوجہ ہونا ذی عقل کا کام نہیں۔ اسی وجہ سے کبھی اس کا قصد نہیں کیا کہ کتاب مستجاب استقصاء کا لائحہ عمل کے مقابلہ میں کچھ کلام کر سکیں مگر چونکہ آپ دینا و آخرت کے کام سے فرار ہو چکے ہیں اور وقت کا ضائع ہونا بھی پسند کرتے ہیں لہذا اور منوجہ ہوئے کیونکہ بغیر اسکے نہ تو ہم میں متوجہ ہو سکتا ہے نہ اشاعت اجراء ممکن ہے۔

مگر طوگ اہل حق و احقان جن کو دینا کے اعلیٰ اغراض سے اور آخرت کے فضل مقاصد سے سمجھتے ہیں اس لئے دیگر امور پر اس کو مقدم سمجھتے ہیں کیونکہ اب میں جو وقت صرف ہوتا ہے وہ محض روزانہ کے عدا میں صرف ہوتا ہے۔

انہوں نے کہ اڈیٹر صاحب کہ جناب تہ الاسام آیۃ اللہ الملک العالم کا سرعحاق المکفرۃ الامام مصنف استقصاء الانعام و الاستیقاہ و الاستقام علی اللہ مقام فی دار السلام کی قدر کو نظر اورین خطوط سے معلوم ہوئی جو علماء ایران نے لکھے اور جناب مولانا نے مستقرین نے بصورت کتاب اور سب کو علیہ چھپو دیا جسکا نام مواعظ الانوار ہے ورنہ وہ اپنے سے مولوی درجہ شیعہ عالم جانتے تھے۔

یہ وہ نظر جو یہ صحیح الفت کلام ہدایت انصاف جناب ابی المومنین علیہ السلام کی گئی کیونکہ حضرت کا یہ ارشاد عام طور پر مشہور ہے انظرالی ما قال ولا تنظرالی من قال اڈیٹر صاحب نے اس ہدایت کے خلاف صرف علماء ایران کے خطوط لکھے جناب تہ الاسام کی قدر و منزلت پر چینی زبانوں کی تصانیف سے۔

صحیح ہے جو جس مذہب کا ہوتا ہے وہی ائمہ میں جانا اگر کسی دہرہ وہ جعل حاصل کرے یہی
 اور سے اڈیٹ صاحب نے اپنے مذہب اہل سنت و اجماعت کی حقیقت کا بھی اعلان کر دیا کہ اگر
 اور کو کچھ قدر و منزلت حاصل ہوئی تو لوگوں کے کہنے سننے سے نہ اپنی تحقیق اور جانچ سے۔ یہی اصول
 مذہب اہل سنت و اجماعت ہے کہ اگر صحابہ نہ ہوتے اور اسلام نہ لائے ہوتے تو رسول اللہ کی نبوت
 کسی طرح نہیں ثابت کر سکتے یہی حال ہر کل عقائد کا ہے کیونکہ اکثر ناس اور ہر گز لہذا وہ اسکے
 معتقد ہوئے۔ مگر انہوں نے یہ سب اصول غلط ہیں اور ہرگز کوئی حائل اسکا پایا نہیں ہو سکتا
 کیونکہ ابھی تک کفار کی تعداد مسلمانوں سے زیادہ ہے۔

اڈیٹ صاحب نے اس کا کوئی ثبوت نہیں دیا کہ وہ حقیقت جن علماء کے وہ خطوط کتابی صورت میں
 چھپے ہیں۔ وہ آیا علم تھے یا نہ۔ کیونکہ یہ خاک ہند کے رہنے والے ہیں نہ کبھی ایران گئے نہ عراق
 جو انکو معلوم ہوتا کہ فی الواقع یہ لوگ موجود فی اسحاق بھی تھے۔ یا موجود فی الزین یا جو
 فی الودعہ والفرس و اجماع۔ کیونکہ جب طبع کتاب سوا طبع الانوار کو مقلدین کی کتب
 سمجھتے ہیں تو وہ ان آپ سکی بھی رائے قائم کر سکتے تھے کہ یہ سب موضوعات و مضامین روایت
 جو بہر حال ہم آپ کے شکر گزار ضرور ہیں کہ سیوہ سے ہوئے جناب علامہ کی قدر و منزلت پر جانچ
 کا اعتراف کیا جس کے بارے میں خداوند عالم پہلے سے فرما چکا ہے یقولون مالیس فی
 عقولہم۔ اور قالوا لشہد انک رسول اللہ و اللہ اعلم انک رسول اللہ لشہدان لما
 نکاذبون۔ کیونکہ اگر فی حقیقت آپ عارف قدر و منزلت ہوتے تو ایسے ایمان کو درست
 کرتے نہ یہ کہ اور بھی اضلال عالم کا سا ان کرتے۔

بہر حال اڈیٹ صاحب نے جناب علامہ کی تصانیف کو دو کتابوں میں محدود کر دیا ہے ایک
 مستقارہ الاخلاصہ و دوسرے عقبات الانوار میں مگر اسکا کوئی ثبوت نہ دیا کہ کس ذریعہ سے انکو
 یہ معلوم ہو کر یہی روکتے ہیں حالانکہ اگر وہ استقارہ و عقبات الانوار کو دیکھتے ہوتے تو انکو
 معلوم ہوتا کہ کس قدر اپنے مصنفات کا حوالہ ان کتابوں میں دیا ہے۔

اڈیٹ صاحب نے عقبات الانوار کو تصنیف شاعری کا جواب دیا ہے کہ اس میں جو کچھ
 ہے کہ اس کے باب نہایت کافی ہے۔ مگر یہ سب غلط ہے کیونکہ اس میں جو کچھ

اشمس

نمبر ۹ بابت ۵ امارتضان المبارک ۱۳۲۳ جلد ۱

ضروری عرض

جن مزدوروں سے اشمس کا طلوع و قدر اصلاح سے شروع ہوا آپ ہو محض نہیں کیونکہ ہم مالدار تھے نہ ہمارے پاس کوئی عالیشان کتب خانہ تھا نہ ان کو تھے نہ انصار بلکہ خود و قدر اصلاح کا کاروبار شاہ والد اس قدر بڑھ گیا کہ مجھ پر ایک متنفس سے نہیں مل سکتا مگر محض جبتہ لدینے اس امر عظیم پر اقدام کیا گیا کہ تو بخا خریدنا۔ کتابوں کا مطالعہ کرنا پھر مسودہ کرنا پھر کاپی کر کر چھپوانا اور تقسیم کرنا مجھ پر ایک متنفس سے متعلق ہے۔ اس پر خطوط کا جواب کہنا فرمائیں گی تعمیل کرنا یا سب میرے فراموش سے ہیں۔

ان سب پر عہدہ سالانہ میں بجائے ۶ صفحہ کے ۳۲ صفحہ دینا ہو اور ۱۳ رجب کو عہدہ کا نصف ار کر دیا گیا اسپر اگر تاخیر ہوتی تو یا عقلت سے ڈاکخانہ والوں کے کوئی پرچہ نہیں پہنچتا تو ایسے جگر خراش کلمات لکھے جاتے ہیں کہ دل پاش پاش ہو۔

یہ سب مصائب میں نے صرف اس لئے گوارا کر کے ہمارے مذہب حق پر جو بجا حملہ ہوتا ہے میں اس کا د فیضہ ہو کذب و افترا کی قلعی کپلے حق لوگوں پر واضح ہو۔ اس پر اگر برادران ایمانی اس کو نہ دیکھیں۔ اس کی اشاعت میں نہ کوشش کریں تو اس کی فریاد کہاں کیجئے پہلا سال اس کا ختم ہو رہا ہے کل تین مہینے باقی ہیں مگر ہم اپنے کرم فرمائے اور مضامین تک نہ پہنچے جن میں وہ اعلیٰ مضامین اپنے فراتے اور حقیقت وہ وہی مضامین ہیں جو ابھی ما جائز نصیحتہ الشیعہ سے لئے گئے ہیں۔

لہذا میری تمنا یہ ہے کہ حجم رسالہ کا بجائے ۳۲ صفحہ کے ۶۴ صفحہ کر دیا جائے کہ کم سے کم تحریف قرآن کا مسلمان تین مہینوں میں طے ہو جائے جسکے لئے اگر دو سو صحاب بھی مصم کا اضا ف چندہ میں نظر فرمائیں یا سال آئندہ کا چندہ مع رقم امانہ بذریعہ منی آرڈر مرحمت فرمائیں تو کچھ مجھے سہولت مل سکتی ہے کیونکہ یہ رقم چندہ

کسی طرح اخراجات کو کافی نہیں ہے
ہرگز نیا کار صا و شوار سنیت

دفع حیرت

اسلامی دنیا میں ایک تہلکہ پڑا ہوا ہے کہ مرزا حیدرت صاحب جو اس سال ۱۳۰۱ھ
 پانچویں امام بن جاتے۔ واقعہ کربلا کے منکرین لہذا تمام سنی اخبار و مینوں ایک تہلکہ
 قائم ہے کہ جب ایسے مشہور عالم واقعہ کا آثار گردیا گیا تو پھر اور واقعہ کی
 واقعیت کیونکر ثابت ہو سکتی ہے نہ رسول اللہ کا جو ثابت کر سکتے ہیں نہ اون کا مدعی رسالت ہونا نہ کوئی سلامتی
 واقعہ جس پر پیسہ اخبار۔ وطن۔ اہل حدیث وغیرہ سب کے غصہ آ رہا ہے کہ اس شہادت
 و نیک بختی کا کیا علاج ہے کہ انکھ والا اندھا کہہ رہے کہ آفتاب نہیں ایسے وقت میں پولیس کی ضرورت ہے
 ہمارے کرم فرما اس موقع پر لکھتے ہیں دو انشاء اللہ الغریبہ ناجیز ایک دو جملے سے شہادت کی حقیقت
 مرزا صاحب کو سمجھا دیگا جو انکو ماننا پڑے گا اور بخدا نے چاہا تو بہت آسانی سے اون کے تمام شہادت
 رفع ہو جائینگے اور ذرہ بھر بھی طول نہ ہوگا، نمبر ۳۴ موند ۳۴ اشعبان

چونکہ الشمس کو یہ شرف بھی حاصل ہے کہ اگر حضرات اہل سنت و الجماعہ خصوصاً فرقہ احناف اور
 اہل حدیث اسکو ملاحظہ فرماتے ہیں لہذا اون کے فریاطینان کے لئے یہ جہا نقل آیا گیا۔ آپ ملاحظہ فرمیں
 ہر طے کہ یہ فریاطینان جہا ایک دو جملے سے شہادت کی حقیقت مرزا صاحب کو سمجھا دیں گے جو انکو ماننا پڑے گا
 کیونکہ ابھی مرزا صاحب کا جوش اوس حد تک بھونچا ہوا ہے جو وفات رسول اللہ سے انکار کرتے ہوئے
 کی حالت ہوئی تھی کہ ہاتھ میں ننگی تلوار تھی اور آنکھ کے ڈور سے لال لال ہو رہے تھے

نہیں کف بھرا ہوا تھا نہ مسلمانوں کو ابھی وہ خوف و ہراس اور شہدائی پیدا ہوئی جو
 اوس وقت کانوئی منظور دیکھ کر صحابہ کا زہرہ آب ہو رہا تھا جب وہ وقت آئے گا ہمارے
 کرم فرما جائے محکمہ سخ۔ شیخ محمد سے آکر مرزا صاحب کا ہاتھ پکڑ لینگے جس طرح
 اوس وقت آیا انکھ میت و انہم میتون دم کیا گیا اوس طرح ہمارے کرم فرما
 بھی آئے و فدا ینا بذبہ عظیم کی تلاوت کریں گے جس پر مرزا صاحب ڈھیلے پڑ جائیں گے
 اور کہیں گے گویا ہم نے اس آیت کو سنا ہی نہ تھا۔

اسلئے ہم تمام مسلمین کی خدمت میں عرض کرتے ہیں کہ وہ باطنیان تمام مرزا صاحب کے جن کلموں
 کو دیکھیں اور دوسرے لوگ پاری پر نظر رہے تردد و انتشار کی ضرورت نہیں۔

و سيعلم الذين ظلموا اني منقلب ینقلبون

الشمس ضوء الشمس

یہ تو ظاہر ہے کہ جب فریق ہوتے ہیں تو ایک دوسرے کو چھو اور لاغی
تصویر کرتا ہو اور ایک کو دوسرے پر کسی قسم کا اعتماد نہیں ہوتا مگر ہم اپنے
کرمفرما کے حد و پورے کر گذار میں جنہوں نے اس قدر انصاف پسندی سے کام لیا ہو کہ دنیا
کو معلوم ہو جائے وہ انصاف کا لفظ کبھی پیدا ہی نہ ہوا تھا اور اگر کسی وقت میں پیدا ہوا
تھا تو ستارہ مدار کے نکلنے نکلنے سے انصاف نے دنیا سے منہ پھیر لیا۔

دیکھئے ہمارے لائق ایڈیٹر۔ الشمس نمبر ۵ و ۶ کا جواب ایک ہی دور قہ میں دیتے ہیں
کہ ایسے صاحب کمال بھی کہیں پیدا ہو سکتے! یہ بھی کیا مزاحمت کا سہارا جو آپ ایسا
مجھے دکھائیں گے بجائے تم باذن اللہ۔ انکم میت و انہم میتون کی تلاوت کی گئی
چونکہ ایڈیٹر صاحب کا مطلب یہ ہے کہ اپنے عوام کو اوزار، نظر بند ہی دکھائیں کہ ہم کس
طرح روافض کا فتنہ کر رہے ہیں اس لئے جو چاہتے ہیں لکھ جاتے ہیں اور نہیں سمجھتے کہ
اس قسم کی فضول باتوں سے کیا فائدہ ہو سکتا ہے۔ کیا آپ مولوی حمید علی صاحب
فیض آبادی سے بھی زیادہ لسان ہون گے۔

مکرمی۔ دنیا سمجھ دار موبلی ہے۔ قیامت آنے والی ہے جو لکھو ایمان سے جو کہو ایمان سے حشر
مال المؤمن کدمہ مسلما نون کا ایک ایک پیسہ اون کے ایک ایک قطرہ خون کی عزت کہتا
ہو مال ناحق نہ لو۔ سخن فروشی نہ کرو اون کے راہ عاقبت میں خا ر ضلالت نہ لو و جن لوگ
نے اونکو گمراہ کیا اون کو کیا ثمرہ ملا جو حضورؐ کو کھیلے گا۔ اخبار کی اشاعت یوں بھی ہو سکتی ہے
اگر اچھے اچھے مضامین لکھے جائیں تو ضرور آپ کے اخبار کی اشاعت بھی پیدا ہوگی وطن
کے برابر ہو سکتی ہے مگر قومی اور ملکی خدمت سے یہ عزت مل سکتی ہے نہ اس طریق سے
جو آپ ناحق مسلمانوں کو لڑاوار ہے ہیں اور ایک بات بھی فائدہ کی اون کو نہیں بتاتے۔
جو کہ گزشتہ نمبروں میں ہم ان مضامین کو تبصریح لکھ چکے ہیں لہذا دوبارہ لکھنے کی ضرورت
نہ تھی مگر اپنے کرمفرما کے خیال سے بعض فقرات سے اون کے تعرض کیا جاتا ہے جو مناسب ہے کہ
پچھلے نمبر خصوصاً صائب اور نمبر ۳۲ میں ضرور نظر آئے۔

قولہ دلی انصاف کے ساتھ ہم اس بات کو ظاہر کرتے ہیں کہ الشمس کے ایڈیٹر صاحب نے اپنے

رسالہ کو اہل علم کے التفات کے قابل نہیں رکھا،

۲ قول مجرم کو افسوس ہے کہ آپ کو ناحق اہل علم ہونے کا دعویٰ ہے اور جب آپ ہی سے لوگ اہل علم کہے جائیں گے تو خاطر جمع رہے دنیا میں کوئی کتاب آپ کے قابل التفات نہ ہوگی

گزشتہ پروردگار شمس

جب آپ کے قابل التفات استقصاء الافحام و عبقات الانوار نہیں ہے تو شمس کیا چیز ہے۔ کیونکہ ہر کل الناس فقہ کے امتی الیہ ہی ہوتے ہیں۔

قولہ یقیناً ضرور الشمس کے ایڈیٹر صاحب جانتے تھے کہ لفظ امام کا استعمال مولوی حامد حسین صاحب کے نام کے ساتھ بیجا نہیں اور شیعوں کے محاورہ میں بھی صحیح و درست ہے مگر جواب دینا ان پر فرض تھا اس لئے مجبور ہو کر انہیں ایسی باتیں لکھنا پڑا۔

۱ قول شمس میں سجاد دیا گیا تھا کہ شیعوں کے محاورہ میں امام کا لفظ پجرا، ایشاعہ علیہم السلام اور کسی کے ساتھ نہیں مستعمل ہے۔ ایڈیٹر کو اس سے پرہیز کرنا پڑا ہے یہاں فقہ شمس میں ان کے نزدیک ایسا ضروری الجواب تھا کہ اپنے اخبار کا ۴۴ کالم صرف کیا حال ہے

یہ بھی نصیحت کرتے جاتے ہیں وہ اس بات کا بھی نہیں خیال کرتے کہ بے فائدہ وقت ضائع ہو رہا ہے ناحق کاغذ کا خون ہوتا ہے اور بے چارہ مسلمان سے جو روپیہ وصول کیا گیا ہے وہ

بہاؤ جاتا ہے، لہذا بہ امتثال حکم میں ہی اپنی موچہ نیچے کر لیتا ہوں اور اذکوار اجازت دیتا ہوں۔ علمائے شیعہ ایہم الدوا بقایم کے نسبت عموماً اور حجۃ الاسلام مولانا الحدید صاحب

صاحب طب تراہ کے حق میں خصوصاً لفظ امام آپ استعمال فرمائیں مجھے غم نہ ہوگا بلکہ اگر رسول اللہ کا بھی خطاب آپ دین گے تو میں آپ پر اعتراض نہ کروں گا فخر ہم پر حاصل ہے۔

کیونکہ ایڈیٹر صاحب اتنے ہی بات پر آپ غصہ نہ ہو لیجئے اب مان جائے اور میری خاطر سے یہ قبول کر لیجئے کہ مولوی عبدالحی صاحب اور نواب صدیق حسن خان نے استقصاء و عبقات الانوار سے استدلال اور استناد کیا ہے کیونکہ نواب صدیق حسن خان صاحب نے تصانیف تصانیف لکھ دی ہے مگر نقلہ المعاصر السید حامد حسین فی العبقات ایڈیٹر صاحب کو جلد طبع کیجئے اگر اس پر بھی آپ مانیگے تو لیجئے ایک آسان طریقہ فیصلہ کا میں بتا دیتا ہوں۔ کہ اپنے کل

علمائے اس کا استفادہ کیجئے اور اون کا مہری فتویٰ شائع کر دیجئے تو فیصل ہو جائے
صورت استفادہ اس قدر ہونا چاہئے

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مولوی صدیق حسن جان صاحب مجدد العلوم میں
فرماتے ہیں علی ما نقل المعاصر السید حامد حسین فی کتابہ عقبات الانوار۔ اسکے نسبت
ایضاً شمس مدعی ہیں کہ نواب صاحب نے استفادہ عقبات سے استدلال اور استناد کیا ہے جو
ایسے یہ دعویٰ صحیح ہے یا غلط۔ اور مولوی عبد الشکور صاحب کا یہ بیان ہے۔ جناب من
استدلال اس استناد اس کو نہیں کہتے کہ کسی ضمنی باب میں کسی شخص کا حوالہ دیکر اپنے
پری علم کا کلام نقل کیا جائے۔ کتاب استفادہ عقبات میں دیکھو کہ اگر کوئی سنی اپنے کسی عالم
کا قول نقل کرے تو کیا یہ کہہ جائے گا کہ اس نے استفادہ عقبات سے استدلال اور استناد
لیا ہے، علمائے دین فرمائیے کہ یہ بیان انکا صحیح ہے یا غلط۔ بینوا تو حروا۔

ایضاً صاحب زیادہ طول دینا فضول ہے۔ خود اپن نصیحت کر رہے ہیں۔ بیچارہ مسلمانوں
سے جو روپیہ وصول کیا گیا ہے برباد ہوتا ہے، لہذا صرف جناب مولوی عین القضاۃ صاحب
فرنگی محل اور ایک عالم دہلی کا فتویٰ مہری شائع کر دیجئے تاکہ فیصلہ ہو جائے پھر حکم کیا گیا
اس میں کہنے کی ضرورت نہ ہو

معلوم نہیں اس کی کون منکر ہے کہ استفادہ عقبات میں مولوی حیدر علی صاحب کے کلام سے
استناد نہیں کیا گیا ہے جو ایک نہ غمات ۲، ۳، ۴ کا حوالہ دینا پڑا بیشک استناد کیا ہے اور
ایسا استناد کہ مولوی حیدر علی صاحب کا کلام خود اون کے کلام سے باطل کیا گیا اور
شاہ عبدالعزیز کا کلام خود اون کے کلام سے۔

یہ تو معلوم ہے کہ شیعوں کے نامی کتب کلامیہ کا عموماً استفادہ انعام و عقبات الانوار کا
خصوصاً استدلال استناد احتجاج کتب اہل سنت سے ہے نہ کسی اور کتاب سے پھر در نہ کیا فرماتے ہیں۔
ایضاً صاحب ایک حیاداری کے قربان جو آپ فرماتے ہیں در اگر نواب صدیق حسن صاحب جو
نے کہیں جو اہل کتاب نے اپنے ہی عالم کا قول بواسطہ عقبات نقل کر لیا تو یہ استدلال
بالعقبات نہیں کہا جاسکتا۔، خدا کے واسطے اس قول کی تصدیق میں صرف جناب مولوی

فتوہ صاحب پھر ہی فتوے شائع کر دیے تو ہم نہایت درجہ شکر گزار ہون گے۔ کیوں
 کہ اگر قبل مخالف بغرض دہم نقل کریں تو وہ بھی استدلال استناد نہیں اور اگر جوہر نہ ملے
 سکے اپنی ہی عالم کی عبارت ہم دشمن کی کتاب سے نقل کریں تو وہ بھی استدلال استناد
 نہیں۔ اب لفظ استدلال استناد بھی مثل لفظ مولا ایسا معنی آتا ہے کسی کی سچہ میں نہ آئے
 ہیں اسکو ماننا ہون کہ مولوی عبدالحی صاحب نے ازراہ جلالی عبارت مفقودہ میں تحفہ لایا
 میں اسکی تصریح نہیں کی ہے کہ وہ استفعا سے لے رہے ہیں۔ مگر ایڈیٹر صاحب بینی وہیں اللہ
 قسم کہ مگر فرماتے ہیں کہ جو حوالہ دیا ہے صحیح ہے یا نہیں اور آپ دیدہ و دانستہ اوس کو چھپاتے
 ہیں یا نہیں۔ ایڈیٹر صاحب بقول آپ کے عبققات الانوار درحقیقت اہل سنت کے لئے
 مفید ذخیرہ ہے تو یہ ہوسکی قدر کیوں نہیں کرتے جو بار بار فرماتے ہیں یہ ناقابل التفات کتاب ہے
 اور کہیں اوسکو مجموعہ مناقضات بناتے ہیں۔ انہوں نے کہی آپلوگون کو صراط مستقیم علی۔
 شمس کے متعلق ایڈیٹر صاحب کی تحریر تم ہوئی اور اب وہ اس کے مجاز نہیں ہیں کہ اس
 مادہ میں کچھ لکھیں جب تک جناب مولوی عین القضاة صاحب کا اور ایک عالم دینی کو یہ فتوے
 نہ شائع کریں۔ الشمس کے کو بھی بالکل ہضم کر گئے اور ڈکار بھی نہ لی جا سکے اوس میں بہت
 اقوال ایڈیٹر صاحب کے متعلق شرافت نسبی وغیرہ کا جواب دیا گیا ہے مگر سب ہضم
 ایڈیٹر صاحب بغاوت ماہ در بایدر سائید میں زیادہ فضول تقریر مناسب نہیں سمجھتا۔ ایک ذہن
 سے کہ طالب کی پیش کجاتی ہے اوسکا جواب اپنے اخبار بنس ۲۳ + ۲۴ + ۲۵ سے دیکھا دیکھے اور
 اگر نہ ہو سکے تو اقرار کر لیتے کہ جواب نہ ہو سکا۔

ذہن حسب ذیل ہے

- | | | | |
|---|---|----|--|
| ۱ | استقصا میں صحاح ستہ کی جمع لزاما لکھی گئی ہے | ۱۰ | ایڈیٹر صاحب کا بے دیکھے استقصا پر اعتراض
کرنا۔ |
| ۲ | استقصا میں اسکی تصریح ہے کہ علماء اہل سنت نے
خود صحیح ستہ کی روایتوں کی موضوعیت بیان
کی ہے۔ | ۱۱ | ایڈیٹر سے پوچھا گیا تھا کہ رد اپنی محنت و تحقیق
سے کئے ہوں گے، اس کے کیا مطلب
ہیں۔ |

<p>استقصا و عبققات میں خود علماء اہل سنت کی کہیں طرح لکھی جاتی ہے کہیں قبح اسکے جواب میں قول جو العلوم لکھا گیا کہ خود صحیح اخبار متناقضہ موجود ہیں اور خود مولوی عبدالحی صاحب نے خطیب بغدادی زوار قطنی امام ذہبی کی ایک جگہ طرح کی ہے دوسری جگہ مذمت - صفحہ ۱۰ + ۱۹</p>	<p>۵ اڈیٹر سے پوچھا گیا اس حدیث کے قبل صحیح حدیثوں کی موضوعیت ثابت کی گئی اور ان کے موضوعیت کا اقرار ہوا انکار۔</p>
<p>۱۲ یہ بھی بتایا گیا کہ آپ کے علامہ صنی تو خود اپنا مذہب مختار بھی صرف اس وجہ سے کرتے ہیں کہ دوسرے علماء میں اس کے ناقل ہوتے ہیں۔ صفحہ ۱۰</p>	<p>۴ اڈیٹر صاحب کا معنی تغلیب نہ سمجھنا۔ ۶ جناب مولوی عبدالحی صاحب کی تحریر سے دکھایا گیا کہ جس امر کو سیوطی وغیرہ نقل کریں تو پھر اصل قایل کے قول کی ضرورت نہیں پھر بخاری و ابن جوزی کی روایت کے اتحاد کو کوہن نہیں مانتے۔</p>
<p>۱۳ ہمارا استدلال قبح ابن الجوزی سے اس کے حکم ملاحظہ سے دونوں طرح درست ہے۔</p>	<p>۸ مولوی صاحب کے قول سے یہ بھی ثابت کیا گیا کہ جو شخص ان کے منقولات میں شک سے وہ قابل خطاب نہیں اڈیٹر صاحب کو خالص طور پر خیال کرنا چاہئے۔</p>
<p>۱۴ اڈیٹر صاحب کی تعریف نقل قول اڈیٹر صاحب نے زینب سے</p>	<p>۹ قول علامہ ابن حجر عسقلانی سے دکھایا گیا کہ وہ بخاری کی چاروں حدیثوں کو ایک کہتے ہیں حالانکہ سندوں میں بہت کچھ فرق ہے۔ پھر بخاری و ابن جوزی کی روایت کیوں نہ ایک ہوگی۔</p>
<p>۱۵ اڈیٹر صاحب سے اسکی فرمائش کی گئی کہ اب بھی اس کا اعلان دیدیا جا کہ شاہ عبدالغیر صاحب نے جو ابن جوزی کے قول سے ہتا لیا کیا ہے وہ غلط ہے۔ صفحہ ۲۲</p>	<p>۱۰ اس کی شکایت کی گئی کہ آپ نے حوالہ اسلام مصنف استقصاء الاحكام کی شان میں کلمات ماہذب استعمال کئے حالانکہ آپ کو تہذیب کا اڈیٹر دعویٰ ہے۔ صفحہ ۱۶</p>
<p>۱۶ ثنابت کیا گیا کہ ابن لوگون نے ابن جوزی کی جرح کو نامعتبر کہا ہے بمقابلہ شیخ۔ اوہ نہیں لوگون نے اس کے کلام سے استدلال کیا ہے۔ صفحہ ۲۳</p>	<p>۱۱ اڈیٹر صاحب نے اس کو ناقص سمجھا تھا کہ</p>

<p>۲۱ مطابق استدلال کرنا۔ منکر کا امام مسلم کے نزدیک بعضی موضوع آنا اور امام بخاری کا کہنا جس کو میں منکر کہوں اس سے بچو روایت کرنا حلال نہیں۔ ۲۲ امام سیوطی کا اپنی کتاب العقبات کے آخر میں اس کی تصریح کرنا کہ ابن جوزی نے بخاری کی حدیث کو موضوع کہا۔</p>	<p>۱۷ شمس کے میں ابن عماد کے نام اور عبارت لکھی گئی ہے جنہوں نے ابن جوزی کے کلام سے استدلال کیا مگر ایڈیٹر صاحب نے اس کا کوئی جواب نہ دیا۔ صفحہ ۲۴ ۱۸ قول مولوی عبدالحی صاحب کہ احکام دنیوی میں حکم رسول اللہ کی اطاعت ضروری ہے یہ بھی تماشاً ہے کہ ابن جوزی ایک حدیث کو موضوع بھی کہتے ہیں اور پھر علل متناہیہ میں لکھتے ہیں یہ کتب و عظام میں استدلال کرتے ہیں۔ ۲۰ مولوی عبدالحی صاحب کا مدح و قدح خطیب دار تطنی و ذہبی سے اپنی اپنی غرض کے</p>
--	---

یہ مختصر فرست ہے اور مضامین کی جو شمس
میں ثابت کیا گیا۔ ایڈیٹر صاحب اپنے اخبار
نمبر ۳۴ و ۳۵ و ۳۶ سے دکھائیں کہ انہوں
نے ان مطالب سے کس کس مطلب کا جواب
دیا ہے جو ۳۴ میں جلی حرقون سے لکھے ہیں

اشمس کا پانچواں حصہ۔ ساتواں نمبر، جس سے عوام کو معلوم ہو جائے کہ لایق ایڈیٹر ان کل
نمبروں کا جواب ایک ساتھ دیتے ہیں۔ خدایا اب بھی مسلمانوں کو انصاف پسندی اور خیرت
کا مادہ عطا فرما۔ اللھم آمین۔

ان مطالب سے دو تین مطلب کے متعلق ایڈیٹر صاحب نے کچھ تحریر کیا ہے لہذا اس کے متعلق
میں بھی کچھ مختصار سے عرض کرتا ہوں اور اسکی حالت بھی مختصر املحا حظ فرمائے۔

قولہ جملہ موضوعات ابن جوزی کی حدیث اور صحیح بخاری کی حدیث کا متعارف ہونا کوئی نظری
امر نہ تھا۔ اقول اگر نظری نہ تھا تو بدیہی تھا پس حیب بدیہیات میں آپ کے علم سے ایسی
غلطیاں ہوتی ہیں کہ سیوطی۔ ابن جوزی کی حدیث کو اور صحیح بخاری کی حدیث کو ایک کہتے ہیں
تو ان کے حق میں کیا کہا جائے۔

کیونکہ ایڈیٹر صاحب اب میں اس کو بالاطلاق کہوں کہ علمائے اہل سنت کو

امور بیدہی بھی نہیں معلوم ہوتے آپ ناراض تو نہ ہوں گے۔

ایڈیٹر صاحب پہلے حدیث کی تعریف سننے فرج المغیث میں ہر کھدایت لغتہ ضد
القدیم و اصطلاحاً ما ضف الی النبی قولاً و فعلاً و تقریراً و صفحہ حتمہ
الحركات و السکنات فی الیقظہ و المنام صفر ۳ پس جب حدیث نام ہو اقول
و فعل و تقریر رسول اللہ کا تو اب آپ ہی ایمانا فرمایا بن جوزی اور بخاری و ابی رواؤن
میں قول رسول اللہ ایک ہو یا نہیں کیونکہ قول انحضرت دونوں جگہ ان احق ما اخذتم علیہ
اجرا کتاب اللہ ہو۔

قولاً بخاری کی حدیث میں آیات قرآنی سے جھاڑ پھونک پر اجرت لینے کا ذکر ہے اور
سو موضوعات میں جوزی میں آیات قرآنی کی تعلیم پر اجرت لینے کا ذکر ہے اقول اگر کچھ غرت
ہوگی تو علامہ عسقلانی کے اس قول سے آپ ضرور شرمائیں گے ہذا طرف منحدتہ
وصلہ المصنف والطب و استدلال بہ للجمہور فی جواز اخذ الاجرت علی
تعلیم القرآن و خالف الحنفیہ فمنعوا فی التعلیم و اجازتہ فی البقی مکالمہ ۱۰
صفر ۵ جلد ۲

کیونکہ ایڈیٹر صاحب اب آپ کی غیرت کس بات کی متقاضی ہو کیونکہ عسقلانی صاحب
کتے ہیں یہ ایک طرف ہے اور اس حدیث سے جو حکم بطریق موصول بیان کیا ہے کتاب الطب میں
اور اس سے استدلال کیا ہے اس پر تعلیم قرآن پر اجرت لینا جائز ہے اس میں خلاف
کیا ہے حنفیہ سے جو تعلیم میں منع کرے ہیں اور جھاڑ پھونک میں جائز جانتے ہیں۔
کیونکہ ایڈیٹر صاحب میں آپ کی تصدیق کروں دو بخاری کی حدیث میں آیات قرآنی
سے جھاڑ پھونک پر اجرت لینے کا ذکر ہے، یا علامہ عسقلانی کی تصدیق کروں جو فرماتے
ہیں اس سے استدلال کیا ہے تعلیم قرآن کی اجزاہرت پر۔

قولاً علاوہ تفاسیر سند کے یہ تفاسیر متن کیسا میری و صاف ہے کہ ایک کچھ بھی اس میں
شک نہیں کر سکتا اقول افسوس آپ کے امام سیوطی ایسے بچے ہیں جن کو شک کیسا اس
کے خلاف کا یقین و اثن ہو۔ ایڈیٹر صاحب! جب آپ کے محدثین نے آپ کے امام عظیم کو

حدیث نہ مانا پھر آپ کس شمار میں ہیں جو علم حدیث میں دخل دیتے ہیں کچھ دلون دہلی جا کر پڑھئے۔

کرم فرمائے من صحیح بخاری یا صحیحین لیجئے من قسم دیتا ہوں قسم کھائے اس حدیث کو بخاری نے چار جگہ لکھا ہے۔ کہا ہے قسم چار باب میں۔ کھائے قسم چار طریق سے کھائے قسم ان سب پر علامہ عسقلانی فرماتے ہیں وقد تقدم شرح لهذا الحديث مستوفى في كتاب الاجازة وبيت فمدان حديث ابن عباس وحدث ابى سعيد في قصة واحدا صفحہ ۴۱۰ کھائے قسم یعنی پوری شرح اس حدیث کی کتاب الاجارہ میں لکھ چکا ہوں اور یہ بیان کر چکا ہوں کہ حدیث ابن عباس ابو سعید قصہ واحدہ میں ہے۔

ایڈیٹر صاحب اس کو بھی غور کیجئے قول رسول چار و حدیث میں مختلف ہے نہ تو لکھا گیا ہے حدیث میں قول رسول یہ ہر فقال ما دیدیک انہما رقیۃ ثم قال لقد اجتمعوا قسموا واضربوا لی معکم مہما فضیك رسول اللہ اور دوسری حدیث میں حضرت کا ارشاد یہ ہے فقال وما کان یدریدہ انہما رقیۃ اقساموا واضربوا بسہم اور تیسری حدیث میں یہ ہر فقالوا فضحک وقال وما ذراک انہما رقیۃ خذ دہا واضربوا بسہم اور چوتھی حدیث میں یہ ہر فقالوا یا رسول اللہ اخذ علی کتاب اللہ اجرا فقال رسول اللہ ان احق ما اخذتہ علیہ اجر کتاب اللہ

اس اختلاف پر بھی عسقلانی چار و حدیث کو ایک کہتے ہیں اور یہ کہ بخاری اس سے استدلال کیا ہے اخذ اجرت پر تعلیم قرآن کے۔

تو اب میں ایڈیٹر صاحب سے دریافت کرنا ہوں کہ علامہ عسقلانی کے متنی میں آپ کیا فرماتے ہیں کیا ان سے بھی یہی سوال کریں گے درایمان سے کہہ سکتے ہیں کہ ان دونوں حدیثوں کی صدا ورتن میں یہ عظیم تغاّر نہیں اب ایسے کہلے ہوئے فرق کے بعد اگر کوئی کہدے کہ یہ دونوں حدیثیں ایک ہیں ان میں کچھ فرق نہیں تو گوئیوں کو مان لیا جائے وہ کہنے والے خواہ علامہ سیوطی ہوں یا من فوقہ " اگرچہ ایڈیٹر صاحب نے من فوقہ کہہ کر عسقلانی صاحب کی بھی سمیٹ لیا ہے مگر صاف صاف کہیں یہاں ابن حجر عسقلانی نے غلطی کی ہے!

ایڈیٹر صاحب میں امام بخاری اور ابن جوزی اور امام سیوطی اور عسقلانی ان سب کے
روح کی قسم کھا کر کہہ سکتا ہوں کہ اصل حدیث واحد ہے۔

یا حضرت! علم حدیث اگر ایسا آسان ہوتا ہے کہ ہر بڑا شخص اس کا عالم بن جائے تو آپ کے
امام اعظم کو امام اہل الرائے کا لقب کیوں ملتا۔

قولہما شمس ایڈیٹر نے اس ساتویں بزم میں ایک عجیب و غریب کارروائی کی ہے کہ
عجقات سے علامہ سیوطی کے مدائح و مناقب نقل کئے ہیں اور نیز جناب مولوی عبدالمطی

صاحب مرحوم کے کلام سے انکا معتبر و مستند فی النقل ہونا ثابت کیا ہے (حالانکہ یہ ان
کے مستند فی النقل ہونے کی بحث نہ تھی اور نہ اس کا انکار ہے) اور بعد نقل مناقب کے فرمایا ہے

کہ کیوں ایڈیٹر صاحب جب آپ کے امام سیوطی خاص علم حدیث میں بھی مجتہد مطلق تھے
پھر کیوں ان کے حکم سے سترالی کی جالی ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ علامہ سیوطی کے مناقب

و مدائح کا انکار نہیں ہے نہ ان کے مستند فی النقل ہونے میں کلام ہے مگر یہ تو بتائے کہ ان
کے صاحب مناقب ہونے سے یہ کیوں کر لازم آیا کہ وہ سہو و غفلت سے بالکل مفلح

و محفوظ بن آقویٰ یہ ایسی تقریر ہے کہ جہاں تک اسکی تعریف کی جائے کم ہے
کیونکہ شمس میں جو بیٹما کے مناقب عجقات سے اور کلام مولوی عبدالمطی صاحب سے نقل

کئے گئے تو یہ نہایت ہی عجیب و غریب کارروائی ہوئی۔ کیوں کہ امام سیوطی آپ کے نزدیک
اس قابل نہیں ہیں کہ ان کے مدائح و مناقب نقل کئے جائیں۔

کیوں ایڈیٹر صاحب جب بقول مولوی عبدالمطی صاحب امام سیوطی کو مستند فی نقل
مانتے ہیں تو پھر ان کے اس نقل سے آپ کو کیوں انکار ہے جو وہ حدیث ابن جوزی و

بخاری کو ایک کہتے ہیں۔ کیا یہ قول ان کے منقولات سے نہیں ہے ؟
کیوں صاحب سہو و غفلت کا الزام کس بنیاد پر لگاتے ہیں کیا کسی عالم کے قولی

سے آپ اس کی سند لائے ہیں کہ حدیث بخاری اور حدیث ابن جوزی دو ہیں اگر اس
کی کوئی سند آپ دے ہوتے تو البتہ امام سیوطی کے قول کو اس کے مقابل میں آپ اپنے

ذاتی غرض سے غلط یا سہو کہہ سکتے تھے جب کوئی اس کا معارف ہی نہیں بلکہ سب سے

کے قابل بن کر یہ دونوں حدیث ایک ہی پھر امام سیوطی کے سہو و غفلت کا کس بنیاد پر
دعوے کر سکتے ہیں۔

کیون ایڈیٹر صاحب سیوطی نے آخر کمرتبہ سہو کیا ایک تو شروع کتاب میں دو سکر
آخر کتاب میں تیسرے لالی مضمون میں جو اسل موضوعات میں آخری تصنیف ہی فرماتے ہیں
واحد بیت منکرای من هذا الطريق بهذا القصد والا فهو بهذا اللفظی صحیح
الخاری قال فی کتاب الطب ای صفحہ ۱۲۲

کیون ایڈیٹر صاحب یہاں بھی امام سیوطی سے سہو و غفلت ہوئی جو بہذا اللفظ فی
صحیح البخاری فرماتے ہیں۔ پھر علامہ مستقلانی سے کیا ہوا سہو سوا یا غفلت جو صحیح بخاری
کی چاروں حدیثوں کو فی قصہ واحدہ کہا۔

اب اس کا پورا فیصلہ چاہنا ہے کہ آپ کے یہ کئی علماء تو خطا کار نکلے اور سب کے مقابلہ
میں آپ ہی وہ شخص ہیں جو بغرض مخالفت حجۃ الاسلام سب کے خلاف دعویٰ کر رہے
ہیں اور اوسمی کو حق سمجھتے ہیں خدا رحم کرے۔

قولہ حکایت ایک تحصیلدار صاحب اقول کیون صاحب لفظ امام کے متعلق جو
میں نے عرض کیا تھا اوسپر تو آپ نے یہ نصیحت کی تھی درمسلمانوں سے جو روپیہ وصول
کیا گیا ہو وہ برباد جاتا ہو، اور یہاں جو آپ نے حجام والی حکایت کہ اوسنے تحصیلدار
سے کہہ دیا کہ آپ کی زوجہ بیوہ ہو گئیں ایک کالم میں لکھا اس سے تو یقیناً مسلمانوں کا
بچایا ہو گا شرم!

ایڈیٹر نے بڑے گھنٹے سے لکھا ہے وہ کہ اہل سنت یہاں مقبرہ نائی کی ایسی باتیں نہیں مانی جاتیں جو
عقل کے خلاف ہوں، مگر کیا وہ اس کا بھی دعویٰ کر سکتے ہیں کہ اگر علیؑ نالت کا بہنوئی جو نائی تھا
تخلان عقل کچھ تو اوس کو بھی نہا نہیں گئے ملاحظہ ہوا اصلاً جلد ۴ صفحہ ۲۶۶ تزوج الحکمہ کسبان
ہولی نبی ضروری وکان حجاما امیہ بنت عفان بنت عثمان وکان متشاہرا معلوم ہوا
کہ ایڈیٹر صاحب نے جو اس حکایت کو جعلی خط سے لکھوایا اسوجہ سے کہ حکایت خاندانی ہو گی
اور لوگ کم واقف ہوں گے لہذا تو ہم پرا حسان کیا کہ ایسی ہی غلط حکایت کو بیان کیا شرم!

کیونکہ ایڈیٹر صاحب آپ کے مذہب میں عقل کو بھی کچھ دخل دیا گیا ہے عقائد امام الانشاء
 پڑھے اور جب امام سیوطی کو آپ نائی بنا رہے ہیں تو حضرت عثمان کو کیا جواب دیں گے۔
 قولہ ایڈیٹر اصلاح بلکہ جمیع شیعہ مصنفین اس بات کو یاد رکھیں تو بہت بہتر ہے کہ اہل سنت کا
 یہ مقررہ اصول ہے کہ سوار رسول خدا کے اور کوی ایسا نہیں ہے جس کے قول و فعل کے آگے خواہ
 سخاوت وہ سہرا بنا جھکا دین اقول تمام شیعوں کو بخوبی معلوم ہے کہ اہل سنت کسی طرح عقل
 رسول خدا کے آگے بھی سہ نہیں جھکاتے نہ قول خدا کو دہران میں لاتے ہیں تو ایسی کا قول وہ
 کب ماننے لگے وہ تو وہی کریں گے جو ان کا دل چاہے گا۔

تو رسول کے متعلق تو وہ میں لکھ چکا ہوں مگر پھر سنے آپ کے اوستاد فرماتے ہیں سخی
 میں اول یہ کہ حجت اعلیٰہ دہموجب حقیقی بوجہ اس کے کہ حاکم حقیقی سوا اللہ جل جلالہ نہ
 کوئی نہیں صرف حکم حاکم حقیقی خدا ہے آپ بھی اسکا اقرار کر چکے ہیں اور کتب اصولی سنی تحقیق
 سے مملو ہیں یہ کسی نسبت کا حکم گو بدرجہا فنسنت رکھتا ہو کسی بشر پر حجت نہیں ہے جب
 تک فرمان الہی کے ساتھ منقسم نہ ہو سے اسی وجہ سے ان حضرت کا قول و رائے امور مذہبیہ
 میں کہ محض نئے و عقل سے ہوں اور امر شرعی سے متعلق نہ ہوں لازم الاتباع نہیں ہے
 پھر لیتے ہیں دریلکہ بنسبت اوس شخص کے بھی جس نے بالمشافہ ان کی حدیثوں کو سنا ہو
 کہہ سکتے ہیں کہ اوس پر بھی اطاعت جسا اقول نبویہ فرض نہ ہوئی ص ۲۳۲

کیونکہ ایڈیٹر صاحب اس کہتے ہیں آپ کا یہ اصول مقررہ مانوں یا آپ کے اوستاد کا حجت
 اعلیٰہ اور موجب حقیقی قبول کروں جو قول رسول خدا کو بھی مطلقاً آپ کے یہاں قابل قبول
 نہیں کیونکہ اگر حکم رسول ہی مانا جاتا تو پھر خلافت کیونکر ملتی جس سے اہل سنت پیدا ہو
 ایڈیٹر صاحب کہتے ہیں اس کو طے کر لیجئے کہ غلطی میں اور سہو و غفلت میں کچھ فرق ہو یا نہیں
 ہی شوہت اور پھر اسکو بھی سمجھ لیجئے کہ آپ کے اوستاد مولوی عبدالحی صاحب سہانی نامی کو
 کن الفاظ سے یاد کر لے ہیں۔ اور پھر امام سیوطی کے بارے میں کیا حکم دیتے ہیں کہ جو ان
 پر اعتماد کرے وہ قابل زجر و عقاب ہے دلایق خطاب
 قولہ مولوی حاجد حسین صاحب نے عبققات میں یہ روش اختیار کی ہے کہ علما کے مناقب

دتر کے دفتر نقل کرتے چلے جاتے ہیں اور وہ یہ جانتے ہیں کہ ان مناقب کے بعد ان کے قول یا ان کی روایت سے کسی طرح مترابی ممکن نہ ہوگی یہ محض ان کا خیال خام ہے ان مناقب کے مدائح کی وجہ سے وہ علما معصوم نہیں بن سکتے اقول جس طرح ایکویہ جملہ ماتہ آگیا ہے کہ قابل التفات نہیں، آپ کے شاہ عبدالعزیز صاحب کو یہ جملہ مل گیا تھا اور کتب معتبرہ اہل سنت نیست، اسی کی تکذیب میں جناب حجۃ الاسلام طاب ثراہ نے ہر حدیث کی صحت کلمہ تو اتر اوس کا اس طرح ثابت کیا کہ جتنے صحابہ اوس حدیث کے ناقل ہیں ان سب کی روایت علیہ لکھیں اور ہر صحابی کی جمع و ثنا علما، اہل سنت نے لکھی ہے اوسکو لکھا تاکہ معلوم ہو یہ دعوائے اہل سنتہ کہ کتب معتبرہ اہل سنتہ میں نہیں ہے محض غلط ہے۔

اسکے بعد جن تابعین نے اوس روایت کی تخریج اوس صحابی سے کی ہو مع توشیح تابعی تخریر فرمایا۔

اسکے بعد جو جو راوی ہوئے یہاں تک کہ ائمہ محدثین تک اوس روایت کا سلسلہ پہنچا اب اوس محدث کی توشیح اوسکے عصر سے تا بہ عصر شاہ عبدالعزیز صاحب بلکہ رشید الدین خان بلکہ مولوی حیدر علی صاحب بلکہ مولوی صدیق حسن خان تک پہنچا دیا۔ تاکہ معلوم ہو شاہ عبدالعزیز صاحب نے کس حیاداری سے یہ جملہ لکھا تھا، و کتب معتبرہ اہل سنتہ میں ایڈیٹر صاحب جناب حجۃ الاسلام طاب ثراہ نے از خود یہ روش نہیں اختیار کی بلکہ آپ کے شاہ صاحب کے فریاد صدق و دیانت نے مجبور کیا کہ اتنے شواہد لاکے جائیں کیونکہ ان کو یہ خوب معلوم تھا شاہ صاحب یا ان کے چیلے وغیرہ اسے اعراض فرمائی کے مقابلہ میں جب حکم خدا و رسول کو نہیں منستے تو ان علما کے قول یا حکم کو کب مائین کے مگر عامتہ میں پر ثابت کر دینا تھا کہ اہل سنت ایسے ہٹ و دھرم ہیں کہ جن علما کو درجہ نبوت و رسالت پر پہنچا دیتے ہیں بلکہ اپنے خلیفہ اول سے بھی انکو افضل جانتے ہیں شیعوں کی صدا و سرہٹ میں ان کا قول بھی نہیں مانتے جسکی تصدیق یہاں بھی امام سیوطی کے حالات سے ثابت ہوگئی۔

ایڈیٹر صاحب جب اس خدائی پر نہ خدا آپ کے یہاں عادل مانا گیا نہ انبیاء و مراد جناب

رسالت آب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خصوصاً معصوم نہ مانے گئے تو وہ علماء آپ کے یہاں
 کب قابل قبول ہو سکتے ہیں جو کوئی کلمہ حق کہہ جاتے ہیں مگر کیا ہزاروں علماء کی مدح و ثنا کرنا
 پر بھی بقول شاہ عبدالغفر صاحب وہ نامعتبر ہی رہینگے۔ بینوا تو جرد
 افسوس کہ ایڈیٹر صاحب کو فضول باتوں کا بہت شوق ہے شیعوں کے دلائل تحقیقی
 سے انکار ہے۔ اپنے علماء کی تکذیب پر نازان ہیں خدا رحم کرے۔ کیونکہ نہ شیعوں کو وہ
 عقل ملی ہے جو اہل سنت کو ملی ہے کہ اپنی کتابوں سے خصم کے مقابلہ میں استدلال کریں
 اور نہ وہ ایسے مجبور ہیں کہ بغیر اپنی کتابوں کے کچھ بنا ہی نہیں سکتے۔ بلکہ شیعیان حیدرآباد
 اپنا ہر دعویٰ خود اہل سنت کی کتب معتدہ بلکہ صحاح ستہ سے ایسا ثابت کرتے ہیں کہ
 خود ایڈیٹر صاحب بلبل کر کہنے لگے کہ ابن الجوزی کی حج سے بھی الزام دیا جائیگا اور کرا
 کے بے اعتبار سی سے بھی الزام دیا جائے گا!

جن باتوں کے نسبت اشمس کے من لکھا گیا تھا کہ چونکہ یہ بائین خارج از بحث ہیں
 اسوجہ سے یہاں تعرض نہیں کیا جاتا بلکہ جہاں مخاطب نے تفصیلاً لکھا ہے وہاں اسکی
 بحث ہوگی اور جنہیں باتوں کو ایڈیٹر صاحب نے پھر دوہرایا ہے کہ خلط مبحث کریں
 جو خلاف ترین ہے کیونکہ حق واضح ہو رہا ہے۔

ایڈیٹر صاحب اگر علامہ عباسی نے شیخ طوسی علیہ الرحمہ کے نسبت سہو و خلط کا آثار
 کیا ہے یا سلطان الدائم نے قاصی صاحب اعلیٰ المد مقامہ کے طرف ایسی نسبت یہاں
 میں کافی کے نسبت لکھا گیا یا ضببت حیدرید میں دربارہ ہشام و مومن الطاق علیہم
 الرضوان کہ طرف کی لکھا گیا بشرط صحت تسلیم کیونکہ ابھی تک مجھے متطابق نقل کا موقع
 نہیں ملا تو بوجہ مخالفت اصول مقررہ لکھا گیا کہ جب کوئی احد دلائل تو یہ وبرا ہیں یقیناً
 سبب استہویا ہے تو اوس کے مخالف نقل یا قول یا دعویٰ کے نسبت کہا جا سکتا ہے
 کہ یہ قول بوجہ مخالفت دلائل تو یہ قابل قبول نہیں یا اسے غلطی کی یا اس سے سہو ہوا کہ
 آپ کی طرح ایک امر ثابت و بدیہی کے البطال کے لئے اپنے سارے علماء کی تکذیب و تفسیل
 و تفسیحہ و تحقیق کے مرتکب ہوئے۔

اگر ایڈیٹر صاحب آپ یہ دکھائے ہوتے کہ حدیث ابن جوزی و بخاری میں قول رسول
مختلف ہے، نفیاً و اثباتاً تو البتہ آپ ایسا دعویٰ کر سکتے تھے یا دو چار عالموں کا قول
نقل کر لائے ہوتے تو اسکی مخالفت سے البتہ سیوطی پر سہو یا غفلت کا الزام سے
سکتے تھے یہ سب تو آپ سے کچھ نہ ہوا اور دعویٰ یہ کہ سیوطی سے غفلت ہوئی سہو
جیسا کہ شیعوں کے نسخ طوسی علیہ الرحمہ سے ہوا جھلا ان بے جوڑ باتوں کا کیا علاج ہے۔
ایڈیٹر صاحب تمام دنیا کو بلا کر دکھائے کہ صحیح بخاری و ابن جوزی کے دو نو حدیثوں
میں قول رسول اسی قدر ہے ان احق ماخذ تم علیہ اجر کتاب المد بھیر کیوں یہ حدیث
مستحدہ ہوگی۔

یہاں قصہ کا مختلف ہونا کہ بخاری میں یہ حدیث جھاڑ پھونک والے قصہ میں ہے اور
ابن جوزی کی حدیث میں بچو اب کسب معلین ہے اس سے قول رسول میں کیونکر اختلاف
ہوا۔ وہ تو ایک ہی ہے۔

یہ امر اگرچہ بدیہی تھا مگر ایڈیٹر کے انکار پر پہلے سیوطی کا یہ قول نقل کیا الحدیث
آخر جہ البخاری فی صحیحہ ہذا اللفظ من حدیث ابن عباس۔ ملاحظہ ہو شمس ص ۱۳
اسیہ بھی جب ایڈیٹر صاحب انکار ہی کرتے ہیں تو شمس میں دوسرا قول
سیوطی نقل کیا۔ ملاحظہ ہو صفحہ ۱۳ اور پھر قول ابن حجر عسقلانی جو بخاری کے چاروں
حدیثوں کو فی قصہ واحدہ کہہ رہے ہیں ملاحظہ ہو صفحہ ۱۳

مگر چونکہ ایڈیٹر صاحب کو اس رئیس زادہ کی حکایت معلوم ہو یہ نہایت غبی تھا
اور کس طرح قابل تعلیم نہ تھا تو ایڈیٹر صاحب ایسے ایک لائق معلم نے اسکو سیلھا دیا
کہ کوئی کچھ کہے تم اس کے جواب میں ہی کہا کرو لانسلیہ خیا نچہ اس تعلیم کے معلم
نے رئیس کے سامنے پیش کیا اوسنے علما کا مجمع کیا کہ امتحان لیا جائے بڑے بڑے منطقی
جمع ہیں ہر ہر دعویٰ پر مدد ہا دلین لائی جاتی ہیں۔ وہ رئیس زادہ ایک جملہ لانسلیہ
سے سب کو قایل کر دیتا ہے۔ معلم بھی زحوش ہے۔ دہاکے کا باپ بھی خوش ہے کہ ہمارا لڑکا
بڑا لائق ہے اور وہ منطقی لوگ چکرارہے ہیں۔ آخر ایک بڑھے نے کہا ہمارا دعویٰ یہ ہے

لا الہ الا اللہ اسکے جواب میں بھی بے دھڑک لڑاکا کلمہ پڑا لاسلم جیسے تہمیدہ لگایا۔ اسی طرح ہمارے لائق ایڈیٹر اس دفعہ بھی لاسلم فرماتے ہیں جس پر میں نے تیسری دلیل تو امام سیوطی ہمیشہ لیا جو لالی مصنفہ عدین فرماتے ہیں اور قول ابن حجر عسقلانی جو فتح الباری میں ہے مگر سیر بھی ایڈیٹر صاحب النساء والذوالاسلم ہی فرمائیں گے کیونکہ قول مروان جان دارد۔ ایڈیٹر صاحب یہ مقام ضمنی ہے اس وجہ سے ہم آپ کے خارج از بحث باتوں کا جواب نہیں دیتے جہاں حضرت خضتہ کے کشتی کے متعلق آپ تفصیلاً لکھیں گے وہیں جواب بھی پائیں گے۔ ایڈیٹر صاحب علمائے شیعہ کو آپ کے الزامات کے نسبت وہی کہنا پڑا جو آپ کے شاہ ولی اللہ آپ کے تینوں فرسے کی نسبت کہہ گئے ہیں۔ ملاحظہ ہو اشمس ۷ ص ۱۶۔

رہا مقارن احادیث کا مسئلہ میں نہ بہ اثنا عشر یہ جگہ ملاحظہ فرمائے جو جو جواب تھفہ ہے جس میں شاہ صاحب نے اصول حدیث شیعہ پر اعتراض کیا تھا اور نر زہدین اوس کا جواب دیا گیا۔

قولہ سچ ہے ایڈیٹر اشمس کا مناظرہ ہو چکا ان کے مناظرہ کا دار مدار اسی قسم کے اقوال پر ہے جب وہ اقوال نہ مانے جائیں گے تو وہ بے چارے کس بنیاد پر مناظرہ کریں گے۔ اقول بہت درست ہے ہر لوگ شر فاکا مدار تو اسی پر ہے کہ آیت حدیث اقوال علمائے اہل لائیں ہیں۔ نہ مانے جائیں گے تو وہ بے چارے کس بنیاد پر مناظرہ کریں گے کیونکہ نہ یہاں لطمہ بازی ہے نہ مقدمہ بازی نہ زوالت جو مار بیٹ سے کام لین۔

قولہ ہمارے مناظرہ کا دار و مدار غیر معصوم کے اقوال پر نہیں ہے اقول آج نیا شلو نہ لکھا جو معصوم کے اقوال سے آپ استدلال کریں گے۔ خلفاء عن سلف عقیدہ اہل سنت تو یہی ہے کہ نبی معصوم نہیں جس کے لئے تحفید الانبیا لکھی گئی اور یہاں یہ دعویٰ کیا جا رہا ہے خدا خیر کرے کیوں صاحب وہ معصوم کون سے جس کے اقوال سے آپ مناظرہ کریں گے۔ قابل کلمہ الرحمن البجر۔ باوہ شخص جسکی شان میں یہ کلمہ کہا گیا۔

اشمس ۷ ملاحظہ ہو جس میں اعتقاد عصمت انبیاء صوات شیعہ سے ہونا بیان کیا گیا ہے۔ قولہ اگر میں نے یہ کہا ہوتا کہ علامہ سیوطی موذوہات ابن جوزی کی جس حدیث کو صحیح بخاری کی

جس حدیث سے متحد کہتے ہیں وہ حدیث صحیح بخاری میں نہیں تو البتہ آپ کو اس قسم کی باتیں
 زریبا تھیں اقول اور جب آپ نے یہ کہا کہ امام سیوطی جس حدیث کو ابن جوزی اور بخاری
 کے متحد بتانے میں وہ غلط ہو۔ تو اس کے جواب میں اٹھتے یہ باتیں زریبا تھیں کہ آپ کے اوتار
 مولوی عبدالحی صاحب کا قول نقل کروں جو یہ فرماتے ہیں کہ جو شخص اقول سیوطی وغیرہ میں
 شک کرے وہ قابل خطاب نہیں بلکہ لایق زجر و عتاب ہو۔ ملاحظہ ہو اشمس ص ۹۔
 ایڈیٹر صاحب بہتر ہے اس کا بھی قاعدہ مقرر ہو جائے کہ کس مقام پر علمائے قول سے سننا
 لاسکتے ہیں گوہر کہاں نہیں؟

سبحان اللہ مولوی عبدالحی صاحب تو بخواب مولوی بشیر صاحب انی فرمائیں کہ جب سیوطی وغیرہ
 کے ناقل ہیں تو سب کو اصل کتاب یا اصل قول کی طرف رجوع کرنے کی ضرورت نہیں ان کی نقل کا بھی
 اور آپ یہ فرماتے ہیں کہ جب میں اسکا منکر سوتا کہ صحیح بخاری میں نہیں ہے تو اون کا قول پیش کیا
 جاتا۔ خذار قسم کرے۔ وہاں بوجہ کتاب کی ضرورت ہے۔
 قول الامین نہایت افسوس سے کہتا ہوں کہ اشمس کے ایڈیٹرز کے سبب میں اور اسکے مقبر
 و محل کے تجوز کرنے میں بالکل غور سے کام نہیں لیتے یا اسپر وہ قادر نہیں اقول اور میں یہ
 کہتا ہوں رحم اللہ من الصف بہتر یہ ہے کہ جناب مولوی عین القضاة صاحب کو ہم اور
 آپ حکم مقرر کریں الشمس اور ملاحظہ فرما کر فتویٰ دین کہ آپ کی تحریر اور اسکے مقابلہ
 میں ہر طرف دھرمی ہو یا کیا۔

قولہ علامہ ابن جوزی کی حجج پر اعتماد کر کے صحیح بخاری کی حدیث کو موضوع بنادینا اور
 اچھا سنی حج ابن جوزی کو حدیث طبر کے متعلق غیر معتبر بنا کر مولوی حامد حسین صاحب
 کی ایسی لطیف کارروائی ہے جس کا جواب نہیں اقول قاعدہ کی بات ہے جب بھی
 لڑکا اور تھاد کے سامنے ایک ہی امر کو مکرر پوچھیں گا تو پہلے اسے کہہ کر دے گا کہ اس میں
 مادہ فہم کم ہے بتا دیکھا مگر بار بار کے پوچھنے سے کیسا ہی حلیم کیوں نہ ہو غصہ آجی جائیگا
 مگر ہم پھر حل اور رحم سے کام لیکر بتاتے ہیں کہ یہ کارروائی کچھ زیادہ لطیف نہیں ہے
 کیونکہ اگر کاذب کی گواہی دو سکے اور وہی کے ساتھ ہی کے قول سے ثابت کر دے تو یہ معمولی

بات ہو۔ اس طرح بخاری کی موضوعیت ابن جوزی کے کلام سے اور ابن جوزی کی بے اعتباری دوسرے ہمراہیوں سے ثابت کر دی گئی۔

لطیف کارروائی یہ ہو کہ خود ہی تو علما سے اہل سنت کہہ ہی تو ابن جوزی کا قول صحیحین سے مقبرہ بنیستان اور۔۔۔ اور ہی ابن جوزی کا قول ہر جگہ مندرجین پیش کیا جاتا ہے کہ حدیث نام مقبرہ ہے کیونکہ ابن جوزی نے اس کی صحیح کی ہے۔

اس سے بھی زیادہ لطیف کارروائی سنئے کہ مولوی عبدالحی صاحب آپ کے اوتاد ایک جگہ تو ذمہ بیسوطی۔ امام خطیب امام اقطنی کو رکن دین بنا تے ہیں اور جو ان کے قول پر اعتماد نہ کرے اس کو خارج از عقل کہتے ہیں جب یہ عرض اذہن کی نکل گئی تو لکھتے ہیں کہ امام ذہبی اہل سنت کا دشمن ہے اور اس کا قول قابل اعتبار نہیں۔ خطیب دارقطنی کا قول قابل اعتبار نہیں۔

اڈیٹر صاحب! بعد فرمائے یہ کارروائی لطیف ہے یا وہ جس کا آپ نے حوالہ دیا

ملاحظہ ہو شمس بے بدلا

ہو گا ہمارا اعتراض تو یہ ہے کہ ابن جوزی کی جرح کا مقبرہ ہونا اور غیر مقبرہ ہونا دونوں مستصفاً بائین میں ان میں سے جو راجح ہو اور اسکو اختیار کرنا چاہیے اقول اس کا جواب شمس میں دیا گیا کہ مولوی عبدالحی صاحب سے اس کو دریافت کیجئے کہ ذہبی خطیب دارقطنی کی مدح و قدیم تصدق بائین ہیں ان میں سے جو راجح ہو اور اس کو اختیار کرنا چاہئے اور اگر وہ نہ ہوں تو ایسے نہیں کیا بلکہ ایک جگہ مدح سے استدلال کیا ہے اور دوسری جگہ جرح سے استدلال کیا ہے۔ ہاں یہ نہ ازام میں بلکہ بخلاف جہاں حجۃ الاسلام، مستصفاً بائین وہ ہے ایسے نہ ازام میں ہیں خواہ مدح سے استدلال کریں خواہ طرح سے۔

اور یہ کہ ذہبی کی جرحی ہے یا چونکہ دیکھا نہیں اسوجہ سے ایسا فرماتے ہیں اثبات صحت بلکہ یہ کہ ذہبی نے حجۃ الاسلام کا استدلال صرف بے اعتباری جرح سے کیا ہے۔ نہیں ہے بلکہ حدیث لایل سے اس کو استدلال کیا ہے۔

حدیث ذہبی سے ابن جوزی کے قول ہی سے استدلال کیا ہے

کیونکہ اوس کی حج عام طور پر آپ کے یہاں معتبر سمجھی جاتی ہے۔

قولہ ان میں سے جو راجح ہو اوسکو اختیار کرنا چاہے اقول اگر ایسا ہی الزام دینا ہو تو کل کو آپ یہ بھی فرمایا کہ مذہب اہلسنت پر کیوں الزام دیتے ہیں کیونکہ یہ تو یقیناً ظالم ہو کر یہ مذہب مرجوح بلکہ باطل ہے پھر ہم آپ کی ہدایت کیونکر کریں۔

ایڈیٹر صاحب اسی پر تو ہم لوگ رو رہے ہیں اور آپ لوگوں کو سمجھا رہے ہیں کہ ایک اصول مقرر کیجئے اوسکی پابندی کیجئے۔ کیسی بات ہو کہ قرآن کی تلاوت بھی کرتے ہیں اور اوسکے احکام نہیں مانتے حدیث رسول کو صحیح مانتے ہیں مگر اوسکی تعمیل نہیں کرتے اور ہمیں اوسکی فرمائش کرتے ہیں کہ ہمارے مذہب کا ناقص نہ دکھاؤ ہمارے متناقضات کو ہم نہ استدلال کرو۔ راجح و مرجوح دیکھ لو بہلا ہم کو اس درد سہری کی کیا ضرورت ہو یہ مذہب طرفت کہ شود کشتہ نمود اسلامت

قولہ اب شمس کے ایڈیٹر غالباً وہی سمجھ گئے کہ مولوی حامد حسین صاحب کی کیا رودی کسی طرح محمود نہیں سمجھ سکتی۔ اقول اچھ لکہ ایڈیٹر شمس کو وہ عقل نہیں ملی جو ایشاہہ لاشعوریدہ کو حاصل ہے اگر جناب حجۃ الاسلام کی یہ کارروائی کسی طرح محمود نہیں سمجھی جاسکتی تو پھر قرآن و حدیث سب کا استدلال ناقص ہو کیونکہ اوس میں تو کفار کی متناقض باتوں سے استدلال کیا جاتا ہے جو خدا کو خدا بھی مانتے ہیں اور بت پرستی ہی کہتے ہیں۔ بت پرستوں کا پناہ مخلوق بھی مانتے ہیں اور یہ اون کی پرستش کرتے ہیں یہ سب بھی متناقضات ہیں پھر قرآن و حدیث میں کیوں اس سے استدلال کیا جاتا ہے۔

دیکھئے کہ میں اون کفار کو بھی نہ سمجھا دیکھ گیا کہ مخلوق و معبود ہونا متضاد باتیں ہیں اون کو معبود ماننے سے کیوں الزام دیا اگر اس سے الزام دینا تھا تو پھر مخلوق ماننے سے کیوں الزام دیا قولہ میں شمس کے ایڈیٹر صاحب سے پوچھتا ہوں کہ کیوں جناب مولوی حامد حسین صاحب کا اگر یہ مقصود ہے کہ علماء اہل سنت کے اقوال احادیث صحیحین کی موضوعیت میں پیش

کریں گے چاہے وہ اقوال صحیحہ ہوں یا غیر صحیحہ مشتبہ ہوں یا تو مشتبہ تو یہ ادب بھی لطیف بات ہو اقول پوچھنے کی ضرورت نہیں تھی الشامس علی حدیث کو ملاحظہ کریں جس میں جناب حجۃ الاسلام کا

منقول ہے خود اہل سنت صحاح و سنن و مسانید و مجامیع حدیث خود را مجموع و مقبوح ساختہ اند نہ رہا صحت و عدم صحت اقوال میں جہاں تک ممکن تھا جناب حجۃ الاسلام طاب اہ نے کل مراتب طوکر دیا لیکن اس کا علاج نہ اون کے پاس ہے اور نہ کسی کے پاس کہ آپ نہ مانیں اس طرح مثبت و غیر مثبت ہونا ظاہر ہو چکا ہے۔

قولہ اہل سنت کو کیا فرہو سچا اقول دعویٰ اصح الکتب بعد کتاب الباری غلط ہوا اور بغرض محال اگر اقوال مجروحہ و غیر مشتبہ یعنی جمع کر دے جائیں تو اہل سنت کا ضرر بھی نمایاں ہے کیونکہ وہ مدعی ہیں اجماع امت کے صحت یران نخبانوں کے جو باطل ہوا۔

قولہ دوست گران کا مقصد و صرف یہی تھا تو وہ اس کی بنا پر ایسا بزدل و دعویٰ نہ کرتے۔ اقول اگر فقط صرف اس میں نکال لے تو درست ہے کیونکہ یہ تو خوب معلوم ہے کہ اس حدیث کے صحت و بطلان سے اون کو کسی قسم کا تعلق نہیں ہے نہ فائدہ نہ نقصان اور ایک باہر طور نقصان ہے کیونکہ صحت صحیحین کی چار دیواری ٹوٹی ہے۔

دیکھئے جناب حجۃ الاسلام کا دعویٰ ایسا قوی تھا کہ سال بھر سے آپ لڑ رہے ہیں اور کسی طرح صحیح بخاری کی اس حدیث کو صحیح بنا سکے نہ فتح ابن الجوزی کا جواب سے سکے بڑا سکے کہ ہٹ دھرم کرتے ہیں۔

قولہ بہت سی احادیث کی قرح میں مولوی حامد حسین صاحب نے ایک بھی قول کسی عالم اہل سنت کا نقل نہیں کیا پس صاف ظاہر ہو گیا کہ محض نقل اقوال مفیدہ اور غیر مفیدہ ان کو مقصود نہ تھا۔ اقول امنوس غصہ میں انسان کا ہوش نہیں درست رہتا اس کا کون مدعی ہے کہ جناب حجۃ الاسلام کا مقصود محض نقل اقوال مفیدہ و غیر مفیدہ ہے۔ خدا رحم کرے۔

مطلب تو اس قدر ہے کہ جناب حجۃ الاسلام آپ کی احادیث کی جرح و قرح نہ اس بنیاد پر فرماتے ہیں کہ وہ مذہب حق شیعہ کے خلاف ہیں نہ صرف اس بنیاد پر کہ مباحث کلامیہ میں اون کے دعویٰ کے خلاف ہیں بلکہ مقصود اہل ادن کا الزام دینا ہے۔ مولوی حمید دعلی صاحب نے جنھوں نے کتاب سلم کی قرح کی تھی اوس کے جواب میں حجۃ الاسلام بھی بعد تکریر جواب فرمایا کہ اب میں خود علما اہل سنت کی زبانی ان کے صحیح مستند کی موضوعیت ثابت کرتا ہوں اگر کہیں

اگر کہیں کوئی قول صحیح نہیں لکھا، تو وہاں وہ اصول مقررہ ضرور تحریر فرمائے ہیں جس پر وہ حدیث موضوع قرار پائی ہے۔

ایڈیٹر صاحب اگینڈا کاخونہ نہیں تو خانہ لوح سے شرم کچھ اور فرمائے اس حدیث کی مواعیت جناب حجرات سیدہ سہلہ بنت سنان ثابت کی اس سے اون کو کیا نفع ہوا بجز اس کے کہ صحت بخاری کا دعویٰ باطل ہو۔ اور یہ کیا نقصان پہنچا اسکے کہ صحت بخاری جانی ہے۔ قول علامہ الحدید کہ شمس کے ایڈیٹر صاحب اس بات کو سمجھ گئے کہ علامہ ابن جوزی کی جرح ناقابلِ عتاب ہے گو بہت دیر کے بعد سمجھو رہ گیا ان کا یہ کہنا کہ مولوی حامد حسین صاحب اسی اصول پر انکی جرح سے فائدہ اڑھایا یعنی وہ عارف فن حدیث تھے۔ یہ ہمارے نزدیک غیر مسلم ہے اول تو ہم ان کو عارف نہیں سمجھتے اور اگر بالفرض عارف ہوں بھی تو میرین کا عرفان کب حجت ہوگا۔ آقول آخر آئی وہی حکایت جو سیدنا ابوہریرہ کی مذکور ہو چکی کہ مسلم کیونکہ ابن جوزی کو کون پوچھے شیخین کا کذاب غادر۔ خائن آخر ہونا بیچہ مسلم سے ثابت ہوا ابن جوزی کس قطار میں ہے۔ رہا دیرمی کا الزام بھی اوس وقت سب سے ہوا کہ کیوں بے غسل و لخن نہ چلے آئے کہ ہم سب بیعت کر لیتے۔ رہا یہ زہار حجت الاسلام نورانیان فن حدیث نہیں سمجھتے تو جب رسول اللہ کو آپ کے اسلاف مرتے وقت تک نہ پایا کیجئے یہ ہے تو اس کی کب شکایت کرتا ہوں۔ رہا اون کے قول کا آپ پر حجت نہ ہونا، میں نے بھی کون خواہشمند نہیں کہ آپ اون کو حجت مانئے کیونکہ حجت خدا سے تو ہمیشہ آپ حضرات خروف رہے۔ ایڈیٹر صاحب کی اس تقریر کو ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ کس عالم اختلاف میں لکھ رہے ہیں، سنا کوان شخص مدعی ہو کہ سنہم کا قول شیعوں پر یا شیعہ عالم کا قول سنی پر حجت ہے جو ایڈیٹر صاحب حجت قول حجرات اسلام سے انکار کرتے ہیں۔ ایڈیٹر صاحب جب آپ امامہ بیوضی کو نہ عارف فن حدیث مانئے ہیں نہ اون کے قول کو حجت تو حجت الاسلام کے قول پر کیونکہ آپ ایمان لاسکتے ہیں۔

جب آپ کا دل اس کو گوارا نہیں کرتا کہ اپنے دعوے کے خلاف علامہ ابن حجر کے قول کو قبول کریں تو جناب حجرات الاسلام کی ہدایت آپ کب مان سکتے ہیں۔

قولہ اس حدیث کی صحت کا اس سے کیا زیادہ ثبوت ہو گا کہ صحیح بخاری میں بطرق متعدد مروی ہے اقول اس کا جواب تو پہلے ہی اشمس میں دیدیا گیا تھا۔ مگر پھر بھی وہی دعویٰ جلا جاتا ہے اور اس کو آپ حنفی ہو کر ایسا دعویٰ کرتے ہیں تو اس کے ساتھ یہ بھی ماننا پڑے گا کہ امام ابوحنیفہ مخالف حدیث صحیح تھے کیونکہ وہ علم قرآن پر احرار تھے لہذا کو حرام کہتے ہیں اور بخاری صحیح جائز اس لیے جسے رد ابوحنیفہ کے لئے ایک حدیث کو اوٹھانے کے چارباب میں لکھا ہے۔

ربانہ مست فیعیمن سے قول ابن ماجہ زکریٰ زکریٰ بن ماجہ نے عقل مندی جو اگر ابن ماجہ کے نزدیک وہ صحیح ہوتی تو کیوں اس کو ممنوع کہتے۔

مشکل یہ ہے کہ ایڈیٹر صاحب پر محبت دنیا ایسی غالب ہو کر اوٹھانے والی فکر جو اپنی قوم پر ثابت کریں کہ شیعوں کی رد لکھے ہے جو ہن عرب سے خوب بکرتی ہو اور سال آخر ہے تو خوب چندہ جمع ہو جائے۔ اور اس کی مطلق فکر نہیں کہ ہم بات کیسی کر رہے ہیں اگر خدا و رسول نراضی ہو گا تو ظالمین میں تو نہ اسوا ہوں۔

ایڈیٹر صاحب بیٹھے یہ لکھا تھا۔ جس طرح صحت حدیث ظاہر مدنیہ ثابت کی گئی ہے اور اس طرح اس کو بھی ثابت کیجئے، مفقود کیا اس کا یہی جواب ہے وہ اجبی حضرت صحیح بخاری میں ہونے سے بڑے کر اور کیا دلیل اس کے صحت کی ہو گی، یہ تو ایسا جواب ہے کہ کوئی کہے خلافت ابو بکر صاحب اس وجہ سے حق ہے کہ عمر صاحب ان کے خلیفہ ہیں۔

قولہ ہمارے علمائے محققین نے ہرگز صحیحین کو صحیح روح نہیں کہا۔ اقول نقد التفسیر میں جن علمائے نام جارجیس صحیحین میں مرقوم ہیں کیا وہ آپ کے علم سے نہیں ہیں یا محققین سے نہیں ہیں۔ انیسوس کہ ایڈیٹر صاحب نے سچ بولنے کی قسم کھالی ہے۔

یہاں تک تو ایڈیٹر صاحب نے اشمس میں جواب میں گہری زیری کی جواب لطیفہ گوئی کی طرف متوجہ ہوئے۔

قول ظہر ایک آخری لطیفہ اشمس کا یہ ہے کہ منکر کو مولوی حامد حسین صاحب نے ممنوع کے معنی میں لیا ہے۔ اقول یہاں تو بے اختیار آئیہ معلوم کی تلاوت پر مجبور رہا کیونکہ حجۃ الاسلام کا قول آپ خود لکھ چکے ہیں۔

پہ اس میں منکر کو بعضی موضوع کہاں لیا گیا ہے جو آپ نے اعتراف کیا اور بالضرورت اگر ایسا ہوتا تو کوئی مضائقہ نہیں کیونکہ امام مسلم بھی منکر کو بعضی موضوع لیتے ہیں۔ یہ جو احادیث میں دیا گیا تھا۔ اس پر ایڈیٹر صاحب نے یہ فرمائش کی کہ اصول حدیث کی کتاب سے دیکھاؤ مد یعنی امام مسلم کا قول قابل قبول نہیں، ”بتعمیل اس حکم کے جس میں جلدی عبدالحی صاحب کی نظر الامانی سے جو خاص اصول حدیث کی کتاب ہو یہ دیکھا گیا کہ امام بخاری فرماتے ہیں ”کل من قلت فیہ منکر الحدیث لا یحج بہ ولا یعمل الروایۃ عنہ“ اس جواب پر اگر ایڈیٹر صاحب میں یہ بھی خدا ترسی ہوتی تو اعتراف کرتے اگر اترار نہ کرتے تو سکوت کرتے مگر خدا ہلکا کرے ایڈیٹر صاحب کا کہ جب اس کا کچھ جواب نہ بن پڑا تو میری اس جملہ پر کہ ”یہ اصطلاحیں جدید ہیں پھر ان اصطلاحات و قواعد کی پابندی علماء سلف کیوں کر کر سکتے تھے“ یہ اعتراف کر بیٹھے ”اس عقل و فہم کا کیا کہنا۔ اصطلاحات تو نسبتاً یہ ہیں بچے تک جانتے ہیں۔ مرتبہ تدوین مرتبہ ایجاد سے متاخر ہوتا ہے اور

مگر میں اس میں زیادہ اوجھنا نہیں چاہتا کیونکہ یہ سب اصول حدیث سے متعلق ہے جس سے حنفیوں کو کوئی سروکار نہیں۔

ایڈیٹر صاحب صرف اس قدر بتا دیں کہ امام مسلم و امام بخاری کا قول زیادہ قابل قبول ہے یا سخاوی وغیرہ مصنفین اصول حدیث کا؟ اور اگر یہ اصطلاحات قدیم ہیں تو بقول آپ کے امام ترمذی ”بعض احادیث کو حسن صحیح اور بعض کو حسن غریب سمیوں لکھتے ہیں جس پر یہ اعتراف ہو کہ یہ خلاف اصطلاح ہے۔

اس تقریر سے معلوم ہو گیا کہ یہ سب اصطلاحات جدید ہیں قدما ان کے پابند نہ تھے ورنہ لازم آتا ہے کہ ایڈیٹر صاحب اس کے بھی قائل ہو جائیں کہ حضرت انسؓ والہو ہریرہ وغیرہ بھی ان اصطلاحات سے واقف تھے بلکہ خود رسول اللہ جو کسی وقت حدیث صحیح فرماتے کسی وقت حسن کیسے وقت ضعیف کسی وقت موضوع خرد آپ پر رسم کرے۔ اللہم آمین۔

قول لیس دوسرا الطیغہ یہ اشمس کے ایڈیٹر صاحب نے ایک مقام میں ہم سے

یہ اعتراض کیا ہے کہ احادیث کو راجح و مرجح نہیں کہتے راجح و مرجح کا استعمال احکام میں ہوتا ہے
 احادیث کی نسبت صحیح، موضوع، قوی، ضعیف کا لفظ بولا جاتا ہے اقوال زیادہ بات بنانے
 کی ضرورت نہیں آپ ہر جگہ اصول حدیث بگھاڑا کرتے ہیں کسی کتاب سے اصول حدیث کو اس
 لکھ دیجئے کہ قسم حدیث سے ایک قسم راجح کی بھی ہے تو سب قصہ طوطی زیادہ فضول کی ضرورت
 نہیں۔

رہا قول بن حجر "انہ یعرف التاریخ فلایخاد اما ان یکن ترجیح احدہما علی الآخر بوجہ من وجوہ
 الترتیب پس اہل فہم کے کثرانے کو کافی ہے جس سے میرے دعوے کی اور بھی تصدیق ہوئی کیونکہ
 ترجیح اس میں اسباب خارجہ سے پیدا ہوگی بوجہ من وجوہ الترتیب۔ مذہب کہ راجح و مرجح دو قسم ہو
 حدیث کی جیسا کہ اگلی مزموعہ اور میری ہی دعوے کی مؤید وہ عبارت بھی ہے جو آپ صلوات
 نقل کرتے ہیں فقہتہما کے ان اذادہ تشریح راجح میاں شد بقضاء ان عمل میکند جس سے
 بعینت معلوم ہوا کہ وجوہ ترجیح اسباب خارجہ سے ہی نہ کہتے حدیث ہو۔

ایڈیٹر صاحب دسام اور صبرت حمید ریہ کی یہ عبارت "بالجملہ یکے از مرجحات نظر در سند و حال
 رجال است" نقل کر کے بہت اترتے ہیں جس پر فرماتے ہیں "ای اہل انصاف دیکھو اس کو اتنی
 کی کوئی حد ہے ابتدائے خطاب سے اس وقت تک ہم نے بہت سے مقامات ایسے دکھائے ہیں جن میں
 ایڈیٹر شمس کی ناواقفیت سے سنی دلوں کے اصلاحات سے ظاہر ہے خاص کر جن حدیث
 کو تو معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے دیکھا ہی نہیں ایسی حالت میں تنقید صحیح بخاری پر اکتفا قائم کرنا
 اس شعر کا مصدق نہیں ہو تو کیا ہے۔

تو کار زمین را نکو ساختی ۛ کہ با آسمان نیز پرداختی
 اتمول یوں تو بعض آدمی ایسا خواب دیکھتے ہیں کہ نیندا او چٹ جاتی ہے اور آپ تو ماشا اللہ
 چشم بدور جیتے جاگتے دن دھارے تنقید صحیح بخاری کی وہ مہیب صورت دیکھ
 ہے بلکہ جس سے آپ کا سلطانی مذہب اب چند ہی روز کا مہمان رہ گیا ہے اسی لئے تو آپ کے
 مزاحیرت اور آپ دونوں صاحب حرکت مذہب کو بھی کر رہے کہ سیطرہ تنقید صحیح بخاری
 کا سلسلہ متروک ہو۔

مگر خداوند عالم وجود ذمی جو در جناب فخر الحکما بھی الزما می البعدہ دام ظلہ العالی کو بنا
تایم رکھے جنکے شجاعت قلم سے تنقید بخاری کا سکہ تمام عالم من جبر ہا ہو۔ یہ بھی لطیف
غیبی ہے کہ بتا کید تمام اس دفعہ اصلاح بنرو میں لیکچر و تنقید کا شائع ہوا جو چند ماہ
سے بند تھا۔

بہر حال اگر ایڈیٹر صاحب کچھ غور کرتے تو معلوم ہوتا راجح و مرجوح تمام حدیث سے نہیں بلکہ
مرحبات خارجیہ یا داخلیہ سے رجحان پیدا ہوتا ہے اور جو اعتراضات اپنے تنقید بخاری پر کئے
تھے انکو مد کہ نقد التنقید میں جواب اور کمال و ذمات مرحوم ہو چکا۔ غیر تمدان
معا و میں ایڈیٹر صاحب سے امید ہے کہ غیرت کو ہاتھ سے نہ دینگے

ایڈیٹر صاحب اگر غور کریں گے تو ابھی شیعہ و سنی کے مناظرہ کا بہت بڑا میدان پڑا ہوا
ہو جس میں ابھی تک آپ نے قدم نہیں رکھا ہے۔ لہذا انصوب باتوں میں نہ اوکھن ڈالئے
ضد۔ ہٹ دھرمی اچھی چیز نہیں۔ نہایت معیوب ہے۔ ایمان کو درست دکھ کر اس قدر مست
کو ملاحظہ فرمائے جو میں نے الشمس کے کی پیش کی ہے بعدہ اپنے اخبار سے دکھاؤ کہ ان مطالب
کا کیا جواب دیا ہے اور یوں بیکار لکھنے کا تو آپ کو ہر طرح اختیار حاصل ہے۔

والسلام علی من اتبع الهدی

نازیجا

افسوس کہ اٹوٹ صاحب اس آخری زمیں پھر اسکی دھکی جیتے ہیں اللہ مدد ہے و الشمس کا ناقابل النقا
ہونا کمالا بیغنی ثابت کر دیا اب ہم آئندہ الشمس کے متعلق خود ایک حرف نہ لکھیں گے
ناظرین! الشمس میں ایک نیا ناز ملاحظہ فرمائیں ہمارے کرم فرما کا دستور لہجہ
شعر ہے۔ تنقہ دیدار می نالی و پرہیز میکنی پد باز از حویش و آتش با تیر می کنی
جناب من! اب مجھو عشر تک کا مین جانے کا حکم دین یا میکدہ مین ہدایت سے
غافل نہ ہوں گا۔

آئندہ زمیں سے انشاء اللہ سکہ تحریف شروع ہو جائے گا
ادویر

فقد النقیبہ
سلسلہ اول
بیتنا

اور شیخ عبدالحی تحصیل الکمال میں لکھتے ہیں وکتابہ الجامع احسن الکتاب وجمعہا واکثرها
فائدہ واحسنہا ترتیباً واولیٰها تکراراً اور ملا علی قاری مجمع الوسائل شرح شمائل میں فرماتے ہیں
ونقل عن الشیخ عبد اللہ انصاری قال جامع الصحیح عندی انفع من کتابی التجارہ و مسلم
اور مفتاح کنز الدرایہ میں ہے قال ابوالسعادات ابن الاثیر و کتابہ هذا احسن الکتاب واکثر
فائدہ واحسنہا ترتیباً واولیٰها تکراراً

اور شاہ عبدالغیر زینتان المحمدین میں فرماتے ہیں واین جامع بہترین آن کتب است بلکہ بعض جوہ
وحیثیات از جمع کتب حدیث خوب تر واقع شدہ اول از جهت ترتیب و عدم تکرار۔

ان عبارتوں سے بخوبی ظاہر ہے کہ ان علماء نے صحیح ترمذی کو صحیح بخاری و صحیح مسلم پر اسی وجہ سے
تفضیلت دیا ہے کہ اس کے نوایز زیادہ ہیں اور ترتیب اس کی احسن ہے اور تکرار اس میں کم ہے یہاں تک
کہ شیخ عبداللہ انصاری نے صاف صاف کہا یہاں صحیح ترمذی بہ نسبت بخاری و مسلم زیادہ نافع ہے۔
کیونکہ ایڈیٹر صاحب تو کیا ان علماء کو آپ کے بخاری کے تکرار کے نوایز نہیں معلوم تھے جو سب نے
جامع ترمذی کو صحیح بخاری سے افضل بنایا اور اس عیب کو خاص طور سے ذکر کیا کہ بخاری میں تکرار
زیادہ ہے اور ترتیب اس کی ناقص ہے کیونکہ الاشیاء تعرف باضداد ہا۔

یہاں ایک خط کا بھی تذکرہ مناسب ہے جو دستخط اصنع بلیا سے ایک صاحب کا اہل حدیث سے
آیا جن کا نام نہیں لیا جا تا شاید اون کو ناگوار ہو اوس میں اوکھنوں نے امام بخاری کے تکرار حدیث
کو مشابہ کیا ہے تکرار آیات و قصص قرآن مجید سے۔ مگر افسوس یہ اون کی خوش اعتقاد ہی ہے جو

ف اصل مذکورہ سے دو آپ کے پرچہ اصلاح کو اکثر میں دیکھا کہ ہوں ضمیر پرچہ میں تنقید بخاری شریف یا کو فرمایا
کرتے ہیں میری نظر سے جہاں تک چینمہ گذر آپ کے اعتراضات اکثر و بیشتر بخاری شریف پر ہوتے ہیں کہ ایک حدیث
کو چند مقامات پر لکھا ہے تو تکرار ہے جاہی مگر آپ نے قرآن مجید پر ملاحظہ فرمایا یا نہیں ایک سورہ مرحل میں بنی اللہ و کما
تکذبان اکتسب لکم جناب بارخانی ارشاد فرمایا ہے اگر جناب والا یہ جواب دیں کہ تکرار نہیں جائز ہے تو تکرار تاکید میں
بھی تین بار سے زیادہ ناجائز ہے۔ یا مہربانی ذریعہ پرچہ اصلاح اس کا جواب تحریر فرمائیں۔

الجواب اگرچہ اصل بحث تکرار کا جواب تو معلوم ہو چکا مگر افسوس کہ آپ کو اعتقاد ہے معلوم ہو احوالاً کہ وہ اصل
اور اعتراض غیبی ہے بلکہ مشامین مقام نے بروتی دیا تو وہ لکھی جا رہی ہے۔ بدینہ فلان فلان جانب میں جو تکرار ہے

بیتنا
تکرار و تکرار حدیث بخاری

صحیح بخاری کو بہتر قرآن بناتے ہیں۔ حالانکہ خود تکرار آیات قرآنی کی یہ حالت ہو کہ وہ کبھی شبلی صاحب لکھتے ہیں۔ مثلاً مخالفین کا ایک یہ اعتراض تھا کہ قرآن مجید میں ایک ہی بات کو دو میں دہن دہن میں سے نفع بیان کیا ہے مفسرین اس کا یہ جواب دیتے ہیں کہ اس سے قدرت کلام لکھا نا مقصود ہے کیونکہ ایک ہی مطلب کو مختلف عبارتوں اور مختلف پہلوئوں میں ادا کرنا ہی انشاء پر وازی کا ثبوت ہے لیکن یہ جواب محض لغوی ہے ایک مضمون کو مختلف طریقوں میں ادا کرنا ابو الفضل فظہوری کا مایہ ناز ہو سکتا ہے نہ خدائے ذوق بجلال کا صفحہ ۱۱۶

پس جب یہ افرو خود محل اعتراض ہے تو بخاری نے کیا یہ بے ترتیبی اور تکرار ہی کیا جس طرح نہ قابل اعتراض ہو گا حالانکہ سب جانتے ہیں قرآن کی اصلی عرض اثبات اعجاز ہے کہ کوئی اور اس کے مثل پر قادر نہیں ہے جو سب سے نہ اس میں باب ہے نہ فصل ہے بلکہ جس طرح خدا چاہتا ہے مطالب اعجاز یہ کو بیان کرتا ہے۔ اور یہاں تو بخاری صاحب نے بغرض اختصار کتاب کو جمع کیا ہے اور اس کے لئے ابواب و فصول مقرر کئے۔ پس اگر ان لوگوں نے امام بخاری کو اپنا خدامان لیا ہے تو جس طرح کلام خدا کو ہر لازم سے پاک جاننا ہے۔ اسی طرح اس کو بھی مانیں ورنہ اگر ان کو آدمی اور محدث مانا ہے تو پھر اپنے محدثین کا کلام دیکھیں جو ان کے اس تکرار بیکار کو نظر حقارت سے دیکھتے ہیں۔ یہ جملہ مقررہ تھا ورنہ کبھی کلام اوٹیر صاحب بہت کچھ قابل اعتراض ہے۔

کیونکہ پہلا فائدہ جو ان مضمون نے ابن حجر سے نقل کیا۔ آئین گل سخن میں شریک ہیں سب

صاحب باب بھی حدیثوں کے لئے ایسے بناتے ہیں جو معمولی عقل سے خارج ہے جس پر امام سویطی فرماتے ہیں لغیرت الانکار
 ہر حال چونکہ تکرار ایک ایسا امر مذموم ہے کہ زیادہ بتانے کی ضرورت نہیں لہذا تنقید بخاری کا وہ حصہ جس میں تعداد
 تکرار حدیث مآلی جاتی ہے اعتراض معلوم ہوتا ہے اور جو اصل اعتراض ہے جس سے صحیح بخاری ایک ہمزہ اخبار کے درج میں
 آگئی اور پھر کبھی توجہ کرنے کا موقع ہی نہ ملا۔ اس میں بھی عذر نہیں کہ اہل حدیث نے بخاری شریف کو ہر طرح سے
 بہتر قرآن شریف بنایا یہاں تک کہ شریف کا لفظ بھی اس کے لئے لایا جاتا ہے اور۔ سا پارہ بھی بنایا گیا مگر اپنے
 اسپر نہ خیال فرمایا کہ یہ فہامی الامر ہے بلکہ اتلذبان کی تکرار بھی ایک سورہ احسن میں ہے نہ یہ کہ ہر آیت اور سکا
 ہر سورہ۔ ہر پارہ میں دہن دہن بارہ بارہ مرتبہ مکرر لایا گیا ہے۔ اور جب خود تکرار قصص جو قرآن مجید میں
 ہزاروں مضمون پر مبنی ہے اہل سنت کے یہاں محل اعتراض ہے تو پھر آپ خود سمجھ سکتے ہیں کہ صحیح بخاری کی تکرار کیسی

چاہتے ہیں اپنی حدیث کو غرابت سے نکالیں پھر امام مسلم نے یا ترمذی نے کیوں کل حدیثوں کو ایک ہی باب میں باساند معتبرہ و متعددہ و الفاظ مختلفہ لکھ دیا جس پر اونکی مدح کی جاتی ہے اور بخاری کی مذمت۔ پس اگر تکرار بیکار ہی سے تم ذکر مکر رہتا ہے تو حیف ہے اور علی پر جو صحیح مسلم و ترمذی کو صحیح بخاری پر ترجیح دیتے ہیں مگر کیا کریں کہ اون کو وہ عقل نہیں ملی تھی جو بخاری صاحب کو ملی۔

دوسرے فائدہ میں جو عسقلانی صاحب سے آپ یوں ناقل ہیں ”لہذا امام بخاری ہر حدیث کو جس طرح راویوں نے بیان کیا لکھ دیتے ہیں تاکہ ناقل کی طیف کسی قسم کا شبہ نہ ہو“ اس کے نسبت بہت کچھ متاثر ہے کیونکہ محدث کا یہی فرض ہے اور ایسا ہی ہونا چاہیے مگر انیسویں کہ امام بخاری صاحب نے یا تو اس کا بالکل سکاٹ ہی نہ رکھا یا بہت کم رکھا چنانچہ تنقید بخاری کے کتب ۳۹ میں اپنے ابن حجر صاحب کا قول ملاحظہ کیا ہوگا چونکہ مشغفون کی عادت ہے کہ کتاب اپنی خطبوں میں وہ اپنے اصطلاحات و اختیارات و مذہب کو لکھتے ہیں اور بخاری کی یہ رائے ہے کہ حدیث کا مختصر کرنا جائز ہے اور روایت بالمعنی کر سکتے ہیں (یعنی الفاظ حدیث کو بدل دین) اور ترمذی استناد میں (یعنی اپنے مطلب کے موافق حدیث کو قرار دینا) اور انھیں کو جسے برا اختیار کرنا (یعنی ظاہر و مشہور کو ترک کر کے جو مطلب قابل و تحریف نکل سکتے ہیں اوسکو اختیار کرنا) اور ترجیح دینا اس سند کو جو اس صیغہ سے وارد ہے جس میں بہاعت کی تصریح ہے دوسری سند دن پر لہذا ان سب مندوں اور ترکیبوں کو اسی حدیث سے سند بنا کر بیان ظاہر کر دیا،

پس جب یہی ادن کا مذہب ہے پھر کہونیکو آپ ایسا کہہ سکتے ہیں کہ جس طرح راویوں نے بیان کیا لکھ دیتے ہیں، کیونکہ یہ قواعد نو عام حدیث میں کاہر نہ امام بخاری کا جن کا مذہب ہی سب سے جدا گانہ ہے۔

دیکھئے آپ کے علامہ ذوالنہین ابن وحیہ شرح اسماء البیہ میں لکھتے ہیں بدانجام اور لا

بدرہ ہوگی حسین نہ انشا پر واز ہی کی تاویل ہو سکتی ہے نہ قادر کلامی کی حالہ کہ جن لوگوں کو حلاوت تلاوت سے وہ ارمان ملی ہے اور کچھ بھی عربیت کا ذوق رکھتے ہیں وہ جانتے ہیں اس میں کیا لذت ہے اور کسی بلاغت کا شائق اور کسی ترجیح اور نہ بیوں کے دوہے بھی آپ سنتے تو معلوم ہوتا کہ ایک مصرعہ پر طرح کی لڑائی لگائی جاتی ہے اور

مسلم لانہ اور کمال و قطعہ بخاری و اسقط منہ علی عادتہ کہ اتری و هو صاحب علیہ
فی تصنیفہ علی ماتری و لایسا اسقاطہ لذا کر علی رضی اللہ عنہ یعنی بمنزہ روایت صحیح مسلم کہ
اس وجہ سے ابتدا کی کہ اوٹھون نے پوری حدیث کو وارد کیا اور قطع کر دیا اور اس کو
بخاری نے اور کمال ڈالا اور اس سے جیسا کہ اوٹھون کی عادت ہے اور یہ ان باتوں سے ہے جس سے
عیب کیا گیا ہے بخاری پر دربارہ ان کی تصنیف کے خاص کر اس بارے میں کہ وہ کمال
ڈالتے ہیں ذکر علی رضی اللہ عنہ کو پس جس کتاب کی یہ حالت ہو اور اسکے مصنف کی
یہ عادت کہ جہان سے جو چاہے نکال ڈالے اور جہان چاہے بدل دے پھر اس کتاب پر
کس کو اعتماد ہو سکتا ہے۔

بخاری صاحب کی یہ حالت بھی بالخصوص ایسی تھی کہ علامہ سیوطی وجوہ تفضیل صحیح مسلم
میں ابو علی سے لکھتے ہیں۔ بل کان مسلما صنف کتابہ فی بلدہ بحضور اصولہ و حیاتیہ
کثیر من مشائخ فکان یتعزذ و الا لفاظ و یتحرر فی السیاق بخلاف البخاری فبرأ
کتب الحدیث من حفظہ و لم یزاکھا فظروا تہ و لیسوا یرباعرض لہ الشاک و قد صح
عنه انه قال رب حدیث سمعہ بالبحرین کتبتہ بالشام ۲۷
یعنی مسلم نے جو اپنی کتاب تصنیف کی تو بحضور اصول اور اسکے حیات میں اپنے اکثر مشائخ
کے لہذا وہ الفاظ اور سیاق حدیث میں بہت احتیاط کرتے تھے بخلاف بخاری کے
کہ اوٹھون نے اکثر حدیث اپنے حفظ پر لکھی ہے

اسی وجہ سے اکثر اوقات اون کو شک عارض ہوتا ہے اور خود بخاری سے بطریق صحیح
ثابت ہے کہ کہا اوٹھون نے اکثر حدیثوں کو میں نے سنا تو بصرہ میں اور لکھا اوٹھون جو کہ
ملک شام میں۔ مگر اس جملہ کی قلعی اس سے کہلتی ہے کہ حافظ ابن حجر لکھتے ہیں و قال احمد
بن ابی جعفر والی بخاری قال لی محمد بن اسماعیل یومادب حدیث سمعہ
بالبحرین و کتبتہ بالشام و رب حدیث سمعہ بالشام کتبتہ بمصر فقلت لہ یا ابا
عبد اللہ بتامہ ص ۵۷۵

یعنی جب اونکی اس مغفرت پر سوال کیا گیا کہ کیا بتامہ تم نے لکھا تو سکوت کر گئے اور کچھ جواب

نہ دیا۔ ممکن ہے بخاری صاحب نے اپنے عوام مقصدین کے خوش کرنے کو ایسا بیان کیا ہو۔ مگر اہل فہم سمجھ سکتے ہیں کہ پھر ایسی کتاب ریکوئیر کرنا ہی محتمل ہو سکتا ہے کیونکہ آج کی سنی ہوئی بات جب دو تین مہینہ کے بعد لکھی جائے گی تو کیونکر وہ محفوظ رہ سکتی ہے؟ خوش اعتقاد ہی تو ایک دوسری چیز ہے جس کے مقابلہ میں سب چیزیں صحیح ہیں مگر فطرت انسانی پر غور کرنا چاہئے کہ ایک ادنیٰ سی بات میں جو گہنڈہ ہی دو گہنڈہ کے بعد ادا کی جاتی ہے کس طرح تغیر ہو جاتا ہے تو جو حدیث دس بیس مہینہ دو مہینہ کے بعد لکھی جائے گی کہاں تک وہ محفوظ رہ سکتی ہے۔

اوسیر لطف یہ ہے کہ خود بخاری صاحب فرماتے ہیں قال محمد بن حمدویہ سمعت الخدی یقول اخفظ ما فی الف حدیث صحیح واخفظ ما فی الف حدیث غیر صحیح قال ورا قد سمعت البخاری یقول ما منت الباریحۃ حتی عدت کما دخلت فی تصانیفی من الحدیث فاذا هو نحو ما تین الف حدیث ص ۵۷۵۔

یعنی بخاری صاحب کہتے تھے کہ ہر کوئی لاکھ حدیث صحیح یاد ہے اور دو لاکھ غیر صحیح اور کجا و رلق بیان کرتا ہے کہ بخاری کو سنائیں نے کہ وہ کہتے تھے کل کی رات میں اس وقت تک نہ سو یا جب تک گن نہ لیا اون حدیثوں کو جنہیں بیٹے اپنی مصنفات میں داخل کیا وہ دو لاکھ حدیث ہیں۔

تو جب دو لاکھ حدیث غیر صحیح بھی اونکو یاد تھی تو کیا یہ ممکن نہیں ہے کہ حافظہ اون کا غلطی کرے اور حدیث غیر صحیح کو بسند صحیح بیان کر جائیں کیونکہ آخر مہینوں کی بات سنی ہوئی ہے۔

اور جب اون کے خزانہ حافظہ میں ایک لاکھ صحیح دو لاکھ غیر صحیح حدیثیں بھری تھیں تو پھر اپنی مصنفات میں جو اونہوں نے دو لاکھ حدیثیں بکھریں تو ایک لاکھ اوس میں غیر صحیح ضرور ہوگی کیونکہ صحیح حدیث تو لاکھ ہی ہے۔

مگر یہ بھی عجیب قدرت خدا ہے کہ جس جس وقت بخاری صاحب اپنے مقصدوں کے لئے خوش کرنے کو چاہتے تھے تو اکثر اوقات کچھ ایسے لوگ بھی وہاں موجود

ہو جاتے جو ان کا منہ بند ہی کر دیتے۔

چنانچہ خود ابن حجر اوسى وراق سے ناقل ہیں قال البضاقلت له تحفظ له جميع ما دخلت
فمصنفاتك فقال لا يحفظ على جميع ما ذرنا وصنفت جميع كعتبي ثلاث مرات ۵۵۵
یعنی اوسى وراق سے پوچھا کہ کیا تم کو وہ سب حدیثیں یاد ہیں جو تم نے اپنی مصنفات میں
جمع کی ہیں تو کہا جیسے کوئی حدیث اون کی محضی نہیں ہے کیونکہ ہر کتاب کو میں نے تین مرتبہ
تصنیف کیا ہے۔

دیکھئے یہاں جواب میں کیسا لسانی کاٹ گئے کہ گرفت بھی نہ ہو سکے اور بات بھی نہ بگڑے۔ صاف
صاف نہ کہہ سکے کہ ہاں وہ سب یاد ہے کیونکہ ممکن تھا کوئی امتحان کے لئے کلمہ ظاہر ہو جاتا۔
بہر حال چونکہ ایڈیٹر صاحب نے اسپر نہ غور کیا کہ ابن حجر وغیرہ نے تکرار بیکار کا جواب کسوں مانہ
میں لکھا تھا جبکہ حسن عقیدت کی بطنی انکو پوز نہ بندھی تھی دنیا کی تھی بوٹھیا اون کے کہانی کی
عادی تھی۔ اسوجہ سے اس قدر عرض کیا بقیہ وجوہ کا جواب اسی سے سمجھ لیں کہ اگر بخاری صاحب
کی یہ تکرار کسنی طرح قابل منع ہوئی تو صحیح مسلم و صحیح ترمذی کو یہ درجہ نہ ملتا اور اگر ایسی ہی ضرورت
تھی تو صحیح مسلم نے ایک ہی باب میں کل حدیثوں کو لکھ دیا یہ بھی لکھ دیتے۔

حالت و مقام ہیں قال ابوالمہتمم اللہمینی سمعت الہربری یقول سمعت محمد بن اسمعيل
تصنیف بخاری

البخاری یقول ما وضعت في كتاب الجامع الصحيح حديثا الا اغسلت قبل ذلك
ووصلت ركعتين؟ عن البخاری قال صنفت الجامع من ستائة الف حديث في ستة عشر
سنة. ووجه لنتيجة فيما بيني وبين اللہ قال ابو سعید الاداہری انا سليمان بن داود
الہروی سمعت عبد اللہ بن محمد بن ہاشم یقول قال عبد بن محمد بن بخیر البخاری سمعت
اسمعیل بن اسمعيل یقول صنفت کتابی الجامع فی المسجد الحرام وما دخلت فیہ حدیثا
حتى استقرت، اللہ وصلیت ركعتین وتیقنت صحته مقدمہ فتح الباری صفحہ ۵

سنائین نے بخاری کو کہہ دیا کہ تم نے اپنی کتاب کو تصنیف کیا مسجد الحرام میں اور نہیں
داخل کیا اب میں کسی حدیث کو جب تک کہ استخارہ نہ کیا خدا سے اور دو رکعت نماز نہ پڑھی

اور اس کے صحت کا یقین حاصل کیا گیا کہ یہ معلوم ہوا کہ یہ استخارہ اور یہ نماز اصل حدیث سے متعلق تھا یا اس کے عدد یا قطعات سے اور پھر حدیث مسند سے مستطیع ہو یا تعلیقات و متابعات سے بھی۔

دوسری روایت یہ ہے وقد روی ابن عدی عن جماعة من المشائخ ان البخاری سئل
 تراجم جامعہ بین قبر النبی ومنبرہ وکان یصلی لئلا ترجمہ رکعتیں صحت
 یعنی بخاری نے اپنی کتاب کے ترجموں کو لکھا درمیان قبر نبی اور منبر کے اور ہر ترجمہ کیلئے
 دو رکعت نماز پڑھتے تھے۔

یہ دونوں بیان بھی بخاری صاحب کا ہوا اپنے معتقدوں کو خوش کر رہے ہیں کہ
 سمجھ داریوں پر کیا گزرتی ہے اس کا انداز اس سے بخوبی ہو سکتا ہے۔ کہ حافظ ابن حجر صاحب
 لکھتے ہیں قلت اجمع بین هذا وبين ما تقدم من انه كان يصنعه في البلاد انه
 ابتداء تصيفه و ترتيب ابوابه في المسجد الحرام ثم كان يخرج الاحاديث بعد ذلك
 في بلد لا غيرها و يدل عليه قوله انه اقام فيه ست عشرة سنة فانه لم يجاوز مكة
 هذا المدة يعني بان دو نور و آیتوں کے اختلاف کو یوں رفع کر سکتے ہیں کہ تصنیف کتاب کی
 ابتدا اور اسکے ابواب کی ترتیب تو مسجد الحرام میں شروع کی پھر اپنے بلدیہ اور شہر میں
 میں جا کر احادیث کی تخریج کی جس پر ان کا یہ قول بھی دلالت کرتا ہے کہ میں رسولہ برس تک رہا
 حالانکہ اس مدت تک کہیں نہ رہے۔

دیکھئے کمان تو وہ بیان تھا کہ خاص مسجد الحرام میں میں نے اس کو تصنیف کیا اور وہ
 کبھی اس مقام کے ساتھ کہ حدیث کے لئے استخارہ کر کے اور دو رکعت نماز پڑھتے تھے
 رفع ناقص کے لئے اور سکا یہ طلب بنایا کہ ابتدا و بان کی اور احادیث تمام ملک میں کھوم
 کھوم کر لکھی جس کی سیطرہ پہلی روایت سے ربط ہی نہیں کہا تا

جب اس حدیث ابن عدی پر گرفت ہوئی کہ اس حدیث کے بالکل خلاف ہے تو یہ بات بنایا
 قلت ولا ينافي هذا ايضا ما تقدم لانه يميل علانہ في الاول كتبه في السنة و هذا
 من السنة الواجب منه يعني یہاں بھی کچھ خلاف نہیں کیونکہ مسودہ لکھا تا کہ میں اور صفا

کیا مدینہ میں۔ مگر جب اصل عبارت پر غور کرو تو کچھ نہیں بنبا کیونکہ مکہ والی روایت میں تو صنف کتابی ہو اور مدینہ والی روایت میں حول تراجم جامعہ ہو جو دونوں تاویلوں کو خاکین طانے والی ہے۔ کیونکہ ان میں اس قدر تناقض ہے جس کی حد نہیں۔
 اولاً بخاری صاحب مدعی ہیں اپنے کتاب تصنیف کی مسجد الحرام میں حالانکہ خود بیان کرتے ہیں کہ کوفہ و بصرہ و مدینہ میں تصنیف کرتے تھے

انباتیہ دعویٰ کیا کہ سولہ برس مکہ میں مقیم رہے جو بقول بن حجر و خود بخاری غلط ہے۔

ثانیاً یہ دعویٰ کیا کہ مسجد الحرام میں تصنیف کیا جو صریح اسکے متناقض ہے کہ کہتے ہیں ہم نے اس کے تراجم کو مرتب کیا درمیان قبر نبوی ص اور منبر کے۔

ثالثاً دعویٰ کیا کہ ہر حدیث کو مسجد الحرام میں لکھا دو رکعت نماز اور غسل کے بعد حالانکہ ابن حجر کہتے ہیں کہ انہوں نے تصنیف کی ابتداء اللہ مسجد الحرام میں کی ورنہ حدیثیں تو اور اور شہروں میں لکھتے پھرتے تھے۔ ہر حدیث کیلئے دو رکعت نماز اور کئی بار کیونکہ مسجد الحرام میں ہوا۔
 خامساً یہ دعویٰ کیا کہ ہر ترجمہ اٹھوان نے درمیان قبر نبوی اور منبر لکھا جسکی تاویل ابن حجر نے یہ کی کہ پہلے مسودہ لکھا ہوتا پھر صاف کیا گیا۔

سادساً یہ دعویٰ کیا کہ ہر حدیث پر غسل کرتے اور دو رکعت نماز پڑھتے اور استخارہ کرتے تھے تاویل صحیح کرتے۔

سابعاً یہ دعویٰ کیا کہ ہر ترجمہ پر دو رکعت نماز پڑھتے جو دعویٰ قبل کے خلاف ہے۔

ثامناً یہ دعویٰ کیا کہ ہر حدیث پر وہ استخارہ بھی کرتے مگر انہوں نے معاذ اللہ کو بھی دیکھا ہو جاتا جو وضعی حدیثوں پر حکم دیتا۔

تاسعاً یہ دعویٰ کیا کہ جب تک کسی حدیث کے صحت کا یقین نہ ہو اور اسکو داخل صحیح نہ کیا تو کیا بخاری صاحب کو معلمات و اعتبارات کی صحت کا ہی یقین حاصل تھا۔

عاشراً اس کے ساتھ امام بخاری کے اس قول کو بھی ملاحظہ ہو و صنف جمع کتب ثلاث مقال و لغنی ان مشرب البلاد: فقلت له من تاة في خلوة هل من درة: لحفظ فعال
 لا اعلم ثم اقبل على فقال لا اعلم شيئاً انفع للحفظ من تمه الرجل و مداومته لم يظن

وقال اقمتم بالمدينة بعد ان حججت سنة حرد الكتب الحديث فاقت بالبصر

سنين مع كتي اصنف و ارجح و ارجح امن مكة الى البصرة ۵۷۵

جس سے بصرہ مت معلوم ہوا کہ بخاری نے اپنے کل مصنفات کو تین تین مرتبہ تصنیف کیا اور ہر حدیث پر ۱۰ رکعت نماز قراچ ہوئی اور ایک سال تک مدینہ میں حدیث لکھتے رہے اور بصرہ میں پانچ برس تک رہے کتاہیں بھی ساتھ تھیں وہیں تصنیف کرتے اور حج کے لئے مکہ جاتے پتھر بصرہ چلے آئے پھر فرامے کون سا جملہ اون کا صحیح ہے اور کون غلط۔

اب ہر کوی اہل حدیث سے جو اپنے امام بخاری کے ان اقوال مختلفہ و حکایات متناقضہ کے جمع و تالیف سے اذکی روح خوش کرے کیونکہ ابھی تک تو وہی مثل مشہور یاد پڑ رہی ہے جو جہان دیدہ بسیار گوید دروغ، (اور دروغ گور احافظہ نباشد) کیونکہ جہان یہ باتیں خلاف فطرت انسانی ہیں وہ ان اس درجہ مختلف ہیں کہ کسی طرح اونہیں ارتباط نہیں ہو سکتا۔ اب جو لوگ کہ بخاری صاحب کو رسول اللہ سے افضل جانتے ہوں وہ تو ان

اقوال پر ایمان لائیں گے۔ اور جو لوگ خاتم المرسلین پر ایمان لایچکے ہیں وہ اس کی

تکذیب کریں گے اور بخاری صاحب کی طباعی و ذہانت کی داد دین گے کیونکہ تنقید بخاری صفحہ ۶۲ میں وہ حدیث اسی بخاری کی آپ دیکھ چکے ہیں کہ جب حضرت بن زول احمی

ہوتا تھا تو اس خون سے کہ بھول نہ جائیں انحضرت بھی جبرائیل کے ساتھ ایک ایک

لفظ دوہرانے جاتے تھے جسیر قرآن نازل ہوا لا تحرك به لسانك لتجمل به ان علينا جمعہ

قرآنہ اور بخاری صاحب کو یہ گھنڈا ہو کہ حدیث تو سننی بصرہ میں اور لکھا جا کر شام میں

سننا شام میں لکھا اگر مصر میں۔ بہلا اس سفید جھوٹ کا کہیں ٹھکانا ہو۔ اسی واسطہ

خدا نے خود فیضت کر دیا کہ ایسے ایسے سر و پا دعویٰ سے کئے جس سے کذب و افتراء اون کا

ظاہر ہے کیونکہ ایک دفعہ تو یہ کہا کہ ہر حدیث کے لئے ہم غسل کرتے اور دو رکعت نماز پڑھتے

تب صحیح بخاری میں اوسکو داخل کرتے۔

اب جو لوگ دیدہ انصاف رکھتے ہوں وہ دیکھیں کہ بخاری صاحب نے اپنے حالات اور

اپنی کتاب کے ریویو میں کس قدر مبالغہ سے کام کیا ہے جسکی کوئی انتہا ہی نہیں ہے معلوم ہوتا

اور اسی وجہ سے اس قدر اختلاف ہے ورنہ جو لوگ تنقید بخاری حصہ اول دیکھ چکے ہیں ان کو بخوبی معلوم ہے کہ کمائین خان خانان اور امین میان فہیم کا مضمون ہے۔ علی بن مدینی کی کتاب بخاری صحت کے دو سواشرنی دیکر ان کے فرزند سے حاصل کی جس کے صدر سے علی بن مدینی نے جان دی اور یہ صاحب صحیح بخاری مشہور ہوئے مگر چونکہ محسن کشی کر کے لیا تھا اور خود علم سے کور سے تھے لہذا اس کتاب کو مرتب نہ کر سکے اور ایسی بے ترکیبی سے اسکی تالیف ہوئی کہ ایک دنیا اس سے متنفر ہو گئی۔

پہر حال اصل کلام متعلق تھا تکرار احادیث صحیح بخاری سے کہ ایک ایک حدیث کو مکرر مختلف ابواب میں لائے جس نے افکار کو متحیر کر دیا اب اسکی حالت اس تکرار کی بدولت سننے کے بعد عقیدہ حدیث میں اس قدر اختلافات ہو جس کی انتہا نہیں مولوی حیدر علی صاحب ظفر علیا میں لکھتے ہیں کہا ابن الصلاح نے عدد صحیح بخاری سات ہزار دو سو پچھتر سے مع احادیث مکررہ۔ نووی نے بھی ایسی متابعت کی ہے اور ابن حجر نے خاص ایک باب ہی لکھا جس کا حاصل یہ ہے کہ جمع احادیث کی تعداد سوائے معلقات و متابعات ۷ ہزار ۳ سو ۹۰ حدیث ہے اور خالص بلا تکرار ۲۶۰۰۔ دو حدیث ہے اور اگر متون معلقہ مرفوعہ کو اس میں ملائیں جس کی تعداد ۱۵۹ ہے تو مجموعہ خالص ۲۷۶۱ حدیثیں ہیں اور جملہ تالیقات اس کے ۱۳۴۱ حدیث ہے اور اکثر اس کا مکرر ہے اور جو متون کہ نہیں خارج ہوئی کتاب سے وہ بطریق آخر وہ ۷۰ حدیث ہے اور جملہ اس کا جو اس میں ہے متابعات سے اور تنبیہ سے اختلاف روایات پر (۳۴۴) پس جملہ اس کا مع مکررات ۹۰۸۲ حدیث ہے خارج موقوفات علی الصحاب سے اور مقطوعات علی النابین سے اور حدیث ۱۶۰ ہے اور عدد ابواب ۳۴۵۰ مع اختلاف

حلیل صفحہ ۵۸

اس اختلاف سے آپ سمجھ سکتے ہیں کہ صحیح بخاری کی احادیث میں ایسا تکرار واقع ہوا ہے کہ عدد احادیث میں اختلاف شدید ہو گیا لہذا سند صحیح مسلم کے درجہ میں مسلم ان کتابہ اسماعیل حدیث دون المکررات وباللہ الذی اعلم و ما تان وخمسہ و سبعون حدیثاً ظفر الامانی ص ۵۸۔ خود مسلم سے روایت ہے کہ او کئی کتاب میں چالیہزار حدیث

بلا تکرار ہو اور تکرار ۲ ہزار ۲ سو چھپتر۔

بخاری میں بلا تکرار ۲۶۰۲ حدیث ہے اور مسلم میں ۳ ہزار تو مسلم نے جو وہ سُوحد میں
زاید دین اور پھر اس خوش اسلوبی سے کہ سب ایک جگہ۔

یہاں یہ بھی قابل غور ہے کہ امام بخاری صاحب یوں تو ہر جگہ بہت کچھ لکھ کر ترائی ہانک رہے
ہیں کہ صحیح کو اتنی حدیث یاد ہو اوتنا ہمارے خزانہ میں موجود ہے مگر ایسا کسی قول اوکا نہیں معلوم ہوا
جس میں انہوں نے اپنی کتاب کی حدیثوں کی تعداد بتائی ہو بخلاف مسلم کے جنہوں نے چون کہ
سمجھ بوجہ کر اور اپنی محنت سے جمع کیا تھا اس لئے اون کو معلوم تھا کہ اتنی حدیثیں لکھی ہیں۔

مسلمانو! غور کرو جسے امام بخاری کیسا معاملہ کر رہے ہیں کہ تم کو یہ دھوکھا دیا جاتا ہے اس
کتاب کے نو ہزار حدیثیں طبعی حالانکہ دو ہزار چھ سو تیس ہیں اس سے بڑھ کر قلب معلوم کیا
ہو سکتا ہے۔ بخاری صاحب کہتے ہیں کہ اگر کوئی لوگ دے تو صرف نماز میں دس ہزار حدیث
سنا کر دیکھوں اور جب کتاب لکھوں۔ جیسے تو یورپی تین ہزار بھی نہ لکھ سکے۔

بہر حال تکرار بیکار بخاری کے لئے جو فوائد ترانے گئے تھے ان کی حالت تو ناظرین کو بخوبی معلوم
ہو گئی کہ اس عیب نے صحیح بخاری کو ایسا بگاڑ دیا کہ مولوی عبدالحی صاحب ناقل ہیں قدایت
کثیرا من المغالاة من صنف الاحکام بحذف الاسباب کعبدا الحق فی احکامہ و
جمیعہم یعتہم و ن علی کتاب مسلم فی نقل المتن و سیا قرہادون البخاری

دو جود ہا عند مسلم تامہ و تقطیع البخاری لھا ۶۲ صفحہ

یہیے علمائے مغرب عام طور سے اعتماد کرتے ہیں صحیح مسلم پر نقل متن میں نہ بخاری پر کیونکہ
مسلم نے حدیث یورپی ملتی ہے بخلاف بخاری کے جو کچھ ٹکڑے کر ڈالتے ہیں۔

اب ہم ایشیائی صاحب کی تہقید عبارت کی طرف متوجہ ہوتے ہیں کہ وہ اپنے نمبر ۲۳ میں فوائد تکرار
بخاری کے بعد تصدیق بخاری کی طرف متوجہ ہو سکے لگتے ہیں پھر اصلاح کے اڈیٹر صاحب
نے صحیح بخاری کی پانچویں حدیث لکھی ہے۔ ایشیائی صاحب نے جسے پہلے تو اس حدیث کے الفاظ
اور اس کی ترتیب عبارت پر اعتراض کیا ہے اب اول تو یہ اعتراض کی طرح قابل تسلیم نہیں کیونکہ
الفاظ حدیث اہل زبان کے ہیں دوسرے کو کسی شخص اس حدیث کو دیکھنا ہی اعتراضات کو

بہارِ حیات

قابل قبول نہ سمجھیگا اور قطع نظر اس سے اس میں امام بخاری پر کیا اعتراض ہے جو الفاظ اوکھون نے راوی سے سنے وہ درج کئے راوی کے الفاظ میں اصلاح دینا ان کا کام نہ تھا بلکہ ان کی امانت و دیانت کے خلاف تھا۔

۲ قول افسوس کہ تحریر جو اب میں نہ امانت کا خیال نہا نہ دیانت کا کیوں صاحب اڈیٹر اصلاح یا ناقدہ علام نے کہاں الفاظ و ترتیب عبارت پر اعتراض کیا ہے لہذا تو دیکھیے کیونکہ یہاں اعتراض تھا تو شارحین کے ہیں۔

ناظرین بالانصاف! تنقید بخاری حصہ اول کا صفحہ ۶۲ تو ملاحظہ فرمائے جہاں سے یہ حدیث شروع ہو پھر دیکھئے کہ بخاری یعنی ابن حجر اور بھی کسی کا قول ہے۔

اڈیٹر صاحب آپ کا قول اس وجہ سے قابل التفات نہیں کہ خود تنقید بخاری میں لکھ دیا گیا ہے کہ اس حدیث کو بخاری صاحب نے جو کتاب تفسیر میں لکھا ہے وہ ان سے اعتراضوں کے معر ہے پھر کیوں نہ مقدمہ کتاب میں اوکھون نے اس طریق سے لکھا۔ کیونکہ آخر وہ حدیث بھی تو اہل زبان ہی کی تھی۔

دوسرے اگر یہ اعتراضات قابل نہیں تو علامہ عسقلانی و عینی کو نصیحت فرمائیے کہ کیوں اوکھون نے ایسے اعتراضات ناقابل قبول لکھ کر نا حق حجم کتاب بڑھایا۔

تیسرے بخاری پر تو یہی اعتراض ہے کہ جو حدیث پاک صاف تھی اور سکو تو کتاب تفسیر میں لکھا اور جب علمائے اہل سنت کو اعتراض ہے اس کو مقدمہ کتاب میں لکھا اس سے بڑھ کر کیا قابل اعتراض کام ہو سکتا ہے۔

چوتھے یہ تو ہر شخص کو معلوم ہے کہ امام بخاری ہرگز اسکے پابند نہ تھے کہ وہ جن الفاظ سے حدیث کو سنتے اور نصیحتیں الفاظ سے روایت کرتے بلکہ نقل بالمعنی ان کے نزدیک نہایت ضروری تھا جیسا کہ مکرر مذکور ہوا۔

پانچویں بقرض محال اگر ایسا بھی ہو تو پھر دونوں تسمیہ کی روایت تو اون کی موجود ہو مقدمہ میں اس حدیث کو کیوں نہ لکھا جو قابل اعتراض نہ تھی۔

چھٹے لکھو کہ اڈیٹر صاحب اس کو قبول کرنے میں الفاظ حدیث میں اصلاح دینا

تعمیر

انا للہ وانا الیہ راجعون
عماد العلماء جناب مسرت صاحب خطبہ شریف

اس نام نامی سے ہندوستان کا کونسا شخص ناواقف ہوگا بلکہ فرنگ والوں کو لگندھوستان سے واقفیت کم اور چینیوں سے کہ قوم شیعہ یہاں آباد ہے تو اس مقدس نام سے ضرور واقف ہوں گے کیونکہ مجتہد جامع الشرائع عالم کامل کے القاب اس وجود مقدس سے مطرح و متعلق تھی کہ ان کا کالوس کا حال نظر آتا ہے۔
اور اگر وہ شیعہ صحابی ایک مجتہد اور اہل بیت تھا کہ ہر شخص انکی تقلید و پیروی و مساببات کرتا اور ہر شے احکام شرعیہ معلوم ہوتا ہے کیونکہ ممکن ہے نہ تھا کسی کا خط اور استفادے اور آپ جو ان جو فرمایا۔

جناب عماد العلماء اعلیٰ القادریہ مقام اور مقدس خطبے سے جنہوں نے اپنی زندگی قوم کے لئے نفع کو ہی اتنی اور قوم کی خدمت میں ایسی ہی جہت ہوئے مگر قوم نے انکی مطلق قدر کی کیونکہ جس صنق اور عسرت میں وہ حجوم بسر کرتے بیان نہیں ہو سکتا حالانکہ دو ستر حضرت اسی علم کے نام سے اس قدر دنیاوی آسائشیں میں بسر رہے ہیں کہ طرب و طردار کسینہ کو میسر نہیں مگر عماد العلماء انیہ اولاد طاہرین کی تاسی میں مطلق اسکی فکر نہ کی اور اسی حالت پر مبارک واقع ہے۔
لکھنؤ کے آب و ہوا کا ایک خاص اثر یہ ہے کہ ہر فرد کی خاص حالت اور طبیعت بنا دیتا ہے جبکہ وضع کتب میں اسکے لوگ کو کمال شخص اہم معروضت کسی قدر باہر قدم نکالتا ہے تو پھر وہ مقبول الہیال نہیں ہوتا مگر ہر کار خیر الاسلام عماد العلماء نے ان کے یہ کبھی اسکی پابندی کی نہ پرواہ نمیشدگی اور بے تکلفی سے خدمت شریعہ انجام دیتے رہے اور اس کا مطلق نتیجہ نکال کیا کہ عوام خوش ہوں گے یا ناراض۔ جو وقت حیرانم کے لئے مقرر تھا کیا مجال کہ اس میں فرق آجائے۔ اور نام شروع میں مداندہ جانتے ہی نہ تھے بیجا خاطر داری قبول رسم و راہ۔ بے وہ بظرف مدار اسے ہمیشہ انکو نفرت تھی۔

انفوس ہزار انفس کہ لکھنؤ کے خاندان اجہاد کا یہ چشم چراغ بلکہ ہدایت و ارشاد کا آفتاب تابان الہیہ
کو بر درخشندہ مبین کی آنکھوں سے ایسا چشمہ یہ ہوا کہ پھر کسی طرح اوس کے دیدار کی امید نہیں ابھی چشمکو
پہلو سے جب غفران باب اعلیٰ القادریہ مقام میں دفن ہوئے انا للہ وانا الیہ راجعون۔ خداوند عالم انکی اولاد و عقبہ
کو اور جو یہ اولین کو اس ہیبت عظمتی اور صلوات کبریٰ میں صبر و اجر جلیل کرامت فرمائے کہ واقعات نہایت ہی جانکاہ
حادیثہ ہوں اور اب کوئی ایسا اس خاندان میں نہیں رہا جو ہر مقام ہو سکے۔

انفوس ہزار انفس کی حجۃ الاسلام عماد العلماء جناب میرزا خاص صاحب با ترازہ تنہا نہیں قبر میں دفن کر دیئے بلکہ ہندوستان
مومنون کی ہزاروں گناہوں اور آرزوؤں میں آپ کے ساتھ دفن ہو گئے بلکہ ہندوؤں نے ان کا خدکے لئے ہدایت و

خدا کی راہ بند ہو گئی کیونکہ خاندان اجتہاد کلاسی وجود مقدس پر خاتمہ ہوا۔ علم فقہ۔ تقدس۔ احادیث اہل بیتین زید۔ وبع سب آپ کے ساتھ خاک میں مل گیا۔

انہیں کہ ایسا خاندان والا نشان جن کوئی شخص ایسا نظر نہیں آیا جس سے اسکی امید ہو کہ اس منصب عظیم انسان آج کو جو تالی مرتب امامت ہو سیدھا اور بیاہ سکے قوم کے ہدایت و ارشاد و خلق اللہ کی حاجت و تالی میں ایندو قات غزو کو برباد کرے اور وقت و زمناں کے استنباط مسائل میں اپنی عمر صرف کرے کیونکہ جناب مولوی سید علی اکبر صاحب منصب پیشتر جو دینی پیر نہ سالی کوئی کام نہیں کر سکتے اور جناب مولوی علی صاحب کو اپنے ریاست کے تعلقات اور مجالس عزائم کی ذمہ داری سونپت نہیں۔ جناب مولوی آقا صاحب کربری آجین امامیہ کاغذ سنس ایسڈ لیسٹروں کے امور میں آقا صاحب دنیویہ کا جناب مرحوم صاحب اہل خاندان قبول فرمایا ہے کہ انہیں کے کاروبار سے کہاں اپنی فرہمت جو چھوڑ لوں جا کر اور یہیں مشغول تفصیل علم ہوں۔ پھر زعم خاندان میں کون رہا جس سے اسکی امید کی جائے۔

بیشک سلا جتہاد و تقلید نہایت اہم مسائل ہے یہ تمامی اعمال کی بصحت کا مدار ہے مجتہدین کیلئے تو حکم ہے لغتی علی شفیق حضرت امام رضی اللہ عنہم کے گناہ پر اور نہ لایا غلطی ہوئی اور جنہ میں گیا بہر شخص کیونکہ اس کی جرات کر سکتا ہے۔ مقلدین کے لئے یہ حکم ہے الا ظلم فالظلم کی تقلید ہے پھر ہر شخص کی تقلید کیونکہ نہ ہو سکتی ہے نہ ہا شخص جہت لہ اس قدر عزم کو ماضی ہے کہ اکثر علی امامیہ ان جناب آقا سید کاظم صاحب طباطبائی رحمہ اللہ نے حضرت اشرف کی علمیت کی طرف ہے اور دیگر حضرات جناب آقا صاحب مدظلہ العالی محترم تیار رہا علی لطیف ہے۔ ان دونوں مجتہدین کے تحت سے جامع عباسی اور ذخیرہ المعاد صحیح چلی ہے جس سے آپ حضرات تقلید کر سکتے ہیں اور جناب محمد تقی حقیقین مولانا انبیا حسین صاحب باخبر مولانا امجد علی صاحب لودا ملہ و وجودہما الشریف سے دریافت کر سکتے ہیں۔ انشاء اللہ دفتر اصلاح الشمس علی آپ حضرات کی اس مادہ میں امداد کو حاضر ہے مگر صرف حقیقت حال کے عرض کرنے کے لئے ذکر مسیال پر دستخط کرنے کو ہندو لہ کوئی صاحب فقہی مسئلہ روانہ فرمائیں بلکہ اجتہاد و تقلید کے متعلق جو کچھ دریافت فرمائیں کے بقدر علم اپنے فہم و عرض کروں گا۔

سومین پر لازم ہے کہ بغرض ترویج روح مقربین حجۃ الاسلام عماد العلماء جناب میر آغا صاحب شاہ چرگ عباسی عمر اور میر خان خوانی تعلیم کریں کہ بہت بڑا حق آپ حضرات پر اوس مرحوم کا ہے دفتر الشمس میں بھی جناب والد علام میرا اچھا اور افضلانے ۱۶ رمضان کو تقریر فرمائی تھی جو انی مجلس اقامت کی۔ تمام مومنین شریک ہوئے اور نہایت جوش سے ہر شخص نے جناب مرحوم کے ناختم قرآن کا ثواب ایصال کیا۔

رحمہ اللہ و اعلیٰ اللہ مقامہ و زاد فی اٹھلا کر ائمہ

میں جو تالی مرتب امامت ہو سیدھا اور بیاہ سکے قوم کے ہدایت و ارشاد و خلق اللہ کی حاجت و تالی میں ایندو قات غزو کو برباد کرے اور وقت و زمناں کے استنباط مسائل میں اپنی عمر صرف کرے کیونکہ جناب مولوی سید علی اکبر صاحب منصب پیشتر جو دینی پیر نہ سالی کوئی کام نہیں کر سکتے اور جناب مولوی علی صاحب کو اپنے ریاست کے تعلقات اور مجالس عزائم کی ذمہ داری سونپت نہیں۔ جناب مولوی آقا صاحب کربری آجین امامیہ کاغذ سنس ایسڈ لیسٹروں کے امور میں آقا صاحب دنیویہ کا جناب مرحوم صاحب اہل خاندان قبول فرمایا ہے کہ انہیں کے کاروبار سے کہاں اپنی فرہمت جو چھوڑ لوں جا کر اور یہیں مشغول تفصیل علم ہوں۔ پھر زعم خاندان میں کون رہا جس سے اسکی امید کی جائے۔

ہزار روز عین قبول کیجا یعنی اسے جو صاحب خزانہ است و بیعین کے ممکن ہے وہ اس رعایت کو فائزہ نہ لوٹا سکین۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ



جلد ۱

نمبر

مقاصد و قواعد پرچہ ہذا

- ۱) کتب علم کلام نہایت عیروجی جاملے ہوئے ہیں۔
- ۲) بعد فراغت اسکے ان مختصر رسائل کا جواب جو مخالفین کی طرف سے بغرض تشنیع مذہب حنفیہ شائع ہوئے خصوصاً آیات مینات۔ ہدایات الرشید۔ منہاج السنہ ابن تیمیہ زبانی عدلی
- ۳) جو اس رسالہ کا کم از کم ہضم ہوگا مگر قوم کی توجیہ
- ۴) ۵ خرمیادینے پر صرف اس اور ۱۲ دینے پر اصلاح و تفسیر دونوں مفت بطور کمیشن ملین گے۔
- ۵) قیمت پیشگی سالانہ مع محصول ڈاک غیر ہے۔
- ۶) مراسلات میں فرجیت لکھنا ضرور ہر دورہ میں فعال رہنا ہر مقام چھوڑنے وقت فوراً دفتر کو مطلع کرنا ہوگا ورنہ عدم وصولی پرچہ کی شکایت معاف۔
- ۷) در صورت عدم وصولی پرچہ تاریخ اشاعت سے دو ہفتہ تک پرچہ مفت لیگا اسکے بعد اگر کٹ آنا چاہیے۔
- ۸) جملہ مراسلات اڈیس کے نام ہو جائیں۔

نوٹ۔ (۱) نامہ نگار اسکے صورت وہ علماء ہو سکتے ہیں جو خاص مذاق علم کلام میں تحریر کریں بااعمال سے تقدیر میں سوانح عمریان مفصل یا مختصر تحریر فرمائیں مگر جیتا کہ یہی تحریر آئینگی شائع ہوگی۔ (۲) جو کلاس رسالہ میں خاص علم کلام بحث رہیگی لہذا کتاب کی خاص ضرورت ہے جو شخص اس ذریعہ سے مدد کرے گا اسکا مخصوص شکر ادا کیا جائیگا۔

مرکز اشاعت دفتر ضلع کچھولہ ضلع سمان

ارخاد کی راہ بند ہو گئی کیونکہ خاندان اجتہاد کلاسی و جمہور مقدس پر خاتمہ ہوا۔ علم فقہ۔ تقدس۔ احکامات قرآنی
زیر۔ روح۔ سب آپ کے ساتھ خاک میں مل گیا۔

انہوں نے اس خاندان و دانشان میں کوئی شخص ایسا نظر نہیں آیا جس سے اسکی امید ہو کہ اس میں منصب عظیم انسان
کو جو تالی پر تبت امامت ہو سب سے بڑا اور زیادہ کے قوم کے ہدایت و ارشاد اور خلق اللہ کی حاجت و انی میں ایسا وقت مغز کو
پر بار کے اور تبت و زمطالہ تبت استنباط مسائل میں ان ہی عرف و فہم کے کیونکہ جناب مولوی سید علی اکبر صاحب
نیشنل بورڈ جینیوا پر انسانی کوئی کلام نہیں کر سکتے اور جناب مولوی علی صاحب کو اپنے ریاست کے تعلقات اور مجلس عزائی
اداکری کو ذہن تین۔ جناب مولوی آغا صاحب کتر سنی جناب امیر کافر نسرانیہ صدر الصدور و جونیوا انامت جمع
دعویہ و جناب مرحوم صاحب امر اردل خاندان قبول فرمایا ہے کہ انہوں کے کاروبار سے کہاں اتنی فرست جو چھوڑ لوں جا کر
میں مشغول تحصیل علموں۔ بچہ۔ مع خاندان میں کون رہا جس سے اسکی امید کی جائے۔

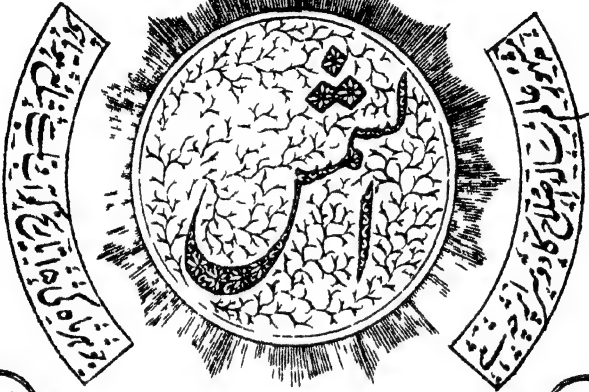
بیشک مسلما اجتہاد و تقلید نہایت اہم سیال ہے۔ یہ تمام عمل کی اہمیت کا مدار ہے محمد بن کیلے تو حکم ہی لغتی ہی یا شیعہ جو ہم
اگر فقہ ہم کے کہ ہے اور دنیا یا غلطی ہوئی اور ہم میں کیا ہے شخص کو نیز اس کی اجرات کر سکتا ہے۔ مقلدین کے
یہ حکم کہ الاصل فالاعلم کی تقلید و پھر شخص کی تقلید کیونکہ ہو سکتی ہے لہذا شخص جسے سداس تقلید عرفی کرنا ضروری ہے کہ
اکثر علماء کمالان جناب آقا سید کاظم صاحب طباطبائی مجتہد نجف اشرف کی علمیت کی طرف ہے اور دیگر حضرات جناب
آقا صاحب صدر مظاہر العالی مجتہد کربلا رضی اللہ عنہم کی طرف ہے۔ ان دونوں مجتہدوں کے تحت سے جامع عباسی اور ذہنیہ اعداد
جسب چلی ہے جس سے آپ عظمت تقلید کر سکتے ہیں اور جناب صدر محققین مولانا ابی نعیم صاحب جناب مولانا
ابی سعید صاحب داماد و وجودہما الشریف سے دریافت کر سکتے ہیں۔ انتہا اللہ و فرمایا صلح الشمس ہی آپ
حضرات کی اس بارہ میں اسد کو حاضر ہے مگر صرف حقیقت حال کے عرض کرنے کے لئے ذکر سیال پر دستخط کرنے
کو لہذا لکھوئی صاحب فقہی مسلمانہ روانہ فرمائیں بلکہ اجتہاد و تقلید کے متعلق جو کچھ دریافت فرمائیں کے بقدر
علم اپنے ضرور عرض کروں گا۔

سو میں یہ لازم ہے کہ بعض ترویج روح مقدس حجۃ الاسلام عماد العلماء جناب میر تقی میر صاحب طاب ثناء و حجرہ عباس
عزاد و قرآن خوانی قائم کریں کہ بہت بڑا حق آپ حضرات پر اس مرحوم کا ہے۔ فقہ شمس میں بھی جناب
والسلام فخر احمک اور اہل خانہ نے ۱۶ رمضان کو تقریباً تھوڑی مجلس خاتمہ کی۔ تمام مومنین شریک ہوئے
اور نہایت جوش سے شخص نے جناب مرحوم کے ناختم قرآن کا ثواب ایصال کیا۔
رحمہ اللہ و اعلیٰ الصد مقامہ و زادنی الخلد اکر اللہ

میں نے یہ دعوت میں کہ میں نے صرف اون لوگوں کے لئے دعا اور شکر کیا ہے کہ ان کی تعلیم و تہذیب میں جو کچھ میں نے
جو کچھ میں نے یہ دعوت میں کہ میں نے صرف اون لوگوں کے لئے دعا اور شکر کیا ہے کہ ان کی تعلیم و تہذیب میں جو کچھ میں نے

ہزاروں میں قبول کیا ہے جسکی اسلئے جو صاحب خرد خواست دیکھیں گے ممکن ہے کہ اس دعوت کو فائدہ نہ لیا گیا لیکن۔

مجموعۃ الفتاویٰ



مقاصد و قواعد پرچہ ہذا

- | | |
|---|--|
| <p>عقرب بڑھا دیا جائے گا۔</p> <p>۴) ۵ خرمیادینے پر صرف شمس اور ۱۲ دینے پر صالح و شمس دونوں مفت بطور کریشن ملین گے۔</p> <p>۵) قیمت پیشگی سالانہ مع محصول ڈاک چھ ہے۔</p> <p>۶) مراسلات میں نمبر چٹ لکھنا ضروری ہے ورنہ تعمیل محال</p> <p>۷) سابق مقام چھوڑنے وقت فوراً دفتر کو مطلع کرنا ہوگا ورنہ عدم وصولی پر چرچی شکایت معاف۔</p> <p>۸) در صورت عدم وصول پرچہ تاریخ اشاعت سے دفعہ ایک پرچہ مفت ملے گا اسکے بعد اگر کاٹ آنا چاہیے۔</p> <p>۹) جملہ مراسلات اوڈیر کے نام ہو چاہئیں۔</p> | <p>۱) کتب علم کلام مذہب شیعہ پر جو بیعت ملے ہوئے ہیں انکا مفصل جواب خصوصاً اس اخبار کا جواب لکھنے سے محض شیعہ کی مخالفت میں شائع ہوتا ہوا اور چاہتا ہے کہ علم الناس کو مغالطہ دینے کیلئے کتابت مطاب تہقصارا پر ماکرے جو محال ہے۔</p> <p>۲) بعد فراغت اسکے ان مختصر رسائل کا جواب جو مخالفین کی طرف سے بغرض تشنیع مذہب حق تعالیٰ شائع ہوئے خصوصاً آیات بیات۔ ہدایات الرشید۔ منہاج السنہ ابن تیمیہ زبان عربی</p> <p>۳) جس رسالہ کا کم از کم ۷ صفحہ ہوگا مگر قوم کی توجیح</p> |
|---|--|

نوٹ۔ (۱) نامہ نگار اسکے صرف وہ علماء ہو سکتے ہیں جو خاص مذاق علم کلام میں تبحر کریں یا علمائے تقدیر میں سوانح عربان مفصل یا مختصر تحریر فرمائیں مگر جب تک کہ یہی تحریر آئینگی شائع نہوگی۔ (۲) جو نکلاس رسالہ میں خاص علم کلام بحث رہیگی لہذا کتابت کی خاص ضرورت ہے جو شخص اس ذریعہ سے مدد کرے گا اسکا بالخصوص شکریہ ادا کیا جائیگا۔

معدت

بعد شائع کرنے اصلاح نمبر اباتہ ماہ شوال المکرم کے ناچیز ایڈیٹر بصیرت جناب ظہیر الاسلام صاحب الشیخ فخر الحق صاحب کما دام ظلالہ کہہ تصدیق بیت الدتاریخ الارشوال وطن کروانہ ہیں لکھنؤ کتاب چلا گیا تھا۔ چونکہ قبلہ و کعبہ نے وہاں ۶ آگ قیادہ فرمایا جس سے اس حصے کو بھی ہسٹری اور بعد روانگی جناب ممدوح کے بھی چند دنوں تک وہاں عقیقت قیام رہا اور وطن آخر شوال میں آیا اسوجہ سے الشمس بابت ماہ شوال وقت یہ شائع ہوسکا کیونکہ بہت دیر ہو گئی تھی۔ سہ سے الشمس بابت ماہ شوال الشمس بابت ماہ ذی قعدہ کے ہمراہ شائع کیا جاتا ہے امید ہے اس لئے غمناکین تاخیر کی شکایت کو رفع کر دیں گے۔

خوشی کی بات ہے کہ الشمس کے طالع ہونے سے گنگنام لکھنوی کے مضامین بہت پھیلنے لگا اور ترکی اوسکی تمام ہو گئی۔ مسالہ رقم ہو گیا لیکن امید رسالہ سال آئندہ کے مضامین سے اسکی رہی سہی قوت بھی زیادہ ہو جائے اور الشمس کے طالع ہونے سے اوسکا وہی نتیجہ ہو جو مشہور و معروف رسالہ ہر مثنیٰ کے شائع ہونے سے نصیحتہ الشیعہ کا ہوا تھا اپنے معزز ناظرین سے امید ہے کہ وہ اپنی پوری قوت و توجہ اس پرچہ کی اشاعت میں صرفت کریں گے۔

جن حضرات نے اس سال کا چندہ ابھی نہیں مرحمت فرمایا ہے ان سے کامل امید ہے کہ یہ پرچہ پہنچے ہی جلد مرحمت فرما کر شکر گزار رہی کا موقع دیں گے والسلام آپکا خادم ایڈیٹر

شکر یہ معاونین الشمس

نہایت افسوس کے ساتھ لکھا جاتا ہے کہ ان دو ماہ میں معاونین الشمس نے اشاعت میں بہت کم توجہ کی۔ رمضان کے پرچہ میں سترہ حضرات نے اسم گرامی درج تھے اس دفعہ کم سے کم بیچاس حضرات کے نام ہونے چاہئے تھے خیر مگر ابوس ہونے لیا ہے اور امید کہنا چاہئے کہ بقیہ دو ماہ سال میں معاونین الشمس اپنی کوشش سے بہت کچھ اشاعت اسکی کر دیں گے جن حضرات نے اشاعت

- | | | | | | |
|---|----|-------------------------------------|---|----|---------------------------------------|
| ۱ | ۶۹ | جناب منشی باور حسین صاحب نیردر | ۱ | ۸۰ | جناب سید علی عباد صاحب منڈلے |
| ۱ | ۷۱ | جناب سید محمد حسین صاحب سکندر پور | ۱ | ۸۱ | جناب مولوی سید محمد حسین صاحب ڈوبانی |
| ۱ | ۷۳ | جناب سید محمد شفیع صاحب نام پھیلدار | ۲ | ۸۲ | جناب مولوی سید محمد صادق صاحب ملک پٹی |
| ۱ | ۷۵ | جناب مولوی محمد صادق صاحب ملک پٹی | ۳ | ۸۳ | جناب سید نواب علی صاحب مراد آباد |

الشمس

مبذرا بابت ماه شوال المکرم ۱۳۳۳ ھجری جلد ۱

عرض ایڈیٹر اگرچہ میں نے مصر ارادہ کر لیا تھا کہ اب الشمس کا حجم جو بجائے ۱۶ صفحہ ۲۲ بلاہہ صفحہ ہو جاتا ہے۔ اسی علم کے چندوں میں ۲۸ صفحہ لکھا جائے تاکہ اخبار منظم کا جواب جلد شائع ہو جا سکے۔ اس ماہ کے حساب سے معلوم ہوا کہ اس میں ستر ہزار سے زائد صفحات ہیں۔ اس وقت بھی دفتر آپ کی مقررہ ہر خصوصاً اس وجہ سے کہ محض بڑے قومی ہمدردی ۱۳۱۳ جب کو اسکی قیمت نصف ۱۰ ارڈر دی گئی جس سے بہت سے حضرات شریک ہوئے اور انکی خاطر سے نمبر ۶۰-۶۱-۸۰ لکھ کر چھپوایا جاتا ہے۔ اب آپ ہی خیال کر سکتے ہیں کہ کس قدر صرف محمول ڈاک میں صرف ہوا۔ اب ہمیں کاغذ اور روشنائی کی قیمت جو فقیرانہ رقم سے کم کا کاغذ نہیں لگایا جاتا اور ان کا مشاہدہ کیونکر دیا جاسکتا ہے۔ نظر بوجہ بالا یہ رائے حتمی قرار پائی کہ جلد آئندہ سے حجم اس کا ۸۸ صفحہ یا بیشتر ہو گا۔ ۲۸ صفحہ لکھا جائے اور سالانہ چندہ بجائے علم۔ عیا مقرر ہو کہ دفتر کا نقصان نہ ہو جو عین قوم کا نقصان مانا جاتا ہے۔ اس سال علم پر خریداری نہیں یا۔ اریوں کو ماہ ذی الحجہ تک اسی حساب جائیگا اور سلا کے پہنچے ہی میعاد معاہدہ ختم ہو جائیگی۔ اب کل حضرات چندہ الشمس علم یا بذریعہ بی آر ڈر رحمت فرمائیں یا دیوگی اجازت دیں کہ علم کا دیوروانہ ہو مگر بی آر ڈر کا آنا بہر طور موجب تخفیف زحمت ہے۔ آخر میں یہ بھی عرض کرنا ضروری ہے کہ ابھی تک جو سلسلہ مناظرہ قائم تھا عام دیکھی کا حصہ اس میں کم تھا کیونکہ ایک حدیث کی صحت میں وقت بہتر زیادہ صرف ہوا اور دیگر مطالب بھی ایسے ہی تھے کہ عام دیکھی کم تھی بجز الشمس جلد سے وہ مضامین زیادہ یلین گئے جن سے عام دیکھی میں بھی ترقی ہو۔ کیونکہ ہمارے کرم فرمانے بحث تحریف قرآن میں بہت زیادہ زور دیا ہے حالانکہ وہ تمام تر نصیحت الشیعہ جلد ۲ کا مال مسرد ہے جسکی دھجیاں کر رہ کر اور ٹولکل ہیں اور سپرنٹنڈنٹ تدریس کے جلد ۲ کے شروع ہوتے ہی وہ فخر و مباہات کرے ہیں کہ اہل ایمان کا خون اس میں منور ہے۔ شروع پر جو شگھار ہا ہے اور اسنت کے صاحبان ہم شہ مارے ہیں مگر وہ ام نازان بن احمد کے نہیں لگتے اگرچہ اس سبب تحریف قرآن کو ختم کرنے سے کتاب مستطاب شہق صا، الامام نے طو لکھا ہے اور اسکی طرح فرنا کسی طرح ممکن نہیں مگر انشاء اللہ المستعان یہ بحث اب اس طرح طو لکھا جائیگا کہ کوئی صاحب غیرت تو پھر اسکی نام نہ لیکھا ہے جائیگا اس کا اتمام لگائے کہ شیعہ اس کے قابل ہیں۔ اب میں آپ حضرات سے طلسم حسن ہوں کہ اس پر تحریر پر بیغور ملاحظہ فرمائے اور آئندہ کی خریداری وہم فرماداری سے بہت جلد بطمین کریں کہ اس ماہ میں پھر پھر عرض کرنا پڑے

والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبن کاتہ



صوۃ شمس نمبر ۲

میرے کفر مانے اپنے اخبار کے آخری نمبر مورخہ ۲۸ شعبان میں چلے چکا ہے یہ نمبر کیا کہ رسالہ روشنی کی نسبت تحریف قرآن کا دعویٰ کرتے ہوئے لکھے ہیں ”دیکھو سورہ نساء کی آیات ہیں کہ کوع من یہ آیت اس طرح ہے افلا یتدبرون القرآن ولو کان من عند غیر اللہ لوجدوا فیہ اختلافاً کثیراً و اذا جاءہم امر من الامن و ان خوف اذا عابوا بولوح و لا الہ الا الرسول الی اولی الامر منہم یعلیہ الذین یستنبطونہ منہم رسالہ روشنی کے مصنف نے اذا جاءہم امر من الامن و ان خوف اذا عابوا کو درمیان سے حذف کر کے رسالہ روشنی جلد دوم میں اس آیت کا یہ طرح لکھا افلا یتدبرون القرآن ولو کان من عند غیر اللہ لوجدوا فیہ اختلافاً کثیراً و لا الہ الا الرسول و الی اولی الامر منہم یعلیہ الذین یستنبطونہ منہم جملہ اذا جاءہم امر کے نکل جانے سے آیت کا مطلب یکچھ سے کچھ ہو گیا، اس تقریر کو دیکھ کر شخص کہہ سکتا ہے کہ ایسا اعتراض شایان اہل علم نہیں کیونکہ ممکن ہے خود مصنف روشنی سے ایسی غلطی ہوئی ہو یا اون کے کاتب سے جو کاتبان حضرت عثمان سے زیادہ بالحدیث

تہوں کے جس کی نسبت وہ فرماتے ان و القرآن لحنا سقیمۃ العرب

آخر ایسی غلطی آپ بھی کی تھی کہ پہلے ہی اُس کے صفحہ ۸ میں یا شعیب قبا جاد لتنا لکھے گئے جس پر ۱۲ سوال کو کسی حافظ کی اصلاح پر آپ کو یہ لکھنا پڑا ”۸ صفحہ ۸ میں غلطی سے یا شعیب قبا جاد لتنا لکھ دیا گیا ہے حالانکہ وہ حضرت ابو علیہ السلام کا قصہ ہے۔ صحیح ہے یا فوج قبا جاد لتنا،“

کیون صاحب یہ تو اس وجہ سے کہ ۱۲ نمبر کے بعد آپ شائع کیا غلطی تھی اور مصنف روشنی جو نہ کسی اخبار ہفتہ وار کے ایڈیٹر ہیں جو غلطی کا اعلان کر سکیں محرف قرآن ٹھہرے خدا سب کو فہم عطا فرمائے۔

تفقید بنجادی حصہ اول میں بخاری صاحب کی تحریف و یا اہل الکتاب میں دیکھ چکے ہیں جس پر کس قدر آپ کے علمائے باقی نبائیں اور حصہ ثانی میں بھی قذائف المؤمنون کے متعلق تحریف بخاری صاحب ملاحظہ کر چکے اس پر بھی آپ کو عبرت نہ ہوئی۔

یہ بھی آپ لکھتے ہیں کہ مصنف روشنی کی غرض صرف ولورودہ الی الرسول و الی اولی الامر منہم سے متعلق ہے پھر یہ متعلق الفاظ آیت میں کس نیت سے اونہوں نے تحریف کی جو آپ کو ایسا لگتا ہے کیونکہ اصل مطلب

تو اسی سے ہے کہ حالت تمایع میں حکم رد الی الرسول و الی اولی الامر مساوی طور پر ہے پھر وہ کیوں تحریف کرنے لگے۔ انہ کو یہ تو سمجھ سے کام لینا چاہئے نامق بدنام کرنے سے کیا حاصل۔

نقد تنقید کے سلسلہ میں ایک لائحہ عمل جو اردو تہذیب و ثقافت کے لیے مفید ہوگا۔

امانت و دیانت کے خلاف، جس سے بخاری صاحب کی امانت و دیانت سے دست برداری لازم ہے کیونکہ ہر شخص جانتا ہے وہ الفاظ حدیث میں اصلاح دیدیتے ہیں نقل المصنی کہتے ہیں جیسا کہ مکر مذکور ہو۔

قولہ اس کے بعد ایڈیٹر صاحب نے بہت زور و شور سے یہ اعتراض کیا ہے کہ جیسا کہ آیت نازل ہوئی تھی اس وقت حضرت ابن عباس پر ابھی نہ ہوئے تھے پھر انہوں نے حضرت کولب یا زبیر سے کہے کہ یہاں دیکھا جو اسکی نقل کرنے لگے۔ پھر خود ہی اس اعتراض کا جواب حافظ ابن حجر عسقلانی نے نقل کیا ہے کہ ممکن ہے کہ آل حضرت نے حضرت ابن عباس کو اس واقعہ کی خبر دی ہو یا ان کو صحابی نے جو اس واقعہ کی قوت موجود تھا ان کو اس واقعہ کی اطلاع کی ہو اور پہلی ہی بات صحیح ہے خود ان حضرت نے ان سے بیان کیا ہو۔

اقول انہوں نے یہاں بھی خلاف دیانت کا رد و انکی لگی کیونکہ دوسرے اعتراض کو ایڈیٹر صاحب بالکل کھا گئے حالانکہ وہ نہایت قوی اور فریج بخش اعتراض جو ملاحظہ ہو تنقید بخاری حصہ اول ص ۱۱۱ تا ۱۱۲ سے اعتراض کیا، مگر یہ بھی غلط ہے کیونکہ یہ اعتراض خواہ زور و شور سے نہ خواہ طوفانِ تلاطم سے خود علیٰ اہل سنت کا جو ملاحظہ ہو تنقید بخاری حصہ اول صفحہ ۶۵۔

قولہ اس جواب پر ایڈیٹر صاحب نے چار اعتراض کئے ہیں۔ پہلا اعتراض یہ ہے کہ اگر ایسا تھا تو حضرت ابن عباس اس کو ضرور بیان کرتے کہ رسول اللہ نے بیان کیا یا فلاں صحابی نے حالانکہ یہ کچھ نہیں مذکور ہے۔ جواب اس اعتراض کا یہ ہے کہ صد ہا واقعات رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ نے خود اپنی زبان مبارک سے سن کے روایت کئے ہیں مگر یہ نہیں کہا کہ ہم سے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا یا مثلاً شیعہ اپنے آئمہ سے روایت کرتے ہیں اور آئمہ عام طور پر مروی حد کا حاکم نہیں لیتے پس جب اون پر ضروری نہیں ہے تو حضرت ابن عباس پر کیوں ضروری ہو کہ وہ اپنے مروی حد کی تصریح کریں خصوصاً جبکہ یہ معلوم ہے کہ صحابہ کے علوم کا ذخیرہ مشکوٰۃ نبوت ہے تو انھیں تصریح کی ضرورت بھی نہیں بلکہ تصریح نہ کرنا خود اس امر کی دلیل ہے کہ انھوں نے یہ واقعہ خود ان حضرت سے نہ سنا۔ علیہ وسلم سے سنا ہے کبھی اور صحابی سے نہیں سنا۔

دوسرا عرض ہے کیا ہو کہ اگر ہر فن مجال حضرت نے دو معنی کئے نہ ان میں اس فقرہ کو بیان بھی کیا ہو تو یہ کہاں سے معلوم ہو کہ حضرت نے
 اپنی اس حالت کو بھی دکھایا ہو جس حالت سے آپ کی زبان یا لبوں کو بلائے تھے کیونکہ یہ امر کو ایسا محض اور نہ تھا جسکی نقل کیا نہ ہو
 اور نواس کے معنی ہو کہ لبوں کو لب یا زبان ہلانی جاتی ہے جو اب اس کا یہ ہے کہ لبے شک رسول فرما کر اللہ علیہ السلام نے اپنی وہ حالت بھی
 کئی مصلحت اور گریب یا زبان کا ہلانا محض اور نہیں ہے تو بھی اسکی مختلف صورتیں اور مختلف طریقے ہو سکتے ہیں اصحاب رسول میں ہر رسول
 سے محبت رکھتے تھے اس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واقف تھے آپ جانتے تھے کہ یہ میرے اصحاب میرے دلدادہ ہیں اور میرے
 تمام اعمال و اقوال و افعال کو بعینہ اپنی ہی محفوظ رکھنا چاہتے ہیں اسلئے آپ ان سے اپنی تمام حالت ہیض لفظ لفظ کے ساتھ کہاں
 فرمایا کرتے تھے اظہار صحابہ کو جو کہ معلوم نہیں کہ محبت والے دنوں کی کیا حالت ہوتی ہو اور وہ اپنے محبوب کی ذری ذری سنی بات
 یہ سیرج جان دیتے ہیں اس لئے وہ انہوں نے یہ اعتراض کیا یا رد نہ فرماؤ گے کہ کام ہے تو بگڑا آئیں اس اعتراض کا موقع نلدا

بیت محمد ل بہر گاہ سے ایسا تو مہ فی ترازو حالت عشاق بے نوا چہ خبر

تفسیر اعتراض اظہار صحابہ کیا ہو کہ اگر ہر فن کیا جائے کہ حضرت نے دوسری زبان میں اسکی نقل فرمائی تو لازم آتا ہو کہ حضرت
 نے اس امر میں ہر کی معاذ اللہ مخالفت کی ہو کیونکہ خدا تو منع فرماتا ہو اور آپ اس حالت کے خلاف لبوں کو حرکت دیتے ہیں۔ جواب میں کہ
 نہایت انہوں کے ساتھ یہ ہو کہ اظہار صحابہ کو یہ بھی معلوم نہیں کہ خدا نے صرف نزول ہی کے وقت لبوں کو حرکت دینے سے منع فرمایا
 تھا نہ کہ کسی وقت آپ حرکت ہی نہ دیں افسوس ایسی صاف بات کو بھی نہ سمجھیں اور صحیح بخاری پر اعتراض کرنے کے لئے تو اظہار صحابہ
 چھوڑتا اعتراض یہ کیا ہو کہ اگر اس حدیث کے ناقل کو یہ صحابی ہیں تو یہ حدیث اور بھی فادرت ہوتی ہو کیونکہ یہ مصلح امت میں
 یہ حدیث قطعاً ہوتی ہو پھر حدیث مرفوع متصل کہاں رہی جسکے بغیر صحت بے ظن ہے۔ جواب اسکی یہ ہو کہ خود ابن حجر صحیح کے لئے کہ
 یہی بات صحیح ہو کہ حضرت نے خود ابن عباس سے یہ واقعہ بیان کیا دیکھی اور صحابی تھے اس حدیث میں حضرت ابن عباس کا مروی عندی علیہ

نہ کرنا صاف اسی امر پر دلالت کرتا ہے **اقول** جواب اول تو ایسا لا جواب ہے کہ انسان آپ کا منہ دیکھ کر ہنسا کر سیکر نہ کہ آپ کے
 علا کا تو یہ اعتراض ہے کہ جس وقت کا یہ واقعہ ہو اس وقت تو ابن عباس پیدا بھی نہ ہوئے تھے جو شریک تھے ہوتے اور بیان کرنے
 کیونکہ اسکے آٹھ نوچیں بعد پیدا ہوئے اور اگر دوسرے سے شکے بیان کیا تو انہوں میں شخص کا نام لیا جس سے سنا کسی کا اور کہا اس
 اعتراض میں جواب کیا لا جواب ہے کہ مراد واقعات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ نے خود آپ کی زبان مبارک سے سن کے لوایت
 کے ہیں مگر یہ نہیں کہا کہ ہم نے سونگھنا بیان فرمایا ہے کیونکہ جہاں اس قسم کا بیان ہو اور وہاں خود آپ کے علم نے اعتراض ہی کیا ہے
 درجیہ امام بخاری کی کہ دوسری حدیث جو حضرت حال یہ مروی ہے کہ اوپر بھی اعتراض کیا گیا ہے کہ نہ حضرت عائشہ اس وقت پیدا ہوئی
 تیں جو اس وقت کا حال بیان کرتی ہیں تو انہوں میں شخص کا نام لیا جس سے یہ حدیث انہوں نے سنی ملاحظہ ہو یہ حدیث بخاری صحیح میں
 ضایت ہے۔ اظہار صحابہ آپ کے صحابہ کے بیانات کی نسبت تو مقررہ جاتی ہیں و بالغرب الذان ما محتض الماضی صفت الموقوف و
 هو مطلقاً مروی عن الصحابی من قول اوغل هههه لا کان او منقطعاً لیس صحیح علی الاصح ظفر الامانی یعنی دوسری قسم

جو خاص ہے ضعیف وہ موقوف ہو جو روایت کیا ہے صحابی کے قول سے یا ضل سے خواہ متصل ہو یا منقطع وہ کسی طرح صحیح نہیں علی الاصح
 یہی وجہ جو بخاری میں بخاری نے اس حدیث پر اور نیز دوسری حدیث پر یہ اعتراض کیا کہ یہ حدیث صحیح نہ رہی کیونکہ نہ مرفوع نہ متصل اسند
 اظہار صحابہ کو مناسب ہو اور روایتوں کا نشان دہی میں جن میں دو صحابہ خود آپ کی زبان مبارک سے سن کے روایت کے ہیں مگر نہیں کہا
 کہ یہ سے روکنے لیا نہ فرمایا، کیونکہ جن روایات میں اسکی تصریح نہیں ہو کہ حضرت نے فرمایا وہ سننے والوں جو قوفات ہو گئے بعض میں سننا
 اور اصل مرفوع کہا جس سے یہ سب خارج ہیں۔ یہ خوب لگتا کہ دو مثلاً شریعت نے اس سے روایت کرتے ہیں اور انہوں کو عام طور پر مروی میں کا نام
 نہیں لیتے، کیونکہ یہاں تو نصیحت ہے جس سے کسی طرح کا احتمال ہی نہیں رہتا بخلاف اہل سنت کے یہاں جہاں عصمت باطل غالب ہے وہی
 اور حضرت عین صدق کے قائل ہیں لہذا جو قول حضرت کی طرف منسوب ہو تو یہ بظاہر قبول کیا جاتا ہے اور جو قول صحابی کا ہو جو صحیح میں
 اظہار صحابہ اللہ یاد باشد کہ بات سے نہ کہو آپ کے عام عقائد و عقین کا اصل اعتراض تو یہ ہے کہ ابن عباس اس وقت پیدا ہی نہ ہوئے تھے جو
 حضرت کو لب ہلائے وہ کہتے ہیں ایسا بیان کیونکہ صحیح ہے کہ اسکا پہلا ذوق اول سنی ایک یہ کہ کہ صحابی سے سنا سنا دو دوسرے یہ کہ خود حضرت
 سے سنا ہو مگر یہ تاویل الیغی لہو کہ حاجت بیان نہیں کیونکہ بہر صورت یہ بیان کرنا ضروری تھا اسکا علم نہ ہو کیونکہ خود حضرت

سننا کسی دوسرے سے جب اسکو نہ بیان کیا تو یہ حدیث مرفوع ہوئی بلکہ موقوف ہوئی جو نہ صحیح کبھی جاتی ہے نہ حجت ہے
 رہا ایڈیٹر صاحب کا یہ حوالہ خصوصاً جبکہ معلوم ہے کہ صحابہ کے علوم کا ماخذ مشکوٰۃ نبوت ہے، نہایت ہی مضحک ہے کہ
 کیونکہ خود حدیث میں لکھا ہے کہ اسے اس طرح لکھ کر کوئی صحابی ایسی بات بیان کرے جس میں قیاس کو دخل نہیں ہے اس صحابی کی عادت
 معلوم ہو چکی ہے کہ وہ کتب بنی اسرائیل کے مضامین بھی کبھی کبھی بیان کرتے ہیں تو اس صحابی کی یہ بات بھی حدیث مرفوع
 کے حکم سے داخل نہ ہوگی کیونکہ ممکن ہے کہ یہ بات بھی کتب بنی اسرائیل سے اخذ کر کے بیان کی ہو یا میرا مطلب اس عبارت
 سے ہے کہ ایڈیٹر صاحب کا کلام خود او ان کے کلام سے باطل ہے کیونکہ یہاں تو صحابہ کے علوم کو مشکوٰۃ نبوت سے ماخوذ نہاتے
 ہیں اور یہاں دو ماخذ اور بیان کیا ہے ایک قیاس دوسرے کتب بنی اسرائیل تو اب میں پانچ کس کلام کی تصدیق کر لیا
 حالانکہ اس روایت کو ان سب احتمالات سے جو تعلق نہیں کیونکہ یہ بیان تو اس وقت سے متعلق ہے جب صحابی
 پیدا نہ ہوا تھا پھر کیونکہ اس پر اعتماد ہو سکتا ہے اور اگر آپ کا یہ قول مان لیا جاوے بلکہ تصریح ذکر ماخذ اس امر کی
 دلیل ہے کہ اوہوں نے یہ واقعہ خود ان حضرات سے سنا ہے کسی اور صحابی سے نہیں سنا، تو آپ کے کشف و کرامات
 میں کسی کو عذر نہیں ہو سکتا کیونکہ عقلمانی صاحب تو یہاں دست پانچ ہو کر یہ جواب دیتے ہیں کہ ممکن ہے کہ
 حضرت نے جنہوی ہوا اور ممکن ہے جو دوسرے صحابی نے اور آپ یہ ترقی کرتے ہیں اولاً یہ کہ صحابی سے تو کبھی سنا ہی
 نہیں حضرت ہی سے سنا پس یہ کشف نہیں تو اور کیا ہو تا نیا آپ مبہرات کو سمجھتے سے بنائے دیتے ہیں
 جو ایک دوسری کرامت ہے کیونکہ حدیث بخاری کا تو مقصد یہ ہے کہ حضرت ابن عباس نے حضرت کو لب ہلاتے ہوئے
 دیکھا اور سنی نقل و تادی اور آپ یہ فرماتے ہیں "اوہوں نے یہ واقعہ خود ان حضرات سے سنا ہے" کیونکہ یہاں
 بحث شننے کی نہیں ہے بلکہ دیکھنے کی کہ لب ہلاتے ہوئے کبھی کہا۔

جواب دوم سے زیادہ قابل قدر ہے کیونکہ اس سے کمال درجہ کی جرأت آئی نمایاں ہے۔ یعنی
 و عقلمانی تو یہ ممکن ہے جو کبھی کہہ سکتا ہے اور آپ فرمائیں بیشک رسول کو خدا نے اپنی وہ حالت دکھائی
 ایڈیٹر صاحب! فن حدیث ہے قدم بھونک بھونک کر کہہو، روافض کا قتل آسان ہے مگر خدا کو کیا جاسا
 دیکھے گا لے برادر خواجه کو کیا منہ دکھائیں گے جو بال برابر بھی صحیحین پر ترجیح نہیں دیتے۔ کیا آپ یہ
 اقرار کر کے نکل جائیں گے اور کوئی اہل حدیث سے آپکا معترف نہ ہوگا۔

ایڈیٹر صاحب کی یہ ہوشگافی دو اور گولب یا زبان کا ہلانا محض امر نہیں ہے تو بھی اس
 کی مختلف صورتیں اور مختلف طریقے ہو سکتے ہیں، نہایت ہی قابل داد ہے کیونکہ اب ہندوستان

میں نہ آپ سا کوئی محدث ہو نہ فقہ لہذا ایک تاریخ اس کی مقرر کیجئے کہ لب یا زبان کو صورت اور کو طریق سے آپ ہلا سکتے ہیں تاکہ مشماقان فن حدیث جمع ہوں اور دیکھیں آپ کی طرح لب یا زبان ہلا سکتے ہیں اگر کوئی ایسا فن بھی مقرر ہو تو ازراہ کرم بذریعہ ٹیلیگراف مطلع فرمائیں معلوم ہوتا ہے کہ کالیستھوں کے بعض فرقہ میں جو زبان ہلانے کا پوجہ رائج ہے، وہ سکا ماخذ یا منبع کبھی حدیث صحیح بخاری ہے۔

ادنیٰ صاحب دنیا بہت سیانی ہو گئے۔ عقل کی روشنی تمام عالم کو منور کر رہی ہے کیوں ایسی باتیں لکھتے ہیں۔ جن پر بچے بھی مضحکہ لیں

آپ کے صحابہ کا آنحضرت سے محبت رکھنا تو خود اسی سے معلوم ہو گیا کہ وہ نبی المرسل کی کتابوں کی طرف رخ کرتے یہ تو علم کا حال ہے اور لڑائیوں کا حال تو سب کو معلوم ہے کہ جنگ احد جنگ خیبر جنگ حنین میں آپ کے صحابہ نے کس درجہ انظہار محبت کیا ہے اور بعد وفات جو کیا اوس کے قدر دان تو آپ ہی ہوں گے خدا کرے کہ آپ کے فرقہ کا ہر شاگرد اپنے اوستاد کے ساتھ وہی کرے جو صحابہ نے کیا اور آپ کو عملہ پریس و ملازمین و دفتر سے وہی امید رکھنی چاہئے جو صحابہ کا طرز عمل تھا جناب رسالت مآب ص کے ساتھ۔

اگر محبت اسی کا نام ہے تو انسوس کہ اون مغلطات نے اون حالتوں کو کیوں کر بتایا ہو گا جنہیں آپ دکھانا ضروری جانتے ہیں۔

جواب سیومم فی الجملہ درست ہے کیونکہ تعلق نبی وقت نزول وحی سے ہو مگر جن لوگوں کو سیرت نبوی کی اہلی ہے وہ اولاً بخوبی جانتے ہیں کہ جس امر کی مبالغت خداوند عالم کی طرف سے نازل ہوئی پھر حضرت نے کبھی بطور نقل بھی اوسکو نہ کہا۔ ثانیاً یہ امر بھی ایسا نہ تھا کہ بغیر نقل معلوم نہ ہو سکے پھر ایسا فعل لغو کیوں کرنے لگے۔

جواب چھادم بھی غلاف دیانت ہے کیوں کہ آپ فرماتے ہیں خود ابن حجر تصریح کر چکے ہیں کہ یہ بات صحیح ہے حالانکہ یہ محض اتہام ہے کیونکہ ابن حجر تو لکھتے ہیں لکن یحجز مگر جائز ہے، اور آپ لکھتے ہیں کہ تصریح کر چکے۔ ابن حجر اس احتمال کو صواب کہتے ہیں جس سے اوس احتمال کی اولویت نکلتی ہے اور آپ یہ فرماتے ہیں کہ ابن حجر تصریح کر چکے کہ یہی بات صحیح ہے، جو سراسر

اتہام ہے کیونکہ آپ کا طرز کلام کہہ رہا ہے کہ آپ حامل مطلب بن حجر کو نقل کر رہے ہیں حالانکہ ایسا نہیں ہے۔

اڈیٹر صاحب ایف ن حدیث ہو اس میں آپ کے امام اعظم کو تو مداخلت نہ ملی پھر آپ کس شمار میں ہیں جو اس کی ہڈی بسلی توڑ رہے ہیں۔ آپ کے چاروں جواکے جواب میں علامہ عینی کی یہ عبارت کافی ہے فان قلت کیف قال فی الاول کان یحیر کھما و فی الثانی بلفظ راہیت قلت العبارۃ الاولیٰ اعمر من انہ رای بنفسہ تحریک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انہ حرکہما کذا قال الکرماتی ولا حاجۃ الی ذلک لان ابن عباس لم یر النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی تلك الحلالہ لان سورۃ القیامہ مملکۃ باتفاق ولہ یکن ابن عباس اذ ذلک ولد لاند ولد قبل الہجرۃ بثلاث سنین والظاهر ان نزول ہذا لا آیات کان فی اول الامر ولكن مجوز ان یکون النبی صلی اللہ علیہ وسلم بعد او اخبارہ بعض الصحابہ انہ شاهد النبی صلی اللہ علیہ وسلم و اما سعید ابن جبیر فزانی ذلک من ابن عباس بلا خلاف و مثل هذا الحدیث یسعی بالمسلسل تخریج الشفہ لکن لم یصل بسلسلہ و قل والمسلسل الصیح صفحہ ۸۶۔

یعنی ابن عباس کا یہ کہنا کہ رسول اللہ حرکت کرتے تھے دو دنوں نو عام ہو اس سے کہ خود ہلاتے دیکھا ہو یا کسی سے سنا ہو۔ یہ قول کرمانی ہو جو ایک طرح سے درست ہو مگر عینی اسکو رد کرتے ہیں کیونکہ یہ یقینی ہے کہ ابن عباس نے اس حالت میں حضرت کو نہیں دیکھا۔ کیونکہ سورہ قیامہ کی ہے جو ابتدائے بعثت میں نازل ہوا اور ابن عباس کی ولادت قریباً تین ہجرت ہو پھر یہ کیونکر دیکھ سکتے تھے اب دو ہی صورت ہو ایک یہ کہ حضرت نے دوبارہ ان کو دکھایا ہو دوسرے یہ کہ کسی دوسرے صحابی نے کہا ہو مگر یہ دونوں احتمال خارج کے دماغ میں پیدا ہوئے نہ لفظ حدیث سے) یہ حدیث مسلسل تخریج الشفہ کہنا ہی ہے لیکن نہیں متصل ہے بسلسلہ اور بہت کم مسلسل صحیح ہوتی ہے۔

یوں تو پوری عبارت اڈیٹر صاحب کے رد کو کافی ہے مگر آخری فقرہ لکن لم یصل بسلسلہ تو نص قاطع ہے اون کی تکذیب پر۔

بخاری صاحب نے محض اسی غرض سے کہ یہ حدیث متصل ہے یہ ترکیب کیا تاکہ کان بخر کہا
 لکھا جو کسی کی سمجھ میں نہ آئے کہ مانی بھی سمجھ گئے کہ اصل مطلب یہ ہے مگر عینی و عقلانی نے یہ دو
 فاش کر دیا کہ اوس وقت تو ابن عباس پیدا بھی نہ ہوئے تھے پھر دیکھتے کیونکر۔ لہذا یہ تاویل
 کی کہ ممکن ہے رسول اللہ ص سے کسی وقت سنا ہو جن کے لئے ابن حجر ایک روایت کا بھی
 حوالہ دیتے ہیں دوسری تاویل یہ کی کہ ممکن ہے کسی صحابی سے سنا ہو مگر آخر دودھ کا دودھ
 پانی کا پانی الگ ہو گیا علامہ عینی کو صاف کہہ دیا پڑا لکن بتصل بسلسلہ پھر فرمائے جب
 انقال نہ ہوا تو صحت کہاں رہی۔

اب اس کے ساتھ یا مخیران اعراض اور سنئے قال اللہ مانی فان قلت القران
 يدل على تحريك رسول الله لسانه لا شفتيه فلا تطابق بين الواورد والمورد فيه
 قلت المطابق حاصل لان التحريكين متلازمان غالبا اولانه كان يحرك الفم للشمع
 على اللسان والشفيتين فيصدق كل منهما وتبعه بعض الشراح على هذا و
 هذا تكلف وتقسف بل نما هو من باب الالكفاء والتقدير وكان مما يحرك
 شفتيه ولسانه كما في قوله نعم سراويل تقيمكم الحراى البرد ويدل عليه رواية
 البخارى في التفسير من طريق جرير فكان مما يحرك لسانه وشفتيه والملازمة
 بين التحريكين معنوعه على ما لا يخفى وتحريك الفم مستبعد بل مستحيل لان
 الفم اسم لما يشتمل عليه الشفتان وعند الاطلاق لا يشتمل على الشفتين ولا
 على اللسان لالغوه ولا عرفان فافهم عيني ص ۸۶

کہا کہ مانی نے اگر کوئی یہ کہے کہ قرآن تو اسپر دلالت کرتا ہے کہ حضرت صدفہ اپنی زبان کو
 حرکت دیتے تھے نہ لبونکو اور بخاری میں لبون کی حرکت کو لکھا ہے تو وارد و مورد وقت
 مطابقت کہاں رہی۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ زبان اور لب کی حرکت میں لزوم ہے
 یا چونکہ حضرت فم (منہ) کو حرکت دیتے تھے جو زبان اور لب دونوں کو شامل ہے لہذا
 دونوں درست ہے۔ عینی کہتے ہیں کہ یہی جواب دوسرے شارحین نے بھی دیا ہے (غالبا
 اشارہ ہے ابن جو عسقلانی کی طرف) مگر یہ سب تکلف بلکہ تقسف ہے کیونکہ اصل یہ ہے کہ یہ باب
 انکشاف ہے جو کہ ایک کو کہا دوسرے کو نہ کہا جو جو ضمنا سمجھا جائیگا جیسا کہ کلام اللہ صریحاً

تفکیک الحسین ہے کہ برواوس میں خود بخود آجاتا ہے اور یہ جو کہا کہ تحریک لسان کو لگا
 ہلا لازم ہو ممنوع ہو اور رقم درمنہ کا ہلانا مستبعد ہو بلکہ محال ہو کیونکہ اگر یہ رقم او سکو کہتے ہیں جو لب زربا
 دو نو کر سنال ہے مگر جب بطور اطلاق استعمال ہوتا ہے تو وہ لب او زربان، نہیں شامل ہے نہ اذنی نہ عرفاً۔
 اس تحریر سے آپ کو معلوم ہو گیا کہ باوصفیکہ سبکہ اقرار ہے۔ حدیث قرآن کے خلاف ہے جس سے کہ کہ اسکی
 عدم صحت کا اقرار لازم تھا مگر عظمت اسکی مانی گئی ہے کہ اسکی خاطر خود قرآن میں تاویل کر دیا کہ مانی نے تو
 کہا کہ دونوں میں تلازم ہے جب بان ہلی تو ب ہی ضرور ہلے گا۔ مگر اٹھو کہ کہ یعنی نے اس کو باطل کر دیا۔ کو مانی
 نے دوسری تاویل لگی ہے کہ اپنے دل سے منہ کا ہلانا بتایا تاکہ قرآن بھی سچا ہو اور صحیح بخاری بھی سچا ہو مگر عینی
 نے کہہ دیا یہ تو محالات سے ہے جس سے یہ بھی آپ سمجھ سکتے ہیں کہ قرآن بھی سچا ہے اور صحیح بخاری بھی سچا ہے
 محال ہے۔ ان دونوں تاویلوں کو عینی صاحب غلط بنا کر یہ اور کھالی کہ یہ میں قبیل الالکشافہ کہ ایک کا
 ذکر کروں جس سے دوسرے خود سمجھیں میں آج کے جسکی اصلی غرض ہے یہی ہے کہ قرآن بھی سچا ہے اور صحیح بخاری بھی سچا ہے۔ مگر
 انیسویں کہ خود تو تلازم کو ممنوع کہہ چکے ہیں پھر باب الالکشافہ میں کیونکہ داخل ہو سکتا ہے۔
 اگر علامہ عینی کو اس قدر بھی یاد رہتا کہ وہ اس حدیث کا نام مسائل تجزیک الشفہ لکھ چکے ہیں تو بھی یہ
 جواب دیتے کیونکہ اعلام تو معین ہوتے ہیں۔

قولہ اصلاح کے ایضاً واجب سے تنقید صحیح بخاری کے ضمن میں تحریف قرآن کی بحث بھی چھوٹی ہو
 ہو اس امر کا صاف انکار کیا ہے کہ شیعوں میں کوئی شخص قرآن میں زبانی یا قائل نہیں ہے حالانکہ کہ تم تب
 شیعوں سے اس ضمنوں کی صریح روایتیں نقل کر چکے ہیں کہ قرآن میں منافقوں نے بہت کچھ بڑھا دیا احتجاج
 طبری میں بان لفظ مذکور ہے دزد او افسد ماطلہ تنا کوہ و تنافرہ یعنی منافقوں نے قرآن میں وہ چیزیں
 بڑھا دیں جنکا ناپسند او قابل نفرت ہونا ظاہر ہو پھر جو کتب شیعوں سے اس امر کا اعتراف بھی نقل
 کر چکے ہیں کہ شیخ الاسلام محمد بن یعقوب کلینی اور علی بن ابراہیم قمی وغیرہ جیسے بزرگوں پیشوایان مذہب شیعہ
 قرآن میں کمی اور زیادتی اور تغیر و تبدل سے معتقد تھے باوجود ان صاف اور صریح اقوال و روایات کے
 ایضاً صاحب کیا یہ لکھ دینا کہ شیعوں میں زیادتی قرآن کا کوئی قائل نہیں ایک تعجب انگیز امر ہے مگر حضرات
 شیعوں سے ایسی باتوں کا ظہور میں آنا کوئی باعث تعجب نہیں ہے۔ بعد اس کے ایضاً صاحب اصلاح نے
 اہانت کی روایات سے تحریف قرآن کا ثبوت پیش کیا ہے وہی روایتیں ہیں جو مولوی حامد حسین

نے ہفتصا میں لکھی ہیں جنکی تلمیح ہم آجکل لھوا ہے ہیں ایڈیٹر صاحب نے آخر خود بھی استقصا کا حوالہ
 ظاہر کر دیا ہے۔ تنقید صحیح بخاری پر ایڈیٹر صاحب نے کوٹرا ناں ہے اسکی حقیقت ہے اور حیات ہے اس حالت
 پر کون ذی علم و سلی طرف التفات کرے گا؟ اصل کے ایڈیٹر صاحب کو لازم ہے کہ وہ ہمارے جوابات کو با
 تہذیب و شانیت سے رد کریں ورنہ آئندہ کبھی انکی کوئی تحریر قابل التفات نہ سمجھی جائیگی۔ صحیح بخاری کے
 ایڈیٹر کو ہٹانا کچھ آسان نہیں خود امام شافعیؒ نے اور ان کے زمانے کے بڑے بڑے محدثین نے نہایت جد
 و جہد اور کوشش و کاوش سے جانچ کرنے کے بعد اسکو ہر جہت کا لقب دیا ہے اور پھر صدیوں تک
 جماعت محدثین اسکی تنقید کرتی رہی صحیح بخاری پر اعتراض کرنے میں مولوی حامد حسین صاحب مشہور مناظر
 تو ایسی شرمناک کارروائیوں میں مبتلا ہو چکا ہے کہ نیا بچہ پتھر اور کبھی سے کیا امید کیجئے مولوی حامد حسین
 صاحب نے صحیح بخاری کی ایک حدیث پر اعتراض کرنے کے لئے منکر موضوع کے معنی میں لیا حالانکہ
 اصول حدیث پر یہ صاف تصریح موجود ہے، منکر موضوع کی قسم نہیں ہے پھر ایسی دو حدیثیں جنہیں کسی قسم
 کا اتحاد نہیں ہے نہ باعتبار سند کے نہ باعتبار متن کے ان کو ایک کہنا یا بن جوڑی کی توجیح پر اچھوڑ دینا
 وہ خود ہی اسکو غیر متعارف چکے تھے انھیں اعتبار کرنا بڑا جیسا کہ ہم اپنے مناظر کی ابتدا میں اس مقام کو
 ظاہر کر کے ہیں۔ جب ایکویہ بھی نہیں معلوم کہ بخاری میں تکرار احادیث کی کیا حکمت ہے اور کثرت طرق
 سے کیا مفاد ہوتا ہے اور متابعت کس لئے، اللہ ہے کہ ایسی حالت میں آپکا صحیح بخاری بر طعن کرنا ہوتا
 ناموزوں ہے آئندہ ایکویہ اختیار ہے اس سے تباہی صحیح بخاری پر اعتراض کرنا آپ کے لئے موزوں
 ہو کہ آپ کے خلاف قرآن عظیم پر جو کتاب اللہ جو اعتراض کے تھے لہذا آپ کو لازم کتاب الرسول پر
 اعتراض کرنا چاہئے۔

اقول افسوس خدایا فرمے کہ آپ نے یہی جہل سے غلط بیانی شروع کی کیوں کہ ہوا اب تو آپ
 جواب تنقید صحیح بخاری کو تمام کر رہے ہیں پھر غلط بیانی کا حوصلہ کم نہیں نہ پورا کر لیا جائیگا
 برائے خدا تنقید بخاری صلا ملاحظہ فرما کر انفتات سے کہو کہ ناقد علاہ نے بحث تحریف قرآن چھیڑی
 ہو یا آپ کے امام عسقلانی نے جنہوں نے فرمایا ذعم بعض الفضل انہ سقط من السورۃ لاشیء پس
 جب آپ کے عسقلانی صاحب نے شیعوں پر الزام لگایا تو اسکا جواب دینا ضروری تھا یا نہیں؟ اور
 یہ بتانا مناسب تھا یا نہیں کہ یہ دعویٰ وافتخار ہی نہیں ہے بلکہ آپ کے کل یا اکثر انہ خوارج کا بھی یہی عقیدہ ہے

الحمد کہ خواتم نے بھی شیعوں کا یہ قول نقل کیا ہے کہ وہ زیادتی کے قابل نہیں ایسا اخبار مورخہ ۲۸ دسمبر ۱۹۶۷ء ملاحظہ فرمائے جس میں تفسیر مجمع البیان کی عبارت آپ نقل کرتے ہیں فاما الزنادۃ فتجمع علی بطلانہ احتجاج طبری میں ہرگز مضمون نہیں ہے کہ منافقوں نے اپنی الفاظ پر صائے ہوں بلکہ حملہ ملاحظہ تھا لڑکا و تانافرا بصرحت اسکا کاشف ہے کہ ترتیب آیات و سورہ میں ایسا تغیر کیا گیا جسکا تناؤ و تناظر ظاہر ہے جیسا کہ ابن مسعود قابل تنقید بخاری میں جو منور آپ کے تحریف قرآن کا دکھایا گیا ہے اگرچہ اہل عرب تو اس مسئلہ کو کلام عقلمانی متعلق تھے مگر آپ کے سمجھنے کو بھی کافی تھا کہ جب آپ کے پیشوایان دین بلکہ صحابہ کرام علیہ السلام کا یہ عقیدہ تھا کہ اگر ہم کو بھی مثل عثمان تسلط ملتا تو ہم بھی ان کے قرآن کے ساتھ وہی کرتے جو انہوں نے ہمارے قرآن کے ساتھ کیا۔ پھر افسوس کہ پھر آپ سب پر بیان نہیں ہوتے اور تحریف قرآن کا نام شیعوں کے سامنے لیتے ہیں۔ اظہیر صاحب بیشک استقصاء الامام کا حوالہ عقیدہ بخاری میں دیا گیا ہے کیونکہ وہاں تفصیلی بحث ہے مگر اس کے ساتھ اصل روایات بھی آپ کی پیش کی گئی اور عقلمانی صاحب کے اعتراض کا جواب دیا گیا۔ یہی آپ کی کہ افشانی استقصاء الامام کے متعلق ہے۔ لیکن انشاء اللہ جواب اسکا مفصل بحث تحریف قرآن میں ملاحظہ فرمائیں گے لیکن اہل فہم کی غیرت کیلئے یہی کافی ہے کہ ایک حدیث صحیح بخاری کے اثبات صحت اور جواب استقصاء الامام میں آپ کے اخبار کی ایک سال کی عمر تمام ہو چکی اور کچھ نہ بنا سکے تو آئندہ کیا امید ہے۔

۱۔ کہہ لے کہ تنقید بخاری کا سکہ اور چمک گیا اور نقدہ تنقید نے بنا دیا کہ صحیح بخاری کسی کتاب ہے کہ ایک حملہ بھی اوسکا بقاعدہ تنقید صحیح نہیں ٹھہرے تاہم کس حد تک یہ فرماتے ہیں اصلاح کے ایک طریقہ صاحب کو لازم ہے کہ وہ ہماری جوابات کو باقاعدہ تہذیب و متانت سے رد کریں، لکن نہ کہ آپ کو ملاحظہ نقدہ تنقید سے معلوم ہو گیا ہے کہ کمال اعتراضات ایک مدتیہ میں اور صاحبان عقل سلیم کے نزدیک کسی طرح نہ قابل التفات ہیں نہ قابل تسلیم کیونکہ اولاً تو آپ جواب لکھنا شروع کیا اور دریاں سے اتنے انی حصہ چھوڑ دو باجواب دینا منازہ کے بالکل خلاف ہے۔ ثانیاً اپنے مسلسل جواب حدیث صحیح تمام کر دیا۔ حالانکہ جاہلیت شمشاد و سفہم تو بالخصوص نہایت معرکہ آرا حدیث صحیح جسکی شرح میں آپ کے بڑے بڑے شراحین کے دماغ بیکار ہو گئے۔ ملاحظہ ہو تنقید بخاری ص ۱۷۰ نہایت صحتاً اسکا آئینہ جا بجا بہت سے اعتراضوں سے جیتھم پوشی کر لی ہے اور اس کے جواب سے بالکل اعراض کیا جوا یا مذاکرانہ مناظرہ کے بالکل خلاف ہے چنانچہ آپ نے فرماتے ہیں ”بطلان احضات صحیح بخاری پر وارد کے ہیں ان میں سے کچھ تو بخاری صحیح بخاری میں ہیں جن کو تنقید بخاری میں شامل کرنا ایک درجہ خلاف و ممنوع اور خارج از بحث لکھنا ناگزیر ہے۔ ہر کوئی بخاری صحیح ان اعتراضات کو بالفعل نظر انداز کرتے ہیں، جس سے بصراحت آپ کی مٹ و دھری نمایاں ہے۔ جبکہ نہایت ہی عجیب ہے صحیح بخاری کے اور کلام اوٹھانا۔ ان میں، جس کا جواب خود تنقید بخاری ایک کوشش رہا ہے چنانچہ اکثر ناقد کلام فرماتے ہیں کہ صحیح بخاری کی تنقید میں تو سہولہ و دقت بھی نہیں ہوتی جو کسی معمولی کتاب مناظرہ میں ہوتی ہے کیونکہ یہاں تو شارحین بخاری نے خود ایسا دروازہ کھول دیا گیا ہے کہ آنکھ بند کر کے جس کا جی چاہے چلا جائے۔

امام بخاری کا اس کو اصح الکتب کہنا تو آج تک کسی کتاب میں دیکھا نہیں گیا۔ اور بخاری ص ۱۷۰ اپنے مردوں

کے خوش کرنے کو جو فرستے کہ مسی الخوام میں لکھا۔ ابن القبر والمیزانکے غسل کر کے لکھا دو دو تیرے نماز پر طہرہ طہرہ کے لکھا اور اسکا حال معلوم ہو چکا اور یہ امام مسلم سے لیکر آج تک علماء ائمہ محدثین نے جس طرح اس کی عزت افزائی کی سب کا جوہر آپ دیکھ چکے اس پر بھی جو آپ اس طرح کی من ترانی لیتے ہیں تو جو اس کے کفر میں مشرک با جاوں اور کیا عرض کر سکتا ہوں۔

بخاری حجۃ الاسلام مصنف استقصاء الامام اعلیٰ المد المقادیر نے حج و قیوم صحیح بخاری سے اسلامی سبک پر اہلسنن کیا ہے کہ اس کا حال تو آپ ہی کا دل جانتا ہے جو کس کا ادنی ثبوت یہ ہے کہ آپ کو ابتدائی حدیث غیر از عامہ میں نہ کہنے کی جرات نہ ہوئی۔ یہ مانی کیا رہ حدیثوں کو جیسو طر کرنا یہ حدیث پر بھی ہے جہاں صف ابن الحوزی ہی کا قول لکھا تھا اور وہ اویسا صاحب تھا کہ مزید توضیح کی ضرورت نہ تھی آپ نے اس کو بغیثت سجھا اور اعتراض کر بیٹھے جس میں ایک سوال بھی لکھا ہے کہ یہی امام شمس نمبر ۱۷، ۱۸، ۱۹ نے ایسا ناطقہ بند کیا کہ آخر آپ کو اعلان کرنا پڑا کہ شمس کے جواب میں اب میں خود بخیر لکھوں گا۔

کہ فرما میں نے جناب حجۃ الاسلام طاب غرہ مشکوٰۃ بعضی موضوع فرمایا ہے اگر عبارت غرض ہے اور بغیر سبک سے اس کی سبک سبک صحیح غلطی نہیں کیونکہ امام مسلم بھی منکر کو بعضی موضوع لیتے ہیں اور امام بخاری فرماتے ہیں جسے حق میں میں منکر کہوں اس سے روایت حلال نہیں لکھنا یہ شان غیر موضوع ہے۔ ہوسکتی ہے۔

اتحاد سند و متن روایت صحیح بخاری و ابن الحوزی کے اعتراض نے آپ نے ایسے سنگدردی کھائی کہ اپنے امام سوطی کی صحیح غلطی کا انکو بھراحت اذکار کرنا پڑا حالانکہ یہ قول وہ متن مزید فرماتے ہیں اور بقول آپ کے اوستاد مولوی عبدالحی صاحب کے جو سوطی کے قول کا اقتدار کرے وہ قابل خطاب نہیں بلکہ مستحق زبردست عتاب ہے۔

شمس میں آپ کے علامہ مستقلانی کا قول اتحاد حدیثین لکھا گیا ہے دیکھئے اونکی کن لفظوں سے عزت افزائی ہوتی ہے۔ حج ابن الحوزی کا نام مقبر ہونا اور بخیر اوس سے استدلال کرنا اصل سنت کا اور اقبالی مناقشہ کا صاحب ہونا سب لکھا جا چکا ہے۔

سکارا احادیث صحیح بخاری کے فوائد جو آپ نے فرمائے اگرچہ آپ کی روشنفیوری کی کافی دلیل ہے مگر افسوس ہے کہ علمائے حق نے خود شاہ عبدالغیر صاحب احمد مولوی عبدالحی صاحب نے بھی اسکی قدر نہ کی اور جو مسلم و ترمذی وغیرہ کو اس بخرار کیا کہ جو جسے بھی بخاری پر حج لکھا اس سے بڑھ کر آپ کی تصدیق کیا جاسکتی ہے۔

یاد رکھنا کہ وہ آپ کے اسلاف نے قرآن عظیم بخیر لکھا اور اعتراضات کئے تھے، انیسویں سو تک جو حضرت خلیفۃ المسیح علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ سورہ فاتحہ خون سیاہی پاشا ہے لکھا جا سکتا ہے جو بغرض شفا ایسی طرح ہے کہ علماء جو قرآن کو ترک کا معاملہ تانے ہیں اور ہزاروں غلطیوں کے مقابل میں اللہ مستحق تعزیر قرآن میں بغیر سبک نہ کو ہوگا۔ اٹھارہ صاحب کی ریختی تحریر صحیح جو تنقید بخاری کے جواب میں لکھا۔ آخر حدیث پر جو تنقید بخاری میں اس اعتراض کئے تھے تھے صدقاً غافلانہ اور سبک جواب دیا نہ ابتدا ہی حدیثوں جو اقبالی صاحب ہوتے ہو سکتا ہے کہ جواب دیا بھی ایسی تحریر ہے کہ ہر سو نہ بروہ کے نزدیک قابل التفات ہو سکتی ہے اور یہ کیوں ہے ایسا غاری کا طہرہ ہے کہ اول و آخر صحیحہ فرکر درمیان سے چند صفوں کو منتحب کرے اور اوپر دو جا محل اقرآن کر کے جہاں میں مشہور کر دے کہ تنقید بخاری کا جواب ہو گیا جو اصل محل ہے۔ واللہ بالغ امرک و وسیلک اللتب

بھذا آخر الکلام واخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی خیر الانام والذکر الکرام

تمام حجت
 سب سے زیادہ اہم اور اہم ترین ہے

اسکی موہم ہے کہ کل ابواب متحفہ کا جواب اس میں دیا گیا ہے۔

یہ فقرہ اور بھی قابل تعریف ہے۔ عبققات کی دو سو جلدیں بیان کی جاتی ہیں جس میں تین چھپ چکی ہیں اور انکو میں نے چیدہ چیدہ مقامات سے دیکھا ہے۔ کیونکہ عبققات کا دو سو جلد ہونا تو ان کا سہمی جملہ ہے جسے لوگوں سے سنا مگر ۳ جلدوں کے چھینے کو خود بیان کر رہے ہیں کہ ۳ جلد چھپ چکی اور میں نے چیدہ چیدہ مقامات سے دیکھا ہے۔ حالانکہ ایسا جملہ ہے کہ جس سے اڈیٹر اصلاح لے اوس قول کی بخوبی تصدیق ہوتی ہے جو انہوں نے لکھا تھا۔ بخلاف کتاب مستطاب استفسار الانجام کے جس کا نام اگر وہ خواب بھی سن پائیں تو نیند ہی اوچٹ جائے اور صورت دیکھنے والے تو شاید مولوی صاحب بھی نہ ہوں گے الا اینکه کسی صحافت کی دوکان پر دیکھا ہو۔ جسے لائق ایڈیٹر صاحب نے اپنا اخبار مورخہ ۲۱ ربیع الاول میں نقل بھی کیا ہے کیونکہ عبققات الانوار کی ہر وجوہ اس وقت تک حسب ذیل جلدیں چھپ چکی ہیں۔

حدیث غدیر ۴ جلد حدیث منزلت ۲ جلد حدیث ولایت ۲ جلد حدیث نفوس ۲ جلد حدیث تشبیہ ۲ جلد حدیث طیر ۲ جلد حدیث ثقلین ۱ جلد حدیث مدینہ ۱ جلد حدیث سفینہ ۱ جلد۔

جس سے بخوبی معلوم ہو گا انکو ابھی تک ان کتابوں کی زیارت نہیں نصیب ہوئی ورنہ یہ نہ فرماتے کہ تیس جلدیں چھپ چکی ہیں اور میں نے چیدہ چیدہ مقامات سے دیکھا، بہر حال اصل یہ ہے کہ ان حضرات کی جو کارروائی ہے وہ سمعی شہداء تو نیر نہ کہ اپنی ذاتی تحقیقات پر۔ چونکہ شیعوں کو سنا تھا کہ عبققات کی ۳ جلدیں ہیں اس سے اونکا دماغ متاثر ہوا اور سب کو لکھ دیا اور یہ نہ دریافت کر سیکے کہ یہ تیس جلد کا دعویٰ صرف مطبوع کی نسبت ہے یا مطبوع وغیر مطبوع سب اسمیں داخل ہیں۔ اور دو سو جلدیں اسکی بنسبت کل مجلدات کے ہے کیونکہ یہ تیس جلد تو صرف بحث امامت سے متعلق ہے جس کا دوسرے ہر منہج اول میں اور ان آیات سے بحث ہے جن کے مثبت امامت ہونے سے شاہ عبدالعزیز صاحب کو بخار ہے۔ اسکی ابھی کوئی جلد نہیں چھپی۔ اور دوسرے منہج احادیث سے متعلق ہے جس میں سے شاد صاحب نے بارہ حدیثیں منتخب کی تھیں اور ان پر اعتراض کیا تھا اونھیں کا جواب ان مجلدات میں دیا گیا جو چھپ چکیں اور کچھ باقی ہیں۔ میرے اس قول کی تصدیق کہ ایڈیٹر صاحب کو ان مجلدات کے دیکھنے کا خود اتفاق نہیں ہوا اس جلد سے بھی ظاہر ہے کہ ایڈیٹر صاحب اپنا اخبار مورخہ ۲۸ ربیع الاول نمبر ۲۶ میں قلم از میں

دو ایک اور اتفاق سے ایک شیعی کر مفر کے پاس عبقات الانوار کی پہلی جلد بھی دیکھنے کا اتفاق ہوا، ناظرین بالاضافہ اس جملہ کو پہلے جلد سے ملائیں جن میں فرماتے ہیں: "عبقات الانوار کی دوسری جلد بیان کی جاتی ہے جن میں سے تیس جلدیں حبیب چلی ہیں اور انکو چیدہ چیدہ مقامات سے میں نے دیکھا ہے۔" آخر انہیں سے کون سا جلد صحیح ہے اور کون سا غلط اندازہ کر م ظاہر فرمائیں۔

الحاصل استقصاء الانحزام میں صحاح ستہ اہل سنت کی جو حالت دکھائی گئی ہے وہ سب کے پیش نظر صحیح ہے۔ راجحیاں۔ اور صحیح بخاری کے اصح الکتب ہونیکے دعوے کی غلطی خود استقصاء اور عبقات کے پیش نظر ہے اور تنقید بخاری اور نقد التنقید نے تو اور بھی اسکی غلطی کھول دی ہے۔ فقہ فضول تقریر سے کیا فائدہ۔

آئندہ کہہ دینے جناب حجتہ الاسلام کے کلام کو نقل کر کے اور اسکا ترجمہ اردو میں لکھ کر اپنی قوم پر بہت بڑا احسان کیا کیونکہ آخر اس سواد اعظم میں کچھ لوگ تو ضرور سمجھدار ہوں گے۔ خوف خدا اور نیکو ضرور انہیں ہوگا اور احادیث کی طرف ضرور متوجہ ہوں گے جن کی موضوعیت اور عدم استقصاء میں دکھائی گئی ہے جس سے امید و اتق ہے کہ کچھ لوگوں پر انکشاف حال ضرور ہوگا اور وہ سمجھنے کے جس کتاب میں اس قدر موضوعات بھرے ہیں اوس کو اصح الکتب کا خطاب کس قدر نازیدار ہے۔

ایڈیٹر صاحب نے جو عبارات استقصاء الانحزام سے نقل کی ہے وہ صفحہ ۸۶۲ میں ہے اور جز آئیں واقع ہے ابتدائے کلام کے جس میں اسکو بیان کیا ہے کہ چونکہ مولوی حمید رعلی صاحب نے احادیث شیعہ پر بہت کچھ استہزاء کیا ہے لہذا اس کے معارضہ میں میں بھی احادیث اہل سنت کی حالت دکھاتا ہوں اسکے بعد علماء اہل سنت کے عموم اعتراضات اور مقدمات صحیحین بلا صحاح ستہ اور پھر اوسکی عظمت کو اس انداز سے بیان کیا ہے کہ اوس کا مزہ قلوب مخالفین سے پوچھنا چاہئے۔ یہ سلسلہ صفحہ ۳۷۶ پر ختم ہوا اور یہاں سے علیحدہ علیحدہ ایک ایک حدیث کی موضوعیت اور عدم صحت کا بیان شروع ہوا ہے جس میں پہلی حدیث تو یہ ہے کہ جب حضرت نے عائشہ سے عقد کا قصد کیا تو ابو بکر صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا آپ تو میرے بہائی ہیں یہ عقد کیونکر ہو سکتا ہے۔ اس حدیث کی عدم صحت کو قول غلطانی سے ثابت کیا ہے اور اس کا جواب جو عسقلانی نے دیا تھا اوس کو رد کیا۔

دوسری حدیث یہ ہے کہ صحیح بخاری میں ہے کہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ بروز قیامت اپنے باپ

کا فری شفاعت میں خدا جھگڑے جس پر یہ کاغیر صحیح ہونا کلام امام علی سے ثابت کیا گیا ہے۔ پھر
عسقلانی کے جواب مہمل کی حقیقت کھولی گئی ہے۔

تیسری حدیث یہ ہے کہ رسول اللہ نے ابی بن ابی سیون منافق کے جنازہ پر نماز پڑھنی چاہی تو عمر
صاحب نے حضرت کا دامن پکڑ کے کہنیا کہ آپ منافق کی کیوں نماز پڑھتے ہیں حالانکہ خدا نے منع
کیا ہے اس کاغیر صحیح ہونا قاضی ابوبکر باقلانی و امام الحرمین وغزالی و داودی کے کلام سے ثابت
کیا گیا ہے۔

چوتھی حدیث یہ ہے کہ حضرت ابراہیم خلیل الدین مرتبہ جھوٹ بولے اسکی موضوعیت تفسیر
کبیر فتح رازی سے ثابت کی گئی۔

پانچویں حدیث یہ ہے کہ ایک نبی نے چیونٹیوں کو جلا دیا تھا اس پر خدا کا عقاب نازل ہوا اسکی
حقیقت کلام خیر رازی سے نہایت لطیف طور پر دکھائی گئی ہے۔

چھٹی حدیث یہ ہے کہ حضرت نے زید بن عمرو بن نفیل کو حکم دیا کہ بتوں کے چڑھاوے کو
کھائے اور وہ انکار کرتا تھا اس حدیث کی موضوعیت جن اولاد سے ظاہر کی گئی ہے اجمالاً اوسکا
بیان نہیں ہو سکتا ملاحظہ ہو صفحہ ۹۵۱ نفاہت ۹۶۲۔

ساتویں حدیث لا نورث ما ترکنا صدقہ جس کی موضوعیت کے دلائل
کلام میں مذکور ہیں اجمالاً یہاں اشارہ کیا گیا ہے۔

آٹھویں حدیث بقل شاد عبد الغزیز یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز شب پڑھنے
کے لیے اٹھاتے تھے اور حضرت علی فرماتے تھے کہ جو خدا نے مقدر کیا ہے وہی پڑھیں گے۔ اس

حدیث کی موضوعیت بھی نہایت شرح و بسط سے ثابت کی گئی ہے ملاحظہ ہو صفحہ ۹۶۲ نفاہت ۹۶۲
نویں حدیث یہ ہے کہ حضرت علی نے ابوجہل کی بیٹی سے عقد کرنا چاہا تھا جس پر آنحضرت نے

اپنا رخ اور غیظ و غضب ظاہر کیا۔ اسکی موضوعیت بھی نہایت لطیف طور پر خود ابن حجر کے صحیح
انکار سے ثابت کی گئی ہے۔

دسویں حدیث یہ ہے کہ آیہ وان طائفان والمومنین اقتتلوا فاصلاھما بینما
در بارہ منازعت منافقین و مومنین نازل ہوا جس سے بغوائے اس آیت کے منافق بھی مومن ہوا

جس کی موضوعیت ابن بطلال کے قول سے ثابت کی گئی ہے اور پھر ابن حجر کا جواب دیا گیا ہے
 کیا رہیں حدیث ابن عمر سے کہ ہم زمانہ رسول اللہ میں ابو بکر پھر عمر پھر عثمان کے مقابلہ میں
 کسی کو نہ گنتے تھے اور اس کے بعد لوگوں کو چھوڑ دیتے تھے۔ اسکی موضوعیت کلام ابن عبد البر سے
 دکھائی گئی ہے۔ یہ سلسلہ صفحہ ۹، ۱۰ تک گیا ہے اور اسکے بعد ادا ہوئیں حدیث یہی ہے جس سے ایڑی
 صاحب نے تعریف کیا ہے۔

پس پہلے تو ایڑی صاحب کی اس ترکیب پر خیال کرنا چاہئے کہ ان مضامین کو بالکل
 لکھا بد سے ہیں اور اس روایت کو بغرض مغالطہ اپنی بحث میں لانے حالانکہ مناسب یہ تھا
 کہ مسلسل کلام کو رد کر کے اس روایت سے بحث کرتے۔

مگر چونکہ وہ اپنی کمزوری سے بخوبی واقف تھے لہذا اوچھل کر یہاں پہنچ گئے اور سمجھا
 کہ قلعہ کو فتح کر لیا۔ یہ سب منصوبہ اون کو صرف اس لئے پیدا ہوا کہ سند اور متن میں
 روایت بخاری اور ابن الجوزی کے بظاہر فرق ہے اس وجہ سے وہ سمجھے کہ ہم نے میدان مار
 لیا حالانکہ یہ نری غلط نہیں ہے جسکی حقیقت المشمس منبر میں کجبال و فصاحت مذکور ہو چکی
 اسی امر نے آپکو اس کی جرات دلائی کہ اسپر اعتراض کریں ورنہ حجۃ الاسلام نے اس کے قبل
 سو صفحوں سے زیادہ جو اغلاط و موضوعیت روایات بخاری میں صرفہ کے اون صفحات کی نسبت
 ایک لفظ بھی نہ فرما سکے اور درمیانی کیا راہ حدیثوں کو چھوڑ کر اس حدیث پر آئے جو کتاب الطیب سے
 متعلق ہے جسکی صحت یا موضوعیت سے نہ آپ کو نہ آپ کے مذہب کو کسی قسم کا نفع ہو نہ ضرر پہنچا
 بلکہ حقیقت آپکا ضرر ہے کیونکہ اگر حدیث صحیح بخاری صحیح ٹھہرے تو مذہب حنفی باطل ہوتا ہے جو اہل
 تعلیم قرآن کو حرام کہتا ہے مگر صرف اس غرض سے کہ عوام پر آپکا رعب بیٹھے اور اشاعت اخبار بڑھ جائے
 یہ کوئی شکر کر رہے ہیں کہ کسی طرح حجۃ الاسلام مولانا السید حامد حسین صاحب بترزا
 کی غلطی ثابت کریں جو محال ہے چنانچہ اسی غرض سے پہلے تو اپنے امام سیوطی کی صحیح غلطی
 کا اظہار کیا بلکہ جو تادان۔ منکر بدیہی بنا چھوڑا۔

اب الشمس کی بدولت انشاء اللہ امام عسقلانی کی غلطی کا بھی اظہار کریں گے مگر ان سب
 ترکیبوں پر بھی حجت خداتمام ہوگی اور تقلید کلام حجۃ الاسلام پر نقاد ہوں گے و لکن یجعل اللہ

للكافر في المومنين سبيلا

بہر حال آپ کو پہلے یہ دیکھنا مناسب ہے کہ حدیث مذکورہ بالا صحیح بخاری میں کے مقام پہنچے جو کہ یہ نام
 مکرر بیکار میں امام بخاری تو مشہور ہیں اور آپ بھی اسکے فوائد کو لکھ چکے ہیں۔
 دیکھیے پہلے تو کتاب الإجارة - باب ما يعطى في الرقبة على الأجزاء العرب بغاتمة الكتاب وقال ابن عساکر
 عن النبي احمق ما اخذتم عليه اجر الكتاب الله وقال الشعبي لا نشترط المعلم الا ان يعطى
 فيقبله وقال الحكم لم اسمع احدا كرا اجر المعلم واعطى الحسن دراهم عشرة ودرهمين سيرين باجر
 القسام بأسا وقال كان يقال السمت الرشوة في الحكم وكانوا يعطون على انهم من حد ثنا ابو النعمان
 حد ثنا ابو عوانة ابى بشر عن ابى المتوكل عن ابى سعيد رضى الله عنه انطلق نفر من اصحاب
 النبي في سفرة سا فوها حتى نزلوا على حى من احياء العرب فاستضافوهم قالوا ان يضيفوهم
 فلدغ سيد ذلك الحى فسعوا بكل شئ الا ينفعه شئ فقال بعضهم لو اتيتم هولاء الهمط لكان
 نزلوا العله ان يكون عند بعضهم شئ فأتوهم فقالوا يا ايها الهمط ان سيدنا لدغ وسعيلنا
 يكشيه لا ينفعه فهل عند احد منكم من شئ فقال بعضهم نعم والله انى لارقي ولكن - والله
 لقد استصفناكم فلم تصفونا فما انابارق لكم حتى يجعلوا لنا جعلا فصاحوهم على ضجيع من الغنم
 فانطلق يتفل عليه ويقرء الحمد لله رب العالمين فكانوا مشط من عقال فانطلق يمشى وملا
 فلبت قال فافوهم جعلهم الذى صاحوهم عليه فقال بعضهم اقموا فقال الذى حرق
 لا تفعلوا حتى تاتي النبي صلى الله عليه وسلم فلنذكر له الذى كان فينظر ما يامرنا فقد موا
 على رسول الله فذكروا له فقال ما يدريك انما رقة ثم قال قد اصبتهم اقموا واضروا
 الى معكم بها فضحك رسول الله قال ابو عبد الله وقال شعبه حد ثنا ابو بشر سمعت
 ابا المتوكل بهذا -

پہر کتاب فضائل القرآن میں لکھتے ہیں باب فاتحة الكتاب حدثنى محمد بن المنبهي حدثنا وهب بن
 هشام عن محمد بن معبد عن ابى سعيد الخدرى قال كنا فى مسيرنا فتر لنا فجاءت بجارية
 فقالت ان مبيد الحى سليم وان نفرنا غيب فهل منكم راق فقام منها رجل مائتا فانبه
 برقية فوقا لا فبرا فامر له بثلاثين شاة وسقا فالبنا فلما رجع قلنا له اكنت تحسن رقية

اَوْ كُنْتُ تَرْقِي قَالَ لَا مَارَقِيَتِ الْإِبَاهِمُ الْكُتُبُ فَلَمَّا لَمْ يَلْحَقْهُ تَوَاشَيْتُ حَتَّى بَنَانِي وَأَنْسَأَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا قَدِمْنَا الْمَدِينَةَ ذَكَرْنَا لِلنَّبِيِّ فَقَالَ وَمَا كَانَ يَدِيهِ إِخْلَافِيَّةً أَتَسْمَوُا وَأَضْرِبُوا لِي بِسَهْمِزٍ وَقَالَ أَبُو سَعْمَرٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ حَدَّثَنَا هِشَامٌ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَيْرِينَ حَدَّثَنَا مَعْبُدُ بْنُ سَيْرِينَ عَنْ ابْنِ سَعِيدٍ أَخْبَرَنِي بِهَذَا -

یہ کتاب الطب میں لکھتے ہیں باب الرقی بغائمة الكتاب ویدنا ابن عباس عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم حدثنی محمد بن بشار حدثننا عندہ حدثننا شعبہ عن ابی بشر عن ابی اسود کل عن ابی سعید اکھدری رضی اللہ عنہ ان ناسا من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم اتوا علی حی من اعیاء العرب فلم یقرؤہم فینہما ہم کذلک اذ لدخ سید اولیاءک فقالوا هل معکم من دواء اور ارق فقالوا انکم لمرتتہ وناولا تفعل حتی تجعلوا لنا جعلا فجعلوا لهم قطیعا من الشاء فجعل یقرع بام القران ویجمع نراق وینقل ذبرا فالتوا بالاء فقالوا الا نأخذ لاحتی نسأل النبی صلی اللہ علیہ وسلم فسألوہ فضحک وقال وما ادراک انھا رقیة خذ وھاذا ضربوا لیسھمز باب الشرط فی الرقیة یقطع الغنم حد سیدان بن مضارب ابو محمد الباہلی حدثننا ابو معشر یوسف بن یزید البراء حدثنی عبید اللہ بن الاحنس ابو مالک عن ابن مکیکة عن ابن عباس ان نفرا من اصحاب النبی مرہ اسماء فیہم لیدیع او سلیم فغرضہم رجل من اهل الماء فقال هل فیکم من راق ان فی الماء رجلا یدیع او سلیم فانا نطلق رجل منہم فقرع بفاتحة الكتاب علی شاء فبرا فجاء بالشاء الا صحابہ فکرموا ذلک وقالوا اخذت علی کتاب اللہ اجرا حتی قدما اللہ مدینة فقالوا یا رسول اللہ اخذ علی کتاب اللہ اجرا فقال رسول اللہ ان احق ما اخذتم علیہ اجرا کتاب اللہ -

جب یہ معلوم ہو چکا کہ بخاری صاحب نے اس ایک حدیث کو تین باب میں چار طور پر لکھا ہے تو آپ اسکو بھی ملاحظہ فرمائے کہ کسی مقام کی روایت اونکی آپکی علمائے محدثین کے اعتراض سے محفوظ نہیں کیونکہ یہی حدیث کی نسبت علامہ عینی لکھتے ہیں واعترض علیہ بتقید لا باحیاء العرب بان الحکم لا یختلف باختلاف المحال ولا الامکنہ واجاب بعضهم بانہ ترجم بالقرآن

ولم تعرض منفي غير لا قلت هذا اجواب غير مقنع لانه قيد لا باحياء العرب
والقدر شرط اذا انتفى ينته الشرط وهذا القائل لم يكتف بهذا الاجواب الذي
لا يرضى به حتى قال والاحياء جمع حي والمراد به طائفة مخصوصة وهذا الكلام ايضا
يشعر بالقتيد والاصل والباب الاطلاق فانهم ص ۲۴ جلد ۵ عيني -

يعني اسير به اعترافن کیا گیا ہے کہ بخاری نے اس باب میں قید لگائی ہے قبائل عرب کی - یعنی یہ باب
اس کا ہے کہ کیا اجرت دی جاتی ہے جھارڈ بھڑیک پر فاتحہ الکتا کے قبائل عرب میں - حالانکہ یہ یہ
کسی طرح مناسب نہیں کیونکہ احکام شرعی اختلاف مکان و محل سے نہیں بدلتا کہ عرب میں جو جہاد
جگہ نہ ہو، اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ بخاری نے واقع کو لکھ دیا نہ یہ کہ نفی کی ہو غیر کی - یعنی کہتے ہیں
یہ جواب کافی نہیں کیونکہ جب قبائل عرب کی قید لگادی تو معلوم ہوا یہ شرط ہے کہ جب شرط پائی
جائے گی تب یہ حکم جاری ہوگا اور جب یہ شرط پوری نہ ہوگی تو یہ حکم بھی نہ رہے گا جس کے مطلب
یہ ہوئے کہ یہ حکم صرف عرب کے لئے ہے اور اس قبائل نے اسی جواب پر نہیں اتفالیاجو غیر
مرضی ہو بلکہ یہ بھی کہہ دیا کہ احیاء جمع حی ہے اور مراد اس سے طائفہ مخصوصہ ہے جو اس پر دلالت کرتا
ہے کہ یہ قید ہے حالانکہ احکام میں اہل اطلاق ہے -

یہ جواب غالباً ابن حجر عسقلانی کا ہے جنہوں نے صفحہ ۲۱۵ جلد ۲ میں لکھا ہے اور خود بھی اس کے
ضعیف کی طرف اشارہ کیا کیونکہ اس لفظ سے لکھا جاسکتا ہے اجواب اور یہ بھی لکھا ہے کہ باب الطب
میں بلا کسی شرط وغیرہ کے لکھا ہے -

اب یہ اعترافن تو خود شارحین نے لکھا ہے اور دوسرا اعترافن اس پر یہ ہے کہ یہ حدیث ابن عباس مقطوع
ہے جس کی کوئی سند نہیں ہے جبکہ اجواب ابن حجر یہ دیتے ہیں کہ باب الطب میں اسکو مسلسل بہ سند لکھا
ہے جو دلیل کمال عقل ہے کیونکہ یہاں تو مقطوع ہے -

اب اصل حدیث کی حالت ملاحظہ کیجئے جو ابی سعید سے مروی ہے اور بسند متصل لائے ہیں اسکی
نسبت ابن العربی کہتے ہیں کہ یہ حدیث مضطرب ہے چنانچہ عسقلانی صواب ان لفظوں میں لکھتے ہیں
ولیسب ابن العربی فدعوا لان هذا الحدیث مضطرب جس سے اس قدر تو بخوبی
معلوم ہوا کہ خود محدثین اہل سنت کے نزدیک صحیح بخاری کی روایات کی کیا وقعت ہے -

اسکے علاوہ ابوالنخاع محمد بن فضل سندوس اور ابو عوانہ اس کے راوی ایسے ہیں کہ بہت کچھ
اوپر اعتراضات ہیں جیسا کہ رسالہ وضو میں تبصریح مذکور ہے۔

اس کے علاوہ علامہ عینی لکھتے ہیں وفيه الضعف في ثلاثة مواضع ص ۱۵۷ اس حدیث میں تین
جگہ ضعف ہو اور ضعف عام طور پر عین کے یہاں حدود وصحت سے خارج ہے۔

دوسری روایت تفصیل قرآن میں ہے ابو سعید خدری سے جس میں اس کی تصریح ہے کہ اس
سردار کا نام سلیم تھا اور جہاڑیوں نے اس کے ایک دو سر صحابی میں مگر یہ روایت پہلی روایت کو
بھی بخلاف ہے اور نیز اس کے بعد والی روایتوں کے بھی۔

تیسری روایت کتاب الطب میں ہے۔ یہ روایت دو سلسلہ سے ہے ایک کے راوی تو وہی ابو سعید
خدری ہیں جن کی روایت پہلے مذکور ہوئی اور دوسری روایت کے راوی ابن عباس ہیں جن کی
نسبت پہلے امام بخاری فرماتے ہیں باب الرقی بفاتحة الكتاب ویدان عن ابن عباس عن
البنی صلی اللہ علیہ وسلم۔

یہ عبارت خود ان کے حسن سلیقگی کی دلیل ہے کیونکہ خود ہی تو اس کے بعد ابن عباس کی روایت
بھی لکھتے ہیں اور یہاں بصیغہ تریض ذکر کیا کہ یدان عن ابن عباس اس پر مستطانی لکھتے ہیں کہ
ذکر لا بصیغۃ التریض وهو علی ما تقر بہن اهل الحدیث ان الذی یوجہ البخاری
بصیغۃ التریض کیوں علی شرطہ مع انہ اخرج حدیث ابن عباس فی الرقی بفاتحة
الکتاب عقب هذا الباب ص ۲۱۹ جلد ۳

یعنی اس پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ اہل حدیث کے یہاں یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ بخاری جس روایت کو
بصیغہ تریض (قیل - یا یقال - یا ذکر - یا یدان) لکھتے ہیں وہ اون کے شرطیہ کے موافق نہیں
ہوتی جو حالانکہ خود اس حدیث کو اس کے بعد والے باب میں ابن عباس سے روایت کرتے ہیں۔

اس اعتراض کا جواب وہ اپنے استاد سے یوں نقل کرتے ہیں واجاب شیخانی کلامہ فی علما
الحدیث بانقد یصنع ذلك اذا ذکر الخبر بالمعنی یعنی بخاری کی یہ ترکیب وہاں ہوتی ہے کہ جہاں
حدیث کو بالمعنی نقل کرتے ہیں اور نہیں تنگ ہو اس میں کہ خبر ابن عباس میں رسول اللہ کی تصریح
نہیں ہے بلکہ تقریب ہے (یعنی سکوت کرنا) تو حضرت کی طرف اس کی نسبت کرنا نسبت معنوی ہوگی

جس سے ظاہر ہو کہ یہ قول رسول نہیں ہے۔

مگر آپ پہلی حدیث میں دیکھ چکے ہیں کہ انھیں بخاری نے باب الاجارہ میں لکھا قال ابوعبید
جس سے نسبت اس قول کی طرف حتماً جزماً ثابت ہو۔

یہیں سے عقلاً کو معلوم ہو سکتا ہے کہ بخاری صاحب فن حدیث کے کیسے ماہر تھے کہ باب الاجارہ
میں تو ابن عباس کی طرف حتماً منسوب کیا اور یہاں شروع باب میں اونکی طرف اس
نسبت کو بعینہ ضعف تو ریض بیان کیا اور اس کے بعد پھر لوری روایت ہی اونکی طرف
منسوب کر دی۔ دوسرا کوئی ہوتا تو یہ کہا جاتا درود عکود حافظہ بناؤ۔ امام بخاری کی نسبت
کیا کہا جائے؟

اب اس میں اختلاف ہے کہ جھارٹنے والا کون تھا جس پر خود عقلاً فی صاحب لکھتے ہیں
وقد استشكل كون الراقي هو ابو سعيد راوى الخبر مع ما وقع في رواية معيد بن
شاذان من مقام معمار جل ما كنا نضنه بحس رقيه واخرجه مسلم وسياتي للصف
في فضائل القرآن بلفظ اخر وفيه فلما رجع قلنا له الكتب تحسن رقيه ففردك شعاع
بانه غير ذلك جلد ۲۱ جلد ۲۲ یعنی ابو سعید راوی روایت کے جھارٹنے والے ہونے میں شکال
ہو کیونکہ روایت معبد بن شاذان میں جو مسلم میں بھی ہو اور بخاری میں بھی دوسرے
الفاظ سے فضائل قرآن میں اوسکی روایت کی جو معلوم ہوتا ہے کہ وہ دوسرا شخص تھا خود
ابوسعید۔

اس اشکال کا جواب ابن حجر نے یہ دیا ہے کہ نہیں مانع جو اس سے کہ کوئی شخص نبی نفس کا تذکرہ
کرے بہ کنایہ پس ممکن ہے کہ ابو سعید نے ایک دفعہ اپنی تصریح کی ہو اور ایک دفعہ اوسکو بہ کنایہ بیان کیا
یہ جواب اون کا تو کتاب الاجارہ والی حدیث میں ہے مگر کتاب الطیب میں لکھتے ہیں کہ بعد متبع
ابھی تک ہم کو اس کا کہیں پتہ چلا کہ اس روایت میں جھارٹنے والے ابو سعید خدری ہیں۔
اہل فہم ان دونو جوابوں کو ملاحظہ کریں اور دیکھیں کہ ان حدیثوں کی کیا شان ہو اور خود
ابن حجر کے جوابوں کا کیا انداز ہو۔

اب اس کے بعد ابن عباس کی وہ روایت ملاحظہ فرمائے جس کی نسبت بخاری صاحب

ایک دفعہ قال ابن عباس اور ایک دفعہ ینا لکن عن ابن عباس کہ چکے ہیں کہ اسکے لئے اونہوں نے
یہ باب مقرر کیا باب الشرط فالرقیۃ یقطع من الغنم جس سے اور بھی عقلمندی انکی نمایان
ہو کہ کہیں تو کہا یا ما یعظم فی الرقیۃ علی اعیاء العرب اور کہیں کہا یا بالرقیۃ بفانح الکتاب
اور یہاں لکھا یا بالشرط فالرقیۃ یقطع من الغنم جس پر وہی اعتراض ہو جو قید احوال اعتراض
کا اعتراض ہو چکا ہے۔

بہر حال اس حدیث پر پہلا اعتراض تو یہ ہو کہ ابو محمد باہلی کے بارے میں ابن حجر کہتے
ہیں وقد ضعفہ ابن معلق ووقفہ المقدسی یعنی ابن معلق نے اس کو ضعیف کہا اور
تو تریق اوسکی کہی ہے مقدمے نے جس سے شان صحت نمایاں ہو کیونکہ ابن معلق کا جو درجہ ہر وہ
نہ مقدمے کو حاصل ہے نہ اوس کے متقدیم کو۔

پھر ابن مالک کی نسبت ابن جہان کا قول ہو میخبط سے تیار یعنی اکثر خطا کرتا ہو۔
دوسرا اعتراض یہ ہو کہ اس روایت میں لدیغ اور سلیم وارد ہو جس کی نسبت ابن حجر
کہتے ہیں کہ یہ راوی کا شک ہو حالانکہ سیاق حدیث اس کے خلاف ہو کیونکہ لدیغ اور سلیم
کہتے ہیں مارگزیدہ یا عقب گزیدہ کو اور سابقا معلوم ہو چکا ہو کہ اوس کس کا نام سلیم
تھا جس کے جھاڑنے کو گنتر تھے اوسکو سناری نے یہاں لدیغ اور سلیم بنا دیا حالانکہ
دوسری روایت میں تصریح کر چکے ہیں کہ اوس کا نام سلیم تھا تو روایت کو اس طرح
لکھنا جو پہلی روایت کے خلاف اور اس طرح کی غلطی اوس میں ہو کس درجہ کی غلطی ہے
اور اس سبب بھی اوس کتاب کو اصح کہنا کیسی ناانصافی ہے۔

اب جو شخص ان روایتوں کو باہم ملا کر دیکھینگا اوس کو خود معلوم ہوگا کہ یہ روایت کس
شان کی ہو جس میں ابن جہان اختلاف اور اضطراب ہو پھر اگر ابن جوزی اسے موضوع بنائیں
تو کون سا محل تعجب ہو۔

یہاں حدیث ہوگی کہ آخر سناری صاحب نے اس حدیث کو اس طرح متفرق ابواب میں
کیوں لکھا؟ مگر جب اصلیت معلوم ہو جائے گی تو حیرت نہ خود دفع ہو جائے گی کیونکہ
عسقلانی کہتے ہیں ہذا طرف من حدیث وصلہ المولف رحمہ اللہ والطیب و

استدل باللجمہور فی جواز اخذ الاجر لاعلم تعلیم القرآن وخالق الحقیقہ فمنعوا
فی التعلیم و اجازوہ فی الرقی کلذو اء ص ۴۱۵ جلد ۲

یعنی بخاری نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے اس پر کہ تعلیم قرآن پر اجرت لینا جائز ہے بخلاف
حقیقہ کے جنہوں نے اس کی مانعت کی ہے تعلیم میں اور جائز رکھا ہے جہاں پھونک میں مثل دو کے جس سے
معلوم ہوا کہ اصل غرض بخاری رد البوحقیقہ ہے جس کے لئے انہوں نے متعدد ابواب میں اس
ایک حدیث کو جہاں جہاں یاد پڑا لکھا اور اس کا نہ خیال کیا کہ تکرار بیکار کا الزام عاید ہوتا ہے۔
اس کے ساتھ یہ بھی سن لیجئے کہ الرجہ بخاری نے اس کو مختلف ابواب میں لکھا مگر قصہ واحد ہے
چنانچہ عسقلانی لکھتے ہیں واما حمل بعض الشارحین ذلک علی تعدد القصہ ان اباعید
دو وقتین کان فاحدھما اقیما فی الاخری کان الرقی غیر لابعدہ جلد اولی ص ۴۱
اتحاد المخرج والسیاق والسلب ویکفی فورد ذلک ان الاصل عدم التعدد ولاحاصل
علیہ ص ۴۱۵ جلد ۲

پھر جلد میں لکھتے ہیں وقد تقدم شرح الحديث مستوفى کتاب الاجازة وینت فیہ
ان حدیث ابن عباس حدیث ابی سعید وفضة واحدة ولاحوا وقعت لہم مع
الذی لذغ ص ۴۲۰۔ جس سے بصرحت معلوم ہوا کہ اصل قصہ واحد ہے کہ اوسمی کے راوی ابو سعید
بھی ہیں اور ابن عباس بھی مگر کسی روایت میں اسکی تصریح نہیں ہے کہ ابن عباس اس واقعہ میں
شریک تھے نہ اسکی تصریح ہے کہ ابن عباس نے اس واقعہ کو کسی سے سنا پھر ایسی روایت
کس وجہ قابل اعتبار ہے۔ و ذکر ابن ابجوزی من حدیث ابن عباس من فوج الاستاجر
المعلمین وھذا غیر صحیح و فاسنادہ احمد بن عبد اللہ المرزوقی قال ابن ابجوزی
رجال یضیع الحدیث وواقفہ صاحب التتقیم وھذا الاحادیث وان کان فی بعضها
مقال لکنہ یوكد بعضها بعضا ولا سیما حدیث القوم فانہ صحیح كما ذکرنا واذ اتعاض
بصان احدھما بید و الاخرہ مبدل علی النسخہ كما ان ذکر اعن قریب وکذلک الکلام
فحدیث ابوسعید الخدری الذی یاتی عن قریب انشاء اللہ فھذا الباب و اجاب
ابن ابجوزی ناقل عن اھلہ حدیث ابوسعید الخدری ثم ثلاثہ اجوبہ احدھما ان

القوم كانوا كفارا فجاز اخذ ائمة انهم والثالث ان حو الضيف واجب ولم يضيفوه
 والثالث ان الرقية ليست بقدره صححه فجاز اخذ الاجرة عليها ۲۳۹ جلد ۵
 دیکھئے اس حدیث صحیح بخاری کی شرح میں علامہ عینی نے قول ابن جوزی کو موضوع حدیث
 ابن عباس لکھا ہے اور سابقا قول ابن خیر سے قصہ واحد ہونا ان روایات کا بھی معلوم ہو چکا ہے پھر
 کیوں آپکو تعجب ہوتا ہے۔

علامہ عینی نے اس کا بھی اظہار کیا کہ یہ حدیث منسوخ ہے اور پھر ابن جوزی کا متن جواب
 بھی حدیث ابوسعید خدری کے مقابلہ میں نقل کیا جس سے اجمعی طرح معلوم ہو کہ حدیث بخاری
 مذکورہ کیسے صحیح و قوی سے خالی نہیں ہو اور موضوعیت ہو خواہ بکسویت اور ہم سابقا ہر
 حدیث کی خاص خاصہ جرحوں کو بھی لکھ چکے ہیں۔

جناب ایڈیٹر صاحب! اگر آپ میں کچھ بھی مادہ انصاف ہوتا یا معنی شناسی
 تو آپ جناب حجۃ الاسلام اعلیٰ اور مقامہ کے سزاگزار ہوتے جنہوں نے آپ کے امام ابو حنیفہ
 کے مذہب کی تائید کی اور امام بخاری کے حملوں کو ادا کے مقابلہ میں دفع کیا کیونکہ بخاری
 صاحب نے جو ایک حدیث کو اتنے ابواب میں مختلف طریقوں سے لکھا سب کی عرض ہی ہے
 کہ قول کو آپ کے امام ابو حنیفہ کے باطل کریں جو اس کے قابل ہیں کہ تعلیم قرآن پر اجرت
 لینا حرام ہے اور امام بخاری محض اونکی ضد میں یا اپنے فتنہ کے لئے ایک ذریعہ معاش
 پیدا کرنے کے واسطے اسے حلال بنا رہے ہیں اور اس ترکیب نے اس قدر آپ کے مذہب میں
 حفاظ بھی پیدا کر دئے جو تراویح کی بدولت یہ سب مالا مال ہو رہے ہیں حالانکہ خود تراویح عبت
 اوس میں حافظوں کی کمائی حرام ہے۔

اس تحریر سے ایڈیٹر صاحب کے تینوں اعتراض دفع ہو گئے کیونکہ ان حدیثوں کا اتحاد اور
 قصہ واحدہ میں ہونا بنفس عقلائی ثابت ہے اور ہر روایت کا منفرد مورد اعتراض ہونا
 بھی قبیح شارحین مسلم ہے اور ابن جوزی کا موضوع کہنا بھی ثابت ہوا۔ باقی امور کا
 جواب مکر ہو چکا ہے جو اب اس مادہ میں لکھنے کی ضرورت نہیں۔ الشمس نمبر ۴۰، ۴۱، ۴۲، ۴۳
 ایڈیٹر صاحب اسی ذیل میں یہ بھی لکھتے ہیں وہ کہ جناب مولوی حاجی صاحب کی یہ بھی عادت ہے

کہ اگر کسی شخص کی تعریف سے حصول منصب کی امید ہوگی تو ورق کے ورق او سکی تعریف میں لکھ جائیں گے اور پھر دوسرے مقام پر اگر اوس شخص کی مذمت میں کچھ فائدہ نظر آئے گا تو اس کی برائی کرنے لگیں گے۔“

مگر ایسا مضمون ہو کہ جہاں تک اسپر گریہ کیا جائے کہ ہے کیونکہ جس شخص کو مولانا نے معلوم نہ ہوا اسکے مقابلہ میں قلم لیا اوسکے۔ اگر ایڈیٹر صاحب کو کچھ بھی عقل ملتی تو وہ تو اہم روتے ہی رہتے کیونکہ جس مذہب کی یہ حالت کہ اوس کے علاوہ ایک ہی شخص کی مدح اور قدح میں ساتھی ورق کے ورق سیاہ کر ڈالیں تو پھر اون کا خصم کیوں نہ دوندہ قول سے فائدہ اوستھایر لگا۔ آپ جب فضائل اہل بیت طاہرین کی احادیث کو اس بنیاد پر مجروح کرتے ہیں کہ فلاں عالم اہل سنت نے اوس کو مقدوح کیا ہے تو ہم مجبور ہوں گے کہ پہلے اوس روایت کی صحت آپ کے اصول مقررہ پر ثابت کریں اور اوس کے رواہ کی توثیق پھر اوس قوادح کے قوادح بیان کریں۔ اور جب فضائل اعدائے اہل بیت آپ بیان کریں گے تو پھر ہم اوس کی حرجوں کو بیان کریں گے۔ یہی قاعدہ تمامی مناظرہ میں جاری ہو گا اگر آپ کو کسی کتب مناظرہ کے دیکھنے کا اتفاق نہ ہوا لہذا تعجب معلوم ہوا۔

اشمس میں خود آپ کے اوستاد مولوی عبدالحی صاحب کی حالت دکھائی گئی ہے کہ خطیب۔ دارقطنی۔ ذہبی کی ایک جگہ کس قدر تعریف کی گئی ہے اور پھر دوسرے مقام پر کس قدر مذمت کی۔ تو کیا اون کی نسبت بھی آپ یہی کہیں گے۔

وہ خدا جانتا ہو کہ یہ باتیں خیال کر کے ایک سخت تعجب ہوتا ہے کچھ سمجھ میں نہیں آتا کہ جناب مولوی حامد حسین صاحب کس منشا کے آدمی تھے بہت غور و خوض کے بعد عقل ہی جواب دیتی ہے کہ وہ بے عقل نہ تھے وہ جاہل نہ تھے کہ ابھی ایک شخص کی تعریف کی ہے پھر یاد نہ رہا اور او سکی برائی کرنے لگیں بلکہ اصل بات یہ ہے کہ او سھوں نے قصداً ایسی باتیں کی ہیں انکو منتهی الکلام کے جواب کا نام کر دینا اور کتاب کا حجم بڑھانا منظور تھا حقانیت اور اتباع حق سے انھیں کچھ سروکار نہ تھا اتباع حق کا انہیں شوق ہوتا تو وہ شیخہ مذہب کب کا چھوڑ چکے ہوتے۔“

کیونکہ یہ ایسی تفسیر ہے جسے سنکر آپ کے ہم مذہب ضرور ہستے ہوں گے اور سمجھدار لوگ تو غرت کے مارے گڑے جاتے ہوں گے کہ ایسا لائق ایدیز کس حالت میں ایسی تفسیر لکھ رہا ہو کیونکہ جب جناب حجۃ الاسلام طاب ثراہ صرف اس وجہ سے آپ کے مورد الزام ہیں کہ انہوں نے آپ کے علماء کے مختلف اور متناقض اقوال کیوں اہل کئے تو آپ اپنے ان علماء کی خبر لیجئے جنہوں نے ایسے متناقض اور مختلف اقوال فرمائے کہ ایک دفعہ تو ابوحنیفہ کو ایسیا کا بھی دستاؤ بنا دیا اور دوسرے وقت کا فرق کہ چھوڑنا پس تعجب ہو کہ آپ اہل طرم پر نہیں اعتراض کرتے اور جو شخص ان مختلف اقوال کو نقل کرتا ہو اوس پر آپ کو تعجب ہوتا ہو یہ تو وہی مثل ہو کہ مرزا حسرت کو جناب امیر پر بہت عرصہ آیا کہ عمر صاحب کو ان الرجل لیجئے کیوں کہنے دیا اور اسپرہ عرصہ آیا کہ عمر صاحب نے کیوں ایسا کہا۔

ایڈیٹر صاحب ممکن تھا ہم آپ کو اچھی طرح سمجھا دیتے مگر چونکہ ایکو علم کا بھی دعویٰ ہے اسوجہ سے جملہ فذہم فغمس تھو بیچھون اسے قدر کہنا کافی سمجھتے ہیں کہ جو جواب آپ کے علماء متناقض کا دین گے وہی جواب ہماری طرف سے بدرجہ اولیٰ تصور فرمائیں کیونکہ آپ کے علمائے بمقام تحقیق خود اپنے ہی علماء کی مدح و ذمہ ایک ساتھ اپنے قلم سے لکھی ہو یا اپنے ہاتھ سے لکھے گئے قول سے بخلاف جناب حجۃ الاسلام طاب ثراہ کے انہوں نے جو کچھ لکھا ہے بمقام الزام صرف آپ کے علماء کے اقوال سے توجیب مقام تحقیق میں متناقض اقوال کا لانا قابل الزام نہیں تو مقام الزام میں الزام کیونکر آسکتا ہو۔ اشمس کے بغور پڑھئے۔

ایڈیٹر صاحب بہت درست ہے جس وجہ سے اکابر اہل سنت نے اوس قرآن کو ہاتھ سے نہ چھوا جو خالصہ سے مراد کام تب کیا ہوا تھا وہی وجہ آپ لوگوں کو مانع ہو جو ہتھیار و عقلاً کو ہاتھ بھی نہیں لگانے مگر یہ فیض زبان سے کہدینے کی بات ہو کہ جہلا کہتے ہیں جو علماء ہیں وہ جانتے ہیں استقصا اور عبقثات نے کس طرح مذہب اہل سنت کو مست اور مضمحل کر دیا۔

ایڈیٹر صاحب کی تیسری مثال

یہاں نصیحتہ الشیعہ کا ایک قول نقل کیا ہے اور اوس کا جواب رسالہ روشنی سے اور بلائسی دلیل کے یہ دعویٰ کیا ہے کہ یہ جوائز نہیں۔

چونکہ روشنی اکثر مومنین کے پاس موجود ہے لہذا اوس کے نقل عبارت کی ضرورت نہیں۔ نمبر ۱۷ جلد ۱ صفحہ ۲۶ و ۲۷ ملاحظہ ہو۔

ہاں نصیحت شیعہ کی عبارت ضروری ہے جیسے ایڈیٹر صاحب نے لکھا ہے اوسکو بحسنہ لکھ کر مختصر طور پر اوس کا جواب عرض کروں گا۔

ایڈیٹر صاحب لکھتے ہیں ”لیجئے مولوی احتشام الدین صاحب لکھتے ہیں۔ اس سے بڑھ کر اور لطف نہ ہے۔ یہ لوگ ائمہ پر اتر کر کے جو باتیں دوسروں کو سکھاتے تھے اوں کے خود معتقد نہ تھے مثلاً اوروں کو تو انھوں نے یہ سکھایا کہ ائمہ مثل انبیاء کے معصوم ہیں کبھی خطا ان سے ممکن نہیں۔ اور بہت سی روایتیں اس مضمون کی تعریف کر دیں الیٰی تمنا ایف اور ایجادات میں وہ بڑے مشتاق تھے مگر خود اصحاب ائمہ کا یہ اعتقاد نہ تھا کہ ائمہ معصوم ہیں اس کا پتہ بھی احادیث شیعہ میں اچھی طرح موجود ہے ملائے مجلسی حق الیقین میں جو خہمید ثانی کا قول اصول ایمان کے بیان میں نقل کیا ہے اوس میں اعتقاد عصمت ایہ میں شیعوں کے اختلاف کی تفصیل ہے اول قول تو یہ لکھا ہے کہ ائمہ معصوم ہیں دوسرے قول یہ نقل کیا ہے کہ ائمہ معصوم نہیں اس کی دلیل یہ لکھی ہے از احادیث ظاہر مشہود کہ جمیع از راویان کہ در اعصار ائمہ علیہم السلام بودہ اند از شیعیان اعتقاد عصمت ایشان نداشتہ اند بلکہ ایشان را علمائے نیکو کار دانستہ اند چنانکہ از رجال کشتی ظاہری شود ومع ذلک ائمہ علیہم السلام حکم بایمان بلکہ عدالت ایشان را مسکودہ اند لیجئے ابتر عصمت کا پردہ بہت اچھی طرح ٹوٹ گیا اور ثابت ہو گیا کہ اعتقاد عصمت ائمہ کے زمانے میں نہ تھا اور خود اصحاب ائمہ عصمت ائمہ کے معتقد نہ تھے اور ائمہ کو امام نہیں سمجھتے تھے بلکہ علماء نیکو کار جانتے تھے اور ائمہ اوں کے اس اعتقاد پر راضی تھے اور اوں کو مومن اور عادل جانتے تھے اور ظاہر ہے کہ جو معصوم نہ ہو وہ امام مقرر من الطائفة کیسے ہو سکتا ہے غور کرو کہ جو اصحاب ائمہ مذہب شیعہ کی روایت کرتے تھے انھوں نے اس مذہب کے کن کن چالاکوں سے نقل کیا ہے اور وہ خود اس مذہب کے معتقد نہ تھے یہ تمام تفصیل شیعوں ہی کی کتاب سے ملی ہے کہ ان چلتے پر زون نے کس طرح مذہب شیعہ کا ایجاد کیا ہے۔“

صیاد نے لگائے ہیں پھندے کہاں کہاں ؟ سارے تپتے عیاں ہیں اسی سبز باغ سے
جو لوگ عقل سلیم رکھتے تھے وہ ان فریبوں اور چالاکیوں کو سمجھ گئے بعض سادہ لوح اس
مغالطے میں پھنس گئے اسی طرح مذہب شیعہ کا سبز باغ مرتب ہو گیا۔

الجواب بات تو کچھ بھی نہیں ہے مگر مولوی صاحب کی لسانی اور خوش بیانی کی ہیں
بھی داد دیتا ہوں جو اپنے معتقدین کو خوب خوب رجھاتے ہیں کیوں نہ ہو آخر یہ مذہب کی فکر
سکھاتا اگر ایسی ترکیبیں نہ کیجاتیں۔

مولوی صاحب عصمت کا مسئلہ تو قدیم الایام سے ہمارے آپ کے اختلافی چلا آتا ہے
نہ کبھی آپ نے خدا کو عادل مانا نہ رسول کو معصوم تو پھر اگر معصومین علیہم السلام کی عصمت
کا کیونکر آپ اعتراف کر سکتے ہیں۔

اگر کسی وقت میں کوئی شخص آیات و احادیث کے خلاف اعتقاد رکھے یا اس کا اظہار
کرے تو کیا اس کی نسبت عام طور پر یہی کہا جائے گا کہ یہ لوگ ائمہ پر افسوس کر کے جو باتیں
دوسروں کو سکھاتے تھے خود ان کے معتقد نہ تھے؟

اگر آپ عام طور پر ایسا دعویٰ کرتے ہیں تو لازم آتا ہے پہلے ازواج رسول اللہ کے ایمان سے
دست بردار ہو جائے جن کا قول خود قرآن میں کیوں نقل کیا گیا ہے فقالت من انبأک
هذا قال بنی العلیم انجبیر جس سے ہر شخص سمجھ سکتا ہے ان ازواج کا ایمان اتنا بدلتا
نہ تھا جو سمجھ جاتیں کہ خدا نے ان کو مطلع کیا۔ اور یہ نہ پوچھتیں کہ کیسے تم کو خبر دی جو ایمان

بنزول وحی کے خلاف ہے۔

پھر انبیا خاتم حضرت عمر و دیگر صحابہ کے ایمان سے دست بردار ہو جائے جنہوں نے
آخری وقت کہا ان الرجل لیجری جو صریحی نقیض ہے اس کا کہ وہ حضرت کی رسالت
و نبوت و عصمت کے معتقد تھے۔ تو کیا مولوی صاحب نظر بحالت موجودہ فرمائیں گے
کہ حضرت عمر نے اور و کو تو یہ سکھایا کہ انحضرت نبی معصوم ہیں اور بہت سی روایتیں
اس مضمون کی تصنیف کر دیں۔ ایسی تصانیف اور ایجادات میں وہ بڑے مشاقق تھے
مگر خود عمر صاحب اور دیگر صحابہ کا یہ اعتقاد نہ تھا کہ ائمہ معصوم ہیں اس کا یہ صدکار وایتوں

سے ملتا ہے اور ان الرجل لیجس تو مرتبے زیادہ واضح اور صاف ہے۔

مولوی صاحب کیا مناظرہ کی جان آپ کے یہاں کذب ہی ہے کہ بغیر کذب افتراء مناظرہ نہیں ہو سکتا
حق الیقین موجود ہے۔ ہزار باشعخہ اوس کے مطبوع و غیر مطبوع عالم میں موجود ہیں اگر کفر بھی آیا
ہوگا تو اپنے اس قول کی دو ملائے مجلسی نے حق الیقین میں جو شہید ثانی کا قول اصول یاں کے بیان
میں نقل کیا ہے اوس میں اعتقاد عصمت ائمہ میں شیعوں کے اختلاف کی تفصیل ہے اول قول تو
یہ لکھا ہے کہ ائمہ معصوم ہیں دوسرا قول یہ نقل کیا ہے کہ ائمہ معصوم نہیں، تصدیق اصل عبارت سے
ثابت کریں ورنہ آیہ معلومہ کی تلاوت کے مستحق ہیں۔

اصل یہ ہے کہ یہ مسئلہ فریقین کے یہاں اختلافی ہے کہ ایمان میں اجمالی ایمان کافی ہے یا تفصیلی
بعض علماء اس کے قائل ہیں کہ اجمالی اعتقاد کافی ہے اور بعض اسکے قائل ہیں کہ تفصیلی تاہم چاہیے
چنانچہ اصل عبارت یہ ہے۔

چہارم تصدیق بدو آرزوہ امام است بعد از رسول صلی اللہ علیہ وآلہ و اہل مہل معصوم فرقتہ
الامیہ است و از ضروریات مذہب ایشان است زیرا کہ مخالفان امانت را از فروع مذہب
سیدانند نہ از اصول بشرط است کہ تصدیق کنند بانکہ ایشان امانت مذہب است میکنند مردم را
بصحیح و انقیاد ایشان در اوامر و نواہی برہمہ خلق واجبست زیرا کہ غرض از حکم با امانت ایشان
ہمیں است و اما تصدیق بانکہ ایشان معصوم اند از گناہان صغیرہ و کبیرہ و از صفات ذمیہ
و آنکہ ایشان بنفس خدا منصوب اند نہ باختیار مردم و بانیکہ ایشان حافظ شرع حضرت
رسول اند و عالم اند با سچہ صلاح امت در آن است از امور معاش ایشان و معاد ایشان و آنکہ
علم ایشان از رہے واجبست ہاد نیست بلکہ بعنوان یقین کہ اخذ کردہ اند از کسیکہ ہوا نہ چاہیں
نفس سخن نیک کنند و آنچه میگفت وحی الہی بود و ہر نامے از امام سابق اخذ کردہ است ہا ہا
تقدسی کہ ایشان داشتند و بعضی از علوم لدنی بود کہ از جانب حق تعالی بر ایشان فائز
می شد با بجمہات دیگر کہ موجب یقین ایشان میکردید ہچنانکہ در احادیث وارد شدہ است کہ
ایشان محدث بودند یعنی ملکہ بالایشان بود کہ ہر چہ را بان محتاج می شد نہ ملک بالایشان
القامی کرد و در دل ایشان علوم الہی نقش میشد و آن کہ ہر عصی خللی از یکی از ایشان

نیم باشد والا زمین با اہلش فروروند و آنکہ دنیا پتھام شدن ایشان تمام میشود و زیادہ
 پر ایشان نبی باشد و آخر ایشان مہدی صاحب الزمان علیہ السلام و او زندہ است چون
 از جانب خدا مرخص شود ظاہر خواهد شد آیا در تحقیق ایمان جمیع این مراتب شرط است یا
 اعتقاد با امامت ایشان و وجوب اطاعت ایشان کافی است آن دو وجہ است کہ در
 نبوت گفتیم در اینجا نیز جاریست و میتوان ترجیح داد قول اول یا بلکہ اچھے دلائل بر آیت
 ایشان میکنند دلائل بر جمیع اینہا میکنند خصوصاً عصمت ایشان کہ بعقل و نقل ہر دو ثابت
 شدہ است و بعید نیست قول دیگر کہ اکتفا کنیم در ایمان با اعتقاد امامت و وجوب اطاعت
 ہر چنانکہ از احادیث ظاہر میگردد کہ حججے از راویان کہ در اعصار ائمہ علیہم السلام بودہ اند از
 شیعیان اعتقاد بر عصمت ایشان نہ داشتہ اند بلکہ ایشانرا علما کے نیکو کار میدانستہ
 اند چنان کہ از رجال کثیری ظاہر می شود و مع ذلک ائمہ علیہم السلام حکم با بیان بلکہ عدالت
 ایشان میگرددہ اند و آیا کافی است ہر شخصے را کہ امان گزشتہ را تا امام زمان نمود بداند
 ہر چند امامت باقی ائمہ را نداند ظاہر ہر سنت کہ کافی باشد و در بسیارے از کتب احادیث
 و رجال روایت ہست کہ دلائل بریں میکنند در وجوب اعتقاد بدو آرزوہ امام نسبت
 بچھے ہست کہ بعد از امامت جمیع ائمہ بودہ باشند مثل مردم زمان غیبت۔

یہ پوری عبارت شہید ثانی علیہ الرحمہ کی ہے جس سے ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ شہید ثانی
 علیہ الرحمہ عصمت ائمہ میں اختلاف لکھ رہے ہیں نہ اعتقاد عصمت ائمہ میں بلکہ اہل
 بحث یہ ہے کہ جس طرح نبوت میں بلکہ میں کتاہوں خود توحید میں یہ اختلاف ہو کہ ایمان
 تفصیلی ضروری ہو یا اجمالی۔ او سی طرح امامت میں۔

اس اختلاف کے بعد شہید ثانی رحمہ وجہ ترجیح قول اول بیان کرتے ہیں کہ تفصیلی اعتقاد
 ضروری ہے پھر قول ثانی کی مؤیدات لکھی کہ محض اعتقاد امامت و وجوب اطاعت کافی
 ہو اسی قول کے دلائل سے اس کو لکھا کہ حججے از راویان کہ در اعصار ائمہ علیہم السلام بودہ
 اند از شیعیان اعتقاد بر عصمت ایشان نہ داشتہ اند بلکہ ایشانرا علما کے نیکو کار
 میدانستہ اند۔

اب کوئی ایمان دار اس قول کو ملاحظہ کرے اور مولوی صاحب کا یہ قول ملاحظہ کرے کہ
 تو یہ لکھا ہے کہ ائمہ معصوم ہیں اور دوسرا قول یہ نقل کیا ہے کہ ائمہ معصوم نہیں
 ہمارے کہ فرما جو بزرگوار شہداء وارث مولوی احتشام الدین صاحب بن رہے ہیں ایمان دار ہیں
 یہ کلام مولوی صاحب خلاف دیانت ہو یا نہیں شہید ثانی تو یہ لکھتے ہیں کہ بعض صحابہ معتمد
 عصمت نہ تھے اور آپ اوس میں یہ تحریف کریں کہ ائمہ معصوم ہیں یا نہیں ہیں۔
 کیوں صاحب اعتقاد کا تعلق تو معتمد سے ہو اوس کا اثر معتمد علیہ پر کیونکر پہنچ گیا۔ کیا
 لغز و مومنین کے اختلاف فی العقیدہ سے ذات خداوند عالم بھی مختلف فیہ ہو جائے گی کہ
 خدا پر یا نہیں۔

ایڈیٹر صاحب آپ کو کچھ شرم نہ آئی کہ جس کے وارث بن رہے ہیں اوسی کو نفیست کرتے
 ہیں اگر آپ اولن کا قول نہ نقل کرتے تو ہم کو کیا ضرورت تھی جو آپ کے مولوی صاحب کی
 دیانت داری کو دکھاتے۔

ماں مولوی صاحب کا یہ کہنا مع لہجے ابو عصمت کا پردہ بہت اچھی طرح ٹوٹ گیا اور ثابت
 ہو گیا کہ اعتقاد عصمت ائمہ کے زمانے میں نہ تھا، اگرچہ اونکی دلی مسرت کو ظاہر کر رہا ہو مگر
 درحقیقت اونکی دیانت داری کا پردہ فاش ہو رہا ہے کیونکہ اگر اس قول سے ثابت ہوا تو یہ
 کہ اعتقاد عصمت ائمہ کے زمانے میں بعض صحابہ کو نہ تھا اس سے عصمت کا پردہ کیونکر ٹوٹ گیا
 اگر کوئی وارث جائز مولوی احتشام الدین صاحب کا ہوتا تو بتانا مگر ہمارے ایڈیٹر صاحب کے اس
 سر سفرن کی کیا ضرورت تھی۔

کیوں مولوی صاحب یہ کہاں سے کہیا دو کہ اعتقاد عصمت ائمہ کے زمانے میں نہ تھا، کیا
 مگر بعض کو اعتقاد نہ تھا تو اس کے یہ معنی ہوئے کہ کسی کو نہ تھا اور پھر عصمت ہی کا پردہ ٹوٹ گیا
 اسی طرح خلاف دیانت یہ جملہ بھی ہے کہ معنود اصحاب ائمہ عصمت ائمہ کے معتمد نہ تھے اور
 ائمہ کو امام نہیں سمجھتے تھے بلکہ علماء نیکو کار جانتے تھے، کیونکہ آپ کا یہ دعویٰ اعلیٰ طریق الاطلاق
 ہو جو مفید محسوس ہو اسوجہ سے غلط ہو اور شہید ثانی کا قول یہ بعینت ہو اسوجہ سے درست ہو۔
 مولوی صاحب حق و باطل میں کچھ زیادہ فرق نہیں ہو ایک لفظ ایک حجت سے غلط

ہو جاتا ہے اور ایک ہی لفظ سے صحیح اگر آپ دیانت کو راہ دیکر بعض اصحاب ائمہ لکھتے تھے تو کوئی اعتراض نہ تھا۔

بہر حال شہید ثانی علیہ الرحمہ نے جو دو قول بابت اجمال و تفصیل لکھا تھا اس کے بعد علامہ مجلسی فرماتے ہیں و ایضاً فرمودہ است کہ در احادیث ظاہری شود کہ بعض از اصحاب ائمہ علیہم السلام بجمہت ایشان قایل بنودہ اند اولاً ممکن است کہ در آنوقت ضروری دین نہ شدہ باشند و ایضاً اگر انہار امیگوید کہ در باب جماعتے وارد شدہ است کہ اجماع عصابہ بر طہالت ایشان شدہ است مثل زرارہ و ابو بصیر علما اکثر انہار اتاویل کردہ اند و قبح درسند ہائے ایشان کردہ اند و اگر صحیح باشد چون معصوم نیستند ممکن است لغزشے باشد کہ از ایشان مقرون بتوبہ و عفو مژویدہ باشد و اگر انہار امی گوید کہ در حق غیر امثال این جماعت وارد شدہ است ایمان و عدالت ایشان منسوخ است و ائمہ علیہم السلام باینک وید مردم از برائے مصالح ضروریہ نیکو سلوک میکردہ اند لیتے۔

جس سے معلوم ہوا کہ مجلسی علیہ الرحمہ نے قول ثانی کی دلیل کو رد کیا اور فرمایا کہ بعض اصحاب ائمہ کا قایل بجمہت ائمہ نہ ہونا تین دلیل سے لغویہ اول یہ کہ جن دعوتوں میں مضمون وارد ہو وہ سب مقدوح ہے من جہت السند قابل قبول نہیں دوسرے یہ کہ بعض تسلیم ممکن ہو کہ ائمہ علیہم السلام کا حکم اون کے ایمان و عدالت کے ساتھ بعد توبہ ہو کہ جب اس اعتقاد خاصہ سے ثابت ہونے تب حکم بہ ایمان کیا گیا۔ تیسرے یہ کہ ممکن ہے یہ اعتقاد اون کا اوس وقت میں تھا کہ یہ مسئلہ ضروری دین نہ قرار پایا تھا۔

اور خود شہید ثانی علیہ الرحمہ نے بھی پہلے ہی قول کو قوی فرمایا تھا ”یتوا ترجیح و قول اول را“ اور پھر فرمایا ”خصیما عظمت ایشان کہ بعقل و نقل ہر دو ثابت شدہ است“ اور دوسرے قول کی نسبت فرمایا ”عبیہ نیست“ جو علامت ضعف ہے اسپر بھی مولوی قسطلم الدین صاحب نے اسی قول مجروح سے استدلال کیا اور ہمارے کہ فرمانے نہایت بیانتست سوا اس قول کو نقل کیا تو کیا حسب لکھنوی خود وہ لازم نہ ہوں گے جو فرماتے ہیں ”میں تو یہ جانتا تھا اور یقیناً ہر عقلمند اسکی شہادت دیکھا کہ مقام لازم میں وہ باتیں پیش کی جاتی ہیں جو حریف کے

بسم اللہ

باب تہ ماہ ذیقعدہ ۳۲۳ھ

اتمام حجت

تزدک مسلم ہوں اور اوس کے اصول مسلمہ پر صحیح اور تریں جو بایش اصول خصم کے موافق راجح ہوتی ہیں اوس سے الزام دیا جاتا ہونہ ان باتوں سے جو مرجح ہوں صلا ۳۷۷
کیوں ایڈیٹر صاحب اب تو خود مجھے شرم آتی ہے کس زبان سے عرض کروں کہ آپ کے مولانا خود آپ کی تحریر کے خلاف قول مرجح بلکہ قول مردود سے شیعوں کو الزام دے رہے ہیں۔
نہیں نہیں وہ صرف قول مردود ہی سے نہیں استدلال کرتے جس کے دلائل مردود ہیں موجود ہیں بلکہ اوس میں کذب افتراءے خانہ دانی کو بھی اپنے شامل کرتے ہیں کیونکہ قول شہید ثانی میں صرف اس قدر تھا کہ بعض صحابہ معتقد عصمت تھے۔ اوس کو ازراہ افتراء یون لکھا وہ اول قول تو یہ لکھا کہ ائمہ معصوم ہیں دوسرا قول یہ نقل کیا ہو کہ ائمہ معصوم نہیں اب ایسے افتراء کا کیا جواب دیا جائے بجز اس کے کہ آیہ لغتہ اللہ علی الکاذبین کی تلاوت کی جا ایڈیٹر صاحب نمبر ۴۴ میں فرماتے ہیں "ہمارا اعتراض تو یہ ہے کہ ابن جوزی کی حجج کا مقبرہ ہونا اور غیر مقبرہ ہونا دو متناقض باتیں ہیں ان میں جو راجح ہو اسکو اختیار کرنا چاہیے اگر حجج کا مقبرہ ہونا راجح ہے تو غیر مقبرہ ہونے سے الزام کیوں دیا اور اگر غیر مقبرہ ہونا راجح ہو تو مقبرہ ہونے سے الزام کیوں دیا۔"

جس کے مطلب یہ ہوئے کہ گواہی سنتہ کے یہاں خود یہ امر غیر محقق ہو کہ اعتبار حجج راجح ہو یا بے اعتبار اوس کی مگر شیعوں کو لازم ہو کہ پہلے بجائے خود وہ فیصلہ کر لیں کہ اہل سنتہ کے ان مختلف و متناقض اقوال میں کن راجح ہو کون مرجح تب الزام دیں لیکن خود ایڈیٹر صاحب اور اون کے مولوی احتشام الدین صاحب کو یہ اختیارات حاصل ہیں کہ جس قول کو خود شہید ثانی علیہ الرحمہ مرجح کہہ رہے ہیں اور علامہ مجلسی علیہ الرحمہ مردود کہہ رہے ہیں اوس قول سے استدلال کریں اور وہ بھی اس طرح کہ دو چار کذب و افتراء کے ساتھ۔

کیوں ایڈیٹر صاحب اپنے جو شیعوں سے اسکی فرمائش کی کہ وہ آپ کے اقوال متناقضہ

وہ فوت متاثر نہیں راجح و مرجوح ڈھونڈتے پھرتے۔ تو پہلے اس کو تو دریا کر کے بہوتے کہ آپ کے مذہب باطل کے کسی جزو کو بھی رجحان کا کوئی حصہ ملا ہو جو راجح و مرجوح کی آپ کے یہاں گنجائش ہو۔

بہر حال ڈیڑھ صاحب اور اون کے مولا کو سمجھ لینا چاہئے کہ یہ جو کچھ اعتراضات آپ کے ہیں وہ آپ کے کذب و افتراء سے متعلق ہیں نہ قول شہید ثانی نہ علامہ مجلسی علیہم الرحمہ سے جو علماء کے اختلاف کو نقل کر رہے ہیں کہ اعتقاد امامت میں اجمالی اعتقاد کافی ہو یا تفصیلی۔ تفصیلی اعتقاد کے فیض و رحمت ہونے کی یہ دلیل ہے کہ بعض صحابہ عصمت ایسے کے معتقد نہ تھے اسپر بھی ائمہ علیہم السلام نے اون کے ایمان کا حکم دیا تو معلوم ہوا اجمالی ایمان کافی ہے تفصیلی غیر ضروری ہے۔

خود شہید ثانی علیہ الرحمہ بھی اس قول کو ضعیف کہہ رہے ہیں مگر علامہ مجلسی نے دلائل تا طہ سے بطلان اس قول کا ثابت کیا خصوصاً اعتقاد عصمت کے متعلق بعض صحابہ کا غیر معتقد ہونا کیونکہ وہ روایتیں مقدوح السنہ ہیں تو اب اس سے نتیجہ نکالنا کہ عصمت ائمہ میں اختلاف ہو کس درجہ کی دیانت داری ہے۔

اب دیکھئے کہ یہ اختلافات بدرجہ اولیٰ آپ کے یہاں ہیں یا نہیں۔ تعریف ایمان میں جو اختلافات ہیں تنقید بخاری حصہ ثانیہ میں ملاحظہ کیا ہوگا۔ شرح عقائد یعنی دیکھئے و ہذا ایسی ہی ایمان اجمالی۔ قال فی شرح العقائد ولا تخط درجہ عن الایمان التفصیل ص ۵۰۔

نواب صدیق حسن خان صاحب لغت الراہ میں لکھتے ہیں ”یعنی تصدیق گردیدن است بدل و این قدر کافی است در خروج از عہدہ ایمان و درجہ این ایمان مجمل منوط از ایمان تفصیلی است“ صفحہ ۵۰۔

ان عبارتوں سے آپ کو اچھی طرح معلوم ہو گیا کہ ایمان اجمالی و تفصیلی کی بحث اور اوس میں اختلاف صرف شیعوں ہی کے یہاں نہیں ہے۔ اہل سنت کے یہاں کہیں اس سے زیادہ ہے۔

یہ عصمت انبیاء کا مسئلہ سحر العلوم کی شرح مسلم الثبوت ملاحظہ ہوا اختلافوا فی

عصۃ الانبیاء قبل النبوة وهي عدم قدرة المعصية او مانع غير ملح فالأكثر من
المسلمين على التلاقي يمنع عقلا ذنب منهم مطلقا خلافا للشيعة مطلقا والمعقل
والصغيرة ص ۳۸۴

بہر گتے ہیں واما بعد النبوة فالاجماع على عصمتهم عن تعدد الكذب واما
غلطا فمنع كجمهور وجوز القاض ابو بكر صدق ولا الكذب عنهم غلطا
واما غيرة فلا اتفاق على عصمتهم عن تعدد ما معانده اهل السنة او عقلا
عند المعتزلة والاتفاق على تجوزها سهوا وغلطا بان يكون خطأ والاجتهاد
او يكون قصد المباح فيقع في الحرام والسرف جواز ذلك ان ليس بمعصية حقيقة و
منه التسليم على اس الركنين سهوا الا الشيعة فانها حلا يجوز ونها سهوا ايضا
الذي يجوز ونها عمداتقيه وقد مروحان تعدد صفات غيرهما غير الكبار واصفات
الخصيصة بلا اصرار عند اكثر اهل الشافعية والمعتزلة بہر گتے ہیں وجوز الزلة
فيهما في الكبار والصفات بعد النبوة وقبلها بان بقصد المباح فيلزم معصية
كوكز موسى القطي قالون ويقترنه بالتبني من الفاعل او من الله تعالى يوحى لملأ الدنيا
فيها ويحصل الايتلا ص ۳۸۹

خلاصہ یہ کہ سلیمنے اختلاف کیا ہے عصمت انبیاء میں قبل نبوت اکثر مسلمانوں کا تو یہ عقیدہ ہے کہ
عقلا گناہ کا جو نا اون سے ممکن نہیں مگر شیعی کہتے ہیں کہ کسی طرح کا گناہ عقلا جائز نہیں
اور معتزلہ صغیرہ کو جائز جانتے ہیں۔ لیکن بعد نبوت پس سیر تمام مسلمانوں کا اجماع ہے
کہ وہ معصوم ہیں جمہور سے قصد لیکن سہوا دروغ کہنا پس جمہور نے اسکو بھی منع کیا ہے
مگر قاضی ابوبکر جائز کہتے ہیں سہوا دروغ کوئی کو۔

ربا غیر کذب (یعنی اور معاصی) پس اتفاق ہے ان کے معصوم ہونے پر صحابہ اہل سنت کے یہاں
(یعنی دلیل عقلی انکے پاس سکتی نہیں ہے) اور عقلا معتزلہ کے یہاں۔ اور اتفاق کیا ہے جسے تجویز
معصیت پر ازادہ غلطی اور خطا فی الاجتہاد یا یا میں طور کہ قصد کیا تھا امر جائز کا مگر سبویا امر
حرام کیونکہ اس میں یہ راز ہے کہ ایسی معصیت در حقیقت معصیت نہیں ہے اور اسے قبیل

سے ہر تسلیم کہنا حضرت کا دور کھت پر مگر بشیعہ کہ وہ نہیں تجویز کرتے کسی قسم کی خطا اور غلطی کو سہوا بھی (بجز العلوم ازراہ عداوت کہتے ہیں مگر تجویز کرتے ہیں ازراہ تنقید کے لیکن یہ انکی کہ نہیں ہے) اور جائز ہے جھوٹا جھوٹا گناہ تصد بلا اصرار کے نزدیک کتر شافیہ کے اور جائز رکھا ہو سب سے ازراہ غلطی یا لغزش عفاذ کو بھی اور کہاں کو بھی بعد نبوت بھی اور قبل نبوت بھی کہ تصد کریں مباح کا اور ہو جائے حیثیت جیسا کہ ٹھوکر دیا موسیٰ نے قبلی قالوں کو مگر یہ غلطی اون کی مقتدرن ہوگی سارے متنبہ کے ذاعل سے (یعنی خود نبی کو اس کا تنبیہ کا) یا اللہ تعالیٰ بذریعہ وحی متنبہ کرے گا۔

یہ معانی میں علماء اہل سنت کے دربارہ عصمت انبیا علیہم السلام جو سیکر طراویں حصہ کے بحث و مباحثہ کے بعد تصد یا قسم کی اصلاح ہونے پر قایم ہے۔ اور بیجا اس زمانہ کے جب انوخص خلفائے نبی امیہ و بنی عباسیہ کا دور دورہ دکھا جن کی یہ وہ داری کے لئے خدا اور رسول کی خطا کا رسمی عام طور پر ثابت کی جاتی تھی پس اگر یہ ایک معالی امہ علیہم السلام کے اعتقاد میں بھی فساد پڑا ہو اور اونھوں نے انبیا کے قیاس پر ایسا سمجھا ہو کیونکہ اس زمانہ میں عصمت امہ کی تو بحث ہی نہ تھی۔ ان حضرات کے جاننے والے دو چار تھے ہر جگہ مصت نہ اور اشاعرہ میں یہی بحث رہتی کہ نبی منصوم ہیں یا نہیں اہل سنت جو سلطنت کے طر فدار تھے وہ عصمت کے منکر تھے۔ لہذا ان بعض صحابہ کو بھی یہی گمان ہو گا کہ جب نبی کی عصمت ضروری نہیں تو امام کی عصمت کب ضروری ہوگی۔ یہاں یہ امر کہ امہ علیہم السلام نے اسپر بھی اون کے ایمان کا حکم دیا تو اولایہ کہاں سے معلوم ہو گا کہ امہ کو اون کے اس اعتقاد کی بھی جبر تھی۔ اور اگر خبر بھی تھی تو ممکن ہے اس وجہ سے امہ نے اون کے ایمان کا حکم دیا کہ اون کا تو یہ بھی ثابت ہو گیا ہو گا یا قرآن سے دریافت کر لیا ہو گا کہ یہ تو بہ کرے گا۔

بہر حال اگر مولوی احتشام الدین صاحب عصمت امہ علیہم السلام کے منکر ہیں تو اون کو ایسے دلائل پیش کرنی چاہئے جس سے نفی عصمت امہ ثابت ہو نہ یہ کہ اس کو پیش کریں کہ بعض صحابہ معتقد عصمت نہ تھے۔ اگر بعض صحابہ کے عدم اعتقاد عصمت امہ مختلف فیہ قرار پائے

تو پھر رسول اللہ کی عصمت اور رسالت دونوں معرض خطر میں ہیں کیونکہ خود آپ کی ازواج
پوچھ رہی ہیں من اینا کے ہذا جس سے اون کا عدم ایمان نزول وحی پر نمایاں ہو اور
عمر صاحب کا قریب وفات رسول اللہ ان الرجل لیبھی کفنا اور دیگر صحابہ کا اون کے ہم راہ
ہونا مسلمات بیدہ یہ سے ہو۔

مولوی احتشام الدین صاحب عصمت اللہ کی بحث اگر آپ مختصر طور پر دیکھنا چاہتے ہیں تو
کتاب تشفی ملاحظہ فرمائے جس میں کس نوعی سے اجمال طور پر یہ بحث طے کی گئی ہے میں یہاں صرف
دو قول آپ کے علما کا اسی کتاب تشفی سے نقل کرتا ہوں جس سے امید ہے کہ آپ یہ حق واضح
ہو جائے اور اگر کچھ بھی نور ایمان آپ کے قلب میں ہو گا تو انشاء اللہ منور ہو جائیگا ایسا نقل
آپ کے علامہ قاضی ملا محمد معین لاہوری کا ہے جو در اسات اللیب میں فرماتے ہیں فان قلت
الخطاء في الاجتهاد ليس بمعصية حتى يشمل الرجس في الآية فيلزم تطهير اهل البيت
الكرام عنه ويشمله الضلال في الدين حتى ينقروا عنهم عدم ضلال من تمسك بهم
فالاية والحديث وان سلمنا اثباتهما عصمتهم عن الكفر بل المعصية ايضا
لا تطلق الرجس والضلال وشمولها جميعا لكن لا نسلم اثبات المعصية عن الخطاء
كما فالمهدية المصريح فيه بقوله لا يخطئ علينا الخطاء في دين الله جهل بمعصية و
انتساب لما ليس من الله سبحانه ورسوله والجهل والانتساب المذكور مما يعظم
امر هذه المعصية ولا يوجد ان في كل معصية فهو نفسه جبر و ضلال
يشمله النقصان بلا شك ولا يمنع صدق اللفظ على معناه زوال لارحم له في الاكثر
بعارض فلا يمنع صدق الرجس والضلال عن الخطاء والجهل والانتساب المذكور
زوال العصيان عن مرتبة بعارض كونه مجتهدا بذل جهده في طلب الحق وبالجملة كون
الذنب مغفوعا عنه لا يخرج به عن حقيقته حتى لا تصدق عليه لفظه واجرا كما
انحاط على ما رجح به اخيرا ليس خطأ بل لبذله وسع ماله من الجهد في فوز الحق
كما لا يخفى واذا ثبت هذا اعدان من اقر بصحة حديث التمسك الزم بعضه فلا
حق استحالة صدق الخطاء عنهم كالمهدية منهم عند الشيخ ثم وهذا

شخصوں نے الامۃ بالائمة من اهل البيت ۴۔

کہ اگر کوئی یہ اعتراض کرے کہ خطانی الاجتہاد عصیت نہیں۔ تو پھر جس بھی نہ ہوگا جس سے اہل بیت کی تطہیر لازم ہو۔ اس طرح ضلال فی الدین بھی نہیں ہے جو مستلزم ضلال متمسکین بہم ہو۔ تو آیہ وحدیث سے اگر اثبات عصمت کیا جائے تو وہی عصمت عن الکفر بلکہ عصمت عن المعصیۃ ہی جس پر جس وضلال کا لفظ بولا جاتا ہے نہ وہ عصمت جسکے بعد پھر خطا ہو جیسا کہ امام مہدی ۴ کے بارے میں تصریح ہے کہ وہ خطا نہ کریں گے تو اب اس تقریر کا جواب یہ ہے کہ عموماً خطا کرنا مردین میں جہل ہے اور عصیت ہو اور نسبت دینا ہو اور غیرواقع کی خدا و رسول کی طرف یعنی انفر کرنا ہو تو جہل اور نسبت دروغ سے وزن معصیت کا بڑھ جائے گا اور یہ دونوں ہر معصیت میں نہیں پائے جاتے پس خطانی نفسہ جس وضلال کے لفظوں میں داخل ہو بیشک تو اب خطا واجتہاد ہی صرف اس وجہ سے کہ کوشش کی گئی طلب حق میں الفاظ جس وضلال و جہل و انتساب امر وغیرہ واقع سے نہیں نکل سکتے کیونکہ عارض سبب سے اصل معنی نہیں بدل سکتے غرض خطانی الاجتہاد پر بھی جس وضلال فی الدین کا اطلاق ہوگا کیونکہ اگر گناہ بخش بھی دیا جائے معفو ہو جائے تو حقیقت اس کی نہیں بدلے گی یعنی یہ نہیں ہوگا کہ اب گناہ گناہ نہ رہے اور لفظ گناہ بھی اس پر نہ بولا جائے۔ اور یہ جو خبر میں وارد ہو کہ حاکم خاظمی اجریا دیکھا تو اس کی یہ وجہ نہیں ہے کہ اونے خطا کی اسوجہ سے مستحق (انعام) اجر ہوا بلکہ اس وجہ سے کہ اونے کوشش کی اجتہاد کیا کہ امر حق پر فائز ہو۔ جب یہ ثابت ہوا تو معلوم ہو کہ جو شخص اقرار کرے صحت حدیث تسک بالتقلیل کا اس کو فضیلت سے قابل ہونا ہے عصمت ائمہ بدعی ایسی عصمت کہ صد و خطا ان سے مکمل ہے جیسا کہ امام مہدی ۴ کے بارے میں شیخ قائل ہیں اور یہ عصمت مخصوص ہے اس ائمہ میں ساتھ ائمہ بدعی علیہم الصلوٰۃ والسلام کے۔

یہہ قاضی مذکور فرماتے ہیں۔ ومما یجب ان ابنہ علیہ ان ہذا الکلام فعصمۃ الامۃ انما جرینا فیہا علی جری الشیخ الاکبر قدس سرہ فیہا فی المہدی رضی اللہ عنہ من حدیث ان مقصودنا منہ ان قولہ منہ یقنوا ثری لا یخطا لہ ما دل عند

الشیخ علی عصمتہ فحدیث الثقلین يدل علی عصمة الأئمة الطاهرين رضوان الله
 عليهم بامرتيانه وليست عقدة الا نامل على ان لعصمة الثانية والانباء عليهم الصلوة
 والسلافة توجد في غيرهم وانما اعتقد في اهل الولاية قاطبة بالعصمة بمعنى حفظ
 وعدم صدور الذنب والاستحالة صدور لا والائمة الطاهرون اقدم من الكل
 وذلك وبذلك يطلع عليهم الائمة المعصومون فمن رمانى من هذا المبحث
 باتباع مذهب غير السنة مما يعلم الله سبحانه برأى منه فعليه انظر فراهية والله
 خصه دراسات اللبيب ص ۲۱۵ -

اور واجب ہو کہ ہم تنبیہ کریں اس پر کہ یہ کلام میرا عصمت ائمہ کے بارے میں مطابق اس
 کے ہو کہ شیخ اکبر نے مہدی رضی کی عصمت ثابت کی ہو کیونکہ مقصود میرا یہ ہے کہ جب بیٹ
 (سروبی کرے گا میری اور خطا نہ کرے گا) شیخ کے نزدیک دلیل ہے اور عصمت امام مہدی
 کے تو حدیث ثقلین بھی دلیل ہے عصمت ائمہ طہرین کی جیسا کہ پہلے مذکور ہوا اور یہ
 مسئلہ کہ جو عصمت انبیاء میں پائی جاتی ہے وہ غیر میں نہیں پائی جاتی اتفاق نہیں
 کیونکہ حکومتی اولیاء اللہ کی عصمت کا اعتقاد جو بمعنی حفظ اور عدم صدور خطا کے نزدیک
 گناہ ہونا ان سے محال ہو اور ائمہ طہرین ان کل امرون میں مقدم ہیں تمامی اولیاء اللہ
 سے اور اسوجہ سے ان ائمہ کو ائمہ معصومین کہا جاتا ہے پس بحث شخص یہ بحث
 دیکھ کر صمیمیت گناہ سے اسکی کہ ہم غیر مذہب اہل سنت کے (شیعہ) پابند ہیں جس سے بری
 ہونا یہ اخذ کو معلوم ہے کہ ایسے مفتری یہ ہے گناہ افترا کا اور خدا اور کائنات سے ہے۔

دوسرے آپ کے مولوی شاہ عبدالغفریہ صاحب تفسیر عزیزی میں لکھتے ہیں لہذا
 درجستہ ریفشہ وار دست کہ مثل اہلبیتی نیکو مثل سفینة نوح من لکھا منجی و
 من تخلف عنہا غرق شیخہ مثل الہلبیت من در شما مثال کشتی حضرت نوح است و چون
 ہر کہ سوار شدہ در آن کشتی از طوفان نجات یافت و ہر کہ پس ماند از آن کشتی غرق ہونفا
 کشت و دو تجہ فیصیح حضرت اہل بیت م باہن مراتب و فضیلت است کہ کشتی حضرت
 نوح م کمال عملی آن جناب بودہ و حضرت اہل بیت را نیز حق تعالی صورت کمال علی آن جناب

ختم المسلمین گردانیدہ بود کہ عبارت از طریقت است زیرا کہ کمال عملی آنجناب بدون مناسبت شخصی یا آل جناب در قوائے روحیہ در عصمت و حفظ و فتوت و سماحت متصفونہست کہ در ہر کسے جلوہ گر شود این مناسبت بدون ولادت و علاقہ اصلیت و فرعیہ ممکن الحصول نیست پس این کمال را با جمیع شعب اُن کہ معدن ولایات مختلفہ است دریں مجری جاری کردند و از ہمیں ناوہاں ریختند و ہمیں است معنی امامت کہ یکے مر دیگرے را از ایشان باں وصی ساخت و ہمیں است بر آنکہ این بزرگواران مرجع جمیع سلسل اولیائے امت شدند و ہر کسک بجلالہ صبی نماید چار و ناچار شد استفاضہ او بایں بزرگواران منتہی میگردد و دریں کشتی می نشینند۔

انجیر لند کہ بقریر شاہ صاحب عصمت و حفظ و فتوت و سماحت جناب امیر عہد سائر ائمہ طاہرین ثابت ہوئی اور امامت اون حضرات کی اور ایک کادوس کو وصی کرنا۔ اور انجیر کا دائرہ عصمت سے خارج ہونا بلکہ محال ہونا اونکی عصمت کا کیونکہ وہ سلسلہ اصلیت و فرعیہ سے خارج ہیں۔

نیز شاہ عبدالعزیز صاحب تحفہ کی کہید ۸۵ میں فرماتے ہیں۔ امام نائب بنی است نائب بنی صاحب شریعت است نہ صاحب مذہب زیرا کہ مذہب نام را ہی است کہ بعضے ایتنا زاد فرہم شریعت کشادہ شود و بہ عقل خود چند قاعدہ قرار دہد کہ موافق آن قواعد استنباط مسائل شرعیہ از ما خداں نماید و لہذا محتمل خطا و صواب می باشد و چون امام معصوم از خطا است و حکم نبی دار و نسبت مذہب باو نمودن ہیج معقول نیست و لہذا مذہب را بسوی خدا و جب ربیل و دیگر ملائکہ و انبیاء نسبت کردن کمال بخیر دی است بعدہ فرماتے ہیں پس حضرات را تمہ در زمان خود ہم مقدمات سلوک و طریقت را ساختند از شریعت را بر ذمہ یاران رشید و مصاحبان حمید خود حوالہ فرمودہ اند پس اسے بھی عصمت جناب امیر و اہل بیت طاہرین مثل خدا و رسول و جبریل و انبیاء ملائکہ ثابت ہوئی کہ آسیو جب سے اہل سنت نے اپنے مذہب کی نسبت ان حضرات کی طرف نہ کی جو کماں بخیر دی ہے۔

یہ مطلب اگرچہ بہت اہم ہے مگر کتاب تشفی کو صفحہ ۲۵۲ سے لغایت صفحہ ۲۶۰ ملاحظہ فرمائیں گے تو یقیناً بہت آپ محفوظ ہوں گے اور نور ایمان کو ترقی ہوگی۔ والد

یہدی من یشاء الی صراط مستقیم۔
ہمارے لائق کرمفرار سالہ روشنی کی عبارت لکھنے کے بعد لکھتے ہیں عداس طویل عبارت میں دو باتیں متعلق جواب سمجھ میں آتی ہیں جیسا کہ ناظرین کو واضح ہوا ہوگا اول یہ کہ اصحاب ائمہ کا ائمہ کو علماء نیکو کار کہنا اس امر کو مستلزم نہیں ہے کہ وہ ائمہ کو معصوم نہ جانتے تھے کیا معصوم کو عالم نیکو کار نہیں کہہ سکتے۔ دوسرے یہ کہ اصحاب ائمہ نے اس قول سے رجوع کیا اور آخر میں وہ عصمت ائمہ کے قائل ہو گئے۔ تھے یہ قول ان کی اس حالت کا ہر جہت دانیان زمانہ یعنی سنیوں کے مجال میں پھینکے ہوئے تھے یعنی سنی تھے۔

ان دونوں جوابوں کو کسی بے وقوف بچے کے سامنے بھی بیان کیجئے تو وہ ہنسے لگے۔ جناب مولوی احتشام الدین صاحب کلہ استدلال تو علماء نیکو کار دانہ اندہ سو نہیں ہو بلکہ اون کا استدلال تو اس صریحی جملے "اعتقاد عصمت ایشانہ اندہ نشہ اندہ" سے ہو مولوی احتشام الدین صاحب یکب کہتے ہیں کہ چونکہ وہ ائمہ کو علماء نیکو کار کہتے تھے لہذا اس سے لازم آتا ہے کہ وہ ائمہ کو معصوم نہ جانتے ہوں یہ تو پہلے جواب کی حقیقت تھی اب دوسرے جواب کی بھی حقیقت سنئے خود اس روایت میں مذکور ہے کہ باوجودیکہ ائمہ ان کی عدالت بیان کرتے تھے جس سے صاف ظاہر ہے کہ ائمہ اون کے اس اعتقاد سے راضی تھے یہ اعتقاد اون کا سنت کی حالت کا نہ تھا۔ علاوہ بریں اس زور سے جواب کے لئے یہ بھی ضروری ہوگا کہ پہلے یہ ثابت کر لیا جائے کہ جن لوگوں کا یہ اعتقاد ملائے مجلسی نے نقل کیا ہو وہ پہلے سنی تھے پھر شیعہ ہو گئے۔ صاحب رسالہ روشنی نے نا اتنی رحمت اوٹھائی بیکار اس قدر کاغذ خرچ کیا کہ کتابت اور طبع کے مصارف اپنے ذمہ لئے ایک ذرا سی بات میں فیصلہ تھا کہ ہدیہ کہ ائمہ کسی مصلحت سے بطور تہقیر کے جمع ہوئے موٹھے اونکو عادل کہہ دیتے کیچھ سچ سچ دل سے اونکو عادل سمجھتے تھے یا نفس من اختلاف ڈالنے کے جو اصل مقصود آئینہ کا تھا ان کی عدالت بیان کیا کرتے تھے جیسا کہ

ائمہ کی عادت شیعوں کی کتابوں میں یہ بھی بیان کی گئی ہے کہ وہ عمداً اپنے گروہ میں اختلاف ڈال کرتے تھے ایک ہی مسئلہ کا جواب کسی کو کچھ دیتے تھے اور کسی کو کچھ نہ۔
الجواب اصل یہ ہے کہ مصنف رسالہ روشنی نے یہاں بہت اختصار کیا اسی وجہ سے ایڈیٹر صاحب کو حیرت ہوئی۔ مگر میں بعد تسلیم اس امر کے کہ جو نتائج نکالے ہیں وہی درست ہے اور چھتا ہوں آخر آپ کے بے وقوف بچے کس عینت پر رہیں گے اور جو شخص خضر کہ بے وقوف سچو کی ہنسی کا خیال کرتا ہے وہ ایسا نافرمان ہے وہ دیوانہ ہے یا نہیں۔

مولوی احتشام الدین صاحب کا استدلال تو اپنے طبع زرا و مضمون سے ہونہر علماء نیکو کار دانشہ اند سے نہ جملہ ”اعتقاد بعصمت ایشان نداشتہ اند“ سے کیونکہ وہ اگر ان دونوں جملہ سے استدلال کرتے تو عصمت ائمہ کو نہ اختلافی بتلاتے بلکہ ان کے اعتقاد کو مختلف بتاتے پس جب انہوں نے خود عصمت ائمہ کو اختلافی قرار دیا تو مستدل اور سکا جبراً فریبی دوسرا امر تو کوئی معلوم نہیں ہوتا۔

رہا دوسرا امر پس یہ البتہ صحیح ہے کہ ائمہ اذنبی ایمان و عدالت کا حکم دیتے تھے مگر اسکا نہ لکھا کہ ائمہ کو اس کا علم بھی تھا چنانچہ اصل عبارت یہ ہے ”از احادیث ظاہر میگردد کہ جمیع از راویان کہ در اعصار ائمہ علیہم السلام بودہ اند از شیعیان اعتقاد بعصمت ایشان نداشتہ اند بلکہ ایشان را علمائے نیکو کار میداشتہ اند چنانکہ از رجال کثیری ظاہر میشود و مع ذلک ائمہ علیہم السلام حکم ایمان بلکہ عدالت ایشان کردہ اند“ جس سے بصرحت ظاہر ہے کہ اس عبارت میں کہیں اس کا نتیجہ نہیں ہے کہ ائمہ علیہم السلام کو ان کے اس اعتقاد کی بھی خبر تھی اور باہمیہ حکم بہ عدالت و ایمان دیا گیا۔

حالانکہ ایڈیٹر صاحب کو معلوم ہے کہ خود علامہ مجلسی علیہ الرحمہ نے اس قول کے ابطال میں تین وجوہیں تحریر فرمائیں مگر وہ سب نہ غور کیا اور اس قول مردود سے استدلال کرنے لگے حالانکہ خود کہتے ہیں کہ حرفی کے قول راجح سے استدلال کرنا چاہئے نہ مروج سے۔
ایڈیٹر صاحب کا یہ جملہ نہایت ہی تعجب نیز ہے در پہلے نہایت کہ لیا جائے کہ جن لوگوں کا

یہ اعتقاد ملائے مجلسی نے نقل کیا ہے وہ پہلے سنی تھے پھر شیعہ ہو گئے ، کیونکہ اولاً اسکے ناقل ملائے مجلسی علیہ الرحمہ نہیں ہیں بلکہ وہ اس کے ناقد ہیں اور داد کہ مولف گوید سے روک لکھ ہے ہیں نہ نیا آئی لوگوں کو عصمتِ ائمہ کے خلاف ثابت کرنا چاہئے جو آپ کا دعویٰ جو پس پہلے اس کو ثابت کیجئے کہ کون کون شخص صحابہ ائمہ سے اس کا معتقد تھا تب اوپر اس کا وزن ہو گا کہ وہ ثابت کریں یہ پہلے سنی تھا اب شیعہ ہوا۔

ایڈیٹر صاحب الضاف کیجئے اول تو حسب قول اپنے اس قول مردود مروج ہے آپ اعتراض نہیں کر سکتے اور اگر ازراہ تعصب اسی پر آمادہ ہیں کہ اپنے مقررہ قواعد کے خلاف کرتے ہیں تو پہلے اس کو ثابت کریں صحابہ ائمہ سے کون معتقد عصمت نہ تھا۔

ایڈیٹر صاحب اگر ائمہ کے تنقیح کو آپ نہیں ملتے تو مصلحت کا کیوں نام لیتے ہیں یہ کہئے خطافی الاجتہاد کیا جو اون کو مومن کہا کیونکہ خطافی الاجتہاد تو انبیاء پر آپ کے یہاں جائز ہو یا یہ کہہ دیجئے کہ تبار مذہب قاضی البو بکر باقلانی خطا، جھوٹے بونے وغیرہ احتمالات جو عصمت انبیاء میں مذکور ہو چکے۔

قولہ اس مضمون کی روایت میں نے بحیث خود دیکھی جو مگر اس روایت کو مولوی احمد شامی صاحب مرحوم نے بھی نصیحۃ الشیعہ میں نقل فرمایا ہے میں چاہتا ہوں کہ یہ مضمون ہی انہیں کی یا کئی عبارت میں ہدیہ ناظرین ہو حقیقتاً ان کو جو رائے خیر دے۔ فرماتے ہیں۔

علمای شیعہ کو یہ بھی خوف در پیش ہو کہ اگر عوام شیعہ کو یہ بھید معلوم ہو گیا کہ جن ائمہ کی اطاعت نہایت تاکید کے ساتھ واجب کی گئی ہے وہ خود بھی ایک بات پر قائم تھے ایک سوال کا جواب کسی کو کچھ دیتے کسی کو کچھ تو عوام کو سخت حیرانی ہو گی کہ ایسے کس امت کا اعتبار کریں اور قسم قسم کے شکوک پیدا ہوں گے چنانچہ اصول کافی میں ہے کہ نہایت ابن عیین نے امام باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے۔ عن ذوالحجین ابن عیین عن ابی جعفر قال سلمتہ عن مسئلۃ فاجابنی ثم جاء لا رجل فسالہ عنہا فاجابہ بخلاف ما اجابنی ثم جاء اخر فاجابہ بخلاف ما اجابنی و اجاب صاحبی فلما خرج اخرجت قلت یا بن رسول اللہ رجلان من اهل العراق من شيعتک قد ما یسئلان سے چنانچہ اون کی عبارت سے یہ لکھنے والوں پر ظاہر ہو گا۔ ۱۳

فاجبت كل واحد منهما بغير ما اجبت صاحبه فقال يا زرارہ ان هذا خير لنا وابقر لنا ولكم ولو اجتمعت علم امر واحد بصدقكم والدار علينا وكان اذن ببقاءنا بقاءكم۔

زرارہ کہتا ہے کہ میں نے امام باقر علیہ السلام سے ایک مسئلہ پوچھا سمجھو کہ اوں میں سے ایک جواب دیا پھر ایک اور شخص آیا اون سے بھی وہی مسئلہ پوچھا اوں کو اب بڑا بڑا دیا جو میرے جواب کے خلاف تھا پھر ایک تیسرے شخص نے آکر وہی مسئلہ پوچھا جو اوں کو ہم دونوں کے خلاف جواب دیا جب وہ دونوں شہید ہوئے تو میں نے کہا کہ اس کو فرزند رسول اللہ کو دونوں شخص عراق کے رہنے والے تمہارے شیعوں میں سے ہیں یہ دونوں تم سے مسئلہ پوچھنے آئے تم نے ایک کو کچھ جواب دیا درست ہے کہ اس کے خلاف جواب دیا تو انہوں نے فرمایا کہ اے زرارہ یہی بہتر ہے ہمارے لئے اور باقی کہنے والا ہر ہلکا اور تم کو اور اگر تم سب ایک مذہب میں جمع ہو جاؤ تو سب آدمی تصدیق کر لیں گے کہ تم ہماری گروہ میں ہو تو اس میں ہماری اور تمہاری دونوں کی نفاک ہو جائے گی۔

ثم قال قلت لابي عبد الله ع شيعتكم لو حلتهم وهم على الاسنة او على النار لمضوا وهم يحزنون من عندك معتنفين قال فلجأ بئني بمثل جواب ابیہ پھر زرارہ نے کہا کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے ایک تہ پوچھا کہ تمہارے ایسے شیعہ کہ اگر تم ان کو پچھنیوں میں یا آگ میں بھیج دو تو چلے جاویں وہ تمہارے پاس سے مختلف ہو کر نکلتے ہیں (یعنی ایک کو تم کچھ تعلیم کرتے ہو اور دوسرے کو اور اسکے خلاف) زرارہ کہتا ہے کہ امام جعفر صادق ع نے اس کا کچھ کو وہی جواب دیا جو ان کے باپ امام باقر علیہ السلام نے دیا تھا۔

ایک سوال اور سیکڑوں اسکے جواب ہم سے کچھ غرور سے کچھ دربان کچھ اگر عوام ان اسرار پر مطلع ہو جائیں تو ان میں وہ خوش اعتقاد ہی کہاں۔ جو علم میں ہے وہ تو صاف کہہ بیٹھیں گے کہ ایسے ائمہ کو سلام ہے خبیکی بات کو قرار نہیں وہ اپنے مخلصین شیعہ کو عمداً اختلاف میں ڈالنے لگے حالانکہ مخلصین شیعہ سے

کچھ خوف ہی نہ تھا بولقیہ کا احتمال ہو اس روایت سے یہ معلوم ہوا کہ امام باقر اور امام
 جعفر رفق علیہ السلام دونوں کا یہ شیوہ تھا کہ اپنے مخلصین میں عمد اختلاف ڈالتے تھے
 دو مختلف قولوں میں ایک تو حق ہو گا اور ایک ناقح پس ایک سے حق کہدیا اور دوسرے
 سے ناقح بدیت و لغویوں نے کہی جس سے نئی بات کہی یا ایک سے دن کہا اور دوسرے رات کہی
 حضرات شیعہ انصاف فرمائیں کہ اپنے گروہ میں اختلاف ڈال دینا اور عمد اختلاف حق حکم دینا
 کیسا ہی درحقیقت ائمہ پر اترتا ہے ہرگز اولیٰ یہ شان نہ تھی کہ خلاف حق جواب دیتے یہ اونہیں
 راویوں کا کام ہے جنہوں نے ایک بہتر باغ کی طرح مذہب شیعہ کو تزیین کیا اور انہیں کی طرف
 منسوب کر دیا۔

اقول الحمد للہ کہ آپ کو اسکی توفیق ہوئی کہ اصل کتاب مستطاب اصول کافی کو ملاحظہ فرما
 کر اوس آئینہ سے دیکھا جس سے مخالفین اسلام کا کلام اللہ کو دیکھتے ہیں جبکہ باری میں قدیم شاعر
 عربی خوب کہ گیا ہے *منع فیہن الرضا عن العیب کیلمة* ؛ *ولکن عین السنخ تبتدئ سائر*
 مگر انیسویں کلاس نقل میں آپ نے وہ کام کیا ہے جس پر میں مدت پر در رہا ہوں کہ آپ نے
 کا ٹکڑا نکو پرانا مال دیتے ہیں اور نقد روپیہ اداں سے لیتے ہیں جس سے عرب مسلمانوں کو بوجہ
 خسارہ ہوتا ہے کیونکہ اگرچہ آپ نے یہاں بغرض اثبات صفت منفیہ دیانت داری مولوی
 احتشام الدین صاحب کا نام لکھ دیا ہے۔ مگر اس کو نہ لکھا کہ اس کا کوئی جواب ہوا ہی نہیں اور
 وہ جواب کیسا ہے کیونکہ مناظرہ کے اصول سے تو یہی ہے کہ جو کلام مردود ہو چکا ہے یا تو اوس
 استدلال نہ کیا جائے اور اگر استدلال کیا جائے تو پھر اوس جواب کا یہی جواب دیا
 جاتا ہے جو اوس کے جواب میں لکھا گیا خواہ بتقریر اجمال ہو خواہ بتقریر تفصیل۔

بہر حال یہ عبارت نصیحۃ الشیعہ مطبوعہ مراد آباد کے صفحہ ۱۰ میں ہے اوس کا جواب رسالہ
 روشنی جلد نمبر ۲ صفحہ ۲۴ میں موجود ہے اور پھر اقتصار الشریعہ نمبر ۴ جلد امین ہی اس کا
 جواب بتفصیل فرمایا ہے۔

چونکہ رسالہ روشنی اکثر ناظرین کی نظر سے گزر چکا ہے اور اوس سے پہلی آنکھیں ہی کسی قدر
 روشن ہو چکی ہیں لہذا میں اصل عبارت اقتصار الشریعہ کو مجسّد آپ کے پیش

کر تا ہوں جس سے ناظرین بالانصاف کو معلوم ہو گا کہ ڈیٹر صاحب کی یہ کارروائی کس درجہ ایماندار ہی کی ہے۔

مولف انتصار الشریعۃ بعد نقل عبارت مولوی احتشام الدین صاحب لکھتے ہیں۔
 دو مخاطب صاحب نے اس روایت کافی کی نسبت جو اعتراض کئے ہیں اولیٰ کا حاصل
 دو امر ہیں ایک یہ کہ امام علیہ السلام نے چونکہ ایک مسئلہ کے مختلف جواب دئے اور مختلف
 قولوں میں ایک ہی ہوتا ہے دوسرا تا حق پس ثابت ہوا کہ امامہ معاذ اللہ خلاف ہی جو ابدیہ تھے
 دوسرے اس روایت سے ثابت ہوا کہ امامہ اپنے شیعوں میں عمد ابلاغ و رت ثقیست
 اختلاف ڈالتے تھے کہ جو نہایت مذموم امر ہے لیکن جس شخص نے روایت کے مطلب کو
 معمولی طور پر بھی سمجھا ہے اس کے نزدیک مخاطب صاحب کے اعتراض ذرا ہی وقت نہیں
 پاسکتے ایک مسئلہ کے چند جوابوں کی نسبت یہ کہنا کہ ان میں ایک ہی ہے باقی باطل بالکل تصور
 فہم کی دلیل ہے ہم بیان پر باحتضار بعض دلائل اس امر کے لکھتے ہیں کہ امام علیہ السلام نے
 جو ایک سوال کے کئی جواب دئے تھے وہ سب درست صحیح تھے اور ان کی نسبت یہ کہنا
 کہ ان میں ایک ہی حق ہو گا باقی باطل اس غلط ہے تاکہ ہر شخص مخاطب صاحب کی
 فہم و اعتراضات کا چھی طرح اندازہ کر لے اور جان لے کہ روایات اہل تشیع پر اعتراض کا
 قصد کرنا بالکل خیال محال ہے۔

اول یہ کہ امام علیہ السلام نے جو ایک مسئلہ کے چند شخصوں کو متعدد جواب دئے اس کی وجہ
 یہ ہو گی کہ ہر شخص کو حضرت کے موافق اس کی فہم و عقل کے جواب دیا ہو گا کیونکہ فریقین کے
 یہاں منقول ہے کہ جناب رسالہ تمامت بھی حسب حیثیت سائلین ایک سوال کے مختلف
 ملف فاضل محمد معین نے جو اہل سنت کے طویل المقدّر عالم میں وراثت الیبیبین امام شہزادہ کا بیان
 نقل کیا ہے ولانہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کان اجوبتہ بحسب السائلین کلامہ لا بدلاف
 فلا یصح طرک قول فی حق کل افراد الامامة و هذا امر متفق لفقہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم العارۃ ان اللہ
 فقالت فی ساء مقال من منته بوبلکنتہ ولو سالکما الصوابہ لولیسالم عن الاینہ باسما لہا علی اللہ لکاتبہ
 ہی طویل المقدّر عالم نے ایک دوسرے مقام پر لکھا ہے کہ جس شخص نے سنت رسولیٰ کا انصاف سے یہاں وہ جانتا کہ یہ نیز ایک سوال کا

جواب دیتے تھے اور فرماتے تھے امرت ان اخاطب الناس علی قدر عقولہم یعنی
 میں اسپر مامور ہوں کہ لوگوں سے اونکی عقولوں کے موافق خطاب کروں اور سہار اس استہلال
 کی تائید اس روایت سے بخوبی ہوتی جو اس اصول کافی میں بلکہ اسی باب اور اسی صفحہ
 میں مسطور ہے جس باب و صفحہ سے مخاطبہ صاحب نے مندرجہ عنہ ان روایت نقل کر کے اور سپر
 لا طائل اعترافن جہائے ہیں اور جیسے روایت کا مفسر کہنا بہت درست نہ ہو اور جسے مولوی
 شاہ عبدالغفر نے صاحب نے بھی اسی اصول کافی سے نقل کیا ہے اور وہ روایت یہ ہے۔
 عن منصور بن حازم قال قلت لابن عبد الصلہ رضی اللہ عنہ ہذا من روایت ہے کہ میں نے امام

دین محمدؐ چنانچہ اپنے ذہب کے اختلافات کے ذکر میں لکھتے ہیں فالعلماء الراشدون المشہورون تابعوا قول ابن
 علی لذلک انہما کما صحیحہ تعدد علی لہما کما جرت علیہ لاریعہ وسلم الخلفہ والسرال بعضہما احدکما یعلم من غیر استہ
 والذی لا شارة بجمرات ان اخاطب الناس علی قدر عقولہم دراقا البیہ مطبوعہ لاہور ص ۱۷۱ معارفی اقدم میں ایک
 طو لانی روایت میں آنحضرت کا عذر وہ نبی المصطفیٰ میں کلمہ تشریف آیا یا بارہ میں آیا یہاں انما اللہ تعالیٰ یقول انزلت
 ارج کا نازل ہونا آنحضرت کا قیام کے کچھ حالات بیان کرنا مسلمانوں کا سکر کبتر کریمہ کا کارنا ہے اور ایک منزل اوپر کر
 مسلمانوں کا کئی ختمیں جمع ہونا اور اس تشریح کا اظہار کرنا جو حضرت کے لئے ماہ سے ہوا انما آنحضرت کا یہ سکر ختمہ فرمایا اور
 بشارت دینا پے پھیل روی ہے جسے خارج زبوں ہونے سے پہلے جیسے ترک آیا اور صرف حضرت کی بشارت کے کلمات
 چونکہ ہماری بحث کے متعلق ہیں اسلئے انھیں مجھنے فعل کرتے ہیں وقال الشیرازی الذی فیہ صحیحہ الی لارج ان کونوا
 اہل الخبثہ ثم قابل بل لرجون کونوا شرط اہل الخبثہ ثم قابل بل لرجوان کونوا اکثر اہل الخبثہ معارفی اقدم مطبوعہ کلکتہ ص ۱۷۱
 یعنی اور فرمایا ان حضرت نے کہ بشارت پاؤں پر تم جو اس حد تک کہ محمد کی جان اسکے قبضہ قدرت میں ہے جس سے فرشتے
 کرتا ہوں کہ تم اہل الخبثہ ہو پھر فرمایا کہ بلکہ میں کہتا ہوں کہ تم نظر اہل خبثہ ہو پھر فرمایا کہ بلکہ میں کہتا ہوں کہ اکثر اہل الخبثہ ہو گئے
 اس روایت سے ظاہر ہے کہ ایک م خاص کی نسبت آنحضرت نے اپنی سائے کو مختلف طور پر ظاہر فرمایا لیکن کیا کوئی
 یہ کہہ سکتا ہے کہ آنحضرت کی ایک سے صحیح صحیحی مابقی غلط نہیں بلکہ حضرات اہل سنت کہ بے اسکے چارہ نہیں جو کہ تسلیم کریں آنحضرت
 کی تیوں تک دوست تھی اور ہر ایک ایک حیثیت سے صحیح اور اس مخاطبہ صاحب نے ایت کی نسبت بھی اقرار کر لیا کہ آنحضرت
 نے جو ایک م خاص میں تو ان مابقی مختلف اشارہ فرمائے انہما ایک صحیح تھا مابقی ماطل تو ہمیں سچے کافی کی روایت کی نسبت
 کے کلمات لکھنے سے شکایت بظاہر ہوتا ہے فی ۲۰ منہ سلمہ وکما یخبرونہ انما عنہ یہ باب چہارم ص ۱۰۲۔

ما بالی اسئلت عن المسئلة فتجین فیہا
 بالجواب ثم یجیبك غایر فیجیبہ نبی و ابن اخر
 فقال انا یجب الناس علی الزیادة
 والنقصان۔

انصول کافی باب اختلاف الحدیث ص ۳۷
 کو موافق زیادتی و کمی عقل کے جواب دیتے ہیں۔
 پس س شخص نے اس روایت کو دیکھا ہو گا وہ ہرگز اپنی زبان سے اگر کچھ بھی نہیں کہتا ہے
 تو یہ نہ کہہ سکتا کہ امام علیہ السلام جو ایک مسئلہ کے مختلف جواب دیتے تھے اون میں ایک حق
 ہوتا تھا باقی ناحق بلکہ اسے تسلیم کرنا پڑے گا کہ امام علیہ السلام کا یہ فعل موجب ارشاد رسول خدا
 امرت ان اخطب الناس علی قدر عقولہم تھا اور جو شخص امام علیہ السلام کے اس فعل پر اعتراض
 کرتا ہے وہ گویا آنحضرت پر اعتراض ہے اسلئے کہ آنحضرت نے بھی ایک ہی سوال کے مختلف جواب
 دئے تھے۔

دوسرے اکثر مسائل متعدد حیثیات و جہات رکھتے ہیں کہ حیثیت کے لحاظ سے اون کا ایک
 خاص حکم ہوتا ہے کہ جو دوسرے کے مخالف کہاجا سکتا ہے لیکن ان مختلف احکام کی نسبت
 کوئی عمومی سمجھ کا آدمی بھی یہ نہ کہے گا کہ ان میں ایک حق ہے باقی باطل پس ممکن ہے کہ جو مسئلہ
 امام علیہ السلام سے دریافت لیا گیا تھا وہ بھی ایسی ہی قبیل سے ہو اور اس وجہ کو ملاحظہ فرمائیے
 شہرہ آفاق شریعہ کا کافی میں توفیق کے ساتھ لکھا ہے اور ظاہر کر دیا ہے کہ ایک شے کی متعدد حیثیتیں

دوسرا جواب

سے بہ حاشیہ بھی بطور نوٹ ہو دیکھو صفحہ ۴
 ملے ملاحظہ صاحب حدیث موجز عندی شرح لکھتے ہیں ولا بد ان
 ان تعلم ان ملک الاجوبہ مع اختلافہ اذ کہ ہمانی مسئلہ واحدہ کلھا حق و صواب لیسبتہم عن الخطا و ذلك لان الامام
 الواحد قد یکون لہ جہات و حیثیات و کل جہتہ و حیثیہ حکم آخر مخالف للحکم الذی لہ جہتہ و حیثیہ آخری مثال ذلك
 ان الانسان الواحد یرید ان یرشد علیہ المقولات الی جناس بقیانہ جماعت کلہا فیرصدت علیہ بالقبول
 و جہات مختلفہ فہو من حیث کونہ حیوانا جوہر و من حیث کونہ طولیلا کم و من حیث کونہ ذوالن کیف و من حیث کونہ اما
 مضاف و من حیث انہ کاتب فاعل و من حیث کونہ متحرک منفعیل و ہذا فی سائر المقولات العرفیہ فہو من حیث کونہ جوہر
 نہیں نہ لاکیف ولا غیر حاد۔ یہ حیث کونہ کما لیس جوہر لاکیف ولا غیر صہا بل الانسان من حیث ہوان انسان

ایک دوسرے سے مختلف ہوتی ہیں۔

تیسرے بعض سیلاب اس تسم کے ہوتے ہیں کہ سائلین کی حالت کے اعتبار سے اون کے نظم مختلف ہو جاتے ہیں مثلاً دیکھو سنن ابو داؤد و ابو الجہر یہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے آنحضرت سے روزہ و ادر کے لئے مباشرت کو پوچھا آپ نے اوسے اجازت دی پھر دوسرے نے اکر پوچھا آپ نے اوسے منع فرمایا بعد کو معلوم ہوا کہ جسے اجازت دی تھی وہ بڑھا تھا اور جسے منع کیا تھا وہ چھان تھا اور وہ چھان تھا اصل روایت یہ ہے۔ عن ابی ہریرۃ ان رجلا سأل النبی صلی اللہ علیہ وسلم عن مباشرۃ الصائم فمخبرہ وانا لا ادر فنها لا فاذا الذکر من خصہ لاہ شیخ والذکر انہما کتاب (سنن ابو داؤد جلد اول کتاب الصیام ص ۳۲۵ مطبوعہ دہلی)

مختلف

مختلف

یہ تین دلیلوں سے تحقیقی لکھیں اب جواب الزامی مخاطب صاحب کے غفاق کو موافق یہ لکھتے ہیں کہ جناب مخاطب کے مذہب میں یہ تین کج لکھے ہیں اور درجہ رخصت دیکھی ہے کہ اگر ایک شخص اپنے اجتہاد سے چار رکعت نماز پڑھے پھر دوسرے پر ترجیح نہ ہو سکے گی اور وہ نماز بھی صحیح و درست ہوگی چنانچہ عبد الوہاب شمرانی نے جو اس سنت کے بڑے مفسر عالم ہیں کتاب بینات میں ایک فصل ان سبب کے لئے منع فرمائی ہے کہ چھتہ سبب جو اس قول کے مویدات میں لکھتے ہیں۔

ویریدۃ لذت ایضا قول علماءنا لو صلی | اور نیز اسکی نائید آتا ہے ہمارے علم کا یہ قول کہ اگر
انہما رابع کعات لایصح جمعاً یا لاحتیاد | انسان چار رکعت نماز چار طوں سبب اجتہاد کے
ذات قضاء مع ان شاعت جمہات منہ | پڑھے تو قضاء نہ ہوگی یا وہ فقہاء ان چار جمہوں سے
غیر انقیابۃ ین وکن لکانت کل کعات | یقیناً تین سمت قبل نہیں ہیں لکن چونکہ ہر کعت مستند
مستند بالاجتہاد قلنا بالصحة ولکن | باجتہاد تہی تو ہم صحت کے قابل ہوئے اور کسی
جمہتہ اولاً بکھتہ من القیامۃ | ایک جہت کو قید کے ساتھ اولویت نہ ہوئی۔
میزان شمرانی مطبوعہ دہلی صفحہ ۳۵

دونوں غیرہ من العوارض اللازمۃ او المفارقتہ فاذا اصل بلزید کاتب اولیس کاتب او احد او کثیر ملکن کجواب بطرفی
المتقدیر فیما یزید البید حجیب بن علی بن القاسم ۱۲ شرح طامدرا صفحہ ۳۶ اشترقیہ ۱۲۔

علامہ جناب الدین سیوطی نے بھی رسالہ خزین الموابہب فی اختلاف المذاهب (نسخہ قلیما) میں اپنے فقہا کا یہ قول نقل کیا ہے۔ پس مخاطب صاحب کو لازم تھا کہ امام علیہ السلام نے جو ایک سوال کے تین جواب دئے تھے اوہیں بھی مستند باجہاد ہی سمجھ لیتے اسلئے کہ جب مجتہد کے لئے اتنی وسعت ہو کہ ایک چوکعتی نماز کو اپنے اجتہاد سے وہ چار سمت پڑھے تو ایک سمت کو دوسرے پر ترجیح نہ دیجائے گی اسے طرح کیا یہ نہیں ہو سکتا کہ ایک مسئلہ کے کوئی مجتہد تین یا چار جواب دے اور وہ سب صحیح سمجھے جائیں ناں یہ اور بات ہے کہ امام علیہ السلام کو ایک مجتہد کے برابر بھی نہ سمجھا جائے اور اگر چہ ائمہ پیشوایان مذہب اہل سنت کے خیالات ائمہ اہل بیت کی نسبت جیسے ظہریں اور جنہیر ہوتے بطور انموزج انقصار الشریعہ نمبر ۳۳ اور نیز اس نمبر میں ظاہر کیا ہے اوسکے لحاظ سے یہ بھی کچھ بعید نہیں ہے جو امام علیہ السلام کے اجتہاد سے ہی انکار کر دیا جائے لیکن بظاہر تو مخاطب صاحب امام محمد باقر و امام جعفر صادق سلام اللہ علیہما کے مجتہد ہونے کو قبول کرتے ہیں (مضیوۃ الشیعہ جلد اول ص ۸) بظاہر کی قید اسوا کہ پہنچنے لگائی کہ اگر نفس اللامس بھی وہ آما میں سما میں کے اجتہاد کے تایل ہوتے تو اس روایت پر ایسے اعتراضات نہ کرتے کیونکہ اوں کے علما کے نزدیک اپنے اجتہاد سے اگر کوئی شخص چار رکعت چار رکعت چار طرف پڑھے تو وہ سکا نفل صحیح و درست ہے اور میرا اعتراض کرنا یا غلط کہنا ثارح پر اعتراض اور شارع کا تخطیہ ہے پس اگر امام محمد باقر علیہ السلام کو ایک معمولی مجتہد کے رتبہ کا شخص جانتے تو کوئی وجہ نہ تھی کہ اوں جناب کے تین جوابوں کو اجتہاد پر مبنی نہ سمجھتے اب میں کہتا ہوں کہ نہایت افسوس کی بات ہے کہ ہمارے معزز مخاطب کو یا تو اپنے یہاں کے حالات پر اطلاع نہیں ہے یا دیدہ و دستہ اپنے مذہب کے ایسے امور سے چشم پوشی کرتے ہیں کہ جن میں بادی النظر میں کبھی اعتراضات کے متعدد وجوہ موجود ہیں اور شیعوں کی اوں روایات پر توجیح کرتے ہیں جن پر حرف گیری کا کوئی محل نہیں ہے میں پوچھتا ہوں کہ کیا کوئی منصف مزاج سنی جسے اپنی کتاب میں دیکھا ہو گا کہ جناب حضرت عمر صاحب نے ایک جگہ کے مسئلے

اسے متعدد ہوا ایک دوسرے سے متناقض احکام دئے تھے کہ جنکی تعداد احاد و عشاہات سے متجاوز ہو کر سو تک پہنچ گئے تھے وہ کافی کی ادس روایت پر مخاطب صاحب کثیر طبع زبان کھول سکتا ہے جس میں صرف یہ مذکور ہے کہ امام محمد باقرؑ نے ایک مسئلہ کے تین طرح سے جواب دئے تھے اور جس میں تصریح تہ بکنایا بیان جو ابون کے باہم متناقض ہونیکا ذکر ہے بلکہ جیسا کہ ہم ثابت کر آئے ہیں ہر ایک جواب میں صحت و درستی تھا۔ اور اگر فرض مجال ادن کا نشان ہو نا بھی تسلیم کر لیا جائے تب بھی جو صاحبان تین جو ابون کی نسبت اعتراض کریں گے وہ اعتراض بھینسا تا نوے حصہ ادس اعتراض سے کہ ہو گا جو جناب عمر صاحب ہر ایک مسئلہ میں متناقض حکم لگانے پر ہو سکتا ہے جائے تعجب ہے کہ حضرات اہل سنت اپنے بیان میں ایسے قضیہ پر خاک ڈال کر شیعوں کی روایا کو برادری کی ہوس کریں۔

وہ روایت جس میں جناب خلیفہ عمر صاحب کا ایک مسئلہ میں متناقض حکم دئے گا ذکر ہے یہ ہے۔

عن عبد اللہ بن عمر قال حفظت عن عمر بن الخطاب ما لئہ قضیۃ کلہا ینقض بعضہا بعضا
 اے ابن عمر نے کہ میں نے عمر کے مساباب میں
 فتح الباری شرح کتاب الفرائض باب میراث الجنین الا بالام
 اس روایت کو ابن بلقن نے بھی تو صحیح شرح الجامع الصحیح باب میراث الجنین الا بالام خود
 (ص ۷۰) نسخہ قلیہ میں نقل کیا ہے یہ ذکر بھی مناسب مقام ہے کہ مسئلہ جب بموجب روایت
 حضرات اہل سنت ایسا نازک اور پیچیدہ ہے کہ جس میں جرات کرنا باعث دخول جہنم ہے
 چنانچہ خود حضرت عمر اور نیز ادن نے فرزند غار جمد کے روایات اس کے متعلق کتب
 اہل سنت میں موجود ہیں چنانچہ ابن خرم کتاب محل میں نقل کرتے ہیں۔
 عن نافع قال قال ابی عمر اجراء کبر علی نافع سے روایت ہے کہ ابن عمر نے فرمایا
 جراتیم جہنم اجراء کبر علی الجملہ محل کتاب سے زیادہ جہنم پر جرات کرنے والا
 الموارث ص ۲۶ سفر فاس نسخہ قلیہ وغیبہ اور کتب اہل سنت میں جرات کرنے والے کو
 لہ ابن خرم کو مولوی شاہ عبدالعزیز صاحب نے یہی طرز بیان لکھا ہے کہ جرات کرنے والے کو

عن حمید بن حلال قال سألت سعيد بن مسیب عن فریضة فیہا جلد فقال ما تقصروا لی ہذا او ما تریکون ہذا ان عمر بن الخطاب قال اجزء کم علی الجدا اجزء کم علی الناس و انما یجزء علی الجدا من یجزء فی علی الناس۔

جرات کرنے والا سزاؤں میں بہت جرات کرنے والا ہے اور ایک دوسری روایت میں تو قضیہ جدید میں محض حکم دینے کو باعث دخول جہنم قرار دیا ہے۔

عن سعید بن جبیر عن سیرة ان یفصح جراتیم جہنم فلیقض بین الجدا و الاخرة (محلی صفحہ و نشان سابق) سعید بن جبیر سے روایت ہے کہ جب دروازہ جہنم تباہ کرنا خوش آئے اور چاہیے کہ مانا جاو اور اخوة کے حکم لگائے۔

اب ہم پوچھتے ہیں کہ اس سے بڑھ کر جرات کیا ہوگی کہ اس مسئلہ میں خلیفہ صاحب نے سونک حکم لگا دئے کہ جو ایک دوسرے کے نفیض تھے اور جس سے صاف طور پر پوچھا ہے کہ خلیفہ صاحب اصل مسئلہ کو تو بچے نہ تھے بلا واقفیت و علم کے حکم لگاتے تھے اسی سبب سے کوئی حکم ٹیک نہ ہوتا تھا اور ہر دفعہ ایک نیا حکم دیتے اور فرماتے تھے ذاک علی علی ما قینا و نذا علی ما قینا اگر یہ ان متناقض احکام دینے سے ہر ذلیخوریہ نتیجہ نکال سکتا کہ یقیناً حضرت عمر کو اصل مسئلہ نہ معلوم تھا لیکن شاید کوئی کج بخت اس سے انکار کرے۔ اور اس متناقض کو مثل علامہ جلال الدین سیوطی کے اجتہاد کے پردہ میں چھپانا چاہیے و سئلہ ہم حضرت اہل سنت ہی کے بیان سے اسکی نقل لکھ دیتے ہیں کہ حضرت عمر کو قضیہ جو تاہم تاہم معلوم ہو لکن العمال میں مروی ہے عن سعید بن المسیب عن عمر قال سألت سعید بن مسیب عن

روایت کی ہو کہ سئلہ علامہ سیوطی رسالہ جزیل المواعظ میں فرماتے ہیں ما خلف اجتہادہ رضی اللہ عنہ فی الجہت فیما یختلفہ و کان یقول فلک ما قینا و نذا علی ما قینا جزیل المواعظ ص ۹ و ۱۲ منہ

النبي كيف قسم المجد قال ما سؤلواك عن ذلك يا عمر اني اخذت ان عموت قبل ان تعلم ذلك قال سعيد بن مسيب فمات عمر قبل ان يجعل ذلك عبد ق و ابو الشخرف في الفرائض - كذا العمال قسم الافعال كتاب الفرائض في الفرائض من -

اس روایت سے واضح ہے کہ آن حضرت نے جناب عمر سے فرمایا تاکہ مجھے گمان ہے کہ تم مسئلہ جدید کو نہ سمجھو گے اور اسی جہت سے آن حضرت نے باوصف استفسار کے عمر صاحب کو یہ مسئلہ بتلایا پس آنحضرت کی یہ پیشین گوئی ہمارے ثبوت دعویٰ کے لئے کیا کہ تھی کہ اسپر طرہ یہ ہوا کہ سعید بن مسیب جیسے اہل سنت کے جلیل القدر اور مستند تابعی نے صاف کہہ دیا کہ عمر صاحب نے بغیر اس مسئلہ کے جانے وفات کی۔

پس ہم نہیں کہہ سکتے کہ ایسی حالت میں جناب عمر صاحب کو اس مسئلہ میں حکم دینے کیونکر جائز و روا ہو سکتے تھے اور نس طرح اپنی سے جورت کا الزام اوٹھایا جاسکتا ہے اور کیا جواب ہے اس کا کہ جن بزرگ کے علم و فہم کی یہ حالت ہو وہ خلافت رسول کے مخز عہدہ کے (کہ جو تاحی مسلیج کے دینی و دنیوی سردار کی ہے) کیونکر مستحق ہو سکتے ہیں۔ غرض کہ اس قسم کے متعدد اشکال حضرات اہل سنت کے اس روایت پر وارد ہوتے ہیں جنکی تفصیل باعث طول ہے اور تا یہ بعض طبعین خارج از مکتب ہی تصور کریں اور نظاہر انہیں اشکال و اعتراضات کے خوف سے ہمارے جناب مولوی شاہ عبدالغفر صاحب نے بلا لیں و پیش کئے اس روایت ہی کو جھوٹا ٹھہرا دیا کیونکہ جب حدیث ہی جھوٹی ہوگی تو اب اسکی بنیاد پر اعتراضات کی بھرمار کیونکر ہوگی اور جناب شاہ صاحب نے اپنا غلبہ اس روایت کی نسبت ظاہر فرمایا کہ یہ ابلیس کی ایجاد کردہ ہے چنانچہ تھخہ انا عشر یہ باب دہم صفحہ ۵۹ میں فرماتے ہیں یہ طعن دہم آنکہ شیعہ در کتب خود روایت کنند کہ ان عمر قضانی الجرماء تفسیر دہم عبارت را بعینہما فرمایا صاحب در حق حضرت امیر نیز روایت کنند معلوم نیست کہ در اصل اختراع کہ ام فرمود است کہ اول عبارت را بر یافتہ و فرقی دیگر آنرا بدست خودہ بکار خود آوردہ و ظن غالب نیست کہ اختراع او ستاد خود و فرقی یعنی

حضرت ابلیس علیہ اللعنة است کہ ہر دو فرقہ از مشاہیر شاگردان او نیند و از یک منبع فیض بردہ شدہ اند، افسوس ہے کہ جناب شاہ صاحب ہمارے زمانہ میں موجود نہیں و اگر نہ ہم آں جناب کی خدمت میں حاضر ہو کر بحال ادب عرض کرتے کہ ہر صاحب کے تفسیرہ جہ میں سو حکم دینے کی روایت کے منبع اور حسیہ خود جناب خلافتا ہوں اور اوج سے آپ کے طرے بڑے مشاہیر روزگار و علما، عالی تبار نے روایت یا ان کی روایت کو نقل فرمایا ہے مثل تیزید بن ہارون ہشام محمد بن سیر بن عمیدہ بن عمرو ابن ابی شیبہ یہ بھی ابن سعد عبد الرزاق ابن لطفن علامہ ابن حجر ملا علی متقی وغیرہ وغیرہ لیس الی روایت کا منبع شیطان کو قرار دینا اور جو لوگ اس کے ناقل ہوں اون کو شاگرد شیطان کہنا آپ سے مقدس نہ ہوگا۔ سے بہت بعید ہے اگر کوئی تیز طبع شیخ آپ کے قول کو سنگردان کر مندرجہ بالا حضرات کی نسبت وہی کلمات استعمال کرے جو آپ نے اس آیت کے ناقلین اور منبع کی نسبت تحریر فرمائے ہیں تو آپ کے ہر مذہب اور خصوصاً آپ کے عقیدہ مندوں کو اس کے جواب میں بڑی وقت لاحق ہوگی۔

یہ امر بھی قابل ذکر ہے کہ ہمارے مخاطب صاحب کے مذہب میں اس درجہ تناقض مسائل راجح ہے جن کی کوئی حد نہیں میرا یہ مطلب نہیں ہے کہ ایک امام کے مقلدین کے مسائل دوسرے امام کے مقلدین سے تناقض کہتے ہیں نہیں بلکہ ایک ہی جماعت کے مسائل باہم تناقض ہیں چونکہ ہم اس مسجٹ کو ہی طول دینا نہیں چاہتے اس لیے صرف حضرات اہل سنت کے ایک عالم جل کی شہادت پر گرفتار نہ علامہ ابن حزم کتاب علی (سفرابع صفحہ ۳۲) میں تحریر کر رہے ہیں۔

واما المالکیون فانہم حوان کافوا اور مالیتہ اگرچہ اس مسئلہ میں راستی کو پہنچے ہیں لیکن ضرور اصحابو اہمنا فقد تناقضوا جہدا۔ (اوصول نے بڑا تناقض کیا ہے۔) اسکے بعد ابن حزم نے اون مسائل کو کسی قدر تفصیل سے لکھا ہے جو مالکیہ کے یہاں تناقض میں یہ اوصی مقام لکھتے ہیں۔

واما احنفیون فمناقضوا اقع تناقض اور احنفیہ نے بھی بہت قبیح تناقض کیا ہے۔ اور یہاں احنفیہ کے بھی کچھ ایسے مسائل لکھے ہیں جو باہم تناقض ہیں ہم نہایت تعجب ہوا ہے کہ جن بزرگ کے تیز بکی کیفیت ہو وہ کیا سمجھ کر شیعوں کی ایسی روایت پر طعن کرتے ہیں جس میں صریح مذکور ہے کہ امام علیہ السلام نے ایک مسئلہ میں جو اب دئے تھے اور جن کے

تاریخ

باہم متناقض ہوئے گا کوئی ثبوت نہیں ہے۔

اب رہا مخاطب صاحب کی دوسرا اعتراض کہ ائمہ علیہم السلام نے اپنے مخلصین شیعیہ میں اختلاف کیوں ڈالا مخلصین سے تنقید کی ضرورت نہ تھی اس کے نسبت ہم نہایت افسوس سے کہتے ہیں کہ اس اعتراض کی بنیاد مآثر عوام الناس کی دہوکا دہی پر ہے اس لئے کہ جو انہوں نے اعتراض کیا ہے اور سنا کافی جواب اہل روایت میں موجود ہے کہ جب زرارہ نے امام علیہ السلام سے عرض کیا کہ آپ نے اپنے دوستوں کو مختلف جواب دئے تو امام علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ اے زرارہ یہی بہتر ہے ہمارے لئے اور باقی رکھنے والا ہے بلکہ اور سکو اور اگر تم سب ایک مذہب میں جمع ہو جاؤ تو سب آدمی تصدیق کر لیں گے کہ تم ہماری گروہ میں ہو تو اس میں ہماری اور تمہاری بقا کم ہو جائے گی۔ اس سے بخوبی واضح ہے کہ امام علیہ السلام نے جو مختلف جواب دئے تھے اس کی وجہ تھی اور یہ کہنا کہ مخلصین سے کچھ خوف نہ تھا جو تھیہ کا احتمال ہو اور بھی زیادہ حرمت فرخیز ہے کیونکہ جو وہ امام علیہ السلام نے اختلاف اجوبہ کی بیان فرمائی انہیں اس شبہ کو بھی حل فرمادیا تھا اس لئے کہ امام علیہ السلام کے ارشاد و کما صاف یہ مشتاق کہ اگر تمہارا شیعہ اس امر میں ایک ہی قول پر متفق ہو جائیں گے تو پہچان لئے جائیں گے کہ یہ لوگ ائمہ کے تابع ہیں اور یہ اون کے ہلاک کا باعث ہو گا۔ اور یہ بہت ہی ٹھیک تھا اس لئے کہ اس زمانہ میں مولیان اہلبیت کے ساتھ خلفاء وقت کے جو بڑے اور کئے وہ دشمن ہیں کسی شخص کی نسبت معلوم ہوتا کہ امام وقت کا یہ ہے اس کے قتل کی کافی وجہ سمجھی جاتی تھی خود امام محمد باقر و امام جعفر وقت اسلام اللہ علیہما کے زمانہ میں جو حکم وقت تھے انہوں نے عموماً اسادات و شیعیان امیر المؤمنین پر جو جو روتے تھے انہیں کیا اون کے بیان کی کوئی قلم طاقت رکھتا ہے اور خود ان دونوں معصومین جو کچھ عقیدان کی گئیں کیا وہ مخفی ہیں ایسی حالت میں ائمہ کا فرض تھا کہ وہ شیعوں کی حفاظت جانتی تدابیر پر غور کرتے ہیں اور جس امر میں ان کی مضرت کا خوف دیکھیں اس سے بچانے کی کوشش فرماتیں نہ کہ خود انہیں تہلکہ میں مبتلا کریں افسوس ہے کہ جناب رسالتا ہا م تو اس قوم کی خدمت فرمائیں جس کے ظلم کے سبب مومن باہر تھیہ ہوں اور ہمارے مخاطب صاحب تھیہ پر عمل کر نیوالوں کو مذہب سمجھیں علامہ جلال الدین سیوطی جامع مدنیہ میں روایت کرتے ہیں۔

دوسرا اعتراض ہے کہ

بسر القوم قوم پیشی المؤمن فیہم کیا بری وہ قوم ہے جس میں مومن راہ تقیہ و کتمان
بالتقیہ و الکتمان (فہم عن ابن مسعود) اختیار کرے روایت کیا ہے اسی دینی نغردوس

جامع صغیر جلد اول ص ۳۳ چاپ مصر الاخبار میں ابن مسعود سے۔
لیکن پھر مخاطب کے ان اعتراضوں سے چنداں تعجب نہیں ہوتا جبکہ ہم دیکھتے ہیں کہ اون کے پیشوا
جناب مولوی حیدر علی صاحب نے ائمہ کے انہیں مختلف جوابوں کو اور بذوریت لینے بعض اصحاب
میں بعض اوقات ظاہری اختلاف ڈالنے کو اون معاصی میں شامل کیا ہے جو قریب بکفر ہیں دیکھو
سنتی الکلام مسلک اول ص ۱۲۹) پھر مخاطب اپنے ایسے مقدس کی تقلید کیونکر کرتے۔
یہ غیبت سمجھا جائے کہ انہوں نے اپنے ان جلیل القدر تکلم کے اقوال کا بعینہ اعادہ نہیں
فرمایا اور اپنے اعتراض کو مجمل ہی رکھا۔ اگرچہ ہم مختصر طور پر اس امر کو ظاہر کر آئے ہیں کہ
ائمہ جو بعض اوقات اپنے صحابہ کو انبیاہ مختلف جواب دیتے تھے (کہ جو نفس الامم میں
حق و صواب ہوتے تھے) وہ بذوریت ہوتے تھے لیکن اس امر پر چونکہ مخاطب صاحب سے
بدرجہ باہر ہے کہ اون کے پیشوا صاحب تہی الکلام نے طعن و تشنیع کی ہے اور اس فعل کو
قریب بکفر قرار دیا ہے اس لئے ضرور ہے کہ ہم انہیں حضرات کے کتب کی رو سے ثابت
کردیں کہ اونہیں اختلاف ائمہ کی نسبت بتلکار و اصرار ایسے ناایمانی نفاظ استعمال کرنا کسی
طرح مناسب نہیں تھا گو اس کے بکثرت دلائل موجود ہیں لیکن کج خیال اختصار یہاں
پر صرف بعض وجوہ پر لکھنا لگتی ہے۔

اول یہ کہ کتب حضرات اہل سنت سے ثابت ہوتا ہے کہ ان حضرات نے اپنے اہل بیت
کے اختلاف کو اپنی امت کے لئے باعث رحمت و نایاب جو یہ نہایت ہی قابل امنوس حالت
ہو اس شخص کی جو اپنے تئیں ان حضرات کا پیرو ظاہر کرے اور بار صاف اسکے جس امر کو
آنحضرت محمود و پسندیدہ فرمائیں بلکہ رحمت خدا سے تعبیر کریں او سے مذموم
اور قابل اعتراض سمجھیں علامہ جلال الدین سیوطی نے خزین اللواہب صفحہ ۱ میں یہ بھی ہے
ایک روایت نقل کی ہے جس کے آخری فقرات یہ ہیں ان اصحابی بمنزلۃ النجوم و السماء
فایاخذتم بہ اھتدیتہم و اختلاف اصحابی لکم رحمۃ و یوجر علیہ سیدی بہ

یعنی ضروری ہے اصحاب مثل ستاروں کے ہیں پس ان میں جس کو سیکو تم اختیار کر لو گے ہدایت پاؤ گے اور میرے اصحاب کا اختلاف تمہارے لئے رحمت ہے۔

اس روایت میں آنحضرت نے اپنے اصحاب کو ستاروں سے تشبیہ دیکر اول سے مسائل وغیرہ حاصل کرنے کو باعث ہدایت اور انوں کے اختلاف کو رحمت فرمایا ہے اور یہ امر واضح ہے کہ اس روایت میں اصحاب سے مراد اہل بیت اطہار ۴ ہیں اس لئے کہ اول تو اس روایت میں اہل اصحاب ہیں پس اصحاب سے یہ کہنا کہ میرے اصحاب بمنزلہ ستاروں کے ہیں پس تم

میں سے جو کوئی اون میں سے کسی کو اختیار کرے گا ہدایت پائے گا اور میرے اصحاب کا اختلاف تمہارے لئے رحمت ہے اور پھر مراد اس سے وہی اصحاب ہوں جو مخاطب ہیں بالکل خلاف عقل ہے اور بلا کسی ضرورت تمہارے کوئی شخص ہرگز ایسا کلام نہیں کر سکتا۔ اگر اصحاب سے مسائل حاصل کرنا بنا براس طور کے ارشاد کے باعث ہدایت ہو سکتا ہے تو غیر اصحاب کیلئے اور ان کا اختلاف باعث رحمت ہو سکتا ہے تو دیگر لوگوں کے لئے پس اگر آنحضرت کو یہ نصیحت ارشاد فرمانا ہوتا تو یوں فرماتے کہ میرے اصحاب سے جس کو سیکو کوئی اختیار کرے گا وہ ہدایت پائے گا

اور میرے اصحاب کا اختلاف لوگوں کے لئے باعث رحمت ہے یا اس قسم کا کوئی کلام فرماتے لیکن اصحاب سے مخاطب ہو کر فرمانا کہ میرے اصحاب بمنزلہ ستاروں کے ہیں تم لوگ اون میں سے جس کو سیکو اختیار کرو گے ہدایت پاؤ گے اور میرے اصحاب کا اختلاف تمہارے لئے رحمت ہے ایک روشن فیض اس کا ہے کہ اس ہدایت میں اصحاب سے مراد یہ اصحاب نہیں ہو سکے جو مخاطب ہیں بلکہ ان سے وہ ذات مقدسہ مراد ہیں جن سے اصحاب اور ضمناً جمیع امت کو مسائل اخذ کرنا

حکم فرمایا ہے اور اصحاب دیگر امت کے لئے اون کے اختلاف کو رحمت قرار دیا اور وہ بجز اہل بیت اطہار ۴ کے کوئی نہیں ہو سکتا اور صحیح اصحاب کا تہاب میں اس قسم کے بکثرت اختلاف واقع ہوئے ہیں کہ جو ہرگز رحمت نہیں بنا سکتے کیا کوئی دیندار مسلمان اس اختلاف کو رحمت کہہ سکتا ہے جو آنحضرت کے مرض میں نبی صہاب میں واقع ہوا اور جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ آنحضرت ایسی تخریر سے باز رکھے گئے جس کی تخریر کو آنحضرت نے باعث ہدایت امت فرمایا تھا اور جس اختلاف کی بدولت اصحاب رسول سے برکت ہی سلب ہو گئی (جیسا کہ آئندہ مذکور ہو گا) اور کیا

اور اختلاف بھی ہے تبصر کیا جاسکتا ہے جسکے سببے جناب سیدۃ النساء فاطمہ الزہرا صلوات اللہ علیہا
 باغ فدک سے محروم کی گئیں اور خلیفہ ابو بکر صاحب نے اور معصومہ کو ایسا نہ تیناں کیا کہ تا وقت
 اپنی اوس منصفہ نے خلیفہ صاحب سے بات بھی نہ کی (بیچ بخاری غزذہ ص ۶۹) اور آن حضرت
 کے اس ارشاد کا کچھ بھی خیال نہ کیا گیا کہ جو ناظم کو خبر معلوم ہوتا ہے وہ صحیحہ برامت ہے ہوتا ہے
 (بخاری ص ۸۶) اور یہ حقیقتی کے اس ارشاد کی پر واکہ گئی کہ از الذین یوردون الحد ورسولہ
 لہنم العدیۃ فی ینہ انما اخرۃ۔ اس معنی کو ہوا اس خیال سے کہ کبھی طول دینہ نہیں چاہتے کہ خود
 آکاہر المسکت نے اس کو تسلیم لیا ہے کہ اصحاب کے جہگڑے اور رالت کرنے میں نہ بولیں صحابہ
 راہ حق سے نہ ہو، بلکہ فسق کی حد تک پہنچ گئے تھے (انقرہ اشرفیہ نمبر جلد ۱ ص ۶ طبع تالیف
 میں اس زعم کے اختلافات کہ ہرگز کوئی عقلمند شخص رحمت سے نہیں تہیہ کر سکتا اس بات پر
 کہ اگر آنحضرت سے ایسے اصحاب کے اختلافات کو رحمت سے تبصر فرمایا جو مراد اوس
 اہل بیت دہا رہی ہو سکتے ہیں کہ جن کا اختلاف درصفت اختلاف نہیں ہے اور جو کبھی نظر
 مختلف جواب فرماتے ہیں تو اول تو اوسکے لئے محال صحیح ہوتے ہیں کہ جن سے واضح ہو جاتا
 ہے کہ نفس الامری میں یہ امور مختلف و متناقض نہیں ہیں وہ سب سے اختلاف ضرورت تہیہ ہوتا
 ہے پس درحقیقت اگر کوئی اختلاف رحمت ہو سکتا ہے تو وہ انہیں حضرات کا اس رسم کا
 اختلاف ہی نہیں ہے اگر حضرات اہل سنت اس روایت میں اصحاب سے مراد اصحاب
 رسول ہیں گے تو اون کے مذہب کے مستون ایسے مترزل ہو جائیں گے کہ جبکا اصلاح پذیر
 ہونا دستور ہو گا اسلئے کہ اس حالت میں روایت کا یہی مطلب ہو گا کہ جو شخص جس صحابی
 رسول کی پیروی کرے گا ہدایت پائے گا اس صورت میں حضرات اہل سنت کو شیعوں
 کے ہدایت یافتہ ہونے کا اقرار کرنا پڑے گا کیونکہ بہت سے صحابی رسول ایسے ہیں جن شیعہ
 کے اکثر خیالات و عقائد میں متفق ہیں دیکھو حسب اعراف حضرت امیر المومنین ابن عباس
 حضرت شیخین کو کاذب غادر خائن آثم جانتے تھے پس اگر شیعہ بھی ان دو جلیل القدر
 صحابیوں کی رائے کی پیروی و اقتدا کریں تو حضرات اہل سنت کو برا نہ ماننا چاہے بلکہ

شیخو کو اس رائے میں ہدایت یافتہ سمجھنا چاہئے اسے طرح کتب اہل سنت سے (مثلاً استیعاب صفحہ ۷۶ قلمیہ وغیرہ) ثابت ہوتا ہو کہ سعد بن عبادہ ابو بکر کی امامت کو قطعاً صحیح نہیں سمجھتے تھے اور عمر کے دم تک انہوں نے ابو بکر صاحب سے بیعت نہیں کی لیس لازم ہے کہ حضرات اہل سنت نے یہ خیال فرمایا کہ شیعہ جو ابو بکر صاحب کو امامت کا مستحق نہیں سمجھتے ہیں اس میں سعد بن عبادہ جیسے جلیل المرتب صحابی کا اقتدار کرتے ہیں اور بسبب اس اقتدار کے ہدایت میں ہیں اس طرح کتب حضرات اہل سنت سے ثابت ہو کہ بی بی عائشہ جو صرف صحابہ معظمہ ہی نہیں بلکہ مجتہدہ بھی تھیں حضرت عثمان غنی کو فرماتی تھیں اقلو لعلنا فقد کفر بس اگر شیعہ کبھی ایسی صحابہ محترمہ کی اقتدار سے حضرت خلیفہ ثالث کو وہی کہیں جو وہ معظمہ فرماتی تھیں تو حضرات اہل سنت کو کو ہی وجہ اعتراض نہیں اور دیکھئے کتب حضرات اہل سنت سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہو کہ بعض صحابی رافضی ہی نہیں بلکہ غلامہ روافض سے تھے پس اتوا انسان اسکا مقتضی ہے کہ حضرات اہل سنت بے چارے رافضیوں کے لئے بلکہ ان کے لئے بھی جو غلامہ روافض سے ہیں ایک ذبیقہ اس مضمون کا لکھدیں کہ تم لوگ جو کہ ایک صحابی کے مقتدی ہو اسلئے تم سب راہ راست یر اور ہدایت یافتہ ہو، بہر حال اس مختصر بیان سے یہ ظاہر ہو گیا کہ حضرات اہل سنت اگر حبث بنجوم میں اصحاب سے مراد محض اصحاب ائختفات علیہ السلام تھے تو ان کے مذہب کی رد اور تنہدم ہو جائیگی بس انہیں بغیر اس کے چارہ نہیں ہے کہ اس امر سے دست برداری اور تخاصم کریں کہ حدیث بنجوم میں صحابہ مراد ہیں اور جو وقت کہ صحابہ اس سے خارج ہو گئے تو حضرات اہل سنت ہی فرمایا کہ بیضا بیت کرام کے اور کون اس حدیث مراد ہو سکتا ہو اب آخری دلیل اسکی کہ حدیث بنجوم میں اصحاب سے مراد انہ اہل بیت ہیں یہ ہے کہ خود بعض اکابر علماء اہل سنت نے اس کا اعتراف فرمایا ہے جیہ خیر ملک العلماء شہاب الدین دولت آبادی کتاب ہدایت السعائیں فرماتے ہیں "و چون زمانہ آخر آید ما مذہب تار شو و ظہر التفساد فی الہدایہ و البحر فساد القلوب علی قدر فساد الزمان"

عنه ثم یفسدوا الذہب و در آن وقت کہ ما کتاب ولایت علی الخروب کہ مذہبہما لیکان لایہ
 لہ دیکہ لسان العیون حلبی بحوالہ صوم سفہ ۷۹ مطبوع بصرہ ۱۳۰۵ عا در بن قیصرہ نورس نے ابو الطغیہ کو جو صحابی ہے ان تھے
 غلامہ روافض کی نسبت میں مذہب یا ہے دیکھا کہ شعاع میں مطبوعہ اردن

کہ خلفاء اعلیٰ، ولی اند اذن اجازت بانی و پانیندہ باشند و باجمہ ہم
 پہنندن باہم اقتدایم بہتیم چون مصطفیٰ، مانند آفتاب و علی مانند
 ماہتاب و خلفہ گان اعلیٰ ولی مثل ستارگان
 اند باوجود آفتاب ہمہ شکرند، و باوجود ماہ ستارگان
 نہ شمرند۔

ہدایۃ السعدایۃ ہدایۃ اربوعہ جلدوہ اولی ص، ۵، نسخہ قلمیہ

پس اینہ ظاہر ہو گیا کہ ائمہ علیہم السلام نے جو مختلف جواب دئے یا اپنے اصحاب میں اختلاف
 ڈالا یا ایک امام نے دوسرے کے مخالف حکم فرمایا وہ بنا بر اصول اہل تشیع کے تو کسی
 طرح قابل اعتراض ہو ہی نہیں سکتا اسلئے کہ اون کے روایات میں جہاں اس اختلاف
 کا ذکر ہے وہاں اس کی وجہ موجب بھی موجود ہے لیکن بنا بر اصول اہل تسنن کے
 بھی کسی طرح قابل اعتراض نہیں ہو سکتا اسلئے کہ یہ امر واضح ہو گیا کہ ان حضرات نے
 اپنے اہلیت کے اختلاف کو باعث رحمت قرار دیا ہے اور چونکہ علماء اہل سنت
 کو بھی اس کا اعتراف ہے کہ ائمہ علیہم السلام میں سے جو ایک کا قول ہے وہی سب کا ہے
 اور آپس میں کسی سئلہ میں اختلاف نہیں ہے اور یہی شیعوں کا بھی عقیدہ ہے (پس
 حضرات اہل سنت کو بھی تسلیم کئے بغیر چارہ نہیں ہے کہ اگر ائمہ میں کسی سئلہ میں نظر کیجئے
 اختلاف ہو ہے تو اسکی وجہ بجز تعلقہ کے اور کچھ نہیں ہو سکتی دوسرے یہ کہ علمائے
 اہل سنت کے نزدیک اختلاف مذہب ایک نعمت عظمیٰ اور خرابی سالت مآب کی
 بڑی جلالت قدر کا موجب ہے چنانچہ علامہ جلال الدین سیوطی جزیل المواہب ص نے
 اختلاف المذاہب میں فرماتے ہیں۔

اعلم ان اختلاف المذاہب فی
 هذه الملة و نعمة کثیرة و فضیلة
 عظیمة و لہ من لطیف ادبکہ العالمون
 اکاہ ہو کہ اختلاف مذاہب ملت محمدی میں
 بڑی نعمت اور فضیلت عظیم ہے اور اس کا
 ایک بار ایک سجیدہ ہو کہ جسے عالموں نے

۱۔ در اسات اللیب صفحہ ۳۳۹ و ۲۲۹ ص جزیل المواہب صفحہ ۱۲۱ سبب الاختلاف
 تالیف مولوی ولی اللہ صاحب دہلوی نسخہ قلمیہ صفحہ ۱۲۱

وعم عن صحابہ کبارہم اهلون اور بیانت کیا ہے اور جاہل اوس سے تا بیانیہ جو ہیں نیز اسی رسالہ میں اختلاف کی روایت بھی لکھتے ہیں۔

وفذلك توسعة زائدة لها وفتحاً عظیمۃ بقدر البنی علیہ وسلم فی الامراض حکام متنوعۃ یحکموا کل منها وینفذ ویصوب قائمہ ویدوجہ۔ اس اختلاف میں شریعت کیلئے زیادہ وسعت اور سہولت عظیمۃ بقدر البنی علیہ وسلم ایک امر میں احکام مختلفہ ہیں کہ ہر ایک کے ساتھ حکم کیا جاتا ہے اور ہر ایک نفاذ پذیر ہوتا ہے اور اوس کے اقبال کی تصویب کی جاتی ہے اور لو سو اور دیا جاگا

چونکہ اختلاف، اس نعمت عظمیٰ اور سبب بزرگی قدر شریفہ وغیرہ ہے تو کیا وجہ ہے جو لوگوں کو نیز اعتراض کیا جاتا ہے جو اس اختلاف کے سبب ہو کر حصول نعمت عظمیٰ اور بزرگی قدر پیغمبر صلوٰۃ اللہ علیہ وآلہ وسلم کے باعث ہوئے۔

تیسرے یہ کہ حضرات اہل سنت کے یہاں کی مشہور حدیث ہے اختلاف اسی رحمتہ ہیں جبکہ عام امت کا اختلاف رحمت ہے تو حضرات اہل سنت کو بنا برابری اس روایت کے فرض کر لینا چاہیے کہ اگر نے جو اپنے صحابہ میں اختلاف ڈالا اوس سے بھی مقصود اس رحمت کا نشر تھا۔

چوتھے کتب اہل سنت سے ثابت ہوتا ہے کہ امام مالک صاحب عماد المسلمانوں کے اختلاف کے باعث ہوئے ہیں اسلئے کہ عیلقہ منصور عباسی نے ان سے درخواست کی تھی کہ اجازت دیجئے تو میں آپ کے کتب کو لکھوں اگر شہر ہن جو اوں اور حکم کر دوں کہ سب لوگ بھرا تکی کتب کے کسی دوسری چیز پر عمل نہ کریں لیکن امام صاحب نے منظور نہ کیا اور کہا کہ مسلمانوں کو کو نہیں مختلف کرنے دیجئے اور بنا بر دو دوسری روایت کے ہاروں مشہور نے امام صاحب سے مشورہ کیا کہ موٹا کو خانہ کعبہ میں لٹکا دیا جائے اور لوگوں کو حکم دیا جائے کہ وہ اس پر عمل کریں تب بھی امام صاحب نے مانا نہیں اگر اختلاف کو کوئی مذموم چیز ہے تو لاشائخو امام مالک صاحب کیوں اسکے باعث ہوئے۔

پانچویں ان سبب پڑھ کر قیامت یہ ہے کہ حضرات اہل سنت کے نزدیک صحابہ کبارہم اهلون میں

اس حدیث کو علامہ جلال الدین سیوطی نے طبعی طور پر مستند ٹھاسا و نقل کیا ہے (کچھ جامع وغیرہ ص ۱۰۱) اور جو کتب میں صحت انصاف اور سبب اختلاف۔

کہ خلفاءِ اعلیٰ، ولی اندازن اجازت بانی و پایندہ باشند و بانجم ہم
 بہت دن باہم اقتدیم بہت تیم چون مصطفیٰ، مانند آفتاب و علی مانند
 ماہتاب و خلیفہ گان اعلیٰ ولی مثل ستارگان
 اند باوجود آفتاب ہمہ شکرند، و باوجود ماہ ستارگان
 نہ شمرند۔

ہدایۃ السعدیہ ہدایۃ اربعہ جلوہ اولیٰ ص ۵، نسخہ قلمیہ

پس یہ ظاہر ہو گیا کہ ائمہ علیہم السلام نے جو مختلف جواب دئے یا اپنے اصحاب میں اختلاف
 ڈالا یا ایک امام نے دوسرے کے مخالف حکم فرمایا وہ بنا بر اصول اہل سنت کے تو کسی
 طرح قابلِ اعتراض ہو ہی نہیں سکتا اسلئے کہ اون کے وایات میں جہاں اس اختلاف
 کا ذکر ہے وہاں اس کی وجہ موجود بھی موجود ہو لیکن بنا بر اصول اہل سنت کے
 یہی سیطرہ قابلِ اعتراض نہیں ہو سکتا اسلئے کہ یہ امر واضح ہو گیا کہ آن حضرت نے
 اپنے اہل بیت کے اختلاف کو باعثِ رحمت قرار دیا ہے اور چونکہ علماء اہل سنت
 کو بھی اس کا اعتراف ہے کہ ائمہ علیہم السلام میں سے جو ایک کا قول ہے وہی سب کا ہے
 اور آپس میں کسی مسئلہ میں اختلاف نہیں ہے (اور یہی شیعوں کا بھی عقیدہ ہے) پس
 حضرات اہل سنت کو بھی تسلیم ہے بغیر حجابہ نہیں ہے کہ اگر ائمہ میں کسی مسئلہ میں اختلاف
 اختلاف ہوا ہے تو اسکی وجہ بجز تقیہ کے اور کچھ نہیں ہو سکتی دوسرے یہ کہ علمائے
 اہل سنت کے نزدیک اختلاف مذہب ایک نعمتِ عظمیٰ اور خزانِ مسالمت و اہم کی
 بڑی جلالتِ قدر کا موجب ہے چنانچہ علامہ جلال الدین سیوطی خزینۃ المصابہ میں فرماتے ہیں۔

اعلم ان اختلاف المذاهب فی
 ہذا الملة و دعة کبریا و فضیلة
 عظيمة و له سر لطیف ادرکہ العالمون
 اکاہ دل اختلاف مذہب ملت محمدی میں
 بڑی نعمت و فضیلت عظیم ہے اور اس کا
 ایک یہ ہے کہ جسے ہاتھوں نے

۱۔ صحیح الفرائدی۔ باب الاختلاف
 ۲۔ در اسات اللیب صفحہ ۳۶۶ و ۳۶۷ ج ۱
 ۳۔ تالیف موسوی ولی اللہ صاحب واری نسخہ قلمیہ

وعم عن اہل الجاہلون کہ دریافت کیا ہے اور جاہل اوس سے نابینا تو ہیں
نیراسی رسالہ میں اختلاف کی روایت بھی لکھتے ہیں۔

وذلك توسعة زائدة لها وفيها من اختلاف في شريعت كئيل زياده وسعت اور رسول
عظيمة بقدر النبي صلى الله عليه وسلم ان الله صلى الله عليه وسلم في قدرته في عظمي بزرگی ہو کہ
في الامم والحدود المتنوعة يحكموا كل واحد في ما يراه من غير ان يفتوا في ما يراه من غير ان يفتوا
منها وينفذ ويصوب فانه انما جاتا ہوا اور ہر ایک نفاذ پذیر ہوتا ہوا اور اوس کے
اقبال کی تصویب کی جاتی ہوا اور اوس کو دیا جا گیا
وہو جہا۔

چشم اختلاف ہے سب نعمت عظمیٰ اور سب بزرگی قدریہ وغیرہ ہے تو کیا وجہ ہوا جو ان
لوگوں پر اعتراض کیا جاتا ہو جو اس اختلاف مذاہب کے سبب ہو کہ حصول نعمت عظمیٰ اور بزرگی
قدریہ غیر صلوة اللہ علیہ و آلہ وسلم کے باعث ہونے۔

تیسرے یہ کہ حضرات اہل سنت کے یہاں مشہور حدیث ہے اختلاف اسی رحمتہ میں جبکہ عام
امت کا اختلاف رحمت ہے تو حضرات اہل سنت کو بنا برائینی اس روایت کے فرض کر لیا گیا ہے کہ
کہ ائمہ نے جو اپنے اصحاب میں اختلاف ڈالا اوس سے بھی مقصود اس رحمت کا نشر تھا۔

چوتھے کتب اہل سنت سے ثابت ہوتا ہے کہ امام مالک صاحب عماد المسلمانوں کے اختلاف
کے باعث ہوئے ہیں اسلئے کہ غیاثہ منصور عباسی نے ان سے درخواست کی تھی کہ اجازت
دیجئے تو میں آپ کے کتب کو لکھوں اگر شہر میں سچو ادوں اور حکم اردون کہ سبک بخیر آئی
کتب کے کسی دوسری چیز پر عمل نہ کریں لیکن امام صاحب نے منظور نہ کیا اور کہا کہ المسلمانوں
کو نہ نہیں مختلف رہنے دیجئے اور بنا بر دوسری روایت کے ہاروں رشید نے امام حنفی
سے مشورہ کیا کہ موٹا کو خانہ کعبہ میں لٹکا دیا جائے اور لوگوں کو حکم دیا جائے کہ وہ میرے
عمل کریں تب بھی اہل علم صحابہ نے نہ مانا پس اگر اختلاف کوئی مذموم چیز ہے تو لاشائے
لہا مالک صاحب کیوں اسکے باعث ہوئے۔

پانچویں ان سبب طرح قیامت یہ ہے کہ حضرات اہل سنت کے نزدیک اصحاب رسول میں

۱۔ اس حدیث کو علامہ جلال الدین سیوطی نے طے طے مستندتاً ساقی نقل کیا ہے (تذکرہ جامع صحابہ ص ۱۶۹)
۲۔ جزا اللہ علیہم صلوات اللہ علیہم فی سبب الاختلاف۔

جو اختلافات مسائل میں واقع ہوئے اور اس کے باعث خود جناب رسالت مآب علیہ السلام نے
 وسلم تھے اس لئے کہ ان جناب نے اپنے اصحاب سے مسائل میں ہی شافذ بیان فرمائے متنبہ یہ

یہ نہیں فرمایا کہ وضو میں یہ اور واجب ہیں اور یہ سبب وغیر ذلک اس میں ہے۔ اصحاب میں
 اختلاف واقع ہوا کسی نے کسی فعل کو واجب فرمایا اور کسی نے مستحب کسی نے کر کے کسی نے نہ کرنا
 چنانچہ مولوی شاہ و مولانا صاحب رسالہ اخصاف صفحہ ۱۸ میں صاحب اختلاف صحابہ فرماتے ہیں

امام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال
 يتوضأ فيرى الصحابة وضوءه
 فيلخذون به من غير ان يبين ان هذا

لذلك وذلك ادب وكان يصل في رداء
 صلواته فيصلون كما رآه و
 حج فيرى الناس حجه ففعلوا كما فعل و

هذا كان غالب حاله صلى الله عليه وسلم
 واليه يبين ان فرأى الوضوء
 ستة او اربعه

ان عبارت سے صاف ظاہر ہے کہ اصحاب کے اختلاف کے باعث خود ان حضرت ہوئے
 کہ ان سے آداب و سنن کو نہ بیان فرمایا اب فرماتے کہ ان حضرت نے اپنے منجملہ میں کو عباد
 اختلاف میں کیوں ڈالا اور اگر ایقاع اختلاف ائمہ کو جو مذکورہ ہے تھا معاذ اللہ قرب بجز

سبب ہوا یا تو ایقاع اختلاف ان حضرت کے جس کی کوئی وجہ وجہ بھی نہیں بتائی گئی کسی سے
 تو یہ لیا جائے گا افسوس ہے کہ جناب مولوی حیدر علی صاحب اور ان کے متبع صاحب تصحیح اشعری

ائمہ کے ایقاع اختلاف پر اعتراض کرتے وقت یہ نہ خیالی کیا کہ یہ اعتراض کہاں صحیح ہے
 صحیح ہے کہ اسلام میں جو بڑا بھاری اختلاف واقع ہوا جس نے اسلامی ترقی کو سخت ضرر

پہنچا اور تیسرے سو برس سے ترقی ہوئی گئی اور جس نے مسلمانوں کو مختلف فرقوں کو تشکیق
 باعث ایک دوسرے کو جہنمی و کافر کہا ہے وہ مسئلہ خلافت رسول خدا ہے اور اس کی

تعمیر و ترمیم کے لئے جو بڑا بھاری اختلاف واقع ہوا جس نے اسلامی ترقی کو سخت ضرر
 پہنچا اور تیسرے سو برس سے ترقی ہوئی گئی اور جس نے مسلمانوں کو مختلف فرقوں کو تشکیق

باعث ایک دوسرے کو جہنمی و کافر کہا ہے وہ مسئلہ خلافت رسول خدا ہے اور اس کی
 تعمیر و ترمیم کے لئے جو بڑا بھاری اختلاف واقع ہوا جس نے اسلامی ترقی کو سخت ضرر

بابت جو کچھ اختلافات ہوئے ہیں نظر ہر اوستکے باعث حضرت خلیفہ ثانی صاحب ہیں اسلئے
 اور جب ان حضرت نے دم واپس ایک نوشتہ لکھنے کیلئے دو ات و قرطاس طلب کیا تا کہ
 میں تمہیں ایسی سہ لکھ دوں گا جسکے بعد پھر تم کبھی گمراہ نہ ہو گے اوس سے (مصنف از علی اہل سنت)
 حضرت کا مقصود اپنی خلافت کا فیصلہ تھا اور حضرت چاہتے تھے کہ اپنے خلیفہ کا نام لکھ جائے
 تا کہ آنحضرت کے بعد اس باب میں کسی طرح کی نزاع کا موقع نہ باقی رہے لیکن افسوس ہے کہ
 تم صاحب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قرطاس دو دو ات نہ دینے دی جسکے باعث
 ایک اختلاف تو حضرت صبری کے سامنے سے شروع ہو گیا کہ بعض لوگ کہتے تھے کہ رسول
 کو لکھنے دو و بعض صحابہ کے ہمزبان تھے آخر کہ اس درجہ شور و شغب و اختلاف چھایا
 کہ ان حضرت کو سخت ناگوار گذرا اور سب کو اپنے پاس سے یہ کہہ کر اٹھوا دیا کہ میرے
 سامنے تنازع منزاوار نہیں ہے اور یہ اختلاف ایسا تھا جسے اصحاب رسول سے برکت
 کو سلب کر دیا چنانچہ فتح الباری میں مذکور ہے۔

ولما وقع منه والاختلاف اذ وقعت
 منہم البرکۃ فیما یبارک لہا اللغات و مع انقیاد
 اصحابہ فی تصدق قرطاس کے متعلق اختلاف
 واقع ہوا تو اون سے برکت اٹھ گئی۔

اور جبکہ جیسے پھر اختلافات واقع ہوئے اور ہوتے رہتے ہیں وہ ظاہر و عیاں میں پس
 نہایت تعجب کی بات ہے کہ جو بزرگوار ایسے اختلاف عظیم کے باعث ہوئے جسکے سبب
 لکھو کہا آدمی یقینی گمراہ ہو گئے اور ہوتے رہیں گے اوس پر تو نظر عمر اض نجائے اور امام
 علی السلام کے بعض مختلف جوابوں پر جو ضرورت تھی طعن و تشنیع ہوا بالاختصاص
 اسکی بھی سند سن لیجئے کہ ان حضرت کو دم واپس خلافت کا فیصلہ کرنا اور اپنے خلیفہ
 کی تعیین منظور تھی علامہ ابن حجر فتح الباری شرح حدیث قطہ میں لکھتے ہیں
 واختلف المراد بالکتاب فقیل کان
 اراد ان یکتب کتابا ینصف علی الاحکام
 اور اختلاف کیا گیا جو مراد کتاب میں پس کہا گیا کہ
 کہ ان حضرت نے ارادہ کیا تا کہ ایسی کتاب لکھیں
 جس میں احکام پر لفظ کر دیتا کہ اختلاف دور ہو جائے
 اسامی الخلفاء بعدہ حتی لا یقع بینہم
 اور کہا گیا کہ بلکہ ارادہ کیا تا کہ اپنے بعد کے خلفائے

{ اصلاح }

وہ ماہانہ رسالہ ہے جو آٹھ برس سے فقہ و حقہ شیعہ کی نسبت اور نصرت میں جان لڑائے ہے جہاں کوئی اخبار اور رسالہ اس فرقے کا نہ تھا۔ قلم کی اصلاح اور مخالفین کے دغیبہ کا بیڑا اٹھایا اور قلم نے اپنے کل اغراض ملکی و مالی کا بسکوسرورہت اور نگران مان لیا۔

اس دفتر اصلاح نے آج تک جس قدر کتابیں مسلم کلام میں شائع کیں اور جس قدر مخالفوں کا جواب دیا تو ہم میں مشہور ہے۔ دو سال سے اب تنقید بخاری کا سلسلہ جاری ہوا ہلند کے اصح کتب بعد کتاب الباری صحیح البخاری کی شرح اس شرح میں سے کی جاتی ہے کہ صحیح و ایتافی روایتیں الگ ہو جاتی ہیں اور وضعی و غلط روایتیں الگ۔ باوجود ان خوبوں کے قریباً ساڑھے

پہلا حصہ اصلاح جلد سے **تنقید بخاری** شروع ہوا اور نمبر چاہے پر ختم ہوا جو کثرت شوق شائقین دوبارہ یہ حصہ اول چھپوایا گیا ہے جس میں صحیح بخاری کے پہلے باب کی کل حدیثوں پر تفصیلی مگر مختصر نظر کی گئی ہے جس سے ملاحظہ سے قدرت خدا یاد آتی ہو۔ قیمت ۶

اس رسالہ میں کلونخ لینا بدعت **الحجرہ** بتایا گیا ہے۔ قیمت ۱۲

جس میں ہر غلطی کا تصرف **تاریخ الاذان** کہ لاندان بن کھایا گیا ہے

{ اصلاح اسلام }

اس کتاب مستطاب سے کون نہ واقف ہوگا کہ جناب ایدر المؤمنین امام النقیین نظر العیاب و القرب اسد اللغات علی بن ابرہام البعلبکی علیہ السلام خطیب و خطوط اور مختلف حدیثیں جن پر مسلمانوں کی دین و دنیا کی ترقیوں کا دار و مدار ہے جناب سید رضی علیہ الرحمہ نے آئین جمع کی تحصیل قد فرماتے سے متعدد شرحیں اسکی عربی فارسی میں لکھی ہیں مگر با اینہم یہ کتاب کیاب بلکہ نایاب تھی۔

جناب فخر حکما دام ظللہ نے اسکا باحوا و ترجمہ کیا ہے اور بیسوط شرح تحریر فرمائی ہے۔ مگر چونکہ کتاب بہت ضخیم تھی اسلئے یہ تنظیم کیا کہ ہر سال ایک ۱۲ بڑو ۲۲ + ۲۹ قطع پر شائع ہوں ہذا شمار سالانہ مقرر کیا گیا۔ ہر چہ عینہ پر ہر جزو شائع ہوتے ہیں۔ پوری کتاب کی قیمت درجاول۔ درج دوم

جسنے دنیا کو سوادیا کہ اسلام **رسالہ وضو** میں مذہب جن شیعہ ہے

جسکا وضو اور نماز اور کل افعال مطابق کتاب و سنت ہو چالیس حدیثوں سے زیادہ کتب مستندہ اہلسنت سے لکھی گئی ہیں کہ یہی وضو ہو رسول اللہ کا جو شیعوں میں جاری ہے۔ قیمت ۸

حصہ اول جس میں قرآن اور **منظرہ مجددیہ** احادیث رسول اللہ و جناب

وحشیق و اقول عاشقہ و صحابہ تابعین ائمہ مجتہدین و خلفائے اہلسنت بالخصوص معاویہ بن ابی سفیان

ملیح اصلاح کچھ ضلع سارن سے ہاتھ کام سید تقیر حسین علیہ السلام شائع ہوا

پہلے پڑھیں کہ ان کتابوں کی قیمتیں ۱۲

الشمس مجھوہ ضلع سارن

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

نمبر ۱۲ بابت ۵ ماہہ ذیحجہ ۱۳۲۳ھ جلد ۱

عرض ایڈیٹر

(۱) انجمن لیکچر الشمس کا پچھلا سال بخیر و خوبی تمام ہوا اس سے ناظرین بآئین کمین سمجھ سکتے ہیں کہ ایڈیٹر کو کتنی رحمتیں اور کھٹائی طرین کیونکہ انتظامی حالت سے کبھی تسلیح ہی اپنی اصلی حالت پر نہ آیا تھا جو الشمس کی اشاعت وقت میں برپا ہوتی مگر انہما الشمس کا انتظام بہت ٹھیک رہا اور ماہ با ماہ پر جو حاضر ہوتا رہا یہ آہستہ آہستہ کہ بوجہ تشریف بری جناب فقیر الحکما و اہم ملہ جو ارشوال کو قبضہ صحیح بیت اندر روانہ ہوسے اور حقیر بھی لکھنؤ تک ہم کالی میں حاضر ہوا جس سے فی الحقیقہ تاخیر ہوئی اور ہر دو نمبر ۱۱ ایک ساتھ حاضر کرنے پڑے۔

(۲) دوسری خصوصیت الشمس میں یہ بھی ہے کہ چونکہ خاص مناظرہ میں یہ سالہ شائع ہوتا ہوا اسلئے مضامین غیر سے کسی طرح کی امداد نہ ملی بلکہ تمام اس کا بار تحریف کے سر باروں میں بھی مضامین مختلفہ کے ایک حصہ خاص میں تقسیم و تفریق سے متعلق رہا دوسرا حصہ تمام ترجمہ سے تیسرا حصہ صنو الشمس سے جس کو آپ نہایت کھوشی سے علیہ کر سکتے ہیں۔

(۳) ابتدائے اشاعت میں قصہ تہا کہ انجمن و ماہہ ۱۶ صفحہ شائع کیا جائے اسی خیال سے پندرہ سالانہ چندہ مقرر ہوا مگر تحریف کی تحریروں نے مجبور کیا کہ تیسرے ہی جوتھے نمبر سے حجم بڑھا دیا جا اور سبکے ۱۶ صفحہ ۳۶ صفحہ تک کہیں کہیں ۴۴ صفحہ کر دیا گیا اور چندہ میں کسی طرح کا اضافہ نہ کیا گیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ دفتر کو بہت بوجہ نقصان اور ٹھاننا پڑا خصوصاً بوجہ اس کے کہ یہ خیال بہت ۱۳ رجب المرجب سالانہ چندہ نصف ۱۰ کر دیا گیا تھا۔

(۴) نظر بحالت مذکورہ اب مجبور ہوں کہ سال آئندہ یعنی ابتدائے محرم ۱۳۲۴ء سے تقطیع پڑی ۲۰۶۴۲۰ کر جائے اور جو ۴۸ صفحہ سے نقل ہو اور سالانہ چندہ چاکہ دفتر کو نقصان نہ پہنچے (موجودہ ۱۱۱ کی تقطیع کا ۶۲۴ صفحہ ۲۰۶ کی تقطیع کے ۴۸ صفحہ سے برابر ہے)

(۵) لہذا جلد معاہدہ الشمس سے اتنا ہی ہے اس سال کا معاہدہ ۳۰۰ ذیحجہ الحرام کو ختم ہو جائیگا ابتدا و ختم ۱۳۲۳ء سے نیا سال شروع ہوگا دور دومین آنہ (عک) بندہ یعنی اردو رحمت ہو و نہ نہرا جلد ۲۰۰ ذیحجہ و اولو حاضر (۶) چونکہ ان دنوں جناب نورا لیکچر اہم ملہ مشغول ہیں اسلئے انہما اور انہما ہفتہ تک معاہدہ فرمائیں گے لہذا بوجہ پہنچائی بہت سے انکار میں مبتلا ہوں گے کہ کسی چیز لکھی دفتر اصلاح و الشمس کی نگرانی جو اب خطوط ترتیب مضامین وغیرہ لہذا اہل معاہدہ سے ملتے ہیں کہ میری رحمتوں کی تحفہ میں کو شمش فرمائیں۔ نہ چندہ ہر چہ سنی اردو رحمت فرمائیں خطوط میں مضامین ضرور متعلق دفتر پر اختیار کیا جا سبیل زندانہ فرمائیں خواہ وہ متعلق عالم کلام ہوں یا علم فقہ کیونکہ ماہنامہ شریف کو ہی جناب نورا لیکچر اور کتوی میں اور خدمات مفوضہ ہی کا انصرام شکل ہو۔ والسلام

تاریخی انقلاب

جن لوگوں نے تصحیح و ترمیم کے واسطے خط لکھا اور جو اصلاح جلد اول
 ۱۹۰۴ء کے ساتھ شائع ہو چکا ہے اور جو نئی معلوم ہو کہ علماء اہل سنت نے
 اپنی تاریخوں کی تصنیفات میں کس قدر تصرفات کی ہیں اور کس قدر اصل واقعات پر رنگ چڑھایا گیا کہ کوئی مہتمم انسان واقف
 ایسا نہیں ملتا جو اختلافات فاحشہ سے ظاہر ہو جس سے وہ کل واقعات مشتبه ہو گئے۔

تاریخ مخزن جریدہ طبری جسکو اصح التواریخ کا خطاب ملا ایم سے دیا گیا ہے سبب اینہو طول جمع و نیامانی انہو
 کے دست برد متاخرین سے فی الجملہ محض فاحشی اگرچہ خود مولف نے بہت کچھ بدلے ہی سے اسی کارروائی کی تھی جس سے
 اون کے مذہب کی تقویت ہو اور مخالفین میں کبے زیادہ نہ مل سکے مگر چونکہ اب وہ کتاب باہتمام عیسائیوں کے ملک مجرب
 میں چھپ گئی ہے لہذا یہ سامان کیا گیا کہ بذریعہ ترجمہ اس میں انقلاب ڈالا جا۔

چنانچہ لکھنؤ کا گنام اچھا اپنے اس ترجمہ کے تصرفات کی نسبت تحریر کرتا ہے: ”خیال بھی مجھے پیش ہے کہ مصنف
 کے الفاظ کی ہمدردی نہ کی ہے کہ اصل مطالب کے سمجھنے میں ناظرین کو وقت پیش آئے“ ”چھ لکھتا ہے ” اس ترجمہ
 میں میں اس قدر تصرف ضرور کر دیا گیا کہ اسانکو اصل ترجمہ سے حذف کر دیا گیا صرف بسندہ لکھ کر اور زیادہ ہی پر لکھا کر دیا گیا۔“
 پھر لکھتا ہے ”امام ابن جریر طبری کی تاریخ اگرچہ صحت واقعات اور تحقیقات کے اعتبار سے بھی اعلیٰ درجہ کی ہے
 سب سے بڑی خوبی اس میں یہ ہے کہ واقعات کو مع سند بیان کیا ہے لیکن پھر بھی اس قسم کی شاذ و نادر فرود گزرتے
 سے اسکو بالکل بچھنا چاہئے میں امید کرتا ہوں کہ حق جان شانہ کی مدد سے اس قسم کی فرود گزشتہ جرح مقدم پر پوری
 دیاں میں اپنی پوری کوشش سے کام لوں گا۔“

یہ عبارتیں اگرچہ بہت وصیمی اور نرم الفاظ میں لکھی ہیں مگر جتنے اس میں سچ ہیں وہ ایسے نہیں ہیں جنہیں اہل
 فہم سے مخفی ہوں۔ حذف سند سے تو یہ فائدہ ہو گا جس روایت کو چاہیں ضعیف کہ میں یا موضوع یا ہذا
 الفاظ نہ ہونے سے جو مطالب میں رد و بدل ہو گا اس کا حال ناظرین ترجمہ قرآن مجید پر واضح ہے کہ سینہ
 نے کس طرح قرآن کے مطالب کو ضبط کیا ہے اور بحیرت و دہریت کی تقویت کی ہے۔

جب کلام اللہ کی ریت بنا لی گئی ہے جسکے متعدد نسخے مسلمان کے پاس موجود ہیں کہ وہ سبب اینہو جہالت اور
 نادانیت کے لوہے معانی پر ایمان لائے ہیں جو ان لوگوں نے کوئے ہیں اور کوئی اہل قرآن کی طرف رجوع نہیں کرتا
 تو جو تاریخ طبری کے ترجمہ میں کیا گئی اور نفاذ فیہ کیونکہ ممکن ہو گا نہ اہل نسخوں کیلئے جو باوصف مطبوع ہو
 کے کیا ہو گیا یا اب ہے کہ وہ ڈٹائی سو نہ پید کی کسکو مقدرت ہو جو اسکو خریدے نہ اس ترجمہ صاف اور تہرہ کے مقابل میں
 عربی کے صحیح ہو کر کلامانیکہ آخر وہی مسلم ہو جائے گا جو ترجمہ صاحب اپنی پوری کوشش اور بڑی ہوشیاریاں سے لکھ
 جائینگے۔ خیر ہر اپنے مخالف متبذروں سے ہیں کہ ذرا بچکر رہ کر ہر گز نہ ہم اونکی طبعی کو ہر غصہ پہنچا کر ہر گز

اتمام حجت

(سلسلہ کیلئے ملاحظہ ہو اشمس منبر لا صفحہ ۶۶)

شئ قلت نعم قال ابن عمر ان رسول الله
 صلى الله عليه وسلم نص عليه قلت نعم
 ان زيد له سالت ابى عماد عيه فقال صد
 فقال عمر لقد كان من رسول الله و
 الله فامس لا خبراد من قول لا يثبت حجة
 لا يقطع عند راولقد كان يذيع فامس
 وقام اولقد اراد في مرضه ان يصرح
 باسمه فممنعت من ذلك اشفاقا وحيلة
 على الاسلام لا ورب هذه النبوة كجميع
 عليه خير ابد ولو وليها انتقضت عليه
 العرب من اقطارها فعلم رسول الله
 الله اذ علمت ما لنفسه فامسك ولبى
 الله الامضاء مراحم

حالت میں چھوڑا تھا کہ فلان شخص کے خرموں کے
 درختوں کو یا بی دیتے اور تلاوت قرآن کرتے تھے عمر
 صاحب نے کہا کہ تم پر وما بدن لازم ہوں اگر تم اسے
 چھوڑو (یعنی جسے میں دریافت کرتا ہوں) کیا اب بھی
 اون کے دل میں خلافت کی نسبت کچھ باقی ہے میں نے کہا
 ہاں کہا کیا وہ زلم کرتے ہیں کہ آں حضرت نے اون پر
 نص کر دی ہے میں نے کہا ہاں اور اس سے زیادہ میں
 آپ کہوں کہ میں اپنے والد کو علی رضی کعبہ دعا (نصر کرنا)
 کی نسبت پوچھا تھا تو اونہوں نے بھی علی رضی
 کی تصدیق کی پھر عمر صاحب نے کہا کہ رسول اللہ کا
 اون کی نسبت قول تھا جو حجت اور قاطع غزنین
 پر اور ضرور آنحضرت ص علی کے باب میں کبھی گواہ
 ہو جاتے تھے اور آں حضرت ص نے ضرور اپنے من

میں ارادہ کیا تھا کہ علی کے نام کی تصدیق کر دیں پس میں نے اس سے منع کیا شفقت اور حفظ
 اسلام کی نظر سے قریب ہوا اس کعبہ کے پروردگاری کہ علی پر قریش کبھی متجمع نہ ہوں گے اور اگر
 اس خلافت کے والی کے بجائے تو عرب لوگ اپنے اطراف و جہان سے اون پر ٹوٹ پڑتے پس
 آنحضرت میری ضمانت سے مجھ گئے کہ میں آنحضرت کی دل کی بات کو جان گیا ہوں (یعنی علی نے نام لینے کہا)
 پس آنحضرت اپنے ارادہ سے باز رہو اور انکار کیا قصا نے مگر اس چیز کے جاری کرنے کا جو حقی ہے
 اب میں مخاطب صاحب کی عبارت کی حقیقت کھوتا ہوں اور ظاہر کرتا ہوں کہ ایک مختصر سی
 عبارت میں مخاطب صاحب نے کتنے اخطا کئے ہیں اور کس درجہ تعصب کو دخل دیا ہے قول

علماء شیعہ کو یہ بھی خوف درپیش ہے الخ۔ قولنا مخاطب صاحب اپنے دل سے روایات کے ایسے مطلب نکالتے ہیں جو اون روایات سے مناسبت ہی نہیں کہتے اور پھر اسپر حاشیہ چڑھاتے ہیں کہ علماء شیعہ کو خوف ہے اور یہ روایت بھید ہے وغیرہ وغیرہ مخاطب صاحب نے جو روایت نقل کی جو اوس سے ہرگز یہ نہیں ثابت ہوتا کہ معاذ اللہ کہہ کر ام خود ایک بات پر قائم نہ ہو گیا۔ کہہ لیتے ہیں ایک ایسے سوال کا جسکی متعدد حیثیتیں ہوں بلجا تا اوسکے حیثیات کے متعدد طور سے جواب دینا سب کے کثرت علم پر دلالت کرتا ہے نہ یہ کہ وہ ایک بات پر قائم نہیں یہ لزوم معلوم نہیں مخاطب صاحب نے کہاں سے نکالا ہے اگر جو ما ایک سوال کے مختلف جواب دینے سے یہ لازم آتا ہے کہ محجب ایک بات پر قائم نہیں تو مخاطب صاحب کو بنا بر روایت سنن ابی داؤد (جس میں مذکور ہے کہ آن حضرت سے ایک شخص نے روزہ دار کیلئے مباشرت کر نیکو پوچھا تو آپ نے منع فرمایا اور دوسرے نے پوچھا تو آپ نے اجازت دی) ماننا پڑے گا کہ آن حضرت معاذ اللہ ایک بات پر قائم نہ تھے اور بنا بر روایت امیر المؤمنین نے احدث یعنی واقفی صاحب تو اور بھی ایسے خیال کے مخالف صاحب کی تقویت ہوگی کہ جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ آن حضرت نے ایک امر کی نسبت پہلے ایک بات فرمائی پھر اوسکی خود ہی نفی کر کے دوسری بات کہی جو پہلے کے مخالف تھی پھر اوسکی بھی نفی کر کے ایک تیسری بات کہی جو سابق کی دونوں باتوں کے خلاف تھی اب اصل حقیقت ہم سے سنئے کہ یہ مخصوص صاحب اب اہل سنن سے ہے کہ وہ ائمہ کے اقوال کو قابل حجت نہیں سمجھتے اور معاذ اللہ اون کے اقوال میں تناقض ثابت کرتے ہیں جس سے مقصود ظالم بن ان حضرات کی دروغ گوئی ظاہر کرنا ہے پس امر مخاطب صاحب کے ہم مذہب حضرات ہی کو مبارک ہے اہل شیعہ کے نزدیک اہل بیت اطہار اور ائمہ والا تبار ایسے امور کے گھسی سخی نہیں ہو سکتے۔ دیکھو ابن سعد جو حضرات اہل سنت کے بڑے مشاہیر اور علمائے مستندین سے ہیں امام جعفر صادق سلام اللہ علیہ کی نسبت ارشاد فرماتے ہیں۔

کابک شیر الحدیث ولا یحییٰ حضرت کثیر الحدیث تھے (بہت روایت کرتے تھے) اور وہی تضعیف مسئلہ سمعت ہذا۔ اون سے احتجاج نہیں کیا جاتا ہے اور ضعف اسوجھے الاحادیث من ایہا قال نعم و سئل قال نعم و سئل قال نعم (یعنی اوہی روایت قابل قبول نہیں ہوتی) فقال تا و جدتھا فی کتبہ (تذیب التہذیب) ایک مرتبہ ان سے پوچھا گیا کہ کیا ہے ان حدیثوں کو اپنے

ابن حجر ترجمہ امام جعفر صادق علیہ السلام) کہ والد سے سنا ہے تو کہا ماں کو بھی مرتبہ پوچھا تو جواب دیا کہ میں نے صرف اسے اونکی کتب میں ان حدیثوں کو دیکھا تھا یعنی سنا تھا۔

اس عبارت سے صاف ظاہر ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام علاوہ غیر قابل احتجاج اور ضعیف فی الروایۃ ہونی کے معاذ المدراست گفتار بھی نہ تھے کہ کبھی ایک بات کا اقرار کرتے اور کبھی اوس سے انکار اب اس کا فیصلہ ہم اہل انصاف ہی پر چھوڑتے ہیں کہ آیا یہ امور امام علیہ السلام کی طرف منسوب کرنا قابل اعتراض ہیں یا جو روایت کافی کا مفہوم ہو۔

قولہ تو عوام کو سخت حیرانی ہوگی الخ۔ قولنا معلوم نہیں علم کو حیرانی کس بات سے ہوگی اگر عوام کو یہ معلوم ہو کہ ہمارے کسی امام نے کسی سوال کے مختلف جواب دئے کہ ہر ایک کو میں ایک حقیقت سے صحیح تھا تو ان کے لئے باعث تقویت وازدیاد عقیدت ہوگا نہ کہ موجب حیرانی خاص کر جب وہ یہ بھی دیکھیں گے کہ امام علیہ السلام نے ان مختلف جوابوں کی وجہ بھی ارشاد فرمادئے تھے کہ میں نے یہ مختلف جواب اپنے پیروں کی حفاظت جان کے لئے دئے ہیں علاوہ اس کے

ائمہ علیہم السلام نے اختلاف حدیث کے لئے کثرت قواعد و ضوابط بھی مقرر فرمادئے ہیں کہ ہر کسے سب سے کوئی دقت و پریشانی اختلاف اقوال کے سبب ہو ہی نہیں سکتی اور نہ کوئی شک و شبہ خطور کر سکتا ہے اور یہ قواعد بھی اسی اصول کافی میں مذکور ہیں اور اسی باب میں جس سے مخاطب صاحب نے یہ روایت نقل فرمائی ہے اسکے بعد مخاطب صاحب نے کافی سے روایت نقل کی ہے اور روایت میں ہے ایک پورا جملہ نثار ہے لیکن ہم اس قسم کے تغیر کو مخاطب صاحب کی طرف منسوب کرنا ضروری نہیں سمجھتے ہیں

ممكن ہے کہ کاتب کی غلطی ہو نقل روایت کے بعد مخاطب صاحب نے یہ شعر تحریر فرمایا ہے۔

ایک سوال اور سیکڑون اون کے جواب ہم سے کچھ غیروں سے کچھ درباں سے کچھ
اس شعر میں مخاطب صاحب نے ائمہ کرام کو اوس شاہد سے تشبیہ دی ہے جو سبب اپنی تلون مزاجی کے اپنے عاشق سے کچھ کہے اغیار و قبیوں سے کچھ اور درباں سے کچھ اور یہ تشبیہ دو حال سے ظالی نہیں یا تو مخاطب صاحب نفس الامریں ائمہ کو ایسے ناشائستہ کلمات سے یاد کرنے میں کچھ باک نہ رکھتے اور معاذ اللہ ان ذوات مقدسہ کو ایسے الفاظ سے یاد کئے جانے کا مستحق سمجھتے ہیں۔

مخاطب صاحب بظاہر اس سے بہت کچھ تماشائی کرینگے اور فرمائیں گے کہ میں نے بنا بر روایت اہل تشیع

کے ایسا اظہار ہو لیکن اونکے علماء کے ارشاد اس صورت میں بھی انھیں ایسے کلمات کے سزاوار بنانا
 ہیں کہ جن میں صراحتی طرف سے مخاطب صاحب کی شان میں استعمال نہیں کر سکتے علامہ حلی طالب تراز نے
 کتاب بھیج الحق میں ایک مقام پر تحریر فرمایا ہے کہ جسکا خلاصہ یہ ہے
 ”اشاعہ کا درباب حسن ترویج اشیاء جو عقیدہ ہو اسکے بنا پر لازم آتا ہے کہ وہ ایسے نبی کی اہمیت
 کو جا بجا نہیں جو موصوف برزائل و افعال و احوال الخستہ ہو۔“
 علامہ کے اس ارشاد پر جناب فضل بن روز بہان صاحب کو بڑا ہی غمناک و غضب آیا ہے چنانچہ کتاب
 ابطال الباطل میں اس ارشاد کے نسبت تحریر فرماتے ہیں۔

نعوذ باللہ من هذا الخرافات و ہم پناہ مانگتے ہیں خدا سے ان خرافات و ہذیان سے
 الہدیانات و ذکر هذا الفواحش اور ان فحش الفاظ کے ذکر کرنے سے انبیاء کے ذکر کے
 عند ذکر الانبیاء و الذخول فی زمراۃ ساتھ اور داخل ہونے سے اون لوگوں کے جو کہ میں
 الذین یحبون ان تسمی الفاحشۃ فی جو اس امر کو دوست رکھتے ہیں کہ اون لوگوں میں فحش
 الذین امنوا اللہ عذاب شدید فی کثرتہ ہو جو کہ ایمان لائے ہیں اس لئے کہ کئے دنیاء
 الدنیا و الاخرۃ و کف بلساء الادب آخرت میں شدید عذاب ہو اور سوار دلی کئے یہ کافی
 ان ینذکر عند ذکر الانبیاء امثال هذا ہو کہ انبیاء کے ذکر کے ساتھ اس قسم کے یہودہ کلمات
 الترتبات ذکر کئے جائیں۔

افسوس ہے کہ اس زمانہ میں جناب ابن روز بہان موجود نہیں و نہ ہم اون سے اپنے محترم
 مخاطب صاحب کے یہ الفاظ لکھ کر ضرور استفسار لیتے اور ہمیں امید ہے کہ اگر وہ قومی پاس کو دخل
 ندیتے تو بہ نسبت اون کلمات کے جو علامہ کی نسبت تحریر کئے ہیں کہیں زیادہ ہمارے مخاطب صاحب
 کے حق میں رقم فرماتے۔ قول اگر عوام ان اسرار پر مطلع ہو جائیں تو قول مخاطب
 صاحب کبھی اس روایت کو سمجھ دیتا ہے ہیں کبھی اسرار سے یاد کرتے ہیں لیکن یہ تمام دعویٰ سے
 بالکل بے دلیل ہیں اگر اس قسم کے روایات اسرار اور راز ہوتے تو علماء و انھیں نقل ہی کیوں
 کرتے اور پھر ایسی کتب میں کیوں درج کرتے جو علماء و عوامی کے ہاتھ تک پہنچ سکتی ہیں جناب
 مخاطب صاحب راز و اسرار کی باتیں تو وہ ہیں جنہیں آپ نے بیک موزعین تک عوام کے خیال سے

اپنے کتب میں نہیں لکھتے ہیں اور سچید وہ ہیں جن کے ذکر تک کو آپ کے علماء حرام بتاتے ہیں اور جو کچھ
بجمل حال انصار الشریعہ نمبر جلد میں مذکور ہو چکا ہو۔ قولہ حالانکہ مخلصین سے ہے کہ خوف
بھی نہ تھا الخ قولنا اگر مخلصین سے خوف نہ تھا تو ان اشعار سے تو تھا جو ان مخلصین
خون کے پیاتے تھے جیسا کہ خود اس روایت میں مذکور ہو اور چونکہ حفظ جان کیلئے علماء
اہل سنت بھی تبصریح صریح تقیہ کے قایل ہیں پس احتمال کیسا تقیہ کا قطعی طر سے محل تھا۔ قولہ
اس روایت سے یہ معلوم ہو الخ قولنا ہم بخوبی ثابت کر چکے کہ ائمہ کے اشیاع اختلاف کی
نسبت حضرات اہل سنت اپنے اصول کے رو سے بھی اعتراض نہیں کر سکتے اور ان لوگوں کے
اقوال کو قابل اعتراض نہیں سمجھا جاسکتا جو اپنے مذہب کے کتب ہی نہ واقف ہوں یا جان لو جو ہر
سکابر و عوام فری کریں قولہ دو مختلف قولوں میں ایک حق ہو گا اور ایک حق قولنا ہم با
دو مختلف قولوں کی نسبت یہ کہنا کہ ایک حق ہو دو سراسر ناحق کیسی طرح بھی درست نہیں ورنہ ماننا پڑے گا
کہ مفسرین و شراح احادیث اہل سنت جو اکثر آیات و احادیث کے متعدد مطالبہ مضمرات بیان
قراتے ہیں کہ جو ایک دوسرے سے مختلف ہوتے ہیں ان میں ایک حق ہو باقی باطل مانا اگر وہ
اختلاف متناقض و تباہین کلی کی حد تک پہنچ جائے تو البتہ اس کی نسبت ایسا کہنا ایک حالت میں
درست بھی ہو سکتا ہے لیکن امام علیہ السلام نے جو مختلف جواب دئے اس کی نسبت یہ ثابت نہیں کیا گیا
کہ وہ متناقض تھے بلکہ اسکے بخلاف ہم دلائل لکھے ہیں اور چونکہ روایت میں صاف طور سے مذکور
ہو کہ امام علیہ السلام نے تقیہ کے سبب سے مختلف جواب دئے تھے پس اگر یہ فرض کر لیا جائے
کہ وہ جواب باہم متناقض تھے تب بھی ان کی نسبت یہ نہیں کہا جاسکتا کہ یہ اثر یعنی ایسے جواب دینا
خلاف حق تھا۔ اس لئے کہ تقیہ حکم خدا ہے پس نہ تقیہ کے جواب ہو گا اور یہ سے خلاف حق اور باطل
نہیں کہہ سکتے اور نہ اس شخص پر جو تقیہ سے کوئی اور بڑے کی طرح عملی ذمہ جانب شارع سے متوجہ ہو سکتی
ہو دیکھو جب عار یا سر صحابی رسول کو مشرکین قریش نے کافر کہنے پر مجبور کیا اور عمار نے خوف و تقیہ کفار
کے خواہش کے موافق عمل کیا تو ان حضرات صلی اللہ وآلہ وسلم سے کہا گیا کہ عمار کافر ہو گئے اس پر

۱۔ تفسیر تفسیر آیہ لا یتخذ المؤمنون الکفارین اولیاء انما من سطرہ الخ لکن الفاسر التقیہ جائزہ لیسوا بنفسہم بل ہی جائزہ لیسوا
الملائک علی ان یکلم فیہا بالحوار تقیہ کی یہ جملہ دوم صفحہ ۷۷

آنحضرتؐ نے فرمایا کہ حاشا عمار تو از گوش تا قدم ایمان سے پر ہے اور اوس کے گوشت و خون میں ایمان مخلوط ہے گیا بعد از ان آنحضرتؐ کی خدمت میں عمار حاضر کئے گئے ایسی حالت سے کہ روتے جاتے تھے یہ دیکھ کر آنحضرتؐ ہم نفس نفیس عمار کی آنکھیں بوجھنے لگے اور فرمایا کہ یہ تمہیں کیا ہے اگر کھار پھر تمہیں مجبور کریں تو تم بھرو ہی کہنا جو پیشتر کہا تھا قاضی بینا و سی یہ حکایت لکھ کر پڑھ سرتے ہیں وہود دلیل علی جواز التکلیف بالکفر عند الاکراہ اور دلیل ہے مجبور ہی کی حالت میں کلمہ کفر کہنے پر۔

اسکو بھی جانے دیکھئے مخاطب صاحب کے مذہب تو دو متناقض حکموں میں کہ جو بلا ضرورت تقیہ ہوں ایک کو حق اور دوسرے کو ناحق کہنا جائز نہیں ہے اور اون کے یہاں مجتہدین میں جو اختلاف ہے کہ ایک مجتہد ایا کہ حلال بتلاتا ہے دوسرا حرام دوسرے وغیرہ اس اختلاف کو بھی علماء اہل سنت حق بتاتے ہیں اور اس کو جائز نہیں سمجھتے کہ ان متناقض حکموں کی نسبت یہ کہا جائے کہ ان میں ایک حق ہے دوسرا ناحق بلکہ کل مجتہد معصیب تقضیہ مسلمہ ہے اور یہاں تک یہی تو کہا گیا ہے کہ حکم خدا ہر واقعہ میں مجتہد کے گمان کا تابع ہے (جزئیل المواہب صفحہ ۵۰ وغیرہ) ایسے بغرض محال اگر ایسا ثابت ہوتا کہ امام علیہ السلام کے جواب باہم متناقض تھے اور بلا ضرورت تقیہ تب بھی مخاطب صاحب کو یہ کہنا کیسے صحیح نہایت تھا کہ ان جوابوں میں ایک حق تھا باقی باطل جب جائید ایسا نہیں ہے قول صحیحہ دلفریبوں نے کہی جس سے نئی بات کہی الخ قولنا اس شعر میں بھی مخاطب صاحب نے یہ ظاہر کیا ہے کہ امام علیہ السلام نے جو ایک مسئلہ کے چند جواب دیئے تھے وہ باہم متباہن کلی رکھتے تھے مثل روز و شب کے لیکن افسوس ہے کہ جس کو وہ نظم و نثر کے ذریعے سے تنبیہ اور اصرار ظاہر کر رہے ہیں اوس کے ثبوت میں ایک حرف بھی نہیں پیش کرتے اور ائمہ علیہم السلام کو جو دو دلفریبوں نے لفظ سے یاد کیا ہے اوس کی نسبت ہم مجبوری مخاطب صاحب کے عالم اجل جناب بن روز بہان کے قول کو دہراتے ہیں کہ وہ ہم پناہ مانگتے ہیں خدا سے اسے خرافات و نہدیات اور ان بخش لفظوں کے ذکر سے ائمہ کے ذکر کے ساتھ اور داخل ہونے سے اون لوگوں کے جتنے میں جو اس بات کو دوست رکھتے ہیں کہ مومنین میں بخش شائع ہوں لوگوں کے لئے دنیا

آخرت میں سخت عذاب ہو اور کافی ہوا سادات ادب کے لئے یہ کہ ائمہ کے ذکر کے ساتھ اس قسم کے بیہودہ کلمات ذکر کئے جائیں، قول میں حضرات شیعہ انصاف فرمائیں کہ اپنے گرد میں اختلاف ڈال دینا الخ قولنا انہوں نے کہ مخاطب صاحب بالکل بے بنیاد اور غلط دعویٰ پیش کر کے طالب انصاف ہوتے ہیں خیر انصافانہ جواب ہے کہ اختلاف میں ڈالنے کی وجہ خود روایت میں انصاف اور دیکھی موجود ہے اور عمداً یا سہواً کسی نوع سے بھی روایت سے امام علیہ السلام کا خلاف حق حکم دینا ثابت نہیں ہوتا۔ قول میں درحقیقت ائمہ پر یہ سب افتراء ہے قولنا ائمہ کرام کے روایات ابھی کتب اہل تشیع میں درج ہیں منصفین حضرت علامہ اہل سنت انہیں الیہا با و قد اتوا قابل احترام سمجھتے ہیں کہ سراسر انکسوں پر لکتے ہیں اور جھٹک کر ان کے نزدیک کوئی مبنیہ یا قوی قرینہ ان احادیث کے وضعی ہو سیکتا نہ ہو اسوقت تک اور کئی نسبت دلیلیں بھی کوئی خدشہ نہیں رہتی لیکن نہایت انہوں نے ہمارے مخاطب صاحب ایسی روایت کو وضعی قرار دیتے ہیں جسکی صحت مضامین پر بیانات متعدد اور قوی تفسیر موجود ہیں قولنا ہرگز انکی یہ نشان نہ تھی کہ خلاف حق جواب دیتے قولنا کہ روایت کافی سے ہرگز ہرگز یہ ثابت نہیں ہوتا کہ معاذ اللہ ائمہ کرام نے خلاف حق جواب دیا ہو لیکن مجھے نہایت تعجب ہوتا ہے کہ محترم مخاطب شیعوں کا ایسی روایت کے مضمون کو (جس میں کوئی اور خلاف مرتبہ ائمہ کرام نہیں ہو) ائمہ کی نشان کے خلاف لکھ کر یہ ظاہر کرنا چاہتے ہیں کہ وہ ائمہ کی بہت کچھ قدر و منزلت کرتے ہیں اور شیعہ ان حضرات کے خلاف نشان باقین لکھتے ہیں لیکن ان کے مذہب ہی کتاب اور ان کے مستند اور مشاہیر علماء کے اقوال سے ائمہ کرام کی جو شان ظاہر ہوتی ہے اسے دیکھ کر جسکے دل میں اہلبیت رسولؐ اور بعثت ظاہرہ کی تصور ہی سی بھی قدر و محبت ہو اشک فشان اور دل سوختہ ہو جائیگا ایسے مخاطب صاحب ایسا کلمہ لکھ کر بجز ان جملات کے ظاہر کرانے اور اہل بصیرت کو یاد دلانے کے اور کیا نتیجہ حاصل ہو سکتا ہے۔

اب میں نہایت اختصار کے ساتھ اس امر کو ظاہر کرتا ہوں کہ حضرت علامہ اہل سنت کے کتب سے ائمہ کرام کی کیا شان ظاہر ہوتی ہے۔

۱۔ جناب مولوی رشید الدین صاحب تلخیص صاحب تفسیر آٹھ عشرہ یہ کتاب شوکت عمر یہ صفحہ ستمون قلمیں فرماتا ہے کہ اصحاب اور حتی احادیث ائمہ اطہار کے در طریق شیعہ درجی است بدون تکیام کہ امام مبنیہ یا قرینہ تو یہ وضع ان کے علاوہ خدشہ ال بخاطر فریگذازند پس تا کلفظ آن چہ رسد بلکہ آن را علی الراس العین ہی نمبر ۱۲

امیر المؤمنین کی یہ شان ہے کہ حضرت فاطمہ نے جب خلیفہ اول سے دعویٰ کیا کہ آنحضرت نے فدک مجھے سہ فرمایا تھا تو خلیفہ صاحب نے اس صدیقہ طاہرہ کے قول کو قبول نہ کیا اور گواہ طلب کئے جنہا پر اسم امین اور امیر المؤمنین نے شہادت دی لیکن اس شہادت کو بھی خلیفہ صاحب نے قابل قبول نہ سمجھا (صواعق محرقة ص ۲۲ مطبوع مصر طاعن البوکر) حالانکہ جابر کے دعویٰ کو انہیں خلیفہ صاحب نے بغیر کسی شہادت کے قبول کر لیا جبکہ جابر نے کہا کہ آنحضرت نے مجھے مالِ حرمین سے عطا کر لیا وعدہ فرمایا تھا (صحیح بخاری کتاب اللقبہ ص ۳۰۶) اور عینی شایخ بخاری نے عمدۃ القاری میں خلیفہ صاحب کے اس فعل کی (یعنی جابر سے گواہ نہ طلب کرینی) یہ وجہ بھی لکھتے ہیں کہ کسی مسلم کی نسبت یہ گمان نہیں کیا جاسکتا کہ وہ آنحضرت پر جھوٹ باندھے ہے جب جانتا ہے کہ جو صحابی ہو یعنی اس جہت سے خلیفہ نے جابر سے اون کے دعوے کے متعلق گواہ نہیں طلب کئے کہ جابر مسلم و صحابی تھے اب اہل انصاف خود ملاحظہ کر لیں کہ کیا اس بیان سے یہ نہیں ظاہر ہوتا کہ خلیفہ صاحب جناب فاطمہ و امیر المؤمنین و ام امین کو زمرہ صحابہ میں سمجھتا تھا کیا مسلمان بھی نہیں جانتے تھے اور جناب فاطمہ کو خلاف حق دعویٰ کرنے والا اور جناب امیر المؤمنین کو خلاف حق امر کی گواہی دینے والا جانتے تھے۔

اور خلیفہ عم صاحب نے تو علی بن ابی طالب کو پناہ بخدا دروغ کا ظاہر کر دیا تھا چنانچہ کتاب امامت و سیاست ابن قیمینہ وینوری میں مذکور ہے کہ جب خلیفہ عم وغیرہ امیر المؤمنین کو گھر سے

۱۱۱ قال بعضهم وقد قيل خير اهل العدل من الصحابة ولو جز ذلك لفعنا لقتلان ابا بكر لم يتيسر من جابر ابا علي محمد وعواذ النبي قلت انما لم يتيسر ما اشد لان عدل الكتاب وانهما الكتاب فقولا لعلنا انتم خير اهل العدل لانهما وسطا فضل جابر ان لم يكن من غير من يكون واما السنة فلقول علي الصلوة والسلام من كذب علي فقد كذب علي الله ولا يظن ان ذلك مسلم فقلنا من صحابي فلو كانت السنة ابو مظالم قبل الالبية عمدة القاري شرح صحيح بخاری ص ۱۲۱ علی اس تقریر میں جابر سے شاہد طلب کرنا تو بہتر سمجھتا ہے کہ نہیں ایک یہ کہ وہ صحابی عادل تھے پس بنا پر اس کے لازم آتا ہے کہ خلیفہ صاحب نزدیک امیر المؤمنین صحابی عادل تھے نہ حضرت فاطمہ صحابیہ نہ وہ مدعیہ کہ جابر امت سے تو جو جہ سے انہم آتا ہے کہ خلیفہ صاحب کے نزدیک امیر المؤمنین حضرت فاطمہ خیر امت سے نہ تھے بلکہ کسی مسلمان سے یہ گمان نہیں ہوتا کہ آنحضرت پر جھوٹ باندھے ہے جب جانتا ہے کہ جو صحابی ہو اس سے بخوبی ظاہر ہے کہ خلیفہ صاحب امیر المؤمنین حضرت فاطمہ کو نہ شرف محبت رسول سے متراز سمجھتے تھے نہ مسلمان جانتے تھے کیوں مسلمانوں کو کیا جھڑتا ایسے ہی ہے؟ لا سب

خال کر ابو بکر کی بیعت کے لئے لے گئے اور کہا کہ بیعت کرو تو حضرت نے فرمایا کہ اگر بیعت کرو گا تو کیا ہو گا جو اب دیا کہ اس حالت میں قسم ہو اس حد تک جبکہ علاوہ کو بھی معبود نہیں ہے تمہاری گردن مارین گے حضرت نے کہا کہ تم اس صورت میں بندہ خدا اور برادر رسول خدا کو قتل کرو گے اس پر صحابہ نے کہا کہ بندہ خدا تو ہو لیکن برادر رسول خدا نہیں ہو (دیکھو امامت و سیاست بحث کیف کان بیعتہ علی بن ابیطالب قہ لسنۃ قلیما) اس سے بھی برعہ کر قیامت یہ ہو کہ خلیفہ ابو بکر صاحب نے خالد بن ولید کو امیر المؤمنین کے قتل کر ڈالنے کا حکم دیدیا تھا لیکن کبھی مصلحت سے پھر منع کر دیا (انساب سمعانی ترجمہ عبدالبن عقیولہ اجنبی صفحہ ۲۸۷ سنۃ قلیما) غرض کہ اس قسم کے صدیوں واقعات کتب حضرات اہل سنت میں مذکور ہیں اور یہ سمجھنا چاہئے کہ حضرات خلفا ہی امیر المؤمنین کی ایسی نشان و منبرت سمجھتے تھے اور علماء اہل سنت ایسے خیالات سے بدمس ہیں نہیں ہرگز نہیں۔ اول تو یہ کہ حضرات اہل سنت اپنے خلفاء کے کسی باب میں مخالفت کے دوسرے یہ کہ ان حضرات نے بتبعیج ہر گوجھ ارشاد فرمادیا ہو اس سے تجویزی اندازہ ہو سکتا ہے کہ ان حضرات کے نزدیک امیر المؤمنین کی کیا شان ہے۔

حضرات اہل سنت کے امام و شیخ الاسلام نے صاف کہہ دیا ہے کہ امیر المؤمنین نے سترہ امر و نہیں خطا اور مخالفت کتاب خدا کی ہو (دیکھو انتصار الشریعہ نمبر ۳ جلد ۲ صفحہ ۲۶) اب مخاطب صاحب ذرا انصاف سے فرمائیں کہ امام بلکہ ابوالائمہ سلام اللہ علیہم کا خلاف حق یہ دو نہیں بلکہ سترہ حکم دینا آپ کے امام صاحب کے ارشاد سے لازم آتا ہے کہ نہیں۔

امام حسن عسکریؑ کی شان ہے کہ ابن ہمام صاحب جو حنفیوں کے امام ہیں ان جناب کی کثرت طلاق کو خلافت حکم رسول قرار دیتے ہیں چنانچہ امام صاحب کتاب فتح القدریہ میں طلاق میں یہ حدیث نقل کی ہے جو لعن اللہ کل ذوا مطلق لعنت کرے اللہ ہرگز الذوق پر ہے جو کثرت طلاق دیتا ہے اور اس حدیث کی رو سے کثرت طلاق کو نفل حرام قرار دیا ہے اور امام حسنؑ کی نسبت یہ سب کہہ کر کہ وہ کثرت طلاق دیتے تھے کہتے ہیں۔ دو میحض اون کی ذاتی رائے تھی یعنی معاذ اللہ امام حسنؑ نے حدیث رسول کی مخالفت میں اپنی رائے پر عمل کیا کیا اس بیان سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ امام

حسن علیہ السلام صرف وہی ایک تہ نہیں بلکہ کثرت خلافت حق عمل کرتے رہے فلعل اللہ من یقول
 هذا ان الامام حسینؑ بیان ہو کہ ابن عربی بساجیل القدر عالم اور جناب کو باغی اور نریذ کو خلیفہ
 برحق بتا ہوا جو خلیفہ بن حجر نے منکر کی شرح قصیدہ ہمزہ میں صفحہ ۳۱۲ نسخہ قدیم ابن عربی کا یہ قول
 نقل کیا ہے۔ سل یزید الحسین الا سیف بحدہ یعنی یزید نے امام حسینؑ کو صرف اوکے دادا
 (محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی تلوار سے قتل کیا پھر ابن حجر صاحب اس جلیل یون شریح
 کرتے ہیں محسب اعتقاد لا الباطل امام الخلیفۃ والحسین باع علیہ یعنی یہ تو ان موجب ابن عربی
 کے اس باطل عقیدہ کے ہو کہ یزید خلیفہ تھا اور حسین اوس پر بغاوت کرنے والے۔
 امام زین العابدینؑ کی یہ نشان ہو کہ شیخ الاسلام صاحب ان جناب دینار امام محمد باقرؑ و امام جعفرؑ
 سلام اللہ علیہم کی نسبت تحریر کرتے ہیں۔

اور انکی زمانہ بیرون تہا کی جوان سے زیادہ علم رکھا اور اذکان فی زمنہم من هو اعلم منہم وانفع
 ان سے زیادہ امت کے حق میں فائدہ مند اور لیر اہل الامۃ و هذا معروف عند اهل العلم
 علوم دین کے نزدیک مشہور و مستحسن ہو۔
 والدین (منہاج السنۃ ص ۸۸ نسخہ قدیم)

امام جعفر صادق علیہ السلام کی یہ نشان ہو کہ اہل سنت کے امام الامامہؑ بھی بن سعید فرماتے ہیں کہ اوکے طرف سے
 میرے دل میں ایک شجر ہو اور نجا الدجیجے اون سے زیادہ محبوب ہو اور بخاری صاحب بھی ان

لہ مولوی رشید الدین خان نے کتاب ۴۰۰ اشرفین میں ابن عربی کے قول سے اس طرح اپنی تلخیص کی جو کہ ابن
 عربی کو بالکل نامستبرک کیا ہے لیکن شاید مولوی صاحبک اطلاع نہیں کہ اون کے حلائے متقدمین ابن عربی کو کہتے تھے یہی الظاہ
 سے یاد کرتے ہیں شیخ صفی الدین ابن عربی کی نسبت کہتے ہیں جو شیخ امام الحقؑ اس اجلاء و انوار القلوب و المقربین الخ و اوکے امام
 علامہ زین العابدینؑ و امام جعفر صادقؑ کے محافضہ الابرار کی نسبت کہتے ہیں شیخ الامام العالم البانی و ابو العبداللہ سندس الکلیہ و محمد الباقی
 شیخ ابی علیہ علی الدین محمد علی بن محمد البونی الخ ۱۲

سے حکما اہل سنت کے نزدیک محلا صاحب نہایت مقدس و مہر و مہر میں چنانچہ ابن حسین کہتے ہیں کہ جملہ قباہتیں علیہ نہیں لگتی ہیں
 لیس شیخ امام نسائی کہتے ہیں میں نے القوسی و ارضی ضعیف بتاتے ہیں ابن مہر جو بنوالم سے روایت ہی نہیں کہتے اور یہ
 طویہ کہ کہ خود بھی ابن سعید بھی جلالہ کی تصنیف کرتے تھے (میزان الاعتدال میں ترجمہ جلالہ ص ۹) پس یہ جہد صاحبکا امام جعفر صادقؑ
 پر جلالہ کو ترجیح دینا صاف طویہ سے بتا رہا ہو کہ سادہ الامام علیہ السلام کی بنا کہ نزدیک اتنی ہی کثرت نہیں جو شیخ جلالہ مقدس کی ۱۲

جناب کیلئے سے شک رکھتے اور اون سے روایت نہیں کرتے تھے (انتصار الشریعہ نمبر ۱۲ جلد ۱ صفحہ ۲۵) اور ابن سعد صاحب ان جناب کو قابل احتجاج نہیں سمجھتے اور غوغاشمار کرتے ہیں بلکہ ان جناب کے قول میں تناقض ثابت کرتے ہیں نسبت معاؤالدرد و غلوی کا الزام لگاتے ہیں (جیسا کہ مذکور ہوا) مخاطب صاحب ذرا انصاف سے فرمائیں کہ امام جعفر صادق علیہ السلام کی نسبت خلاف جوابدہ اور ان کے جلیل القدر عالم کے بیان سے ثابت ہوتا ہو یا کافی کی روایت سے امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی یہ شان ہو کہ عقیلی صاحب ان جناب کی روایت کو غیر محفوظ بتاتے ہیں (انتصار الشریعہ نمبر ۱۲ جلد ۱ صفحہ ۲۶)

امام رضا علیہ السلام کی یہ شان ہو کہ ابن جان جو اہل سنت کے مذہب کے بڑے رکن ہیں ان کی نسبت اپنی کتاب میں لکھتے ہیں

بروی عن ابی عیاب یوم یخیلی (میزان) امام رضا علیہ السلام نے والد سے عجیب اور روایت لاحقہ ال ترجمہ امام علیہ السلام ق ۱۳۰) کرتے ہیں وہ وہم و خطا کرتے تھے۔

امام محمد تقی و امام علی نقی و امام حسن عسکری سلام اللہ علیہم کی یہ شان ہو کہ امام فخر الدین رازی نہایت القول میں ان حضرات کی نسبت فرماتے ہیں (ترجمہ) دو تعجب ہو کہ شیعہ تقی و نقی و حسن عسکری کی نسبت یہ زعم کرتے ہیں کہ وہ جمیع مسائل اصولی و فروعی کے محلات و تفصیلات سے آگاہ تھے حالانکہ یہ تینوں ایسے زمانہ میں تھے کہ علما کا خوض علوم کے اقسام میں طرہا ہوا تھا اور ان کے تصنیفات بہت ہو چکے تھے لیکن باوجود اسکے ان تینوں میں ایک سے بھی علوم کی کوئی بات نہ ظاہر ہوئی نہ سمجھوری نہ بہت نہ کسی محفل میں شریک ہوئے نہ کسی مسئلہ میں مخالفین سے کلام کیا نہ ان کی ایسی تصنیفات ظاہر ہوئی جو قابل انفعالی ہو جیسا کہ شافعی و محمد بن حسن و غیرہ بافقہا و کلمہ و مفسرین کی تصنیفات ہیں

اور ابن تیمیہ صاحب نے فرماتے ہیں کہ امام علی و امام حسن عسکری و امثالہما کو طبری وغیرہ سے تعقیل علم کرنا واجب تھا (انتصار الشریعہ نمبر ۱۲ جلد ۱ صفحہ ۲۶)۔

اور شیخ رحمۃ اللہ نے تو امام حسن عسکری علیہ السلام کو زمرہ و ضاحین و کذاہین میں داخل کیا ہے (انتصار الشریعہ جلد ۱ صفحہ ۲۶) لغو باشد من ذہل الخذلان۔

حضرت صاحب العصر علیہ السلام کی نسبت تو عام طور سے علمائے اہل سنت جو کچھ لکھتے اور
 اس نام معصوم کو جیسے کلمات ناشائستہ سے یاد کرتے ہیں وہ اظہر من الشمس ہے حالانکہ کتب
 تصحیحات اکابر علمائے اہل سنت حضرت صاحب العصر کا موجود اور فائز عن الابصار ہونا
 ثابت و متحقق ہے (دیکھو نواح الانوار ترجمہ شیخ حسن عراقی مطبوعہ مصر صفحہ ۵۲ کتاب فوائذ
 جو اہر صفحہ ۲۵۵ قلمی یہ دونوں کتابیں عبد الوہاب شرانی کی تالیفات سے ہیں) پس حضرات
 اہل سنت جو کچھ طعن و تشنیع و ہجو و مذمت اس امام عالی مقام کی کرتے ہیں وہ بنا بر اصول اہل
 تشیع نہیں ہے بلکہ نفس الامین اور من ذات قدسی ہمت کی طرف عاید کرتے ہیں فلا مضیث الا
 الی اللہ۔

قول صحیح یہ انہیں راویوں کا کام ہے جنہوں نے ایک سبز باغ کی طرح الخ قولنا شیعوں کے
 روایات مقبولین تو ایسے ہیں جنکی عدالت و دیانت و تقویٰ کا ثبوت کتب حضرات اہل
 سنت میں موجود ہے (دیکھو انصار الشریعہ نمبر ۳ جلد ۱ از صفحہ ۱۳۱) ان مخاطب صاحب
 اپنے مذہب کی راویوں کے حالات اپنی ہی کتب میں ملاحظہ فرمائیں تو کیا عجب ہے جو فرط
 حیا سے سرور گریباں رہ جائیں اگر دیگر حضرات نے قطع نظر کر کے صرف راویوں حضرات
 کے حالات بخوریمون جو صحیح سنیہ کے راویوں سے ہیں تو ایک بسوٹا کتاب تیار ہو سکتی
 اور اگر ان میں صرف راویوں کو جن لیا جائے جنہیں ٹبے ٹبے علماء رجال
 اہل سنت نے کذاب (بڑا جھوٹا) اور مفتری یا اسکے ہم معنی الفاظ سے یاد کیا ہے تب ہی
 ہمیں ایک بڑی فرستہ لکھنا پڑے گی جسے سخیال اختصار ہم نہیں لکھ سکتے۔ بہر حال
 جبکہ مخاطب صاحب کے مذہب کے راویوں کا یہ حال ہے تو انہیں اہل تشیع کے مذہب کے
 روایات کی نسبت بلاوجہ ایسا کلمہ لکھنا کسی طرح زیبا نہیں۔

اب میں نہایت اختصار سے یہ بھی دکھلاتا ہوں کہ مخاطب صاحب کا یہ دعویٰ کہ مذہب
 شیعہ ائمہ سے ماخوذ نہیں ہے بلکہ غلط طور سے ائمہ کی طرف منسوب کر دیا گیا ہے مخاطب صاحب
 کے علماء کرام کی تکذیب کرتا ہے اسلئے کہ شیعوں کے مذہب کا ائمہ کرام سے ماخوذ اور شیعوں کا
 ان حضرات کے اقوال پر حامل ہونا ایسا بدیہی امر ہے کہ ٹبے ٹبے علماء اہل سنت نے اسے تسلیم

کیا ہے بلکہ بعض علمائے تشیعوی نے مذہب کو اس وجہ سے باطل اور گمراہ بتایا ہے کہ شیعوں نے ائمہ کے روایات پر عمل کرتے ہیں چنانچہ علامہ جلال الدین دوانی شرح عقاید عصفی میں اس امر کے ثبوت میں کہ فرستہ اشعریہ ناجی ہے اور دیگر فرستے گمراہ یہ تحریر فرماتے ہیں (ترجمہ)

”اس سبب سے کہ اشاعرہ اپنے عقاید میں تسک کرتے ہیں اور ان احادیث صحیحہ سے جو رسول اللہ اور ان کے اصحاب کے مروی ہیں اور ان کے ظواہر سے بغیر ضرورت نہ تجاوز نہیں کرتے اور نہ انہی عقول پر اعتماد کرتے ہیں مثل معتزلہ و اشاعرہ ان معتزلہ کے اور نہ انوس نقل پر اعتماد کرتے ہیں جو غیر نبی اور ان کے اصحاب سے ہو مثل شیعوں کے کہ وہ پیرو کرتے ہیں اور ان احادیث کی جو ان کے ائمہ سے مروی ہیں اسلئے کہ انہیں ائمہ کی عصمت کا اعتقاد نہیں ہے“ شرح عقاید عصفی از دوانی مطبوعہ لکھنؤ صفر ۱۹

اس عبارت میں علامہ دوانی نے صاف صاف اس امر کو قبول کیا ہے کہ شیعوں نے اپنے ائمہ کی احادیث کی پیروی کرتے ہیں اور اس امر کو شیعوں کی فضیلت کا سبب قرار دیا ہے جو اسی حالت میں مخاطب صاحب شیعوں کی نسبت یہ لکھا کہ ان کا مذہب ائمہ سے ماخوذ نہیں اپنے ایک بڑے عالم کے اوپر استدلال کو سخت صدمہ پہنچاتے ہیں جو اسے شیعوں کے گمراہ ثابت کر نیکی کے قائم کیا ہے جسکے سبب سے اس بزرگوار کے جنہاں حضرات اہلسنت کو مخاطب صاحب سے بڑی شکایت کا موقع ملتا ہے۔

امام بخاری نے آیہ شنیۃ وثلث وربع کی تفسیر میں امام زین العابدین علیہ السلام کا قول نقل کیا ہے اور علامہ ابن حجر مستطانی اسکے متعلقہ اپنی شرح میں لکھتے ہیں۔

وهذا احسن الاقدام فی الرد علی الرافضیۃ یہ قول رافضیوں کی رد میں بہترین اول سے ہے
 اللوۃ من تفسیر زین العابدین وهو من اسلئے کہ یہ قول زین العابدین ہے کہ جو رافضیوں کے
 ائمتہم الذین یرجعون الی قولہم یتقدرون اور اماموں سے ہیں جبکہ قول کی طرف رافضیوں کو
 عصمتہم حاشیہ بخاری علیہ علی کتاب النکاح ص ۱۲۸ کرتے اور ان کی عصمت کا اعتقاد رکھتے ہیں۔

اس عبارت سے ظاہر ہوتا ہے کہ شیعہ ائمہ علیہم السلام کے اقوال کی طرف رجوع کرتے ہیں اور علامہ ابن حجر کے نزدیک بھی شیعوں کا پیروان ائمہ اور ان کے اقوال پر عمل ہونا ایسا یقینی اور

قابل اعتماد ہے کہ وہ شیعوں کی رد میں اوس قول کو سب سے بہتر دلیل قرار دیتے ہیں جو کسی امام سے منقول ہو پس ایسی حالت میں جو شخص شیعوں کو کہے کہ ان کا مذہب ائمہ علیہم السلام سے ماخوذ نہیں یا اون کے مذہب کے مخالف ہو وہ اپنے مذہب کے ایسے علماء جلیل الشان کو حجت مانتا ہے جسے علماء اہل سنت نے امیر المؤمنین فی الحدیث کا لقب دیا ہو ان سب کے علاوہ میں یہ کہتا ہوں کہ شیعوں کے مذہب کا موافق طریقہ اہلبیت کرام سلام اللہ علیہم ہونا منصف مزاج علماء اہل سنت کے نزدیک بھی ایسا بدیہی امر ہے کہ جس کے ثبوت کے لئے انھیں کسی دلیل کے بیان کی بھی احتیاج نہیں ہوتی چنانچہ علامہ محمد بن طلحہ شافعی نے کتاب مطالب الرسول میں ایک خاص فضل امیر المؤمنین کے علم کے بیان میں لکھی ہے اسی میں یہ بھی لکھا ہے کہ اصول علوم حضرت ربی سے نکلے ہیں اس لئے کہ جو ان علوم کے ماہر ہیں اون سب سے امیر المؤمنین سے اخذ کیا ہے اور اشارہ کے ذکر کے بعد لکھتے ہیں۔

اما الشيعة فالتباہم لایظاہر مطالب الرسول علیہم السلام شیعوں کا علی مرتضیٰ سے منسوب ہونا ایک نظر ظاہر اب میں اپنے محترمہ مخاطب سے دریافت کرتا ہوں کہ باوصف ایسی جلی شہادت کے کیا آپ کا اس امر سے انکار کرنا کہ شیعوں کا مذہب ائمہ کرام علیہم السلام سے ماخوذ ہو کچھ بھی صاحبان فہم کے نزدیک وقعت رکھتا ہو۔

آخر میں جناب ضی غنیم الدین صاحب لگ تشہیر کنندہ رمال نصیحة الشیعة کی خدمت میں عرض کرتا ہوں کہ یہ روایت جو صاحب نصیحة الشیعة نے تیرہ پر لکھی ہے بیستھی الکلام میں موجود ہے اور اہل سنت کے اردو کے کتب مثل آیات بنیات وغیرہ میں بھی ایسی حالت میں آپ کا یہ دعویٰ کیونکر درست سمجھا جاسکتا ہو کہ نصیحة الشیعة میں شیعوں کے ایسی روایات لکھے گئے ہیں جو پیشتر کے کتب میں نہیں داخل کئے گئے جیسا کہ آپ نے مقدر اشتہاروں میں ظاہر کیا ہے۔

شمس! یہ پوری عبادت میں نے انتصار الشریعہ کی نقل کی ہے تاکہ عوام کو معلوم ہو کہ نصیحة الشیعة کا جو کتبیا معقول ہو چکا ہے مگر ہمارے کہہ کرنا اور نہیں مضامین باہال شدہ کو دوبارہ چھاپ ہے ہیں اور یہ بھی نہیں دیکھتے کہ اس کا کیسا جواب و مذاق شکن

ہر چکا ہے اس پر آپ کو یہ دعوائے ہے اور اس کا کچھ نہیں خیال کہ مسلمانوں کا مال کس طرح آپ ناحق تلف کر رہے ہیں۔

قولہ یہاں تک تو سب تہیہ می مضامین تھے اب قادر ذوالجلال کا نام لیکر اصل مقصود کو شروع کرتا ہوں۔

یہ کہ تین مشالیں

جو ناقابل التفات تحریروں کے نمونہ میں میں نے پیش کیں دو جناب مولوی حامد صاحب صاحب کی تحریر سے اور ایک زمانہ حال کی تحریر سے یہ میں نے محض اس غرض سے پیش کی ہیں کہ اس قسم کی تحریرات سیر سے مقابلہ پر ہوں گی تو یقیناً میں بھی اونکو نظر انداز کروں گا جس طرح جناب مولانا حیدر علی صاحب صاحب ہستی الکلام نے جناب مولوی حامد حسین صاحب کی تحریر کو اور جناب مولوی احتشام الدین صاحب نے رسالہ روشنی کو نظر انداز کر دیا اور یہی اون کی شان کے شایاں تھا میں ضرور اتنی بات اور زیادہ کروں گا کہ اون تحریروں کا ناقابل جواب ہونا چند مثالوں کے ضمن میں ضرور بیان کروں گا تاکہ کسیکو اس بات کے کہنے کا موقع نہ ملے کہ جواب نہ ہو سکا اگرچہ صاحب نظر ایسا نہ کہیں گے مگر افسوس ہو تو یہی کہ صاحب نظر کم ہیں والان اشعر فی الملایم ومن اللہ العون ومنہ الاتمام۔

۲ قول اگرچہ یہ تحریر میں اس قابل ہو کہ مخاطب صاحب کے حق میں دعا کی جائے کہ خداوند عالم ان کو عقل سلیم عطا فرماوے اور صفت امانت و دیانت سے موصوف کرے جو ایسے کلمات مغالطہ آمیز کے باز آئیں کیونکہ اسپر تو خود اہل سنت کے صاحبان فہم بھی نہیں گے کہ عبققات الانوار یا استقصاء الافحام قابل التفات اور رسالہ روشنی کی تحریر بھی ایسی ہے کہ اس کے نسبت بھی آپ کچھ نہ بنا سکے حالانکہ بہت کچھ طلعت کو آپ نے بڑھانا چاہا تھا کیونکہ عصمت ائمہ ہدی علیہم السلام کا مسئلہ ایسا واضح اور نمایاں ہے کہ خود آپ کے جدا مجہد معنوی مولوی عبدالحکیم صاحب نے

اوس میں کلام کرنے کو موجب تزلزل ایمان کہا ہے۔
 ہاں یہ صہکی بڑے غضب کی ہے وہ کہ اس قسم کی تحریرات اگر میرے مقابلہ پر ہونگی تو یقیناً میں بھی
 اوزکو نظر انداز کر دوں گا یا کیونکہ اگر چہ اب ممکن نہیں کوی اس دل و دماغ کا پیدا ہو جو استقصا
 الانعام و عبققات الانوار کی ایسی تحریر لکھ سکے۔ مگر جو لکھیں گا اوسکی متبع اور اقتدا میں پھر جب
 سکھ آپ نظر انداز ہی کریں گے تو آپ مناظرہ کس سے کریں گے۔ ناحق مناظرہ کا نام کیوں
 بدنام کیا۔

جناب من! سلف سے خلف تک تو مناظرہ کا یہی اصول چلا آتا ہے کہ اگر تعلیمات سے
 مناظرہ ہے تو اپنے دعویٰ کو اصول مسلہ فریق مخالف سے ثابت کرے جو تحقیقی کہا جاتا ہے
 پھر بطور الزام ایراد کرے جو الزامی کہا جاتا ہے مگر آپ اوس کو نظر انداز کر دیتے ہیں تو اب
 کون سا نیا طریقہ ایجاد ہوا ہے ارست و فرمائے۔

یہ آپ کا حسن ظن ہے جو مولوی حیدر علی صاحب اور مولوی احتشام الدین صاحب کی
 عاجزی کو اسپر محمول کرتے ہیں کہ انھوں نے ناقابل نقات سمجھ کر نظر انداز کیا
 حالانکہ جن لوگوں نے انرا لہ العین کو دیکھا ہے انھیں خوب معلوم ہے کہ ہمارے مولوی
 صاحب دوسری دوسری کتابوں کا بہانہ کر کے کس کے نوحہ خواں رہے اور نواب
 مولوی صدیق حسن خان صاحب کا مولوی عبدالحی صاحب پر بار بار تعریفیں کرنا
 دیکھ چکے ہیں کہ یہ استقصاء کا جواب نہیں لکھتے اور ہمارے رد پیر اودھار
 کھائے ہوئے ہیں اگرچہ اپنی اس تقریر کو اون کا نوحہ نہیں مانا مگر حسرت
 و افسوس میں تو عذر ہی نہ ہوگا

ایڈیٹ صاحب آپ تو ایک اخبار کے لائق ایڈیٹر ہیں دنیا کا رنگ
 آپ خوب دیکھ رہے ہیں کہ کس درجہ سمجھدار ہو رہی ہے اور مولویوں کو بوتون
 سمجھ رہی ہے پھر کیوں ایسی تقریریں فرماتے ہیں جو اور بھی اون کا خبیال
 پیختہ ہوا اور حلقہ ارادت سے نکال جائے۔

اگر کتاب تطاب ہتقدراء الانعام و عبققات الانوار کی نسبت آپ کسی غلطی کا

دعویٰ کرین یا خطافے النقل کا ادعا نہ مائیں تو فہم اچھا جہاں دعوا م قبول کر سکتے ہیں۔ مگر اس جملہ پر تو وہ بے تکلف ہنس دیں گے کہ یہ کتابیں بالکل لائق التفات نہیں۔

جہاں دعوا م سے وہ لوگ نہیں مراد ہیں جنہوں نے مستبر مان معویہ بن ابی سفیان اور نسط کو اونٹنی مان لی یا چھار شنبہ (بدھ) کو نماز جمعہ پڑھ لی۔ کیونکہ اب ویسے جہاں آپ کے فتے میں ہی نہیں ہے اور اگر ہوں تو وہ اس قابل نہیں کہ اون کا نام لیا جائے بلکہ وہ جہاں مقصود ہیں جو علوم سے تو معرا ہیں مگر کم سے کم اخبار میں یا خبر فہم ضرور ہیں وہ آپ کی اس تقریر پر بجز مضحکہ اور کچھ نہ کہیں گے۔

اگر آپ کا مقصود مثال سے ایسی ہی مثالیں ہیں جو آج تک پیش نہیں کہ استقصاء الافحام کے خاص بحث شرح بخاری کی دس کیا حدیثیں ابتدا کی اور بہت سی حدیثیں آخر کی چھوڑ کر ایک حدیث کو پیش کر دیا جس کی وضاحت و صراحت بلکہ بد اہمت سے اسکی فصاحت نہ تھی کہ شہادہ و دلایل لائے جائیں تو ضرور آپ کے مرید ایمان لائیں گے یا ویسی مثال پیش کریں گے جو تنقید بخاری کے جواب میں آپ نے جو چہرہ دکھایا کہ بتدائی حصہ کا جواب تو اس عذر پر نہ لکھا کہ وہ نسبت موجود نہ تھے اور آپ نے ہی حدیث منبلا و مد کو بلا معذرت چھوڑ دیا حالانکہ ساتھ ہی یہی ایسی معرکہ آرا تھی کہ آپ کے علامہ عینی و عسقلانی اور سبکی نے اس پر تہمتیں لگائی تھیں کہ آپ کی لیاقت و چہرہ ان کی کافی دلیل ہے اب زیادہ مثال کی ضرورت نہیں

قیاس کن رنگستان من بہار مرا

اسکے بن اویٹھا۔ یہ کچھ جو وہ نہ شرف ماکہ ہو تو یہ زلی نے خلاف کچھ دعائیں بھی مانگی ہیں تو سبھی لیا سہ اپنے نماز کا بھی ذکر لیا۔ خدا کو ہدایت کرنیوالا اور گمراہ کرنیوالا بھی بنا لیا اور شیعوں کو اسکو بڑا زیادہ قابل خطاب بھی کہا کہ وہی اپنے بڑا زیادہ ہلکا کر نیوالے میں جو ایک سفید چھوڑے جو کہ ہندوستان

کے تمام فہمید اخبار تو آریہ سماجیوں سے یا عیسائی پادریوں سے نالاں ہیں جو ہر گل اور سرک پر اسلام اور بانی اسلام کی اس قدر توہین کرتے ہیں کہ مسلمانوں کے دل پاش پاش ہو رہے ہیں مگر ہمارے کرم فرما ہیں کہ اون سگالیوں کو ٹھنڈے پٹی سن رہے ہیں اور سانس نہیں لیتے اور اس مظلوم فرقہ کے شاکی ہیں جسے بوجہ جاب بننے کے وہ بھی حدودِ جوہ کی مجبور ہی میں کبھی حملہ بھی نہ کیا۔

خداوند اتوا مسلمانوں کو عقل سلیم کرامت فرما جو اپنے مٹاؤ نافع میں تمیز کریں اور دوست دشمن کو پہچانیں اور دوست زمانہ پر نفاذ کریں۔ صدق و راستی کو اپنا شعار کریں۔ احکام خدا اور رسول پر عمل ہوں۔ غولان میاں سے پرہیز کریں۔ اولاد و غلام میں فرق کریں۔ غلام نمک حلال و نمک حرام کے قدر و مراتب کو سمجھیں۔ اصلی اور نقلی خیر خواہ میں تمیز کریں۔ ہدایت کرنیوالوں اور گمراہ کرنے والوں کی شناخت کریں۔ اے بسا ابلیس آدم روئے ہست پے پس بچہ دستے نہاید دادوست۔

یہاں سے اڈیٹر صاحب مناظرہ کا پیتر بدلتے ہیں اور وہ جوہر دکھاتے ہیں جو حال میں شاہ عبدالغنی صاحب شروع ہوا (سرفہ)

کیونکہ ابھی تک تو وہ اپنے مضمون کی سرخی یہ لکھتے تھے ”مناظرہ اور اظہار حق“ مگر بعد ازاں کے جو مختصر حمد و نعت لکھا ہوا اسکے بعد انہوں نے اپنے مضمون کی یہ سرخی بدلی۔ ”دشمنیہ السنی کا مناظرہ۔ قرآن پاک اور عقل سلیم کی شہادت سو حق کا فیصلہ“ اب نصیحتہ الشیعہ کی جلدیں اڑھٹھائے جو بعد از خلفائے ثلاثہ ہو اور دیکھو اسکی کیا سرخی ہو ”شیعہ سننی کا دلچسپ مناظرہ۔ قرآن کی شہادت سو حق کا فیصلہ“

انسوس اڈیٹر صاحب نے اپنے اخبار کا مدار صرف قلم بردکھا اور لفظ بہ لفظ نصیحتہ الشیعہ کا مضمون درج کر کے اپنا ظاہر کرتے ہیں خیر چونکہ اڈیٹر صاحب اپنا مناظرہ در اہل یہیں سے شروع کرتے ہیں لہذا ہم اشمس کی پہلی جلد کو یہیں تمام کرتے ہیں اور آئندہ سال سے اس مناظرہ کا جواب شروع ہو گا کہ جس میں سلسلہ ترتیب وار ہو۔ والسلام علی من اتبع الهدی

دفعہ ۱۲۰۰
 دفعہ ۱۲۰۱
 دفعہ ۱۲۰۲
 دفعہ ۱۲۰۳
 دفعہ ۱۲۰۴
 دفعہ ۱۲۰۵
 دفعہ ۱۲۰۶
 دفعہ ۱۲۰۷
 دفعہ ۱۲۰۸
 دفعہ ۱۲۰۹
 دفعہ ۱۲۱۰
 دفعہ ۱۲۱۱
 دفعہ ۱۲۱۲
 دفعہ ۱۲۱۳
 دفعہ ۱۲۱۴
 دفعہ ۱۲۱۵
 دفعہ ۱۲۱۶
 دفعہ ۱۲۱۷
 دفعہ ۱۲۱۸
 دفعہ ۱۲۱۹
 دفعہ ۱۲۲۰
 دفعہ ۱۲۲۱
 دفعہ ۱۲۲۲
 دفعہ ۱۲۲۳
 دفعہ ۱۲۲۴
 دفعہ ۱۲۲۵
 دفعہ ۱۲۲۶
 دفعہ ۱۲۲۷
 دفعہ ۱۲۲۸
 دفعہ ۱۲۲۹
 دفعہ ۱۲۳۰
 دفعہ ۱۲۳۱
 دفعہ ۱۲۳۲
 دفعہ ۱۲۳۳
 دفعہ ۱۲۳۴
 دفعہ ۱۲۳۵
 دفعہ ۱۲۳۶
 دفعہ ۱۲۳۷
 دفعہ ۱۲۳۸
 دفعہ ۱۲۳۹
 دفعہ ۱۲۴۰
 دفعہ ۱۲۴۱
 دفعہ ۱۲۴۲
 دفعہ ۱۲۴۳
 دفعہ ۱۲۴۴
 دفعہ ۱۲۴۵
 دفعہ ۱۲۴۶
 دفعہ ۱۲۴۷
 دفعہ ۱۲۴۸
 دفعہ ۱۲۴۹
 دفعہ ۱۲۵۰
 دفعہ ۱۲۵۱
 دفعہ ۱۲۵۲
 دفعہ ۱۲۵۳
 دفعہ ۱۲۵۴
 دفعہ ۱۲۵۵
 دفعہ ۱۲۵۶
 دفعہ ۱۲۵۷
 دفعہ ۱۲۵۸
 دفعہ ۱۲۵۹
 دفعہ ۱۲۶۰
 دفعہ ۱۲۶۱
 دفعہ ۱۲۶۲
 دفعہ ۱۲۶۳
 دفعہ ۱۲۶۴
 دفعہ ۱۲۶۵
 دفعہ ۱۲۶۶
 دفعہ ۱۲۶۷
 دفعہ ۱۲۶۸
 دفعہ ۱۲۶۹
 دفعہ ۱۲۷۰
 دفعہ ۱۲۷۱
 دفعہ ۱۲۷۲
 دفعہ ۱۲۷۳
 دفعہ ۱۲۷۴
 دفعہ ۱۲۷۵
 دفعہ ۱۲۷۶
 دفعہ ۱۲۷۷
 دفعہ ۱۲۷۸
 دفعہ ۱۲۷۹
 دفعہ ۱۲۸۰
 دفعہ ۱۲۸۱
 دفعہ ۱۲۸۲
 دفعہ ۱۲۸۳
 دفعہ ۱۲۸۴
 دفعہ ۱۲۸۵
 دفعہ ۱۲۸۶
 دفعہ ۱۲۸۷
 دفعہ ۱۲۸۸
 دفعہ ۱۲۸۹
 دفعہ ۱۲۹۰
 دفعہ ۱۲۹۱
 دفعہ ۱۲۹۲
 دفعہ ۱۲۹۳
 دفعہ ۱۲۹۴
 دفعہ ۱۲۹۵
 دفعہ ۱۲۹۶
 دفعہ ۱۲۹۷
 دفعہ ۱۲۹۸
 دفعہ ۱۲۹۹
 دفعہ ۱۳۰۰

